مثنوی ههتیرا دفتر ششم

مثنوی مولوی معنوی ہست قرآن در زبانِ پہلوی

مفتاح العلوم

سترھویں جلد

شرح مثنوی مولینا رومؒ

دفتر ششم

تیسرا حصہ

از

عالیجناب حضرت مولٰینا مولوی محمد نذیر صاحب عرشی نقشبندی مجددی

شیخ غلام علی اینڈ سنز
تاجرانِ کتب لاہور

قریشی بک ایجنسی
تاجرانِ کتب لاہور

قیمت بلا جلد سفید کرنا فلی -/۶ مجلد سنہری -/۸

مثنوی کے دفتر ششم کے ثلث ثالث میں سے بعض اہم اشعار اور شرح کے بعض خاص مباحث کی فہرست مطالب

نمبر شمار	مطالب	نمبر صفحہ
	تصوّف وسلوک	
۱	توبہ کی قبولیت	۱۶
۲	توکل کی اعلیٰ شان	۱۸
۳	اسباب پر اعتماد کرنے کی غلطی	۲۸
۴	اسباب سے سبب کا سراغ لگانا ثمرۂ عقل ہے	۳۰
۵	عابد تسخیری اور عابد تشریعی	۵۰
۶	مراقبہ افعال مراقبہ صفات اور مراقبہ ذات . .	۵۱
۷	سلوک میں سایہ مرشد کی ضرورت	۶۵
۸	رابطہ شیخ یعنی محبت مرشد کی برکات وفیوض	۷۵
۹	صدقات وخیرات کے آداب	۷۰
۱۰	عارفین کے کلام کو ظاہر بین نہیں سمجھ سکتے / تجویہ بین کا کام ہے	۹۱
۱۱	مولانا کے کلام میں قلب مومن کی برکت سے اعضا مباشر معاصی کے عذاب نار سے محفوظ رہنے کا اشارہ	۹۴
۱۲	شہادت کی موت سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں	۱۲۸
۱۳	سلوک وطریقت میں پیر کی ضرورت . . .	۱۳۱
۱۴	راہ سلوک کے دھوکے	۱۳۵
۱۵	ناقص پیر کی پیری کے نتائج	۱۳۹
۱۶	شیخ کامل کے ساتھ منتسب ہونے کے بدون سلوک طے نہیں ہوسکتا	۱۴۱
۱۷	اہل اللہ کے علوم ومعارف کے صدق وحقانیت کی دلیل	۱۴۶
۱۸	لطائف ستہ کے محل تعیین میں اہل کشف کا اختلاف اور اس کا عدم مضرت	۱۴۷
۱۹	عاشق اور اس کو نصیحت	۱۵۱
۲۰	مومن کی دعا کے قبول ہونے میں تاخیر اور اس کی وجہ . . .	۱۶۸
۲۱	مومنوں کی دینوی مصائب ان کی اُخروی نجات کی دلیل ہیں	۱۷۱
۲۲	درد کی فضیلت	۱۸۹
۲۳	عورتوں میں اولیاء اللہ کی قلت اور اس کی وجہ	۱۹۴
۲۴	طالبوں کی شناخت کا مدار اپنی بصیرت رکھنا چاہیئے نہ کہ روایت عوام پر	۲۱۱
۲۵	ہر کام کا مدار استعداد پر ہے	۲۱۴
۲۶	طاعات وعبادات کی بجا آوری کے بدون نجات کی اُمید رکھنے والے خام طمع ہیں	۲۹۵
۲۷	سبب احوال باطنی کی صعوبت	۳۱۳
۲۸	عجز مذموم اور عجز محمود نیز حیرت مذمومہ حیرت محمودہ	۳۲۲
۲۹	نفس کے شرور ومفاسد	۳۲۸
۳۰	صحبت شیخ مقام امن ہے	۳۲۸
۳۱	صاحب تقرّب ہونا کوئی دلیل کمال نہیں	۳۳۱
	اہل باطن کا صاحب کشف ہونا لازم نہیں	۳۴۰
	علم اخلاق	
۳۲	مجرد کی کامل پایدار نہیں ہوتا	۸

نمبر شمار	مطالب	نمبر صفحہ
۳۳	عورت کا نکاح بعض کو مالدار اور بعض کو قرضہ کا زیر بار کر دیتا ہے	۳۰
۳۴	صورت پرستی کی مذمت	۳۶
۳۵	محتاج سائل اور محتاج غیر سائل . .	۶۶
۳۶	باآبرو شہوت پرست کی چھپی گھاتیں	۷۵
۳۷	غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم	۱۰۴
۳۸	صبر و تحمل کی مدح	۱۰۵
۳۹	میراث کے مال کی بے برکتی	۱۶۵
۴۰	دختر فروشی کے مال کی بے برکتی . . .	۱۶۵
۴۱	نگاہ کی شرم با لحاظ	۱۷۵
۴۲	ظالم پر رحم کرنا مظلوم پر بے رحمی ہے . .	۱۷۷
۴۳	کھانے کی لذت بھوک سے ہے . .	۱۸۷
۴۴	غیبت ایک ایسی معصیت عام ہے کہ بہت کم اللہ کے بندے اس سے بچتے ہیں	۸۸
۴۵	غزل گوئی سے توبہ	۱۸۹
۴۶	حکماء و اطبا کے لباس میں رہزنوں کی ایک جماعت	۱۹۰
۴۷	کم عقل آدمی کے خواب اور عورت کے خواب ناقابل اعتبار ہوتے ہیں	۱۹۵
۴۸	آفاقی کا طلبگار ایک معنے میں غلامی میں گرفتار ہے	۲۱۷
۴۹	صدر الاسلام کے قاضی اور آج کل کے قاضی	۲۲۱
۵۰	قاضیوں کے بجے زبان زد عام ہونے کی وجہ	۲۲۲
۵۱	عورتوں کی تاثیر کلام	۲۲۲
۵۲	عورتوں کا باعث فساد ہونا	۲۲۶
۵۳	عورتوں کا محرک شر ہونا	۲۲۷
۵۴	عورتوں کا مکر و فریب	۲۲۸
۵۵	دنیا کی اکثر بلاؤں کا باعث عورت ہے	۲۲۹
۵۶	پہلوان نابالغ . . - - - - - . .	۲۹۱
۵۷	جاہ و مال کی طاقت اور جہالت کا اجتماع غضب ہے . .	۲۹۲
۵۸	مسکینی و محتاجی اکثر عملی و اعتقادی خرابیوں سے بچاتی ہے	۲۹۴
۵۹	تجارت میں مکر و فریب کا رواج . . .	۲۹۴
۶۰	عجب و خود بینی کی مذمت	۳۰۸
۶۱	تنزل و خوشحالی کی خرابی	۳۱۳
۶۲	کمزوری و عاجزی مانع تمرد ہے . .	۳۱۴
۶۳	متکلم کا صدق و کذب اس کے بات لہجہ سے ظاہر ہو جاتا ہے	۳۳۷

عقائد و کلام

نمبر شمار	مطالب	نمبر صفحہ
۶۴	حق تعالیٰ کے لیے کسی صورت کے اعتقاد کرنے سے نہی	۴۷
۶۵	اضطراراً حق تعالیٰ کیلئے کسی صورت کا خیال آجانے کی اجازت	۴۸
۶۶	تمام اعمال اختیاری بندوں کے اعمال متشکل ہوتے ہیں	۲۶۵
۶۷	حق تعالیٰ سے بےخوف ہونا بھی کفر ہے ناامید ہونا بھی کفر ہے	۲۹۹
۶۸	کمالات باطنیہ سے کفار بہرہ مند نہیں ہو سکتے	۳۰۴
۶۹	لہٰذا کفار کے خوارق کوئی کمال نہیں	۳۰۷
۷۰	معجزات انبیاء علیہم السلام اور اہل طبعیات کے عقیدہ کی تردید	۳۱۹

ما یتعلق بالحدیث

نمبر شمار	مطالب	نمبر صفحہ
۷۱	حدیث موتوا قبل ان تموتوا . . .	۷۱

نمبر شمار	مطالب	نمبر صفحہ
۷۲	حدیث نوم العالم عبادۃ	۸۰
۷۳	حدیث الضیف تمحار للذنوب	۱۲۹
۷۴	حدیث من عشق فعف فکتم الخ	۲۶۷
۷۵	حدیث میں سٹہ بازی کی ممانعت	۲۹۳
۷۶	حدیث علیکم بدین العجائز	
	مسائل فقہیہ	
۷۷	وجد میں اُتار کر دیدینے اور پھر واپس مانگنے کا مسئلہ	۲۱۳
۷۸	اجتہاد و قیاس بھی وحی کے ساتھ مستند ہیں اس سے مفر نہیں	۲۸۰
	ردِّ مذاہب باطلہ	
۷۹	سوفسطائیہ کے مذہب کی تردید .. دَور اور تسلسل کا بطلان	۴۵
۸۰	حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی حیات و موت کے متعلق نصاریٰ اور فرقہ مرزائیہ کا اختلاف اسلام سے	۲۰۳

نمبر شمار	مطالب	نمبر صفحہ
	سیر و روایات	
۸۱	امراء القیس عرب کا بادشاہ اور مشہور شاعر	۱۱۰
۸۲	کیخسرو شاہ ایران اور اس کا ترک دنیا	۱۱۲
۸۳	حضرت عیسےٰ ؑ کے خلاف حکومت وقت کی سازش قتل کا حصہ	۲۰۳
۸۴	حضرت لوط علیہ السلام کا حال	
۸۵	حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر	۲۴۴
	بصائر و عبر	
۸۶	موت کے سفر میں کوئی ساتھی نہیں	۱۴
۸۷	مرنے والے مریض کی مایوسی اور جھوٹی تسلی دینے والوں کی باتیں	۱۴
	مسائل شتّٰی	
۸۸	تیر و کمان	۱۱۳
۸۹	عمل خطائین کا قاعدہ (ریاضی)	۱۵۸
۹۰	تیر کی وضع و ساخت	۲۷۸

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للہ الذی عجز عن فہم کمالہ المتفکرون ٥ وحار فی احصاء صفاتہ الواصفون ٥ والسلام علی عبدہ ورسولہ وصفیہ وخلیلہ سیدنا محمد الذی تشرفت بہ الانبیاء والمرسلون ٥ وعلی آلہ واصحابہ صلاۃً وسلامًا دائمین متلازمین الی یوم یُبْعَثُوْنَ ٥ امابعد

مفتاح العلوم کی دسویں جلد، جو مثنوی شریف کے دفتر سوم کے نصف ثانی کی شرح ہے اس کے دیباچہ میں ظاہر کیا گیا تھا، کہ "دفتر اوّل و دوم کی شرح کا دور تفصیلی تھا۔ اس لیے ان دفتروں کی شرح چار چار جلدوں میں اتمام پذیر ہوئی ہے اور باقی چار دفتروں کی شرح اجمالی ہوگی لہٰذا ان میں سے ہر دفتر کی شرح دو جلدوں میں ختم ہو جائے گی اور اس حساب سے آٹھ وہ اور آٹھ یہ۔ کل سولہ جلدوں میں یہ شرح اختتام پائے گی"

اس تجویز کے مطابق دفتر ششم کی شرح صرف دو جلدوں میں ہونی چاہئے تھی۔ مگر یہ دفتر خصوصیت سے اس قدر گہرے حقائق معارف اور غور محض سلوک پر مشتمل ہے کہ قلم کو مائل بایجاز و اختصار رکھنے کے باوجود ان کے حل میں شرح کا حجم توقع سے بہت زیادہ ہوگیا۔ جس کو مجبوراً دو حصوں کی بجائے تین حصوں پر تقسیم کرنا پڑا۔ لہٰذا یہ جلد ناظرین کے ہاتھوں میں ہے اور اس شرح کی آخری جلد سولھویں جلد کے بعد سترھویں ہے۔ وماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب ٥

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

آغازِ شرح

پیچھے شرح ہذا کی جلد شانزدہم کا خاتمہ مولانا کے اس ارشاد پر ہوا تھا کہ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کا صرف جسمِ خاکی دیکھا اور حقارت سے وہ بولا خلقتہ من طین اس کم بخت نے حضرت آدم کی روح کو نہ دیکھا کہ کن کمالات معنوی سے مزین ہے۔ آگے اس مناسبت سے چین کے ایک بادشاہ کی حکایت ارشاد ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ جس طرح آدم علیہ السلام میں دو چیزیں تھیں ایک صورت اور ایک معنے۔ اس شاہ چین کے پاس دو چیزیں تھیں ایک وہ بمنزلہ صورت ہے اور جسکی تصویر دیکھ کر کسی دوسرے ملک کے تین شہزادے جو بھائی تھے۔ عاشق ہو گئے اور اس کی طلب میں چین پہنچے تھے۔ دوسری چیز کمالات باطنیہ جو مغز ہیں۔ کیونکہ وہ عارف بھی تھا اور جس طرح ابلیس نے آدمؑ کی صورت کو دیکھا مغز کو نہ دیکھا۔ اسی طرح ان تینوں بھائیوں میں سے بڑا بھائی صرف طلب صورت کی دھن میں رہا اور طلب مغز نہ ہوا آخر اسی حالت میں بدوں حصول مطلوب مرگیا منجھلا بھائی گو استفادہ مغز کرنے لگا۔ گر وہ اپنے آپ کو صاحبِ کمال سمجھ کر خود پسندی و غرور میں مبتلا ہو گیا۔ جس سے شاہ کی ناراضگی اس حرماں کا باعث ہوئی اور وہ بھی اسی حالت میں مغز سے محروم رہ کر مرگیا۔ تیسرا بھائی ملائکہ کی طرح مغز بین تھا اس نے کمالات کا استفادہ کیا اور مربی کے اداب و حقوق کو ملحوظ رکھا تو اس کی برکت سے اس کو مغز کے ساتھ صورت بھی مل گئی یعنی وہ بادشاہ کی دختر کی زوجیت پر بھی فائز ہوا اور سلطنت ظاہری میں بادشاہ کا ولی عہد بھی ہو گیا۔ اور کمالات باطنی میں اس کا خلیفہ بن گیا۔

حکایت آں بادشاہ و وصیّت کردن سہ پسر خود را کہ دریں سفر در ممالک

ایک بادشاہ کا قصہ اور اس کا اپنے تین بیٹوں کو وصیّت کرنا کہ تم میری قلمرو کے اس سفر میں

من فلاں جا چنیں ترتیب نہید و فلاں جا چنیں نواب نصیب کنید واما اللہ اللہ

فلاں جگہ یوں انتظام کرنا اور فلاں جگہ ایسے نائب مقرر کرنا لیکن برائے خدا

بفلاں قلعہ مروید و گرد آں نگردید

برائے خدا فلاں قلعہ میں نہ جانا اور اُس کے پاس بھی نہ پھٹکنا

بُود شاہے، شاہ را بُد سہ پسر — ہر سہ صاحب فطنت و صاحب نظر

ترجمہ۔ ایک بادشاہ تھا (اور اس) بادشاہ کے تین بیٹے تھے تینوں دانا و بینا تھے

ہر یکے از دیگرے استُودہ تر — در سخا و در وغا و کرّ و فر

ترجمہ :- ہر ایک (بظاہر) دوسرے سے افضل تھا۔ سخاوت میں اور جنگ جوئی میں اور کروفر میں (اور شاہزادوں کے لیے یہی اوصاف قابل فخر ہوتے ہیں مگر جن اوصاف میں آگے چل کر دو خام اور ایک کامل ثابت ہوگا وہ باتیں ہی اور ہیں)

پیشِ شہ شہزادگاں استادہ جمع — قرۃ العینانِ شہ ہمچوں سہ شمع

ترجمہ (تینوں) شہزادے بادشاہ کے حضور میں اکٹھے کھڑے ہوئے جو تینوں بادشاہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے تین شمعوں کی طرح۔

مطلب : یہ دربار شاہی کے رئیس کا ذکر ہے۔ جہاں امراؤ وزراء اور شاہزادے حسب مراتب کھڑے ہوتے ہیں۔ دربار میں تینوں کا یکساں قرب تھا قرۃ العینان میں الف و نون بقاعدہ فارسی قرۃ العین کے مرکب لفظ کی جمع ہے نہ کہ صرف عین کی۔ کیونکہ یہ شہزادے تین تھے اور اقل عدد جمع کا تین ہے۔ الف و نون بقاعدہ عربی تثنیہ کا نہ سمجھ لیا جائے۔ اس لیے کہ بصورت تثنیہ یہ لفظ قرۃ العینین چاہیے تھا۔ سہ شمع کے ساتھ شہزادوں کی تشبیہ استادگی میں ہے۔ نہ کہ قرۃ العین ہونے میں۔ کیونکہ قرۃ العینین ہونے کا وصف شہزادوں کے ساتھ مخصوص ہے شمع میں یہ وصف نہیں وہ افزائے عین ہے آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں۔ شمع کی روشنی موجبِ حرارت ہوتی ہے۔ نہ کہ باعث برودت۔

از رہِ پنہاں ز عینینِ پسر — مے کشید آبے نخیلِ آں پدر

ترجمہ : اس والد کا درخت (عمر باد وجود) ایک مخفی راستے سے ہر بیٹے کی دونوں آنکھوں سے پانی جذب کرتا تھا۔

مطلب : آنکھیں انسان کی صحت و تندرستی اور خوش حالی و فارغ البالی کا بہترین آئینہ ہیں مطلب یہ کہ باپ جب بیٹے کی آنکھوں کو دیکھ کر معلوم کرتا کہ بیٹے تندرست و خوشحال ہیں تو اس کا درخت وجود ہرا بھرا اور اس کا دل باغ باغ ہو جاتا۔

تا ز فرزند آب ازیں چشمہ شتاب — میرود سُوئے ریاضِ مام و باب

تازہ مے باشد ریاضِ والدین — گشتہ جاری عین نشاں زیں ہر دو عین

لغات مام۔ مادر۔ ماں (غیاث منقول از برہان) باب باپ عین چشمہ۔ چشم یہاں یہ لفظ دونوں معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔

ترجمہ :۔ جب تک بیٹے کے اس چشمہ (عینین) سے (نوید صحت کا) پانی ماں باپ کے باغ (قلب) تک پہنچتا رہتا ہے تو والدین (کے حوصلہ) کا باغ (بھی) تازہ رہتا ہے (احقر) ان کا چشمہ (اطمینان فرزند کی) ان دونوں آنکھوں (کے دیکھنے) سے جاری رہتا ہے۔ پانی کی
اقلب فی اوائل العمر ؎

وہ کیا ہے جس سے ہو نہ کبھی بھی فراغ دل — وہ کیا ہے جس کے خندہ سے کھلتا ہے باغ دل
وہ کیا ہے جس کو کہتے ہیں چشم و چراغ دل — وہ کیا ہے جس کی دید ہے داروے دماغ دل
فرزند ماں کا باپ کا لخت جگر وہ ہے۔ — دلبند ماں کا باپ کا نور نظر ہے وہ

چوں شود چشمہ ز بیماری علیل — خشک گردد شاخ و برگ آں نخیل

ترجمہ: جب (وہ دونوں آنکھوں کا) چشمہ (فرزندگی) بیماری کے باعث (اس کے بیمار ہو جانے کی نشانی) ہو جاتا ہے تو ماں باپ کے اس درخت خرما (سے وجود) کی ٹہنیاں اور پتے (بھی پریشانی سے) خشک ہو جاتے ہیں۔

خشکیِ نخلش ہمے گوید پدید ۔ کہ ز فرزنداں شجر نم میکشید

ترجمہ: اس کے نخل (وجود) کا خشک ہو جانا صاف بتا رہا ہے کہ (یہ) درخت فرزندوں (کی تندرستی و خوشحالی کے دیدار) سے تری پاتا (اور سرسبز رہتا) تھا (آگے مولانا ماں باپ کے وجود کی اس غذا پانی سے ایک عام پانی کے ذکر کیطرف انتقال فرماتے ہیں جو تمام متنفسوں کو شامل ہے:۔)

اَے بسا کاریزِ پنہاں ہمچنیں ۔ مُتّصل با جانِ تاں یا غافلیں

ترجمہ: ارے بہت سے پوشیدہ چشمے اسی طرح تمہاری جان سے متصل ہیں اے غافلو! (جن سے تمہاری جانوں کو غذا اور طاقت پہنچتی ہے)

اَے کشیدہ ز آسماں و از زمیں ۔ مایہا تا گشتہ جسم تو سمیں

لغات۔ مایہا جمع مایہ بمعنی اصل، مادہ، سامان، بنیاد (غیاث) یہاں غذا مراد ہے۔ سمین فربہ
ترجمہ: اور (تو نے) آسمان (اور) زمین سے (بہتیری) غذائیں حاصل کی ہیں یہاں تک کہ تیرا جسم فربہ ہو گیا۔

تن ز اجزائے جہاں دُزدیدۂ ۔ پارہ پارہ زیں و آں ببریدۂ

ترجمہ: تو نے یہ بدن اجزائے عالم سے چرایا ہے اور اُس (جزو عالم) اور اس (جزو عالم) سے پارہ پارہ کترا (اکو جمع کیا) ہے

از زمین و آفتاب و آسمان پارہا بردوختی بر جسم و جاں

ترجمہ (چنانچہ) زمین اور آفتاب اور آسمان سے بہت سے ٹکڑے (اڑا کر) تو نے اپنے جسم و جان پر ٹانکے ہیں۔

مطلب: یعنی زمین و آسمان وغیرہ بڑے بڑے مظاہر قدرت سے تو فائدہ اٹھا کر پھل پھول رہا ہے جیسے شیخ سعدیؒ کہتے ہیں ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند - تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

چنانچہ جسم اور روح حیوانی انہی اغذیہ سے پیدا ہوتی ہے اور نشو و نما پاتی ہے جو اس کائنات سے پیدا ہوتی ہیں۔ بے شبہ یہ اغذیہ انسان کو بتقاضائے فطرت اور بقانون قدرت حاصل ہوتی ہیں نہ کہ خلاف فطرت۔ اس لیے دزدیدہ کا لفظ معنی حقیقی پر محمول نہیں ہوگا۔ چنانچہ اسکی تاویل یہ ہے۔ کہ جس طرح چوری کا مال قابل اعتبار و پائیدار نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے چھن جانے اور ضبط ہوجانے کا احتمال برابر لگا رہتا ہے اس طرح یہ جسم عنصری اور یہ روح حیوانی دونوں عارضی و ناپائیدار ہیں۔ جن کا ایک نہ ایک دن واپس دینا لازم ہے۔ چنانچہ آگے تنبیہ فرماتے ہیں:-

تا تو پنداری کہ بُردی رایگاں باز نستانند از تو ایں و آں

ترجمہ: یہاں تک کہ تو گمان کرنے لگتا ہے۔ کہ تو (اس جسم و روح کو) مفت لے اڑا ہے۔ تجھ سے اِس کو اور اُس کو تجھ سے واپس نہیں لیں گے۔

کالۂ دُزدیدہ نبود پایدار - لیک آرد دُزد را تا پائے دار

صنائع۔ پایدار اور پائے دار میں صنعت تجنیس پر لطف ہے و ہکذا قال بعضھم و لغد ما قال ؎

منصور وار گر ببرندت بپائے دار - مردانہ پائے دار جہاں پایدار نیست

ترجمہ: چوری کا مال پایدار نہیں ہوتا۔ لیکن چور کو سولی کے نیچے لا کر چھوڑتا ہے۔ چوری کا مال پائیدار نہیں ہوتا۔ (یعنی وہ رہزن۔ جو چوری کے ساتھ قتل کا بھی مرتکب ہوا۔ مستوجب قتل ہوتا ہے۔ اور چونکہ وہ مال اُڑا لینے کی غرض سے ہی مرتکب قتل ہوتا ہے اس لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ اسکی چوری باعث ہلاکت ہوئی

عاریہ ست ایں کم ہمے باید فشارد - کانچہ بگرفتی ہمے باید گزارد

لغات، فشاردن ہاتھ میں لیکر دبانا بھینچنا۔ مٹھی میں لے لینا یہاں قابض ہونا اور دبا لینا مراد ہے

ترجمہ: یہ مانگی تانگی چیز ہے دبا (لینے کی نیت کرنی) نہ چاہیے۔ کیونکہ جو چیز تم نے لی ہے وہ ایک دن چھوڑنی پڑیگی۔

چوری کا مال پائیدار نہیں ہوتا

جز نفخت کاں ز وہاب آمدست — رُوح را باش آں دگرہا بیہدست

ترجمہ: سوا اس نَفَخْتُ (فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ کے مصداق) کے جو (روح انسانی ہے اور حق کی عارف وعاشق ہے اور اس حضرت) وہاب کی طرف سے آئی ہے۔ تم (اس) روح کی فکر میں رہو وہ دوسری چیزیں (جسم اور روح حیوانی وغیرہ) بیہودہ ہیں (نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ کے معنے میں نے آدم میں اپنی رُوح پھونکی)

بیہدہ نسبت بجاں میگویمش — نے بہ نسبت با صنیعِ محکمش

لغات: صنیع بروزن بدیع صنعت کام مصنوع مخلوق (منتخب) محکم استوار۔ بے نقص۔ واضح المراد (منتہی الادب)

ترجمہ: میں اس (جسم و روح حیوانی وغیرہ) کو روح (انسانی) کے مقابلہ میں بیہودہ (اور ناقابل اہتمام) کہتا ہوں نہ کہ اس (خداوند حکیم) کی صنعت محکم کے اعتبار سے

مطلب: خداوند تعالےٰ کی حکمت و قدرت کے اعتبار سے تو کوئی چیز بھی بیہودہ و باطل نہیں رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا اے پروردگار تو نے اس کو حکمت سے خالی اور بیہودہ نہیں بنایا اور فنا و زوال کے اعتبار سے ہر چیز باطل ہے جیسے کہ حدیث میں آیا ہے کہ سچا کلمہ جس کو کسی شاعر نے کہا ہے۔ لبید کا یہ قول ہے کہ الا کل شیئ ما خلا اللہ باطل یعنی یاد رکھو کہ اللہ کے سوا ہر چیز بے بود ہے۔ (جامع صغیر للسیوطی)

بیان استمداد عارف از سرچشمہ حیوٰۃ ابدی و مستغنی شدن از استمداد

بیان۔ عارف کا دائمی زندگی کے سرچشمہ سے مدد حاصل کرنا اور بیوفا چشموں سے مدد چاہنے

وانجذاب چشمہاے بیوفا کہ علامتِ ذٰلِكَ التَّجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ کہ

ان کی طرف مائل ہونے سے بے نیاز ہونا کہ جس کی علامت اس دھوکے کے مقام سے

آدمی چوں بمددہاے ایں چشمہا اعتماد کند در طلب چشمہ دائم سست

الگ ہونا ہے۔ کیونکہ آدمی جب ان چشموں کی مدد پر اعتماد کرتا ہے۔ تو چشمہ دائم کی طلب

شود۔ چنانکہ حکیم الٰہی مے فرماید رباعی

میں سست ہو جاتا ہے جیسے کہ حکیم الٰہی (سنائی) فرماتا ہے۔ رباعی

کاریز درونِ جانِ تو مے باید — کز عاریہ ہا ترا درے نکشاید

تیری روح کے اندر نہر ہونی چاہیئے تاکہ عاریت کی نہروں سے تجھ پر دروازہ نہ کھلے

یک چشمۂ آب از درونِ خانہ **بہ زاں جُوے کہ از بروں مے اید**

گھر کے اندر سے پانی کا ایک ہی چشمہ اس نہر سے بہتر ہے جو باہر سے آئے

حبّذا کاریز اصلِ چیز ہا **فارغت آرد ازیں کاریز ہا**

ترجمہ: بہت خوب ہے چشمہ (باطن) جو (بہت سی اعلےٰ) چیزوں کا اصل ہے - جو تجھ کو ان (ظاہری اسباب کے) سرچشموں سے (کہ لذات جسمانیہ کے ذرائع ہیں) بے نیاز کر دے گا

مطلب: عنواں سے پہلے حظوظ جسم کے معنی اور حظوظ روح کے باقی ہونے کا ذکر تھا - اب بھی اس مضمون کی تائید فرماتے ہیں - کہ اپنی روح کی اعلےٰ استعداد اں کو متصلہ ظہور پر لانا اور ان سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کر - پھر وہ تم کو تیرے مدرکہ جسمانیہ سے جو جسمانی لذات کی سرچشمہ ہیں بے نیاز کر دے گی - آگے بھی اس کی تائید ہے:-

چشمۂ اَیہ درُونِ خانۂ **بہ زرُوے کاں نہ در کاشانۂ**

ترجمہ: ایک چشمہ پانی کا جو گھر کے اندر ہو - اس نہر سے بہتر ہے جو گھر میں نہ ہو (بلکہ باہر سے آتی ہو - اگرچہ وہ چشمہ سے بڑی ہوتی ہے پس حظ کثیر ظاہری سے حظ قلیل باطنی افضل ہے)

تو ز صد ینبُوع شربت مے کشی **ہرچہ زاں صد کم شود کاہد خوشی**

ترجمہ (اب) تم صدہا (خارجی) چشموں سے (پانی جو بمنزلہ شربت ہے کھینچ رہے ہو - ان سو میں سے جو (چشمہ) بھی کم ہو جائے (اس کی کمی سے تمہاری) خوشی کم ہو جاتی ہے -

مطلب: یعنی یہ سامان مسرت باہر کی چیزیں ہیں - سکہ اموال و اولاد خدم و حشم جو ہر وقت معرض رواں میں ہیں - اگر کبھی وقت ان میں سے کسی چیز سے یا سب سے جدائی پیش آجائے - تو بس غم و پریشانی کی انتہا نہیں رہتی - بخلاف اس کے:

چُوں بجوشد از درُوں چشمہ سنی **زاستراق چشمہ ہا گردی غنی**

ترجمہ: (جب اندر سے ایک چشمہ روشن جوش زن ہو - تو تم (ان مذکور) چشموں سے خفیہ (آب لذت) حاصل کرنے سے غنی ہو جاؤ - (آگے باہر کے سو چشموں سے ایک یہ کم ہو جانے سے خوشی گھٹ جانے کی مثال ہے)

قُرّةُ العَینت ز آب و گل بود رابتہ ایں قرّہ دردِ دِل بود

ترجمہ: (مثلاً) ترا قرۃ العین اگر آب و گل سے ہے تو اس قرۃ (العین) کا ثمرہ دردِ دل ہوگا۔

مطلب: یعنی اگر تیرا پیارا کوئی ظاہری وجود والا ہے تو اس کا ثمرہ غم والم ہے کیونکہ دنیا میں فراق۔ مرض۔ موت وغیرہ کے صدہا امکان ہیں اور ان کا نتیجہ بجز کلفت کے اور کچھ نہیں بخلاف حظوظ باطن کے کہ ان کے اسباب کا حاصل قرب حق ہے جو لازوال ہے۔ آگے اندرونی چشمہ کے بیرونی نہر پر فائق ہونے کی دلیل ہے:۔

قلعہ را چوں آب آید از بروں در زمانِ امن باشد بر فزوں

ترجمہ (دیکھو) قلعہ کا پانی جب باہر سے آتا ہو تو زمانہ امن میں وہ ترقی پر ہوگا (کیونکہ وہ اہل قلعہ کی نگرانی اور انتظام کے ماتحت ہوگا)

چُونکہ دشمن گردِ آں حُلقہ کند تا کہ اندر خون شاں غرقہ کند

ترجمہ: (لیکن) جب غنیم اس (قلعہ) کا محاصرہ کرے تاکہ ان (اہل قلعہ) کو خون میں غرق (یعنی ہلاک) کر دے۔

آب بیروں را ببرّند آں سپاہ تا نباشد قلعہ را زانہا پناہ

ترجمہ (اور) وہ (دشمن کی) فوج باہر کے پانی کو بند کر دے تاکہ قلعہ کو ان (اہل سپاہ) سے پناہ (حاصل) نہ ہو۔

مطلب: یہ ترجمہ اس تقدیر پر ہے کہ نباشد فعل ناقص کا رسم پناہ اور اس کی خبر حاصل مقدر ہو۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اب اس پانی پر تسلط دشمن کا ہے۔ پس اب اب بھی بدستور اہل قلعہ کے لیے پانی پہنچتے رہنے کے یہ معنی ہونگے۔ کہ خود دشمن انکے سامان رسد کا انتظام کر رہا ہے اور ان کے لیے پناہ بن گیا ہے اور ایسا ہوتا دشمن کے خلاف مقصد ہے لیکن اگر باشد کا رسم ضمیر مستتر راجع بہ آب ہو اور پناہ اسکی خبر تو ترجمہ یوں ہوگا۔ تاکہ وہ پانی ان اہل نظر کی طرف سے اہل قلعہ کے لیے (پیاس سے) پناہ نہ بن جائے۔ جس کا ظاہر ہے۔

اک زماں یک چاہ شورے از دروں بہ ز صد جیحونِ شیریں از بروں

ترجمہ: تو اس وقت (قلعہ کے) اندر کا ایک کھاری کنواں ایک سو میٹھے پانی کے دریاؤں سے بہتر ہے جو باہر سے (آتے) ہوں (آگے اس مثال کا حاصل ہے)

قاطع الاسباب لشکر ہائے مرگ — ہمچو دے آید بقطعِ شاخ و برگ

ترجمہ (اسی طرح) موت کی فوجیں جو اسباب (وعلائق) کو کاٹ دینے والی ہیں (وسائل لذات ظاہری کے) شاخ و برگ کو قطع کرنے کے لیے خزاں کی طرح آتی ہیں۔

در جہاں نبود مدد شاں از بہار — جز مگر در جاں بہارِ روئے یار

ترجمہ: تو ان (مرنے والوں) کو (گزشتہ) بہار سے (جس سے یہ شاخ و برگ پیدا ہوئے تھے) کوئی مدد نہیں پہنچتی۔ سوائے اس کے کہ اگر روح میں روئے یار کی بہار ہو تو وہ بہار اس خزاں کو موجب غم نہیں ہونے دیتی) غنی کاشمیری رح

دیدہ در رخسارِ خوباں دوختن خوش دولت ست — کاش ہر مژگانِ من چشمے چوں سوزن داشتے

آگے گذشتہ بہار سے مدد نہ ملنے کے مضمون پر تفریع ہے:۔

زاں لقب شد خاک را دار الغرور — کو کشد پا را سپس یوم العبور

ترجمہ: اس لیے خاکدانِ (دنیا) کا نام دھوکے کا گھر مقرر ہوگیا۔ کیونکہ وہ (دنیا اور دنیا کا ہر ساتھی) کوچ کے دن قدم پیچھے ہٹا لیتا ہے (اور رفاقت سے جواب دیدیتا ہے)

مطلب: پہلا مصرعہ اس آیت کے مضمون سے ماخوذ ہے وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ اور دنیا کی زندگی تو نرا دھوکے کا سامان ہے (المدید ع۳)

مطلب یہ کہ موت کی راہ میں کوئی رفیق نہیں نظامی گنجوی رح

بریں زریں حصار آں شد برو مند — کہ از خود برگرفت ایں آہنی بند

کہ مال و ملک و فرزند و زر و زور — ہمہ ہستند با تو تا لب گور — دوند ایں ہمہ ہاں غمناک یا تو رفیقانت ہمہ دیتے اگر دند — ز تو ہر ایک برا ہے باز گردند

بیشِ ازاں بر راست و بر چپ میدوید — کہ بچینم دُردِ تو چیزے نچید

ترجمہ: پہلے (یہ حال تھا کہ) دائیں بائیں دوڑتا پڑتا تھا۔ (اور کہتا تھا) کہ تیری تکلیف کو میں اپنے اوپر لے لوں گا۔ (مگر) کچھ (بھی تو) نہ لی۔

او بگفتے مر ترا وقتِ غماں — دُور از تو رنج و دہ کہ درمیاں

ترجمہ وہ (دنیاوی یار) تجھ کو غم کے وقت کہا کرتا تھا کہ غم نہ کر) دکھ تجھ سے (بہت) دور ہے اور (گویا) دس پہاڑ (تیرے اور اس دکھ کے) مابین ہیں۔

چوں سپاہِ رنج آمد بست دم — خود نمے گوید ترا من دیدہ ام

موت کے سفر میں کوئی ساتھی نہیں

ترجمہ: مگر جب دکھ کی فوج آگئی۔ تو اس (مدعی اعانت) نے چپ سادھ لی۔ اب وہ ابھی تو نہیں کہتا کہ میں نے تجھ کو کبھی دیکھا ہے (محبت و قرابت تو درکنار) گویا کوئی تعارف بھی نہ تھا۔

اختلاف: ایک شارح نے بست دم کا ترجمہ کیا ہے۔ سپاہ رنج نے آکر دم بند کر دیا۔ یعنی اس کو قبض روح سے کنایہ سمجھا ہے۔ جو غلطی ہے۔ دم بستن کے معنی غیاث میں مصطلحات سے خاموش شدن منقول ہیں اور یہ فعل یہاں سپاہ رنج کا نہیں بلکہ مدعی اعانت کا ہے معنی وہ اب خاموش ہوگیا۔ یہ عام محاورہ ہے۔ جیسے کسی نے کہا ہے ؎

دو چیز طیرہ عقل ست دم فرو بستن - بوقت گفتن وگفتن بوقت خاموشی

حق بپنے شیطان بدیں سازو مثل کو ترا در رزم آرد با حیل

ترجمہ: اسی رب تو حق تعالٰے نے شیطان کی ایک مثال بیان فرمائی ہے۔ کہ وہ تم کو لطائف الحیل سے جنگ میں لے آتا ہے۔

کہ ترا گوید کہ پشتم من ترا در بلا و در جفا و در عنا

ترجمہ: (وہ حیلہ یہ ہے) کہ وہ (تم سے) کہتا ہے کہ میں تمہاری پشت پناہ ہوں بلا میں اور سختی میں اور مشقت میں

کہ ترا یاری وہم من با نوام در خطرہا پیش تو من مے دوم

ترجمہ (اور یہ) کہ میں تم کو مدد دوں گا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں خطروں میں تمہارے آگے آگے دوڑوں گا۔

اسپرت باشم گہ تیر خدنگ - مخلص گو باشم اندر وقت جنگ

لغات: خدنگ ایک درخت کا نام ہے جس کی لکڑی نہایت مضبوط ہوتی ہے اس سے تیر بناتے تھے۔

ترجمہ: تیر خدنگ (پڑنے) کے وقت میں تیری ڈھال ہوں گا۔ جنگ کے وقت میں تیرا مخلص (مددگار) ہوں گا

جاں فدائے تو کنم در انتعاش رستمی اشیری، ہلا مردانہ باش

لغات: انتعاش بلند شدن و برخاستن و نیکو شدن و فارسیان بمعنی عیش و نشاط استعمال کنند (غیاث) یہاں ظاہر ہے کہ یہ لفظ پہلے معنوں میں استعمال ہوا اور وہ جنگجو کا فعل ہے۔ مگر ایک شارح نے اس کو شیطان کا فعل بنایا ہے اور اس کو نشاط کے مجازی معنی میں مستعمل سمجھا ہے۔ بظاہر یہ غلطی ہے۔

ترجمہ: میں (تیرے جوش د) براگیختگی میں تجھ پر جان قربان کروں گا۔ تو رستم (ثانی) ہے تو (ایک) شیر ہے۔ ہاں مردوں کی طرح (بہادر) بن۔

سوئے کفرش آورد زیں عشوہا آں جواں خدعہ و مکر و دغا

لغات، عشوہ عین کی تینوں حرکتوں کے ساتھ درست ہے بمعنی ناز فریب و حرکتِ معشوق۔ جواں بضم اوّل۔ تھبیلا

ترجمہ (غرض) ان فریب کی باتوں سے اس کو کفر پر آمادہ کر دیتا ہے وہ (ملعون جو) مکر و فریب اور دغا کا تھبیلا (ہے۔ کفر پر آمادہ کر دیتا ہے۔ اس لیے کہا کہ دین کے سبب مسلمانوں سے جنگ کرنا کفر ہے)

چوں قدم بنہاد در خندق فتاد اور بقاہا قاہِ خندہ لب کشاد

لغات۔ قاہا قاہ قہقہہ۔ کھلکھلا کر ہنسنا

ترجمہ: جوں ہی اس (فریب خوردہ) نے (میدان جنگ میں) قدم رکھا تو خندق میں گرا ادہر اس (شیطان) نے ہنسی کے قہقہہ میں لب کھولے

ہیں بیا من طمعہا دارم ز تو گویدش رو رو کہ بیزارم ز تو

ترجمہ: (اس وقت وہ شیطان سے کہتا ہے کہ) ہاں (حسب وعدہ تو اب مدد کیلئے) آ میں تجھ سے اُمیدیں رکھتا ہوں۔ وہ اس کو جواب دیتا ہے کہ جا جا میں تجھ سے بیزار ہوں۔

تو نترسیدی ز عدلِ کردگار من ہمے ترسم تو دست از من بدار

ترجمہ: اور یہ بھی کہتا ہے کہ) تو خدا کے عدل سے نہ ڈرا۔ (جو اہل حق کے مقابلہ میں آگیا مگر) میں تو (خدا سے) ڈرتا ہوں تو مجھ سے دست بردار ہو۔

مطلب:۔ شیطان کے مکر و فریب کی یہ تمثیل ان آیات سے ماخوذ ہے (۱) کَمَثَلِ الشَّیْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِی النَّارِ خَالِدَیْنِ فِیْهَا وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ۝ (ان منافقوں کی مثال) شیطان کی سی مثال ہے کہ وہ آدمی کو کفر کی تعلیم دیتا ہے۔ پھر جب وہ کفر کر بیٹھتا ہے (اور کفر کا وبال اس کو آتا ہے۔ اور وہ شیطان سے مدد مانگتا ہے) تو (شیطان) کہتا ہے مجھے تجھ سے کچھ سروکار نہیں تو اللہ رب العلمین (کے غضب) سے ڈرتا ہوں پھر ان دونوں کا انجام یہی ہوتا ہے کہ دونوں دوزخ میں دھکیل دیئے جائیں گے اور اسی میں ان کو ہمیشہ رہنا ہوگا اور (تمام) سرکشوں کی یہی سزا ہے (الحشر ع ۲)

(۲) وَ اِذْ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَ قَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ

وَاِنِّیْ جَارٌ لَّکُمْ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتٰنِ نَکَصَ عَلٰی عَقِبَیْہِ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْکُمْ اِنِّیْٓ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰہَ ط وَاللّٰہُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۔ اور جب شیطان نے ان (کافروں) کی حرکات ان کو عمدہ کر دکھائیں اور (ان سے) کہا کہ آج لوگوں میں کوئی (ایسا دوسرا) نہیں جو تم پر غالب آسکے اور میں تمہارا پشت پناہ ہوں۔ پھر جب دونوں فوجیں آمنے سامنے آئیں تو اپنے الٹے پاؤں چلتا بنا اور لگا کہنے مجھ کو تم سے کچھ سروکار نہیں میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں۔ جو تم کو نہیں سوجھ پڑتی (یعنی فرشتے) میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ کی مار بڑی سخت ہے (الانفال ع ۶)

ان واقعات سے شیطان کا دھوکا دینا ظاہر ہے کہ پہلے توقع دلائی۔ پھر خلاف کیا۔ اب یہاں احتمال تھا کہ شاید قیامت میں اس شخص کا یہ عذر قبول ہو جائے کہ مجھ کو دھوکا دیا گیا۔ ورنہ میری نیت بُری نہ تھی اور اگر مجھے شیطان نہ بہکاتا تو میں ہرگز نافرمانی کرنے والا نہ تھا آگے اس احتمال کو دفع کرتے ہیں کہ بعض مجرم ایسا عذر کریں گے۔ مگر ان کو حق تعالےٰ کی طرف سے جواب دیا جائے گا۔ چنانچہ:

گفت حق او خود جُدا شد از بہی - تو بدیں تزویرہا ہم کے رہی

ترجمہ: حق تعالےٰ فرمائیگا۔ وہ شیطان خود نیکوکاری سے الگ ہو چکا تھا (جو تجھے معلوم تھا پھر تو نے اس کا کہا کیوں مانا پس اسی حالت میں) تو (بھی) ان حیلوں سے کیونکر چھوٹ سکتا ہے۔

گفت حق او ز خود نیکی شد جُدا - کے رہی ہم تو بدیں تزویرہا

ترجمہ (پھر سن لو) حق تعالےٰ فرمائے گا۔ وہ خود نیکی سے جدا ہو چکا تھا تو بھی ان فریب کی باتوں سے کب رہائی پا سکتا ہے۔

فاعل و مفعول در روزِ شمار - روسیاہ اند و حریف و سنگسار

ترجمہ: (فریب کا) کام کرنے والا اور جس کے ساتھ (فریب کا) کام کیا گیا (دونوں) قیامت کے روز روسیاہ اور شریک حال اور سنگسار ہوں گے۔

رہزدہ و رہزن یقین در حکم وداد - در چہ بُعد اند و بئس المہاد

ترجمہ (یعنی) راہ زدہ اور راہزن (دونوں) یقیناً حکم اور عدل میں لعنت کے کنوئیں میں ہیں اور بُرے بستر پر۔

غول را و گول را کور افریفت - از بلاس و فوز مے باید شکیفت

لغات: غول شیطان گول احمق بیوقوف شگیفتن بکاث عربی وبائے مجہول صبر کردن (غیاث)

ترجمہ: شیطان کو اور اس احمق کو جسے اس نے دھوکا دیا نجات اور کامیابی سے نا امید رہنا چاہیئے۔

ہم خر و خر گیر اینجا در گل اند - غافل اند اینجا و آنجا آفل اند

ترجمہ: یہاں گدھا اور گدھے کا قابض دونوں دلدل میں (پھنسے ہوئے) ہیں۔ یہاں (وہ دونوں) غافل ہیں اور وہاں (عذاب جہنم میں) ڈوبنے والے ہیں

مطلب: حاصل اشعار یہ کہ شیطان کے دھوکے میں آنیوالوں کا عذر نہیں سنا جائیگا ضال و مضل۔ مغوی و غاوی۔ بہکانے والا اور بہکنے والا۔ فریب دینے والا۔ فریب کھانیوالا سب داخل جہنم ہوں گے۔ اللہ فرماتا ہے۔ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۗ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ

اور جس دن خدا سب (آدمیوں اور جنات) کو (اپنے حضور میں) جمع کرے گا (اور شیاطین کی طرف مخاطب ہوکر) فرمائے گا کہ اے گروہ جنات بنی آدم میں سے تو تم نے کافی بڑی جماعت اپنی طرف کر لی اور (جو لوگ) بنی آدم میں سے (دنیا میں) شیطانوں کے دوست (بنے ہوئے تھے وہ) کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار (دنیا میں) ہم ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے رہے اور (نتیجہ اعمال کے بھگتنے کا) جو وقت تو نے ہمارے لیے مقرر کیا تھا ہم نے اپنے اس وعدہ کی منزل تک پہنچ گئے کہ اب کیا ارشاد ہے خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ تمہارا سب کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اسی میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔ آگے خدا کی (یعنی ہماری) مرضی (اے پیغمبر) بیشک تمہارا پروردگار حکمت والا ہے بڑا باخبر ہے (الانعام ع ۱۵)

چونکہ مذکورہ بیان سے جس میں قیامت میں عذر قبول نہ ہونے کا ذکر ہے۔ یہ شبہ پڑتا تھا کہ شاید دنیا میں بھی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ اس کے آگے دنیا کے اندر توبہ کرنے والوں کو مستثنیٰ فرماتے ہیں:۔

جز کسانے راکہ واگردند ازاں - در بہار فضل آیند از خزاں

ترجمہ: سوائے ان لوگوں کے جو اس (گمراہی سے) رجوع کر لیں (اور خزاں سے نکل کر خدا کے) فضل (و کرم) کی بہار میں داخل ہو جائیں۔

توبہ آرند و خدا توبہ پذیر - امر او گیرند و او نعم الامیر

توبہ کی قبولیت

ترجمہ: توبہ کر لیں اور خداوند تعالےٰ توبہ قبول کرنیوالا ہے۔ اس کا حکم مانیں اور وہ اچھا حاکم ہے۔

مطلب: پہلا مصرعہ اس آیت کے مضمون پر مبنی ہے وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ۝ الہٰ ہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور (ان کی) خطاؤں کو درگزر فرماتا ہے اور جیسے جیسے عمل تم لوگ کرتے ہو ان سے واقف ہے۔ (سورہ الشوریٰ ۳/۲)

دوسرے مصرعہ میں اس قسم کی آیات کا مضمون درج ہے۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ ۝ اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے۔ اس نے تو یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو (یوسف ع ۵)

چوں برارند از پشیمانی حنین — عرش لرزد از انین المذنبین

ترجمہ (پس) جب یہ لوگ ندامت سے رونے کی آواز نکالتے ہیں۔ تو گنہگاروں کی آواز گریہ سے عرش لرز جاتا ہے۔

آنچناں لرزد کہ مادر بر وَلد — دستِ شاں گیرد بہ بالا مے کشد

ترجمہ (اور) اس طرح کانپتا ہے جس طرح ماں اپنے بچے (کی تکلیف) پر کانپ اٹھتی ہے (پس اس وقت عرش) ان کا ہاتھ پکڑتا ہے (اور) اوپر کھینچ لیتا ہے (جس طرح ماں بچے کو گود میں لے لیتی ہے۔ اس طرح وہ مرنے کے بعد خدا کے جوار رحمت میں پہنچ جاتے ہیں)

کلّے خداتاں واخریدہ از غرور — نک ریاضِ فضل ونک ربٌ غفور

ترجمہ (اور عرش ان سے کہتا ہے) کہ اے لوگو! خدا نے تم کو (شیطان کے) دھوکے سے چھڑا لیا۔ اب (خدا کے) فضل وکرم کے باغ ہیں اور اب پروردگار بخشنے والا ہے

بعد ازیں تاں برگ و رزق جاوداں — از سحابِ حق بود نز ناوداں

ترجمہ (اور) اب اس (توبہ) کے بعد تم کو سامان اور رزق دائمی حق تعالےٰ کے ابرِ (کرم) سے ملیگا نہ کہ (اپنی کوشش کے) پرنالہ سے۔

مطلب۔ سحاب سے مراد وہب اور ناوداں سے مقصود کسب ہے۔ کیونکہ ناوداں بندہ کا بنایا ہوا ہوتا ہے اور سحاب حق تعالےٰ کی قدرت سے بنتا ہے۔ مطلب یہ کہ یہاں اللہ کے جوار رحمت میں تم جو رزق پاؤ گے۔ اس میں کسب و تلاش جو دنیا میں ذرائع رزق ہیں۔ دخل نہیں یہ محض خدا کے کرم سے بلا ان ذرائع کے ملے گا۔ آگے ایک انتقال

ہے۔ اس مضمون کی طرف نہ جنت میں توکل یعنی ترک اسباب مظنونہ سب کے لیے عام ہوگا۔
جیسے کہ ابھی بیان ہوا۔ مگر خواص اہل اللہ دنیا میں بھی اس فضیلت سے مشرف ہیں چنانچہ:

چونکہ دریا بر وسائط رشک کرد   تشنہ چوں ماہی بترکِ مشک کرد

ترجمہ: جب (حق تعالیٰ کے) دریائے (کرم) نے وسائط (و اسباب) پر غیرت کی
تو (رضائے حق کے اس) پیاسے نے مچھلی کی طرح مشک کو ترک کر دیا۔

مطلب۔ یعنی جب ان خواص اہل اللہ کو ذوقاً اپنے اور حق تعالیٰ کے معاملہ میں
یہ مکشوف ہوا۔ کہ وہ ان کے لیے اسباب مذکورہ میں مشغول ہونا پسند نہیں فرماتا کہ
توکل کامل کے خلاف ہے تو انہوں نے محض رضائے حق کے لیے ان اسباب کو ترک
کر دیا۔ جسکے کہ فضل خداوندی شامل ہوا۔ اگر اختیار اسباب سے آب مرادات کی ایک شب
ہی میسر آتی تھی تو اب دریا موجزن ہیں جنت کے ذکر میں ان حضرت کا ذکر اس لیے بھی مناسب
ہے۔ کہ تارکین اسباب کا بلا حساب جنت میں داخل ہونا حدیث سے بھی ثابت ہے چنانچہ
عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدخل الجنۃ
من امتی سبعون الفا بغیر حساب ھم الذین لا یسترقون و لا
یتطیرون و علی ربھم یتوکلون متفق علیہ ابن عباس رضی اللہ عنہما
سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت سے
ستر ہزار اشخاص بلا حساب داخل جنت ہوں گے اور یہ وہ لوگ ہیں جو ٹونا منتر نہیں کرتے
اور نہ شگون کرتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسا رکھتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

قصہ شہزادگاں آور بہ پیش   کایں حدیث از حدِ امکان ست بیش

ترجمہ: (اب) شہزادوں کا قصہ پیش کرو۔ کیونکہ یہ (توکل کا) مضمون حد امکان سے
زیادہ ہے۔

روان شدن شہزادگان در ممالکِ پدر بعد از وداع و اعادہ کردن شاہ

شہزادوں کا (اپنے) باپ کی قلمرو میں روانہ ہونا وداع کے بعد اور بادشاہ کا وداع

وقتِ وداع وصیّتِ خود را

کے وقت اپنی وصیّت کو دہرانا

عزمِ رہ کردند آں ہر سہ پسر   سوئے املاکِ پدر رسمِ سفر

ترجمہ: ان تینوں شہزادوں نے باپ کے ملکوں کی طرف دورہ کرنے کے دستور

پر چلنے کا ارادہ کیا۔

درطوافِ قلعہا و شہر ہاشش ۔ از پئے تدبیرِ دیوان و معاش

لغات۔ دیوان دفتر معاش زندگی گزارنا۔ زندگانی گزارنے کا سامان (غیاث) یہاں محاصل و مالگزاری مراد ہے جس سے سلطنت کے اخراجات چلتے ہیں۔
ترجمہ۔ اس کے قلعوں اور شہروں کا دورہ کرنے میں دفتر اور محاصل کے انتظام کی غرض سے

خواستند از شہ اجازت گاہِ عزم ۔ داد اجازت شاں چو نیت دید جزم

ترجمہ۔ اُنہوں نے (روانگی کے) عزم کے وقت بادشاہ سے اجازت چاہی۔ بادشاہ نے جب قصد مصمم پایا تو ان کو اجازت دیدی۔

دست بوسِ شاہ کردند و وداع ۔ پس بدیشاں گفت آں شاہِ مطاع

ترجمہ۔ اُنہوں نے بادشاہ کی دست بوسی کی اور وداع (کیا)۔ پھر اس بادشاہ نے جس کی اطاعت کی جاتی تھی ان سے کہا:۔

ہر کجاتاں دل کشد عازم شوید ۔ فی امان اللہ دست افشاں روید

لغات: دست افشاندن بمعنی رقص کردن ے آید (غیاث)
ترجمہ: جدھر تمہارا دل لی جائے (ادھر ہی کا) قصد کرو۔ اللہ کی اماں میں (خوشی سے) ناچتے جاؤ۔

غیر آں یک قلعہ نامش ہُش رُبا ۔ تنگ آرد بر کُلہ داراں قبا

لغات: ہشربا محفف ہوش ربا۔ ہوش اُڑا دینے والا۔ بدحواس کر دینے والا۔ کلہ دار تاجدار مراد سلاطین و امرا تنگ آوردن قبا تکلیف میں ڈالنا۔
ترجمہ: سوائے اس ایک قلعہ کے جس کا نام ہوش ربا ہے۔ وہ تاجداروں کو تنگی میں ڈال دیتا ہے۔
مطلب۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ اس میں نہایت حسین وجمیل شہزادیوں کی تصویریں آویزاں تھیں۔ جن کو دیکھ کر سلاطین عاشق ہو جاتے اور یہ عشق ان کی مصیبت کا باعث ہوتا تھا۔ اس مصیبت تنگی قبا سے تشبیہ دی ہے۔ گویا قبا باوجود فراخ ہونے کے ان پر تنگ ہو جاتی۔ قولہ تعالےٰ

وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ۞

الله الله زاں وژذاتِ الصُّوَر دُور باشید و بترسید از خطر

ترجمہ: اللہ کے واسطے اللہ کے واسطے اس تصویروں کے قلعہ سے دور رہنا اور خطرے سے ڈرنا۔

روئے و پشت و بُرجہاش و سقف و پست جملہ تمثال و نگار و صورت ست

لغات: پست نشیب۔ نچلا۔ تمام مراد فرش۔ تمثال تصویر۔

ترجمہ: اس قلعہ کا اگلا حصہ، پچھلا حصہ (سارے) برج، چھت اور فرش سب کے سب نقش و نگار اور تصویریں (ہی تصویریں) ہیں (عقلمند بادشاہ، لڑکوں کو قلعہ میں جانے سے منع بھی کر رہا ہے اور اس کے عجائبات کا نقشہ بھی کھینچ رہا ہے۔ جس سے خواہ مخواہ ان کا شوقِ دید بھڑک اُٹھے

ہمچو آں حُجرہ زلیخا پُر صُوَر تا کند یوسف بناگاہش نظر

ترجمہ: (یہ قلعہ) اس حجرہ زلیخا کی طرح (ہے) جو تصاویر سے پر تھا۔ تا کہ یوسف علیہ السلام اچانک اس پر نظر کرلیں (اور تصویر کے دیکھنے سے زلیخا کی طرف میلان ہو جائے کیونکہ وہ تصویر زلیخا کی تھی)

چونکہ یوسف سُوئے اوے ننگرید خانہ را پُر نقش کرد او از مکید

ترجمہ: (اور زلیخا نے یہ تصویریں اس لیے بنوائی تھیں کہ) چونکہ یوسف علیہ السلام (عفت کی وجہ سے) اس (کے چہرے) پر نظر نہیں کرتے تھے (پس) اس نے گھر کو تصویروں سے بھر دیا (اس) طرح کہ:۔

تا بہر سُو بنگرد آں گلعذار رُوئے او را بیند او بے اختیار

ترجمہ: تا کہ وہ گلعذار جس طرف نظر کریں بے اختیار اس کا چہرہ دیکھیں (آگے انتقال ہے اس مضمون کی طرف کہ جس طرح حجرۂ زلیخا تصاویر سے پُر تھا اسی طرح شش آیات معرفت سے پُر ہیں)۔

بہرِ دیدہ روشناں یزدانِ فرد شش جہت را مظہر آیات کرد

ترجمہ: خداوند واحد نے روشن آنکھوں (یعنی عارفوں) کے لیے (عالم کی) چھیوں طرفوں کو اپنی دلائل (قدرت و کمالات) کا مظہر بنا رکھا ہے۔

تا بہر حیوان و نامی کانگرند از ریاضِ حسنِ ربانی چرند

لغات: نامی نشو ونما پانے والا۔ اس سے حیوانات و نباتات مراد ہوتے ہیں کیونکہ وہ غذا سے نشوونما پاتے ہیں۔ بخلاف جمادات کے کہ وہ نہ غذا پاتے ہیں نہ نشوو نما اس لیے وہ نامی نہیں۔ یہاں چونکہ حیوان الگ مذکور تھے۔ اس کے نامی سے صرف نباتات مراد ہے۔

ترجمہ: تاکہ وہ جس حیوان اور نباتات کو دیکھیں تو حسن ربّانی کے باغوں سے غذا پائیں۔

مطلب: حیوانات کی انواع اور نباتات کی اقسام دفاتر معرفت ہیں۔ ان میں غور و فکر کرنے والے کو قدرت حق کی بے انتہا آیات ملتی ہیں سعدی رحمہ

برگِ درختان سبز در نظرِ ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

بہرِ ایں فرمود باآں اسپہ او حَیْثُ وَلَّیْتُمْ فَثَمَّ وَجْهُهٗ

لغات۔ اسپہ سپاہ کا مخفف سپہ ہوا۔ پھر اُس پر الف اس طرح بڑھا جس طرح سوار پر الف بڑھا کر اسوار کہتے ہیں ٭

ترجمہ: اس لیے اس (خداوندِ واحد نے اس جماعت (عارفین) کو فرمادیا ہے کہ تم جدھر رُخ کرو ادھر ہی اللہ کی ذات ہے۔

مطلب۔ مصرعہ ثانیہ سے اس آیت کا مضمون مراد ہے فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ یہاں ظاہراً دو اشکال ہیں ایک یہ کہ اس کے مخاطب تمام مومنین ہیں ۔ تخصیص عارفین کی نہیں دوسرے یہ کہ سبب نزول اس کا صلوٰۃ بالتحرّی ہے۔ نہ کہ مشاہدہ کمالاتِ حق کا تمام آفاق میں اشکال اوّل کا جواب یہ ہے کہ فرمود باآں اسپہ سے مطلق خطاب نہیں۔ بلکہ خطاب اوّل ہے اور ظاہر ہے کہ مخاطب اوّل قرآن مجید کے صحابہ ہیں اور دوسرے مخاطب ثانیا اور صحابہ کا عارف ہونا ظاہر ہے۔ پس مراد یہ ہے۔ کہ مخاطب اوّل اس مضمون کے عارفین ہیں اور اشکال ثانی کا جواب یہ ہے کہ گو سبب نزول خاص ہے۔ مگر الفاظ تو عام ہیں۔ جس میں صلوٰۃ بالتحرّی اور مشاہدہ جمال و کمال تھا۔ دونوں آگئے اور چونکہ مضمون فی نفسہٖ صحیح اور دوسری رنصوص سے ثابت ہے اس لیے اگر اس آیت کے عموم میں۔ بھی اس کو لے لیا جائے تو قواعد صحیحہ کے خلاف نہیں وہ رنصوص یہ ہیں سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ اور اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ اور وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ (الی قولہ) وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ (الایات فی الروم) اور اگر اس پر یہ اشکال ہو۔ کہ یہ مضمون عارفین کے ساتھ خاص نہیں تو جواب یہ ہے۔ کہ رؤیت و نظر اور اعتبار کے مراتب مختلف ہیں۔ ان کا درجہ افضل عارفین کے ساتھ خاص ہے اور مطلق ان کا عام ہے (کلیدِ مثنوی) آگے اس کی قدرے تفصیل ہے:۔

از قدح گر در عطش آبے خورند در درونِ آب حق را ناظر اند

ترجمہ: وہ عارف لوگ، اگر پیاس (کی حالت) میں پیالے سے پانی پیتے ہیں تو پانی کے اندر حق تعالےٰ کو دیکھنے والے ہیں (آگے اس پر ایک خاص تنبیہہ دوسری تنبیہات سے لطیف تر ہے)

آنکہ عاشق نیست او در آب در صورتِ خود بیند اے صاحب نظر

ترجمہ: اور یہ ظاہر ہے کہ) جو شخص (حق کا) عاشق نہیں تو اے صاحب نظر وہ پانی کے اندر اپنی صورت (تو بہر حال) دیکھتا ہے۔

صورتِ عاشق چو فانی شد درو پس در آب اکنوں کرا بیند بگو

ترجمہ: (پھر) عاشق کی صورت جب اس (ذات حق) میں فانی ہوگئی (جیسے کہ عارفین اس درجہ پر فائز ہوتے ہیں) تو بتاؤ کہ پانی میں اب کس کو دیکھ رہا ہے۔

مطلب: یعنی اپنی صورت تو اس کو نظر آئے گی اور بوجہ فنا کے وہ اپنی صورت ہی نہیں۔ تو پھر وہ جو نظر آرہی ہے وہ کیا ہے۔ لامحالہ یہی کہو گے کہ وہ صورت حق ہے بمعنی مظہر حق۔ پس ہمارا دعویٰ مذکورہ یعنی در درونِ آب حق را ناظرانہ ثابت ہوگیا۔ آگے مضمون مذکور میں ترقی ہے۔ یعنی پانی تو کوئی دیرپا چیز نہیں۔ اگر اس کی نظر جمال حق کی طرف منتقل ہو جائے تو بعید نہیں۔ مگر ان کے مشاہدہ کی کیفیت یہ ہے کہ:۔

حسنِ حق بینند اندر روئے حور ہمچو مہ در آب از صنعِ غیور

ترجمہ: وہ (لوگ) حور کے چہرے میں (بھی جو خود جاذب قلب ہے اور نظر کو دوسری طرف منتقل ہونے نہیں دیتا) حسن حق ہی کو دیکھتے ہیں۔ جیسے چاند (کا عاشق) پانی میں (چاند ہی کو دیکھتا ہے۔ اگرچہ بظاہر اس کی نظر پانی پر ہے اور اس کا یوں دیکھنا خداوندِ غیور کے فعل سے (ہے)

مطلب: فعل سے مراد فعل غیرت ہے۔ یعنی سبب اس کا یہ ہے کہ حق تعالےٰ غیور ہے۔ جیسے کہ حدیث میں ہے کہ ان سعد الغیور وانا اغیرمنہ واللّٰہ اغیر منی (یعنی سعد بن عبادہ بہت غیرت مند ہیں میں ان سے بھی زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالےٰ مجھ سے بھی زیادہ غیرتمند ہے۔ پس حق تعالےٰ غیور ہونے کی وجہ سے اس کو گوارا نہیں کرتا کہ اس کا عاشق غیر پر نظر کرے اور جب یہ بات عاشق کو دلیلاً اور ذوقاً معلوم ہوگئی تو اگر اس کی نظر غیر پر پڑ بھی جاتی ہے خواہ قصداً پڑے یا حالاً اس میں بھی وہ حق تعالےٰ ہی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ تاکہ یہ غیر اللہ منظور بالذات نہ ہو

جائے۔ محض مراۃ کے درجہ میں رہے۔ آگے ایک سوال کا جواب ہے کہ اگر سبب اس کا غیرت ہے۔ تو چاہئے کہ کسی کی نظر بھی غیر پر نہ پڑا کرے۔ اس میں عارفین کی کیا تخصیص ہے۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ :-

غیرتش بر عاشقی و صادقیست   غیرتش بر دیو و بر استور نیست

ترجمہ: اس کی غیرت عاشق و صادق پر ہے۔ اس کی غیرت شیطان اور مویشی (کے سے بے تمیز انسان) پر نہیں (کیونکہ محبوب کو غیرت اسی پر ہوتی ہے جو مدعی محبت ہو۔ پس اگر شیطان اور بہائم بھی عاشق حق ہو جائیں تو ان کو بھی غیرت ہوگی چنانچہ)

دیو گر عاشق شود ہم گوے برد   جبرئیلے گشت و آں دیوی بمرد

ترجمہ: اگر شیطان عاشق ہو جائے تو (وہ بھی عاشق حق ہوسکتے ہیں) بازی جیت لے گیا۔ ایک (طرح سے) جبرئیل بن گیا اور اس کی وہ شیطنت (جو باعث لعنت تھی) زائل ہو گئی۔ (آگے اس کی تائید (ایک حدیث سے فرماتے ہیں)

اَسْلَمَ الشَّیْطَانُ دریں جا شد پدید   گر یزیدے شد ز فضلش بایزید

ترجمہ (یہ مضمون کہ) شیطان مسلمان ہو گیا۔ یہاں ظاہر ہو گیا کہ ایک یزید (کا سا ظالم اور بدکار آدمی) اس کے فضل سے بایزید (ثانی) بن گیا۔

مطلب: عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما منکم من احد الا وقد وکل بہ قرینہ من الجن وقرینہ من الملٰئکۃ قالوا وایاک یا رسول اللہ قال وایای ولکن اللہ اعاننی علیہ فاسلم فلا یامرنی الا بخیر رواہ مسلم یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے ہر شخص پر اس کا ایک ساتھی جن اور ایک ساتھی فرشتہ تعینات ہے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ پر بھی؟ فرمایا مجھ پر بھی۔ لیکن اللہ نے اپنی مدد سے مجھ کو اس پر غلبہ بخشا ہے۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا۔ پس مجھ کو نیکی کا ہی خیال دلاتا ہے (مشکوٰۃ)

ایں سخن پایاں ندارد اے گروہ   ہیں نگہدارید ازاں قلعہ وجوہ

ترجمہ: یہ (عاشقین اور صادقین کی صفات کا) مضمون تو انتہا نہیں رکھتا (اب قصہ سنو کہ بادشاہ کہہ رہا ہے) اے جماعت (فرزندان!) خبردار (اپنے) رخوں کو قلعہ سے بچانا مطلب:۔ یعنی اس خطرناک قلعہ کی طرف رخ بھی نہ کرنا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ وجوہ بمعنی تصاویر مضاف الیہ ہو قلعہ کا اور نگہدارید کا مفعول بہ یعنی خود را مقدر ہو۔ پس ترجمہ یوں ہو گا۔

کہ اپنے آپ کو اس قلعہ لصاویر سے بچانا قلمی نسخہ میں یہ مصرعہ یوں درج ہے " ہیں خدر زاں قلعہ پراز شکوہ" یعنی خبردار اس پُر ہیبت قلعہ سے بچنا۔

ہیں مبادا کہ ہوس تاں رہ زند - کہ فتید اندر شقاوت تا ابد

ترجمہ: ہاں ایسا نہ ہو کہ ہوس تمہاری رہزنی کرے (حتیٰ) کہ تم ابد تک کے لیے بدبختی میں گرفتار ہو جاؤ۔

از خطر پرہیز آمد مُفترض - بشنوید از من حدیث بے غرض

ترجمہ: خطرے سے پرہیز کرنا فرض ہے۔ مجھ سے بیغرضانہ بات سن لو (خطرہ سے پرہیز کرنے کی فرضیت اس آیت سے ثابت ہے وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ)

در فَرَج جوئی ہمہ سر تیز بہ - از کمینگاہِ بلا پرہیز بہ

ترجمہ: کشائش طلبی میں ہمہ تن سرگرم (ہونا) بہتر ہے (اور) کمین گاہ بلا سے پرہیز بہتر ہے۔ (عن عائشہؓ قالت ما خُیّر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بین الامرین قط الا اخذ ایسرھما الحدیث۔ مشکوٰۃ باب فی اخلاقہؐ)

گر نمے گفت ایں سخن را آں پدر - ور نمے فرمود ازاں قلعہ حذر

خود بداں قلعہ نمے سد خَیل شاں - خود نمے افتا آں سو مَیلِ شاں

ترجمہ۔ اگر وہ باپ ہی یہ بات ان سے نہ کہتا اور اگر وہ اس قلعہ سے بچنے کا حکم نہ دیتا تو ان کی جمعیت ہی اس قلعہ کی طرف نہ جاتی۔ ان کو ادھر کا شوق ہی نہ ہوتا۔

کاں بُد معروف و بس مہجور بُود - از قلاع و از مناہج دُور بود

ترجمہ: کیونکہ وہ (قلعہ کوئی) مشہور (قلعہ نہ تھا۔ اور) بالکل بے تعلق کیا ہوا تھا (علاوہ اس کے وہ دوسرے) قلعوں اور راستے سے دور واقع ہوا تھا۔ (کسی قلعہ میں جانے کے دو ہی سبب ہو سکتے ہیں یا تو ملکی وفوجی معاملات اس سے متعلق ہوں اس کی نفی پہلے مصرعہ میں ہے، وہ دوسرے کے راستے میں واقع ہو کہ بطور منزلِ شب وہاں ٹھہرنے کا اتفاق ہو سکے اس کی نفی دوسرا مصرعہ یہی ہے)

چوں بکرد آں منع دل شاں زاں مقال - در ہوس افتاد و در کوئے خیال

ترجمہ (مگر) جب اس نے (اس قلعہ سے) منع کیا تو ان کا دل اس بات سے (قلعہ کی)

ہوس میں اور (اس کے سیر و سفر کے) خیالی کوچہ میں جا پڑا -

رغبتے زیں منع در دل شاں برست   کہ ببائد سرِّ آں را باز جست

ترجمہ: ان کے دل میں اس منع سے ایک رغبت پیدا ہوئی - کہ اس قلعہ کے راز کو معلوم کرنا چاہیئے (آگے مولانا فرماتے ہیں)

کیست کز ممنوع گردد ممتنع   چونکہ اَلْاِنْسَان حَرِیْصٌ مَا مُنِع

ترجمہ (اور) کون ہے جو منع کی ہوئی چیز سے باز رہے جبکہ (یہ مسلمہ بات ہے کہ) انسان اس چیز کا حریص ہے - جس سے اس کو منع کیا جائے یہ ایک مقولہ ہے جس کے اصل الفاظ یوں الانسان حریص علی ما منع اور یہ بطور حکم الاکثر حکم الکل کے صحیح ہے - خواص اہل تقویٰ اس کھیت میں داخل نہیں چنانچہ فرماتے ہیں -

نہی بر اہلِ تقے تبغیض شد   نہی بر اہلِ ہوا تحریض شد

لغات: تبغیض نفرت دلانا - تحریض بضاد معجمہ بر انگیختہ کرنا - اکسانا - یہ شعر صریح ہے

ترجمہ: منع کرنا پرہیزگاری والوں کے لیے (ممنوع چیز سے ان کو) نفرت دلانا (ثابت ہوتا) ہے (اور) منع کرنا خواہش نفس والوں کے لیے (ممنوع چیز پر ان کو) اکسانا (ثابت ہوتا ہے (یہی لوگ زیادہ ہیں - اسلئے یہی الانسان حریص علی ما منع کے مصداق ہیں)

پس ازیں یُغْوِیْ بِہٖ قَوْمًا کَثِیْر   ہم ازیں یَھْدِیْ بِہٖ قَلْبًا خَبِیْر

ترجمہ: تو پس اسی (طرح) سے اللہ تعالےٰ قرآن کے ساتھ قوم کثیر کو گمراہ کرتا ہے نیز اسی (طرح) سے قرآن کے ساتھ باخبروں کو ہدایت دیتا ہے -

مطلب: جس طرح ایک ہی نہی میں اختلاف استعداد کے موافق اثر مختلف ہوا اسی طرح قرآن مجید کا ایک ہی مضمون کسی کے لیے سبب ضلالت اور کسی کے لیے موجب ہدایت ہو جاتا ہے - پس اس تشبیہ سے آیت قرآنی یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّ یَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا کے متعلق شک رفع کر دیا - آگے مطلقاً ایک چیز میں دو اثر ہونے کی تمثیل ہے -

کے رمد از نے حمامِ آشنا   بل رمد زاں نے حماماتِ ہوا

ترجمہ: پالتو کبوتر چھڑی سے کب بھاگتے ہیں - بلکہ اس چھڑی سے آوارہ کبوتر بھاگتے ہیں -

مطلب: یہاں ایک ہی چھڑی سے دو اثر ظاہر ہوئے یعنی ایک قسم کے کبوتر کے لیے خوف و وحشت اور دوسرے کے لیے عدم خوف و توحش اسی طرح نہی شرعی سے بعض

لوگ گناہ سے متنفر ہو جاتے ہیں اور بعض الٹا راغب ہو جاتے ہیں۔ ایک شخص نے کسی کا قول نقل کیا اور کچھ ایسا یاد پڑتا ہے کہ وہ کسی گمراہ کا قول تھا۔ وہ کہتا ہے کہ قوم لوط کا فعل خلاف وضع فطری کی مذمت جو قرآن میں آئی ہے وہی اس فعل کے شائع ہونے کے باعث ہوئی کہ اگر قرآن مجید میں قوم لوط کی بدافعالی کا ذکر نہ ہوتا۔ تو اُمتِ محمدیہؐ کو اس فعل بد کی خبر بھی نہ ہوتی۔ نہ کوئی اس کا مرتکب ہوتا۔ مگر کہنے والے کو اتنی عقل نہ آئی۔ کہ اس امت کے فاسقین اگر خبر قرآنی کے ذریعہ اس فعل سے آگاہ ہوئے۔ تو قوم لوط کہاں سے آگاہ ہو گئی اور جو ذریعہ آگاہی اس قوم کے لیے تھا۔ کیا وہ کسی دوسری امت کے لیے ممکن نہیں۔ پس قائل کا یہ قول اگرچہ "نہی بر اہل ہوا تحریض شد" کی ایک خبری پیش گوئی ہے۔ مگر یہ خبری عقلاً و نقلاً غلط ہے۔

پس بگفتندش کہ خدمت ہا کنیم بر سَمِعۡنَا وَ اَطَعۡنَا ہا تنیم

لغات: خدمت چاکری۔ نوکری چونکہ نوکر کے لیے تابعداری و فرمانبرداری لازم ہے اسلیئے یہاں لازم مراد ہے سمعنا ہم نے حکم سن لیا۔ اطعنا ہم نے اطاعت اختیار کی یعنی حکم مان لیا۔
ترجمہ: تو ان (شہزادوں) نے اسی (بادشاہ) سے کہا ہم فرمانبرداریاں کرینگے سَمِعۡنَا وَ اَطَعۡنَا کہنے پر آمادہ رہینگے

رُو نگردانیم از فرمانِ تو کفر باشد غفلت از احسانِ تو

ترجمہ: آپکے حکم سے رُوگردانی نہ کریں گے (کیونکہ) آپ کے احسان سے غفلت کرنا کفران نعمت ہوگا۔

لیک اِسۡتِثۡنَا و تسبیح خُدا زاعتمادِ خود بُد از ایشاں جُدا

ترجمہ۔ لیکن انشاء اللہ تعالےٰ کہنا اور خدا کی تسبیح اور ذکر کرنا اپنے اوپر اعتماد کرنے کے سبب ان سے بعید رہا۔

مطلب۔ تسبیح پڑھنا بھی انشاء اللہ کے معنے پر مشتمل ہے۔ سورہ نون میں ایک قصہ ہے کہ تین بھائیوں نے رات کو مشورہ کیا کہ صبح کو سویرے ہی اپنے نخلستان میں پہنچ کر پھل جمع کرلیں گے تاکہ کوئی سوالی آکر سوال نہ کرسکے مگر انہوں نے انشاء اللہ نہ کہا تھا۔ قدرت خدا سے نخلستان میں پہنچے۔ تو اس کو تباہ پایا۔ ایک بھائی نے کہا اَلَمۡ اَقُلۡ لَّکُمۡ لَوۡلَا تُسَبِّحُوۡنَ بعض مفسروں کے نزدیک اس کا ترجمہ یوں ہے کہ کیا میں نے تم کو نہیں کہا تھا کہ تم انشاءاللہ تعالےٰ کیوں نہیں کہتے۔ تفسیر مدارک میں لکھا ہے۔ ای ھلا تستثنون اذ الاستثناء التسبیح الالتقائھما فی معنے التعظیم للہ لان الاستثناء تفویض الیہ والتسبیح تنزیہ لہ وکل واحد من التفویض والتنزیہ تعظیم (انتہیٰ) چونکہ دفتر اول کی سب سے پہلی حکایت میں انشاء اللہ نہ کہنے کی خرابی مفصلاً ذکر فرما چکے ہیں۔ اس لیے اس کا

اعادہ غیر ضروری تھا۔ اب اس کو یاد دلا دینا کافی سمجھ کر فرماتے ہیں

ذکرِ استثنا و حزمِ ملتوی — گفتہ شد در ابتدائے مثنوی

ترجمہ: انشاء اللہ تعالیٰ کہنا اور احتیاط کرنا جو (اس ضمن میں) ملفوف ہے مثنوی کے شروع میں مذکور ہو چکا ہے (اور ایک کتاب کے چند مقامات میں اگر ایک مضمون آ جائے تو وہ ایک ہی ہے)

صد کتاب ار ہست جز یک باب نیست — صد جہت را قصد جز محراب نیست

ترجمہ (بلکہ ایک کتاب کے چند مقام تو درکنار) اگر سو کتابیں (بھی ایک مضمون کی) ہوں تو وہ (سب) بجز ایک باب کے نہیں (مثلاً سو جہتوں کا مقصود بجز محراب (یعنی قبلہ) کے نہیں۔

مطلب:- چنانچہ سطح زمین پر نماز کی جہت بظاہر مختلف ہیں مگر قصد و توجہ سب کا ایک کعبہ کی طرف ہے۔ اس طرح ایک فن کی چند کتابیں اپنی اپنی سلاست و دقت میں۔ اختصار و تفصیل میں۔ کم حجم و ضخیم ہونے میں گو مختلف ہوں مگر جب ان کا موضوع ایک ہے۔ تو گویا سب ایک ہیں۔

ایں طرق را منتہی یک خانہ است — ایں ہزاراں سنبل از یک دانہ است

ترجمہ (اور مثلاً) ان (سب) راستوں کے پہنچنے کی جگہ ایک (ہی) گھر ہے (جس کے لیے وہ راستے مقرر ہیں اور مثلاً) یہ ہزاروں خوشے (جو کسی کھیت میں نظر آتے ہیں) ایک دانے سے ہیں (جو بویا گیا تھا)

گونہ گونہ خوردنیہا صد ہزار — جملہ یک چیز ست اندر اعتبار

ترجمہ: قسم قسم کی لاکھوں کھانے کی چیزیں غور کرنے میں (غرض و غایت کے اعتبار سے) سب ایک ہی ہیں (چنانچہ ان کے ایک ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ:

از یکے چوں سیر گشتی تو تمام — سرد شد اندر دلت پنجہ طعام

ترجمہ: جب تم ایک کھانے سے پورے سیر ہو چکے تو تمہارے دل سے پچاس کھانوں کی چاہت ٹھنڈی پڑ گئی (گویا ایک کھانے کے کھانے سے پچاسوں کے پچاسوں کھائے گئے جس سے ثابت ہوا کہ وہ سب ایک ہیں)

در مجاعت پس تو احوال بودۂ — کہ یکے را صد ہزاراں دیدۂ

ترجمہ: تم بھوک میں بالکل احول ہو رہے تھے۔ کہ ایک (کھانے) کو لاکھوں (کھانے) دیکھ رہے تھے۔

مطلب :- یعنی کبھی ایک کی رغبت ہوتی تھی کبھی دوسرے کی۔ اس بنا پر کہ وہ کھانے بظاہر جُدا جدا ذائقہ ولذّت اور الگ الگ بناوٹ کے تھے۔ ورنہ ان مختلف کھانوں کی طرف رغبت نہ ہوتی مگر جب ایک کھانے سے شکم سیر ہو گئے۔ تو پھر کسی کی رغبت نہ رہی۔ اس سے ان کا حکمی اتحاد ثابت ہو گیا اور معلوم ہوا کہ غلطی سے تم ایک ہی کھانے کو لاکھوں سمجھ رہے تھے۔ یہاں تک جو کچھ بیان ہوا اس سے مدعا یہ ہے کہ ترک استثنار کا مضمون خواہ کئی جگہ وہ آئے وہ ایک ہی ہے۔ اس لیے ایک جگہ اگر مفصّل ذکر اور باقی مقامات میں مجمل کافی پائیگے آگے پھر سابقہ مفصّل ذکر استثنار کی یاددہانی کرا کر اسباب کے غیر مؤثر ہونے کی بحث کریں گے جو خاتمہ بیان تک چلی جائے گی اور ترک استثنار کی مضرت کا ذکر وہی مجمل کا مجمل رہے گا۔

گفتہ بودیم ارسقامِ آں کنیز وز طبیباں و قصورِ فہمِ نیز

ترجمہ: ہم نے اس کنیز کے مرض کا قصہ سنایا تھا اور طبیبوں کا اور ان کی، کوتاہ فہمی کا

کاں طبیباں ہمچو اسپِ بے فسار غافل و بے بہرہ بودند از سوار

ترجمہ: کہ وہ طبیب ایک بے باگ گھوڑے کی طرح سوار سے مد غافل اور بے بہرہ تھے

مطلب یعنی جس طرح ایک آوارہ گھوڑا جس کے نہ باگ ہے نہ اس پر کوئی سوار ہے۔ بے اصول چلتا ہے۔ اسی طرح یہ اطبا اپنے متصرف غالب سے غافل تھے اور طریق علاج میں بے اصول گھوڑا تو سوار کے نہ ہونے پر سوار سے غافل ہوتا ہے اور یہ عیب متصرف کے ہوتے ہوئے اس سے غافل تھے۔ پس تشبیہ غفلت میں ہے نہ کہ سوار کے ہونے میں۔ بلکہ ان کی حالت اس گھوڑے کی سی تھی۔ جو سوار کی پشت پر بیٹھے ہونے کے باوجود اس سے غافل ہو۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

کامِ شاں پُر زخم از قرعِ لگام سُمّ شاں مجروحِ از تحویلِ گام

ترجمہ: (باوجودیکہ) ان کے تالو پر لگام کے جھٹکوں سے زخم ہے (اور) ان کا سُم قدم کو (ادھر، اُدھر) پھیرنے سے مجروح ہے (وہ ہر تدبیر میں ناکام اور ہر کوشش سے مایوس ہو رہے ہیں)

نا شدہ واقف کہ نک بر پشتِ ما رائضے چست ست استادی نما

لغات - رائض چابک سوار۔ گھوڑوں کو سدھانیوالا۔ ان کی چال درست کرنے والا۔
ترجمہ (مگر پھر بھی واقف نہ ہوئے کہ اس وقت ہماری پشت پر ایک گھوڑوں کا سدھانے والا ہوشیار جو کمال دکھا رہا ہے۔

نیست سرگردانیِ ما زینِ لگام جز ز تعریفِ سوارِ دوست کام

لغات۔ دوست کام وہ شخص جو دوستوں کی مراد کے موافق مقصود حاصل کرے۔
(غیاث) کامیاب مراد مند۔
ترجمہ: (اور ان کو یہ خبر نہ ہوئی کہ) ہمارا لگام (کی گردش) سے سر پھیر لینا سوائے کامیاب سوار کے گردش دینے کے نہیں (دوست کام یعنی کامیاب کے لفظ میں یہ اشارہ ہے کہ خدا جس کام کا ارادہ کرتا ہے وہ پورا ہو کر رہتا ہے۔

ما پےِ گل سوئے بستانہا شدہ گل نمودہ آں وآں خارے بدہ

ترجمہ: (انہوں نے اتنا نہ سمجھا کہ) ہم (مثلاً) پھول کے لیے باغوں کی طرف گئے (مگر) وہ (مطلوب) پھول دکھائی (اور فی الواقع) وہ کانٹا تھا۔
مطلب: یعنی جب انہوں نے کنیزک کی شفا کی امید پر اس کا علاج شروع کیا تھا۔ اور الٹا مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ تو اس سے سمجھ جاتے کہ علاج پر اچھا یا برا اثر مرتب کرنے والا کوئی اور ہے اور وہ خداوند قادر مطلق ہے۔ اگر ایسا سمجھے تو اپنی طاقت ولیاقت پر بھروسا نہ کرتے

ہیچ شاں ایں نے کہ گویند از خرد بر گلوے ما کہ مے گوید لگد

ترجمہ (مگر) ان کو یہ توفیق) بالکل نہیں (ہوئی) کہ عقل سے کہتے کہ ہمارے گلے پر کون لاتیں مار رہا ہے۔ (یعنی ہماری توقع کے خلاف تصرف کر رہا ہے)

آں طبیباں آنچناں بندہ سبب گشتہ انداز مکر یزداں محتجب

ترجمہ (غرض) وہ طبیب اس طرح پابند سبب ہو گئے اور حق تعالے کی آزمائش کے سبب سے (حقیقت بینی سے) حجاب میں آگئے۔

گر بہ بندی در صطبلے گاوِ نر باز یابی در مقام گاوِ خر

ترجمہ (اور مثلاً) اگر تم کسی اصطبل میں ایک بیل باندھ دو (اور) پھر (اس) بیل کی جگہ ایک گدھا (بندھا ہوا) پاؤ۔ تو:۔

از خری باشد تغافل خفتہ وار کہ نجوئی تا کیست ایں خفیہ کار

لغات: خری بیوقوفی اور خر کے ذکر کے بعد یہ لفظ پُرلطف ہے۔ کیست کہ است کون ہے۔ خفیہ کار پوشیدہ طور پر کوئی کام کرنے والا۔ چوری چھپے کام کرنے والا۔
ترجمہ: تو سوتے ہوئے شخص کی طرح (ایسی) غفلت اختیار کرنا بیوقوفی میں داخل ہے کہ تم اس کی تلاش نہ کرو کہ یہ چوری چھپے کام کر جانے والا کون ہے۔

مطلب ۔ یعنی یہ کس قدر حماقت ہے کہ بیل کی بجائے گدھا بندھا نظر آئے اور بیل کا مالک اس خفیہ تبدیلی کر جانے والے کا سراغ نہ لگائے اور سمجھ لے کہ یہی گدھا بیل ہے یا بیل سے گدھا بن گیا یا بیل آپ سے آپ کھل گیا اور گدھا خود بخود آ کر بندھ گیا ۔ اس طرح اسباب کے ایک متوقع اثر پر دوسرے غیر متوقع اثر کے ساتھ بدل جانے سے سبب کی طرف متوجہ نہ ہونا کمال نادانی ہے ۔

خود نگفتہ کایں مبدّل تا کیست نیست پیدا او مگر افلاکی ست

ترجمہ : وہ نادان) اتنا نہیں کہتا کہ یہ (بیل کو گدھے سے) بدلنے والا کون ہے ۔ (اگر عقل سے کام لیتا تو سمجھ جاتا کہ ضرور کوئی ہے اور) وہ محسوس نہیں ہے پس شاید وہ عالم بالا سے منسوب ہے

مطلب ۔ افلاک سے مطلق عالم بالا مراد ہے فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَارِیَۃً اَیْنَ اللّٰہُ قَالَتْ فِی السَّمَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم انہا مومنۃ یعنی رسول اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکی سے پوچھا اللہ کہاں ہے ۔ اس نے کہا آسمان میں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مومنہ ہے ۔

تیر سوئے راست پرّاں کردہ سوئے چپ رفتہ است تیرت دیدہ

ترجمہ : تم نے دائیں طرف تیر چلایا تھا (مگر) تمہارا تیر بائیں طرف چلا گیا تم نے دیکھ لیا ہے

مطلب ۔ یہ بھی اسی بات کی مثال ہے کہ اسباب اپنا متوقع نتیجہ پیدا کرنے سے قاصر ہیں ۔ یعنی تمہارا قصد اور کمان کا عمل تو اس بات کا مقتضی تھا کہ تیر دائیں طرف جاتا مگر اس کے بائیں طرف چلے جانے سے معلوم ہوا کہ متصرف کوئی اور ہے ۔ آگے اسی قسم کی ایک اور مثال ہے

سوئے آہوئے بصیدے تاختی خویش را تو صید خوکے ساختی

ترجمہ : تم ایک ہرن کی طرف (اس کو) شکار (کرنے) کے لیے دوڑے (مگر) اپنے آپ کو ایک خنزیر کا شکار بنا دیا (آگے ایک اور مثال ہے)

در پئے سودے دویدہ بہر کبس نارسیدہ سود وافتادہ بحبس

لغات کبس بالفتح وسین مہملہ شبخون بردن (غیاث) یہاں رات کو چوری یا غارت کرنے کے لیے جانا مراد ہے ۔

ترجمہ ۔ ایک شخص نفع کی غرض سے رات کے وقت لوٹنے کے لیے گیا ۔ نفع تو حاصل نہ ہوا (اور) الٹا قید میں جا پڑا (آگے ایک اور مثال ہے)

چاہہا کندہ برائے دیگراں خویش را دیدہ فتادہ اندراں

ترجمہ اس نے دوسروں (کے گرنے) کے لیے کنوئیں کھودے تھے (مگر الٹا) اپنے آپ کو اس میں گرا ہوا دیکھا (آگے ان مثالوں کا نتیجہ ارشاد ہے)

در سبب چوں بے مرادت کرد ربّ پس چرا بدظن نگردی در سبب

ترجمہ (پس) جب (ان مذکورہ اور اس قسم کی دیگر مثالوں میں) پروردگار نے تم کو سبب (کے اثر) میں ناکام رکھا۔ پھر تم سبب سے بدگمان کیوں نہیں ہوتے (یعنی اس کو ناقابل اعتماد کیوں نہیں سمجھتے) (آگے اسباب کے عدم تاثیر کی اور مثالیں ہیں)

بس کسے از مکسبے خاقاں شدہ دیگرے زاں مکسبہ عریاں شدہ

لغات۔ مکسب۔ مکسبہ۔ کمائی۔ کمانے کا شغل خاقان چین کے بادشاہوں کا لقب تھا یہاں مطلق فرمانروا و امیر مراد ہے۔

ترجمہ۔ بہت سے لوگ ایک (خاص) کمائی سے نواب ہو گئے (بخلاف اسکے) دوسرا اس کمائی سے (اس قدر تنگدست ہو گیا کہ بالکل) ننگا رہ گیا (تن ڈھکنے کو کپڑا بھی نہ رہا)

بس کس از عقدِ زناں قاروں شدہ بس کس از عقدِ زناں مدیوں شدہ

ترجمہ: بہتیرے لوگ عورتوں کے نکاح سے (مالداری میں) قارون (ثانی) بن گئے (بہتیرے لوگ) عورتوں کے نکاح سے مقروض ہو گئے۔

مطلب۔ مالدار عورتوں سے نکاح کرنیوالے عموماً مالدار ہو جاتے ہیں۔ لاہور میں ایک متمول آدمی معلوم ہے سنا ہے کہ وہ پہلے غریب تنگدست تھا۔ پھر اس کو مالدار بننے کا عجیب گر سوجھا۔ اپنے رنڈیوں کے ساتھ یکے بعد دیگرے نکاح کئے جن میں سے کوئی مر گئی اور کسی کو طلاق دے دی اور ان سب کے مال پر قبضہ کیا۔ آج وہ بڑی املاک و جائداد کا مالک ہے۔ بخلاف اس کے بعض مالداروں کے گھروں میں ایسی نک بخت بیبیاں آتی ہیں کہ انکی بدانتظامی یا بدخواہی سے لاکھ کا گھر راکھ بن جاتا ہے آگے اس پر تفریع ہے:۔

پس سبب گرداں چو دُمِّ خر بود تکیہ بر وے کم کنی بہتر بود

ترجمہ پس (معلوم ہوا کہ) سبب (ظاہری) گدھے کی دم کی طرح (مختلف طرفوں کو) گھومتا ہے۔ تم اس پر اعتماد نہ کرو تو بہتر ہے۔

مطلب گدھے کی دم کبھی اوپر کو حرکت کرتی ہے کبھی دائیں طرف کبھی بائیں طرف یہی حال سبب کا ہے کہ اس کا اثر (نتیجہ) یکساں نہیں۔ اس لئے ناقابلِ اعتماد ہے دم کا اختلاف حرکات گدھے کے ساتھ مخصوص نہیں۔ ہر جانور کی دم کا یہی حال ہے۔ ذکر کی خصوصیت دو وجہ سے ہے ایک تو چند شعر گدھے کے ذکر میں آچکے ہیں۔ اس مناسبت

عورتوں سے نکاح بعض کو مالدار بعض کو مقروض کر دیتا ہے

سے یہاں اس کا ذکر مرجح ہے۔ دوسرے گدھے کو تمام جانوروں سے حقیر و ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا یہاں جبکہ سبب کی ذلت و حقارت مقصود ہے اس کی تمثیل زیادہ چسپاں سمجھی گئی آگے فرماتے ہیں کہ اگر تم اسباب کو بالکل ترک نہیں کر سکتے تو اپنا عقیدہ صحیح رکھ کر ان سے کام لو جس میں توکل کی شان بھی قائم رہے۔

در سبب گیری نگردی ہم دلیر — کہ بس آفت ہاست پنہانش بزیر

ترجمہ (دیکھنا اگر) اسباب (سے کام لیتے ہی ہو تو ان) کے اختیار کرنے میں (زیادہ) دلیر بھی نہ ہو جانا (کہ انکو مؤثر مستقل سمجھنے لگو) کیونکہ اس کی تہ میں بہت سی آفتیں مخفی ہیں۔

سرِّ استثناست این حزم و حذر — زانکہ خر را بز نماید این قدر

ترجمہ (ہم نے جس) انشاء اللہ کہنے (کی اوپر تاکید کی ہے اس) کا راز یہی احتیاط اور (اسباب پر اعتماد کرنے سے) پرہیز ہے۔ اس لیے کہ یہ (قضاء) قدر (ربانی) گدھے کو بکری (کی شکل میں دکھاتی ہے۔

آنکہ چشمش بست گرچہ گربز است — ز احولی اندر دو چشمش خر بز است

لغات گُربز بکاف فارسی مضموم وبائے موحدہ نیز مضموم بمعنی مکار و حیلہ گر کیونکہ یہ لفظ اصل میں گرگ بز تھا۔ یعنی گرگ بصورت بز (غیاث)

ترجمہ (اور) جس کی آنکھ (قضا و قدر نے) بند کردی اگرچہ وہ (کتنا ہی) سیانا ہے (مگر) (حولی کے سبب اس کی دونوں آنکھوں میں گدھا بکری (کا ہم شکل) ہے

چوں مقلّب حق بود ابصار را — او بگرداند دل و افکار را

ترجمہ: جب حق تعالےٰ نگاہوں کو پھیرنے والا ہے۔ تو وہ دل اور فکروں کو بھی پھیر دیتا ہے۔ (یعنی باصرہ وغیرہ حواس کی غلطی سے زیادہ عقل و فکر غلطی کرتے ہیں پس جب حق تعالیٰ کا حواس کو منقلب کر دینا مشاہدہ ہے تو اس کا عقل و فکر کو منقلب کر دینا کیا بعید ہے)۔

چاہ را تو خانۂ بینی لطیف — دام را تو دانۂ بینی ظریف

لغات: لطیف پُر لطف ظریف تازہ یہ شعر مرصع ہے اور خوب ہے۔
ترجمہ (چنانچہ بصیرت کو بدلنے کی مثال یہ ہے کہ، تم (کبھی) کنویں کو پُر لطف گھر دیکھتے ہو (اور کبھی) جال کو تازہ دانہ محسوس کرتے ہو۔
مطلب: یعنی تم ایک مضر و غیر نافع چیز کو اپنی ناقص دانست سے مفید و نافع سمجھ جاتے ہو اس کے ضرر کے پہلو تمہاری بصیرت سے مخفی رہتے ہیں اور اس کے نفع موہوم و بے سود

پہلو متمثل ہو جاتے ہیں۔ یہی تقلیب بصیرت ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ کنواں تم بعنی حقیقی گھر دکھائی دینے لگتا ہے۔ ورنہ یہ تقلیب بصارت ہوتی۔ تقلیب بصیرت کے نظائر دنیا میں بکثرت موجود ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً بعض اہل علم ایسے کاموں سے عامی ہو جاتے ہیں جن سے جاہلوں کو بھی آر آئے۔ بعض شرفاء کی اولاد ایسا چلن اختیار کر لیتی ہے جو رذیل لوگوں نزدیک بھی قابل نفرت ہو یہ تقلیب بصیرت ہندے کے لیے سخت امتحان ہے جس سے اچھے اچھے عاقل نادان بن جاتے ہیں۔ عالم جاہل ہو جاتے ہیں۔ شریف رذیل کہلاتے ہیں۔ اللھم اخفظنا من ھذہ البلاء آگے تقلیب بصارت کی مثال آتی ہے

مشرکاں را در چشمِ اہلِ بدر   کم نمودہ تا ندار و ہیچ قدر

ترجمہ: اللہ تعالےٰ نے (صحابہ) اہل بدر کی آنکھوں میں مشرکوں کو کم کر کے دکھایا۔ تاکہ وہ مجمع کچھ وقت نہ رکھے (اور مسلمان بارعب ہو کر ان سے جنگ کریں اور فتح پائیں)

مطلب: سورہ الانفال میں اللہ تعالےٰ جنگ بدر کے تذکرہ میں فرماتا ہے۔ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْۤ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّ يُقَلِّلُكُمْ فِيْۤ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ اور اسی لڑائی میں (جب تم دونوں فریق) ایک دوسرے کے ساتھ معرکہ آرا ہوئے تو کافروں کو تم مسلمانوں کی نظر میں تھوڑا دکھایا اور کافروں کی نظر میں تم مسلمانوں کو تھوڑا دکھایا تاکہ خدا کو جو کچھ کرنا منظور تھا (اس کو) پورا کر دکھائے (۴۴)

یہ تقلیب بصر مسلمانوں کے لیے نافع ہوئی کہ وہ جرأت کے ساتھ جنگ کر کے کفار پر غالب آئے اور مشرکوں کی تقلیب بصر ان کے مضر ہوئی۔ جو دلیر ہو کر اس کوہ عزم جماعت کے ساتھ ٹکرا گئے اور اپنی جمعیت کو پاش پاش کر بیٹھے۔ یہاں تک اسباب کے عدم استقلال کا مضمون تھا۔ آگے یہ فرماتے ہیں کہ اس تقلیب کو سوفسطائیہ کی طرح انکار حقائق کی دلیل نہ بنا لینا کہ ہر چیز کبھی کچھ نظر آتی ہے کبھی کچھ اس لیے کسی چیز کی کوئی خاص حقیقت نہیں سب کچھ خیال ہی خیال ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

ایں تسفسط نیست تقلیب است   مے نماید کہ حقیقتہا کجاست

لغات۔ تسفسط بفتح تاء فوقانی و فتح سین وسکون فاء و ضم سین سوفسطائی ہونا سوفسطائیت۔

ترجمہ یہ (جو کچھ بیان ہوا ہے) سوفسطائی مذہب کی بات نہیں ہے (بلکہ) خداوند تعالےٰ کا تبدیل فرمانا ہے وہ اپنے بندوں کو یہ دکھاتا ہے کہ (اشیا کے) حقائق کہاں ہیں

مطلب یعنی سوفسطائی تو حقائق کا انکار کرتا ہے۔ اس بیان میں حقائق کا انکار نہیں۔ بلکہ ان کا اقرار ہے اور یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالےٰ حقائق کو بدل ڈالتا ہے تاکہ بندوں کو معلوم

ہو جائے ۔ کہ یہ حقائق کہاں سے آئی ہیں اور اس تبدیلی سے اس بات کی دلیل پکڑیں کہ ان حقائق کو مقرر کرنے والا خداوند تعالے ہے (بحر العلوم) مطلب یہ کہ ہم حقائق کے تو قائل ہیں مگر ان کو من کل الوجوہ خداوند تعالے کے قبضہ میں مانتے ہیں ۔ تاثیراً بھی کہ جب وہ چاہے اثر دے اور جب نہ چاہے اثر نہ دے اور حسباناً بھی کہ اگر وہ چاہے تو حقیقت اپنی اصل پر نظر آئے اور جب نہ چاہے تو حقیقت اپنی اصل پر نظر نہ آئے ۔ بخلاف سوفسطائیہ کے کہ وہ اصل حقائق کا ہی انکار کرتے ہیں (کلید)

آنکہ انکارِ حقائق مے کند　　جملگی او بر خیالے مے تند

ترجمہ ۔ (چنانچہ) جو شخص (سوفسطائیہ کے مذہب کے موافق) حقائق کا انکار کرتا ہے ۔ وہ بالکلیہ خیال ہی پر تنا ہوا ہے (ہم اس کے قائل نہیں اور نہ ہمارے بیان کا یہ ماحصل ہے)

او نمے گوید کہ حسبانِ خیال　　ہم خیالے باشدت چشمے بمال

ترجمہ ۔ وہ یہ (کیوں) نہیں کہتا کہ یہ خیال سمجھنا بھی تیرا ایک خیال ہوگا ۔ تو آنکھ مل کر دیکھ ۔

مطلب : یعنی جب وہ ہر چیز کے خیال اور غیر واقعی ہونے کا حکم کلی کرتا ہے ۔ تو وہ بہمال سے خالی نہیں اگر وہ اس حکم کو بھی خیال اور غیر واقعی کہتا ہے ۔ تو وہ حکم کلی نہ رہا تب بھی اپنے مذہب کا ترک لازم آیا (کلید)

رفتن شہزادگاں سوئے قلعہ ممنوع عنہا بحکم اَلْاِنْسَانُ حَرِیْصٌ عَلٰی

شہزادوں کا اس قلعہ کی طرف جانا جس سے انکو منع کیا گیا تھا بحکم اسکے کہ انسان اسچیز کی حرص کرتا ہے

مَا مُنِعَ و وصیتہائے پدر را فراموش کردن و در بلا افتادن

جس سے اُسکو منع کیا جائے اور باپ کی وصیتوں کو فراموش کرنا اور بلا میں پڑ جانا

و گفتن نفسِ لوّامہ بایشاں کہ اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَذِیْرٌ و گفتن ایشان

اور نفس لوامہ کا ان کو کہنا کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانیوالا نہیں آیا اور ان کا جواب

در جواب لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا کُنَّا فِیْ اَصْحَابِ السَّعِیْرِ ○

میں کہنا اگر سنتے یا عقل کرتے تو اہلِ دوزخ میں نہ ہوتے

بندگی خویش نمودیم ولیکن　　خوے بد تو بندہ نیا است خریدن

ہم نے اپنی غلامی پیش کی لیکن　　تیری بری خصلت غلام کو خرید نہ سکی ۔
مطلب ۔ اس شعر میں ایک بدخصلت و ناقدرشناس محبوب سے خطاب ہے کہ ہم تیرے غلام بن کر رہنے کے لیے حاضر ہوئے ۔ مگر تیری بداطلاقی نے ہمارے خلوص و دفا کی قدر نہ کی نہ ہم کو غلام بنایا ۔ اسی طرح گویا ان شہزادوں کو کہا جا سکتا ہے کہ میں نے تمہاری خیر خواہی اور عافیت جوئی کے لیے بار بار نصیحت کی کہ اس قلعہ سے پرہیز کرنا مگر تمہاری ناعاقبت اندیشی اور ناصح کے حق میں تمہاری ناقدردانی نے تم کو اس نصیحت کے مطابق عمل کرنے پر آمادہ نہ ہونے دیا ۔

ایں سخن پایاں ندارد آں فریق　　برگرفتند از پئے آں دژ طریق

ترجمہ : یہ (تبدیل بصائر و ابصار کا) مضمون تو انتہا نہیں رکھتا (اسلئے قصہ سنو کہ) اس ٹولی نے اس قلعہ کا راستہ لیا ۔

بر درخت گندم منہی زدند　　از طویلہ مخلصاں بیروں شدند

ترجمہ (گویا) وہ گیہوں کے درخت ممنوع پر جا پہنچے (اور گویا) وہ مخلصین کے مقام سے نکل گئے ۔

چوں شدند از منع و نہیش گرم تر　　سوئے آں قلعہ برآوردند سر

ترجمہ : جب وہ اس کے منع و نہی سے زیادہ پرشوق ہو گئے تو اس قلعہ کی طرف متوجہ ہوئے ۔

بر ستیزِ قولِ شاہِ مجتبےٰ　　تا بقلعہ صبر سوز ہش رُبا

ترجمہ (یعنے) بادشاہ برگزیدہ کے قول کے برخلاف قلعہ صبر سوز و ہوش ربا کی طرف انتباہ مجتبےٰ کا حکم عموماً برگزیدگاں حق کے لیے اور خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بطور صفت مستعمل ہے ۔ یہاں اس کے محض یونہی معنے مراد ہیں ۔ استعمال متعارف کے طریق پر مستعمل نہیں ہوا ۔ یعنی وہ بادشاہ قبول حکم میں تمام اہل ملک کے نزدیک برگزیدہ تھا ۔ مگر شہزادوں نے اس کے حکم کی خلاف ورزی کی ۔

آمدند از رغم عقلِ پند توز　　۔　در شب تاریک برگشتہ ز روز

لغات ۔ توختن حاصل کردن و خواستن (غیاث) پر پند توز کے معنے پند خواہ کے ہوئے
ترجمہ (اور) وہ آئے عقل پند خواہ (کے مقتضا) کے برعکس (گویا) وہ روز (راحت) سے حب (مشقت) کی طرف پھر گئے ۔

اندراں قلعہ خوش ذات الصور — پنج در بحر و پنجے سوئے بر

ترجمہ: اس خوشنما تصویر دار قلعے میں پانچ دروازے دریا کی طرف (تھے) اور پانچ خشکی کی طرف

پنج ازاں چوں حسِ ظاہر رنگ و بو — پنج ازاں چوں حسِ باطن راز جو

ترجمہ: ان میں سے پانچ (دروازے) حواس ظاہری کی طرح (تھے جو) رنگ و بو (کا ادراک کرتے ہیں۔ اور) ان میں سے پانچ دروازے حواس باطنی کی طرح (تھے جو مدرکات باطنہ کے) راز جو (ہیں)

مطلب۔ اس تشبیہ میں اس طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ قالب انسان بھی مثل اس قلعہ ہوشربا کے ہے۔ جس میں ان حواس کی راہ سے ایسے بیشمار مدرکات کا ادراک ہوتا ہے۔ جس سے انسان مسلوب العقل اور مغلوب الحرص ہو کر مبتلائے مصیبت دینوی و اخروی ہو جاتا ہے۔ اس کے ان امور کی طرف متوجہ ہونا کے مشابہ ہے قلعہ میں داخل ہونے کے واجب الحذر ہے واللہ اعلم (کلید)

زاں ہزاراں صورت و نقش و نگار — مے شدند از سو بسو خوش بیقرار

ترجمہ (اور جب شہزادے اس قلعہ میں داخل ہو گئے تو) ان ہزاروں تصویروں اور نقش و نگار کے دیکھنے) سے (جو اس میں منقش تھے۔ ان کی یہ کیفیت تھی کہ) خوشی خوشی ادہر سے ادھر (انکو دیکھتے) پھرتے تھے (کسی جگہ انکو) قرار نہ تھا (ان شہزادوں کی تصویر بنی کہ اس محویت سے اس مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ تصویر پسندی اور ظاہری اچھی نہیں)

زیں قدحہائے صُوَر کم باش مست — تا نگردی بت تراش و بت پرست

ترجمہ (ظاہری) صورتوں کے پیالوں سے مست مت ہو۔ تا کہ تو بت ہو۔ تا کہ تو بت تراش اور بت پرست (کا مشابہ) نہ ہو جائے

مطلب: صورت ظاہر کے بت کا شائق اور بت پرست دونوں بت کے شوق میں شریک ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ بت پرست نے اس کو معبود بنا رکھا ہے اور دوسرا مقصود سمجھتا ہے۔ اس خیالی صورت پرستی پر پر خطر ہونے کا طرف اشارہ بھی ہے ؎

رخ زیبا اگر دیکھو بتقدیر — مٹا دو جلدوں سے اس کی تصویر
نہ تصویروں میں وقفِ لہو ہونا — خیالوں میں زانکے محو ہونا
طلسم جانگزا ہیں یہ خیالات — نہ ہو جانا گرفتار طلسمات
از قدحہائے صُوَر بگذر مایست — بادہ در جام ست لیک از جام نیست

ترجمہ (پس) صورتوں کے پیالوں سے گزر جا (اور ان پر) قرار مت پکڑ (کیونکہ) بادۂ (جمال) گو اس) جام میں ہے۔ لیکن جام سے نہیں ہے۔

مطلب: پیالہ کے اندر کی شراب خود پیالے کی پیدا کردہ نہیں ہے۔ بلکہ ساقی نے اس میں ڈالی ہے۔ اسی طرح صورت ظاہری جام کی مثل ہیں اور اس کا حسن شراب کی مانند یہ حسن خود صورت نے نہیں بنایا۔ بلکہ حق تعالٰے نے پیدا کیا ہے۔ پس صورت کی بجائے حق تعالٰے کا عاشق ہونا چاہئے آگے اس کی تصریح ہے:۔

سوئے بادہ بخش بکشا پہن گوش تا ازاں سو بشنوی بانگ و خروش

ترجمہ: شراب بخشنے والے کی طرف خوب کان کھول (کر متوجہ ہو جا) تاکہ تو اس طرف سے (واردات کی) آواز اور شور سُنے۔

مطلب۔ گوش کی تخصیص میں شاید یہ اشارہ ہو کہ دنیا میں مطلوب حقیقی کی رویت نہیں ہوسکتی اور تجلیات مبصرہ مثال ہوتی ہیں۔ عین حق نہیں ہوتیں۔ البتہ مالک حصول نسبت و قرب کے ساتھ جن واردات سے مشرف ہوتا ہے وہ عین احکام حق ہوتے ہیں۔ جو گوش باطن یعنی اسفار سے منکشف ہوتے ہیں۔ اس لیے گوش بکشا کہا چشم بکشا نہیں کہا (کلید) دوسرے مصرعہ میں انکشاف واردات کو مجازاً بانگ و خروش سے تعبیر کیا ہے۔

گوش دار آوازت آید دمبدم چوں رسد بادہ نیاید جام کم

ترجمہ۔ کان کو متوجہ رکھ تجھ کو دمبدم آواز آئے گی۔ جب شراب مل گئی تو جام کی کوئی کمی نہیں (یعنی متوجہ بحق ہو جاؤ تو واردات کا القا ہونے لگے گا۔ جب حسن حقیقی کی معرفت حاصل ہو گئی تو اس کے مظاہر کی کمی نہیں جن میں اس کا مشاہدہ کیا کروگے)

آدما معنئے دلبندم بجوئے ترکِ قشر و صورتِ گندم بگوے

ترجمہ اے آدم میرے دلبند کو طلب کرو (اور) پوست اور صورت گندم کو ترک کرو

مطلب؛ اس میں گویا حق تعالٰی کی طرف سے آدم علیہ السلام کو خطاب ہے جس سے مقصود بنی آدم ہیں اور اس میں شجرہ ممنوعہ کے قصہ کی طرف تلمیح ہے جس کو آدم علیہ السلام نے تناول فرما لیا تھا معنے سے مراد صفات و افعال حق ہیں۔ یعنی اے بنی آدم تم اپنی توجہ بخلق کو جو شجرہ ممنوعہ کو تناول کرنے کے مشابہ ہے ترک کرکے متوجہ بحق ہو جاؤ آگے صورت کا غیر معتبر ہونا بیان فرماتے ہیں:۔

چونکہ ریگے آرد شد بہرِ خلیل وانکہ معزول ست گندم اے نبیل

ترجمہ: جب ریت حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے لیے آٹا بن گیا۔ تو اس سے سمجھ لو۔ کہ گیہوں (صورت کے اعتبار سے) متروک ہے اے بزرگ (ریت سے آٹا بن جانا۔ حضرت خلیل اللہ کا معجزہ تھا۔ جس کا تفصیلی حال پیچھے دو جگہ گزر چکا ہے۔

صورت از بیصورت آمد در وجود ہمچناں کز آتشے زاد ست دُود

ترجمہ: صورت بیصورت سے وجود میں آئی ہے۔ جیسے آگ سے دھواں پیدا ہوا ہے
مطلب: جس طرح آگ دھوئیں کے پیدا ہونے کی سبب ہے۔ اسی طرح بیصورت سبب ہے۔ صورت کے پیدا ہونے کی تشبیہ صرف سبب ہونے میں ہے قطع نظر اس سے کہ ان میں سے کوئی بے صورت ہے یا باصورت کیونکہ آگ جس سے دھواں پیدا ہوتا ہے بلاشبہ صورت حسّیہ رکھتی ہے۔ آگے اس بات کی تائید میں کہ صورت نا قابل طلب اور بیصورت قابل طلب ہے۔ صورت کی مذمت اور بیصورت کی تعریف کرتے ہیں:-

کمترین عیب مصوّر در خیال چوں بپایے بینیش آرد ملال

ترجمہ: خیال کے اندر آنیوالی صورت (کے بڑے عیوب کا تو کیا ٹھکانا اس) کا کم سے کم عیب (یہ ہے کہ) جب تم اس کو بار بار دیکھو اور سوچتے رہو)۔ تو (دل میں) ملال پیدا کرتی ہے۔

حیرتِ محض آردت بے صُورتے زادہ صد گوں آلت از بے آلتے

ترجمہ (بخلاف اس کے) بے صورت تمہارے اندر محض حیرت پیدا کرتا ہے (غرض) صدہا قسم کے (باصورت) آلات بے آلت (یعنی بے صورت) سے پیدا ہوئے ہیں۔
مطلب۔ شرح اس کی یہ ہے کہ احاطہ مدرک اور تمام ادراک سے ملال ہوتا ہے اور عدم احاطہ مدرک اور عدم تمام ادراک سے حیرت پیدا ہوتی ہے۔ باصورت میں تو تمام ادراک ہو سکتا ہے اور اس وقت ملال بھی ہو سکتا ہے اور بیصورت میں تمام ادراک نہیں ہوتا پس ملال بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ حیرت ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ حیرت میں ادراک کا شوق بڑھے گا۔ اور شوق میں لذت ہوتی ہے اور ملال کا سبب انقباض ہونا ظاہر ہے۔ پس باصورت کا خاصہ انقباض ہوا اور بے صورت کا خاصہ شوق اور انشراح۔ اگر کوئی کہے کہ ہم کو تو معشوقہ کی صورت سے کبھی ملال نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو خیالی صورت نہ سہی مطلق صورت کا کسی نہ کسی حالت میں موجب ملال ہونا ناقابل انکار ہے اور بمقابلہ اس کے بے صورت سے ملال ہونا کسی حالت میں بھی ممکن نہیں۔ پس بے صورت کی اسی قدر ترجیح ثبوت مدعا کے لیے کافی ہے دوسرے یہاں اصل خاصیت کا بیان کرنا مقصود ہے قطع نظر عوارض سے اور یہاں عدم ملال ایک عارض سے ہے کہ وہ شہوت وغیرہ ہے۔ چنانچہ اکثر بعد قضائے شہوت یہ ملال

مشاہدہ کیا جاتا ہے اور اس عدم ملال کا راز بھی وہی عدم اور ایک تام ہے کہ قضا شہوت سے پہلے خاص لذت کا اور اک نہیں ہوا تھا۔ اس لیے شوق تھا۔ جب یہ اور اک بھی تام ہوگیا۔ تو ملال پیدا ہوگیا (کلبد) یہ صورت و بےصورت کے تفاوت کا ذکر بطور جملہ معترضہ آگیا تھا۔ دوسرے مصرعہ میں اسی سابقہ مضمون کی طرف عود ہے کہ صورت بےصورت کے تابع ہے یعنی بے صورت کے فعل سے صورت بنی اور وہ صورت اپنے ذی صورت کے اندر آلہ افعال ہے چنانچہ حیوان میں ہاتھ پاؤں آنکھ کان اشیاء کو پکڑنے اور چلنے اور دیکھنے اور سننے کے لیے اور غیر حیوان میں مادہ اور صورت شخصیہ اس کے خواص و افعال کے لیے آلہ ہے۔ آگے مختلف عنوانات سے اس کی تفصیل ہے :-

بے زدستے دست ہا بافد ہمے ۔ جان جاں سازد مصوّر آدمے

ترجمہ : وہ (جو صورت سے منزہ ہے یعنی حق تعالےٰ) ہاتھ کے بدوں ہاتھوں کو ترکیب دیتا ہے (یعنی وہ) روح الروح آدمی کو (جو صورت اور آلات والا ہے) باصورت بناتا ہے (روح الروح کے معنی روحوں کو زندگی بخشنے والا مراد حق تعالےٰ)

آنچناں کاندر دلِ از ہجر و وصال ۔ مے شود بافیدہ گوناگوں خیال

ترجمہ : جس طرح دل میں ہجر اور وصال (کے اثر) سے اقسام اقسام کے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔

مطلب۔ اس میں جان جاں سازد مصوّر آدمی کی تشبیہ مقصود ہے۔ یعنی جس طرح ہجر اور وصال جو بے صورت ہیں وہ دماغ میں گوناگوں باصورت خیالات پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ بے صورت تعالیٰ شانہٗ صورتوں کو پیدا کرتا ہے۔ مشبہ بہ کی تحقیق یہ ہے۔ کہ ہجر اور وصال امور اضافیہ سے ہیں صفات حقیقیہ سے نہیں ہیں اس لیے ان کا وجود انتزاعی ہوگا انضمامی نہ ہوگا اور صفات انتزاعیہ کسی مادے میں حلول کئے ہوئے نہیں ہوتیں۔ اس لیے ان کو مادی نہیں کہا جا سکتا۔ پس وہ صفات بے صورت ہیں اور خیال جو دماغ میں حلول کئے ہوئے ہے مادی ہے اس لیے وہ باصورت ہوا اور ہجر کی حالت میں ہجر سے اور وصال کی حالت میں وصال سے مختلف خیالات کا قلب و دماغ میں پیدا ہونا عاشقانہ مذاق والوں کو بخوبی معلوم ہے اسی طرح ایک بے صورت سے باصورت پیدا ہوگیا۔ آگے اس ہجر و وصال اور گوناگوں خیالات کا مصوّر و غیر مصوّر ہونے میں تفاوت بیان فرماتے ہیں۔ جس پر تشبیہ بالا کا مدار ہے :-

ہیچ ماند ایں مؤثر با اثر ؟ ۔ ہیچ ماند بانگ و نوحہ با ضرر ؟

ترجمہ - بھلا کہیں یہ مؤثر (یعنی ہجر و وصال) اثر (مذکور یعنی خیال) کے ساتھ کچھ مشابہت رکھتا ہے بھلا کہیں رونے کی آواز اور نوحہ ضرر کے ساتھ کچھ مشابہت رکھتا ہے (ہرگز نہیں)
مطلب: دوسرے مصرعہ میں بھی بے صورت مؤثر اور باصورت اثر کی نظیر پیش کی ہے۔ کیونکہ جب کوئی ضرر پہنچتا ہے تو آدمی نوحہ و فغاں کرتا ہے پس ضرر مؤثر ہوا جو بے صورت ہیں اور فغان اس کا اثر ہے جو باصورت ہے آگے خود فرماتے ہیں۔

نوحہ را صورت ضرر بے صورت ست . دست خایند از ضرر کش نیست دست

ترجمہ (کیونکہ) نوحہ کی تو صورت ہے (جو ایک مادہ میں حلول کئے ہوئے ہے اور) ضرر بے صورت ہے جو امر اضافی ہے اور کسی مادہ میں حلول کئے ہوئے نہیں (دیکھو ضرر رسیدہ لوگ) ہاتھ چباتے ہیں (اس) ضرر (کے سبب) سے جس کے ہاتھ نہیں ہیں۔
مطلب: دوسرے مصرعہ میں نوحہ کے باصورت اور ضرر کے بے صورت ہونے کی توضیح ایک تا مر عنوان سے کی ہے۔ کہ دیکھو لوگ کوئی ضرر محسوس کرتے ہیں تو اس ضرر کے ہاتھ پاؤں کہاں ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ بے صورت اور غیر مادی ہیں۔ مگر اس ضرر نے لوگوں کو اپنے ہاتھ کاٹنے پر آمادہ کر دیا اور ہاتھ کاٹنے کا مادی و باصورت ہونا ظاہر ہے۔ پس ایک بیصورت نے ایک باصورت پیدا کر دیا۔ یہ سب مثالیں اس خداوند بیصورت تعالیٰ شانہٗ کے اشیاء ذات الصور کو پیدا کرنے کے ثبوت کے لیے پیش کی ہیں۔ مگر اس سے احتمال تھا کہ کوئی شخص مشبہ اور مشبہ بہ کو من کل الوجود مماثل سمجھ لے. جو خلاف واقع ہے آگے اس پر تنبیہ فرماتے ہیں۔

ایں مثل نالائق ست اے مستدل . حیلۂ تفہیم را جہد المقل

لغات: مستدل دلیل پکڑنے والا۔ دلیل پیش کرنے والا طالب گواہ تفہیم سمجھانا جہد المقل نادار کی کوشش جو اس کی مال کمزوری کی وجہ سے غیر بلیغ و کم موثر ہونی لازم ہے۔
ترجمہ: اس طالب شاہد! (بے شبہ) یہ مثل (جو پیش کی گئی ہے صفات حق کے مقام میں پیش کرنے کے) قابل نہیں (ہاں) سمجھانے کی تدبیر کے لیے ایک بازار کی کوشش ہے (کہ اگرچہ اس سے پوری کاربراری نہیں ہوتی مگر مجبوراً اسی کو غنیمت سمجھنا چاہیئے۔

صنع بے صورت نگارد صورتے . تن بروید با حواس و آلتے

ترجمہ (غرض) بے صورت کی صفت صورت کو پیدا کرتی ہے (حتیٰ کہ اس تخلیق سے) بدن حواس و اعضا سمیت بن جاتا ہے (یعنی بدن اعضا و جوارح اور خیالات سمیت پیدا ہو جاتا ہے جو صورت کا مصداق ہے اور خیال کا صورت کے افراد میں داخل اوپر

مصرع ہو چکا)

تا چہ صورت باشد آں بر وفقِ خو　　اندر آرد جسم را در نیک و بد

ترجمہ (وہ قادر مطلق صورت نگاری اس لیے کرتا ہے) تاکہ جونسی بھی صورت ہو وہ صورت (مقتضا کے) جسم کو نیک و بد (افعال) میں لے آئے۔ یہاں سے مراد بقرینہ سیاق، خیال ہے اور خیال کا مدار افعال ہونا ظاہر ہے چنانچہ آگے اس کی تفصیل ہے کہ:۔

صورتِ نعمت بود شاکر شود　　صورتِ محنت بود صابر شود

ترجمہ (اگر) وہ نعمت کی صورت ہو (جو دماغ میں پیدا ہوئی ہو) تو وہ (صاحب خیال) شکر گزار ہو جاتا ہے (اگر) وہ مشقت کی صورت ہو تو وہ (صاحب خیال) صابر ہو جاتا ہے۔
مطلب: شکر و صبر کا محل زبان اور جوارح اور قلب ہے اور یہ سب جسم کے اجزا ہیں اس سے اس قادر مطلق کی قدرت سے صور خیالیہ کا جسم کو آمادہ افعال کر دینا ثابت ہوگیا جو شعر سابق میں مذکور ہے۔ اسی طرح اگلی نظائر میں دیکھ لو:۔

صورتِ رحمے بود بالاں شود　　صورتِ زخمے بود نالاں شود

ترجمہ (اور اگر) رحم کی صورت ہو۔ تو وہ (صاحب خیال خوشی سے) پھول جاتا ہے (اور اگر) زخم کی صورت ہو۔ تو وہ (صاحب خیال) نالاں ہوتا ہے (یعنی اگر یہ خیال آجائے کہ فلاں حاکم ہم پر رحم کرے گا تو پھولے نہیں سماتے اور اگر یہ احتمال ہوتا ہے کہ فلاں دشمن کوئی وار کرے گا۔ تو اپنے خیر خواہوں کے پاس رونا چلانا شروع کر دیتے ہیں)

صورتِ شہرے بود گیرد سفر　　صورتِ تیرے بود گیرد سپر

ترجمہ (اگر اس کے خیال میں) کسی شہر کا تصور (آگیا) ہو تو (اس کی طرف) سفر اختیار کرتا ہے۔ اگر کسی تیر (کے آنے) کا تصور ہو تو (پہلے ہی اس کی روک تھام کے لیے) ڈھال اٹھا لیتا ہے

صورتِ خوباں بود عشرت کند　　صورتِ غیبی بود خلوت کند

ترجمہ: اگر حسینوں کی صورت (نقش دل) ہو تو (ان کے وصل کے لیے) عیش و عشرت کا سامان کرتا ہے۔ اگر تجلیات (وواردات وغیرہ کی) کوئی صورت غیبی (خیال میں آگئی) ہو۔ تو (اس تحصیل کے لیے) خلوت (اختیار) کرتا ہے۔

صورتِ محتاجی آرد سوئے کسب　　صورتِ بازو وری آرد بغصب

ترجمہ (اسی طرح) محتاجی کی (خیالی) صورت کمانے پر آمادہ کرتی ہے (اور اپنے) قوی باز

ہونے کا تصوّر چھینا جھپٹی پر آمادہ کر دیتا ہے مگر جب اپنی کمزوری محسوس ہو تو ایسی جرأت نہیں ہوگی،

ایں ز حد و اندازہا باشد بروں   داعیِ فعل از خیالِ گونا گوں

ترکیب ۔ این رسم اشارہ کا مشارالیہ داعی فعل الخ ہے ۔ داعی فعل مبین از بیانیہ اور خیال گوناگوں اس کا بیان ہے ۔

ترجمہ : یہ مقتضی فعل (جو) گوناگوں خیال (ہے) حدو اندازہ سے باہر ہے ۔ (یعنی جو خیالات محرک افعال ہیں اُنکے نظائر بے شمار ہیں ۔ چنانچہ :۔)

بے نہایت کیشہا و پیشہا   جملہ ظلّ صورتِ اندیشہا

ترجمہ : بے انتہا مذاہب اور (ان گنت) پیشے سب (کے سب) صورت خیالات کے ظل (اور اثر) ہیں ۔

بر لبِ بام ایستادہ قوم خوش   ہر یکے را بر زمیں بیں سایہ اش

ترجمہ (پس خیال کے سبب ہونے اور افعال ہونے سبب ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے) کوئی جماعت محل کی منڈیر پر خوش کھڑی ہے ان میں سے ہر شخص کے سایہ کو تم زمین پر دیکھ لو (آگے اس مثال کو ممثل لہٗ کے ساتھ چسپاں کرتے ہیں)

صورتِ فکر ست بر بامِ مشید   واں عمل چوں سایہ بر ارکاں پدید

ترجمہ (پس) صورتِ فکر (دماغ کے) بلند محل پر ہے اور وہ فعل (جو اس سے پیدا ہوا) سایہ کی طرح اعضا پر ظاہر ہے ۔

فعل بر ارکان و فکرت مکتتم   لیک در تاثیر و وصلت دو بہم

ترجمہ (فعل کو اعضا پر ظاہر اس کے کہا کہ) فعل تو ارکان پر ظہور پذیر ہے (جو محل افعال ہیں) اور فکر پوشیدہ ہے ۔ لیکن تاثیر اور اتصال میں دونوں اکٹھے ہیں ۔

مطلب ۔ فکر کی پوشیدگی باعتبار محل بھی ہے جو دماغ ہے اور وہ خود اپنی صورت نوعیہ کے اعتبار سے بھی پوشیدہ ہے کیونکہ وہ محسوس نہیں ہوتا ۔ اگرچہ محل یعنی دماغ کا مشاہدہ بھی کیا جائے اور انصاف اور قیام کے اعتبار سے بھی پوشیدہ ہے تو گو ظاہر ہونے اور پوشیدہ ہونے کے لحاظ سے دونوں میں فرق ہے ۔ لیکن موثر پر اثر مترتب ہونے میں دونوں مقارن ہیں ۔ یعنی عمل کے وقت اس عمل کا خیال ہونا لازم ہے ۔ خواہ وہ خیال اسی وقت حادث ہوا ہو یا پہلے سے حادث ہو کر اس وقت تک

باقی ہو۔ پس جب خیال کا ہونا عمل کے لیے شرط ہے تو عمل کا وجود خود خیال کے وجود کی دلیل ہے۔ اس لیے خیال کے پوشیدہ و مکتتم ہونے سے اس کے وجود کا انکار نہ کرنا چاہیئے۔ یہاں تک صورت کا بے صورت کے لیے تابع ہونا مذکور ہوا۔ اس طرح سے کہ بے صورت علت فاعلی ہے صورت کی آگے اس صورت کا بے صورت کے لیے تابع ہونا مذکور ہوتا ہے۔ اس طور پر کہ بیصورت علت غائی ہے صورت کی چنانچہ فرماتے ہیں:۔

آں صُوَر در بزم کز جامِ خوشی ست ۔ فائدہ او بے خودی و بیہشی ست

ترجمہ (مے نوشی کی) بزم میں جو صورتیں جام خوشی سے (حاصل ہوتی) ہیں ان کا فائدہ اور علت غائی بے خودی اور بے ہوشی ہے (صورتوں سے اور افعال متعلقہ مینوشی مثلاً ساقی سے فرمائشیں کرنا دورِ ساغر چلنا شرب مے۔ تناول نقل وغیرہ بیہوشی و بیخودی ایک امر عدمی و اضافی ہیں اس لیے بے صورت ہے اور ایسے امور کا با صورت ہونا پیچھے مذکور ہو چکا ہے۔

صُورتِ مرد و زن و لعب و جماع فائدہ اش بیہشی وقتِ وقاع

لغات۔ لعب ہنسی کھیل۔ دل لگی۔ خوش فعلی وقاع بکسر واؤ ہم بستری

ترجمہ (اسی طرح) مرد و زن اور (ان کی) خوش فعلی اور جماع کی صورت کا فائدہ (اور علت غائی وہ) بیہوشی (طاری کر دینے والی لذت) ہے (جو) ہم بستری کے وقت حاصل ہوتی ہے)

صورتِ نان و نمک کاں نعمت ست فائدہ اش آں قوتِ بے صُورت ست

ترجمہ (اسی طرح) نان و نمک کی صورت جو کہ نعمت ہے اس کا فائدہ (اور غایت) وہ قوت ہے جو غذ(اسے حاصل ہوتی ہے اور وہ) بے صورت ہے (فائدہ اش کو یہاں بضرورت وزن فائدش پڑھنا چاہیئے۔

در مصاف آں صورتِ تیغ و سپر ۔ فائدہ اش بے صورتے یعنے ظفر

ترجمہ (اسی طرح) جنگ میں اس تیغ و سپر کی صورت (کا حال ہے کہ فائدہ ایک بے صورت یعنی فتح ہے۔

مدرسہ تعلیم و صُوَرتہائے وَے چوں بدانش متصل شد گشت طے

ترجمہ (اسی طرح جب تعلیم کی درسگاہ اور اس کی متعلقہ صورتیں (یعنی کتب وغیرہ اسباب تعلیم) علم کے ساتھ متصل ہو گئیں تو وہ (صورتیں) ختم ہو گئیں۔

مطلب ان صورتوں کے علم کے ساتھ متصل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ علم ان پر مرتب ہو گیا۔ جو مدرسہ اور اسباب تعلیم کی غایت اور ان صورتوں کے ختم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان اسباب کے ساتھ اس حیثیت خاصہ سے تعلق نہ رہا۔ جیسے کہ حصولِ غایت کے بعد وسائط سے تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ مثلاً منزل پر پہنچ کر سواری چھوڑ دی جاتی ہے اور یہ علامت ہے علم کے غایت ہونے کی اور وہ بے صورت ہے۔ بایں یعنی کہ غیر محسوس ہے نہ بایں یعنی کہ غیر حال فی المادہ ہے کیونکہ قول مشہور پر یہ مقولہ کیف سے ہے صفت منضمہ ہے۔ پس انسان مادی میں جو علم ہوگا وہ حال فی المادہ ہوگا اسی طرح اوپر کے شعر میں جو قوت کو بے صورت کہا ہے تو غیر محسوس ہونے کے اعتبار سے کہا ہے۔ نہ یہ کہ وہ کسی مادہ میں حال نہیں۔ کیونکہ اس حلول مادہ میں بالکل عیاں ہے۔ پس یہ دونوں مثالیں کلیہ مذکور کے افراد نہیں ہیں۔ بلکہ اس کی نظیریں ہیں۔ یعنی اس کلیہ کے افراد کی بے صورتی ان کے عدم حلول فی المادہ کے اعتبار سے تھی اور ان دونوں کی بے صورتی غیر محسوس ہونے کے لحاظ سے ہیں۔ ہاں اگر قول بعض کی بنا پر علم کو مقولہ اضافت سے سمجھا جائے تو وہ امور اضافیہ میں شامل ہو کر بے صورت بمعنے غیر حال فی المادہ قرار پا سکتا ہے۔ یہاںتک صورت کا بیصورت کے لیے بحیثیت فاعل یا غائب ہونے کے تابع ہونا بیان فرما چکے۔ اب اس تابعیت پر تفریع ہے:۔

این صُوَر چُوں بندۂ بے صُورت اند پس چرا در نفیِ صاحب نعمت اند

ترجمہ: جب یہ صورتیں بے صورت کی تابع ہیں تو پھر کس لیے صاحب نعمت کے انکار میں ہیں (جیسے دہریہ لوگ صانع تعالٰے کے منکر ہیں۔ آگے بھی اس کی تاکید ہے)

پس صُوَر ہا بندۂ بے صُورت اند پیش او رویند و در نفیِ اوفتند

ترجمہ (جب تابعیت کے دلائل قابل تسلیم ہیں، تو ثابت ہوا کہ) صورتیں بے صورت کی تابع ہیں (پر تعجب ہے کہ اسی کے تصرف سے) اسی کے سامنے تو پیدا ہوں اور (اسی کی) نفی پر جھک پڑیں (ہماری بلی ہمیں سے میاؤں)

مطلب۔ ایک اور بقصیہ سے دوسری طرح ترجمہ بھی ہو سکتا ہے۔ جس میں مصرعہ اولیٰ کے مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ یعنی ان صورت والوں کے بندہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ اسی کے سامنے پیدا ہوتے ہیں اور اس کے سامنے عدم میں جا پڑتے ہیں۔ (لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ (الحدید ع ۱) مگر پہلی بقصیہ سیاق و سباق کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔

این صُوَر دارد زِ بے صُورت وُجُود چیست پس بر مُوجدِ خویشش جحُود

ترجمہ (یہ صورتیں بے صورت (کی قدرت) سے (ہی) وجود رکھتی ہیں (پھر) ان کو اپنے

پیدا کرنے والے سے انکار کیوں ہے؟ (آگے خود منکر کے انکار سے وجودِ صانع پر استدلال کرتے ہیں)

خود ازو یابد ظہور انکارِ اُو نیست غیرِ عکسِ خود ایں کارِ اُو

ترجمہ: اس (منکر) کا (یہ) انکار (بھی) خود اس (صانع) میں سے ظہور پاتا ہے (اور) اس (صانع) کا یہ فعل سوائے اس کے اپنے عکس (اور اثر کے) نہیں۔

دور اور تسلسل کا بطلان

مطلب یعنی منکر کا انکار بھی اس صانع کا پیدا کردہ ہے۔ دونوں مصرعوں کا مضمون ایک ہی ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ انکار حادث ہے اور ہر حادث کے لیے محدث اور فاعل کی ضرورت ہے۔ پس وہ محدث خود حادث تو ہو نہیں سکتا ورنہ اس سے دور یا تسلسل لازم آئے گا۔ یعنی وہ محدث اگر حادث ہوا۔ تو پھر اس کا کوئی محدث چاہئے۔ پھر اگر وہ بھی حادث ہوا تو اس کا بھی محدث چاہئے۔ اگر اسی طرح حادث و محدث کا سلسلہ غیر متناہی چلا جائے تو یہ تسلسل ہے۔ جو باطل ہے۔ پس لامحالہ محدِث قدیم ہوگا تو اس انکار کا پیدا کرنے والا قدیم ہُوا اور منکر کی زبان پر اس قدیم کا پیدا کیا ہُوا انکار حادث ہوگا۔ آگے پھر عود ہے۔ اس سابقہ مضمون کی طرف کہ صورت علتِ فاعلیہ ہے۔ صورت کے لیے۔

صُورتِ دِیوار و سقفِ ہر مکان سایۂ اندیشۂ معمار داں

ترجمہ۔ ہر مکان کی دیوار اور چھت کی صورت کو معمار کے خیال کا سایہ سمجھو۔

گرچہ خود اندر محلِّ افتکار نیست سنگ و چوب و خشتے آشکار

ترجمہ۔ اگرچہ محل فکر (یعنی ذہن) عین پتھر اور لکڑی اور اینٹ نمایاں نہیں ہے۔

مطلب۔ معمار کے ذہن میں تعمیر کے طرز و انداز کا ایک خیال پیدا ہوتا ہے تو یہ خیال بے صورت ہے۔ پھر اس کے اثر سے جو خارج میں اینٹ پتھر اور لکڑی کی ایک تعمیر تیار ہو جاتی ہے۔ وہ باصورت ہے اور اس بے صورت خیال کا سایہ یعنی اثر ہے۔ اگرچہ ذہن کے اندر جہاں وہ موثر یعنی خالی تعمیر تھا۔ اینٹ پتھر وغیرہ کا وجود نہ تھا وہی خیال علت فاعل ہے تعمیر کی۔ اس شعر میں اندیشہ و خیال کو بے صورت کہنا جس کو پیچھے باصورت ثابت کر چکے ہیں بمعنی غیر محسوس ہے۔ نہ اس معنی میں کہ وہ کسی مادہ میں حلول کئے ہوئے نہیں ہے۔ آگے تمام مقام کا خلاصہ ہے:۔

فاعلِ مطلق یقیں بے صُورت ست صُورت اندر دستِ او چوں آلت ست

ترجمہ: (غرض) فاعل مطلق یقیناً بے صُورت ہے (اور) اس کے ہاتھ میں ایک آلہ کی مانند (محض تابع) ہے (آگے عارفین پر حق تعالےٰ عارفین پر حق تعالےٰ کا ذوقاً و وجداناً

ظاہر ہونا بیان فرماتے ہیں جس سے عام لبیں فیض پاتے ہیں۔

گہ گہ آں بے صورت از کتم عدم مر صوَر رُو نماید از کرم

ترجمہ (گو) وہ بے صورت (عام نگاہوں سے مخفی ہے مگر) کبھی کبھی پردۂ غیب سے ازراہ کرم (بعض) صورتوں کو (اپنی) تجلی دکھا دیتا ہے

مطلب: عدم سے یہاں مراد علیہ اضافی یعنی غیب ہے بعض صورتوں سے مراد انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اکرام رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔ ازکرم کے لفظ میں عدم استحقاق وجوبی کی طرف اشارہ ہے۔ جس کے معتزلہ قائل ہوتے ہیں۔ تجلی سے مراد انکشاف ذوقی ہے آگے اس تجلی سے بوساطت حضرات مذکورین عام طالبین کے منتفع ہونے کا ذکر ہے:۔

تا مدد گیرد از و ہر صورتے از کمال و از جمال و قدرتے

ترجمہ (وہ ان حضرات کو تجلی اس کی دکھاتا ہے) تاکہ اس کے توسل سے ہر (عام) صورت (حق جل شانہٗ کے) کمال اور جمال اور قدرت (کے فیض) سے مدد حاصل کرے۔

مطلب: یعنی عام لوگ جو عدم استعداد کی وجہ سے براہ راست اس تجلی سے منتفع نہیں ہوسکتے وہ ان حضرات کے توسل سے حق جل شانہ کی صفات سے فیض حاصل کریں۔ پس ازو میں حرف از بمعنی بواسطہ ہے اور ضمیر کا مرجع صُوَر ہے۔ جو "مر صور را رونماید" میں مذکور ہے اوپر سے قصد صورت کی جو مذمت چلی آتی تھی۔ ان دو شعروں کا مضمون گویا اس سے استدراک ہے۔ یعنی صورت قصد کرنا مذموم تو ہے۔ لیکن جس صورت کے ذریعہ سے اس بیصورت کی طرف پہنچنا متوقع ہو۔ وہ اس سے مستثنٰے ہے کیونکہ اس کا قصد بالذات بے صورت ہی کا قصد ہوتا ہے۔ اس کے بعد واضح ہو کہ اس تجلی کے دو مرتبے ہیں ایک نفس تجلی۔ دوسری غلبہ تجلی۔ مرتبہ اولیٰ تو ان حضرات کو دواماً حاصل ہوتا ہے اور مرتبہ ثانیہ دائماً نہیں ہوتا آگے اس مرتبہ ثانیہ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

باز بے صورت چو پنہاں کرد رُو ۔ آمدند از بہرِ گد در رنگ و بُو

لغات گد بفتح کاف فارسی مخفف گویہ از لطائف۔ گویہ بکسر کاف فارسی گدائی از برہاں (غیاث)

ترجمہ۔ پھر (اس) بے صورت نے جب (تجلی کے) رُخ کو چھپا لیا تو (اس وقت) وہ حضرات گدائی کے لیے رنگ و بُو میں آگئے۔

مطلب۔ جب ان پر تجلیات کا غلبہ نہیں رہتا جیسے کہ کاملین کو کبھی کبھی پیش آتا ہے۔ تو وہ حضرات لوازم بشریہ کے محتاج ہونے کی محتاج ہونے کی وجہ سے اسباب طبعیہ کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ غلبہ تجلی کے وقت تو لوازم بشریت مغلوب

ہوتے ہیں اور علیہم غلبہ کے وقت وہ لوازم پھر ظاہر ہو جاتے ہیں ۔ صاحب کلید فرماتے ہیں کہ شاید یہ حکم اس لیے بیان کر دیا ہو کہ کوئی اُن کے خواص بشریہ کو دیکھ کر ان کی نسبت مع اللہ میں شبہ نہ کرے اور ان سے استفاضہ بند نہ کر دے ۔ کیونکہ عدم غلبہ مستلزم عدم تعلق کو نہیں (انتہیٰ) آگے بھی اس مضمون کا اجمالاً اعادہ ہے :۔

صُورتے از صُورتِ دیگر کمال — گر بجوید باشد آں عینِ ضلال

ترجمہ : اگر ایک صورت دوسری صورت سے کمال کی طالب ہو ۔ تو وہ عین گمراہی ہے

جز مگر آں صُورتے کاں میرِ راد — بابتِ ارشاد کردش از وداد

لغات : میر حاکم راد سخی ۔ بہادر مراد عظیم القدر بابت لائق (غیاث)
ترجمہ مگر سوائے اس صاحب صورت کے جس کو اس حاکم عظیم تعالیٰ شانہٗ نے (اس) محبوبیت کی وجہ سے (لوگوں کی) ہدایت کے لائق بنایا ہے ۔

پس چہ عُرضہ مے کنی اے بے ہنر — احتیاج خود بمحتاجِ دگر

ترجمہ : پس اے باہنر تو اپنی محتاجی کو دوسرے محتاج کے کیا پیش کرتا ہے ۔
انتباہ ۔ آگے صورت سے حق تعالےٰ کی تنزیہ بیان کرتے ہیں ۔ جیسے کہ پہلے بھی اس کو بے صورت کہتے آئے ہیں ۔ پس ہر مضمون گویا بے صورتی کے مضمون کا اعادہ ہے ۔ اور اس سے بعض اہل سلوک کی اصلاح بھی مقصود ہے جو حق تعالےٰ کو کسی تجلی مثالی یا اپنے خیال کے مطابق اعتقاد کرتے ہیں ۔ چنانچہ فرماتے ہیں :۔

چُوں صُوَر بندہ است بر یزداں مگو — ظن مبر صُورت بہ تشبیہش مجو

ترجمہ : جب صورتیں بندہ (اور محتاج) ہیں تو حق تعالےٰ پر (زبان سے بھی) اس کا اطلاق نہ کرو ۔ (اور دل سے بھی) صورت کا گمان نہ کرو (نیز) اس کو تشبیہ کے ذریعہ سے (بھی) نہ ڈھونڈو ۔

مطلب : زبان سے اس پر صورت کا اطلاق نہ کرنا اور دل سے اس قسم کا گمان نہ نہ کرنا تو عمل و اعتقاد کا درجہ ہوا ۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ اعتقاد کے بدوں بھی قصداً اس کو کسی ذی صورت مثلاً دریا و آفتاب وغیرہ کے ساتھ مشابہ تصور کر کے اس تشبیہ سے مراقبات میں کام نہ لو ۔ گو بعض تمثیل کے لیے ۔ بعض مشائخ کے کلام سے اس کی اجازت معلوم ہوتی ہے ۔ مگر اکثر کے لیے موجب مفسدہ ہی ہے ۔ اسی لیے محققین حال بھی اس سے منع فرماتے ہیں (کلید) غرض نہ قولاً نہ اعتقاداً اور نہ بتصور اختیاری کی طرح بھی اس کو ذی صورت قرار نہ دے بلکہ :۔

حق تعالے کے لئے کسی قسم کی صورت کے اعتقاد کرنے سے نہی

در تضرّع جوے و در افنائے خویش کز تفکّر جز صُوَر ناید بہ پیش

ترجمہ - تضرّع میں اور اپنے آپکو فنا کرنے میں اس کو طلب کرو - کیونکہ تفکر سے (اکثر) سوائے صورتوں کے کوئی چیز پیش نہ آئے گی -

مطلب : یعنی مجاہدہ سے اپنی نفی اصطلاحی کرو تو تجلی بے کیف میسر ہوگی جس میں کسی قید خیالی کو بھی استقرار نہ ہوگا - گو کوئی توجہ قید خیال سے تو خالی نہ ہوگی لیکن عدم استقلال کے سبب ملار کے ساتھ فوراً خلا ربھی ہوتا جائے گا - پس حالت اسی کے مشابہ ہوگی کہ گویا کوئی قیدِ خیال میں بھی نہیں - بخلاف غیر حالت مجاہدہ کے کہ خیال خاص کو استقرار ہوگا اور وہ بھی صورت ہے - جیسے کہا گیا ہے کہ کل ما خطر ببالک فھو ھالک واللہ اجلّ و اعلیٰ من ذالک مصرعہ اولیٰ میں یہی عدم استقرار اور مصرعہ ثانیہ میں یہی استقرار مراد ہے - استقرار کو تصوّر اختیاری کہنا چاہیئے - جو ممنوع ہے - اختیاری کی قید اس لیے لگائی گئی کہ اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ بدون اختیار کے اس کو کسی نہ کسی قید کا حق تعالےٰ کے لیے ضرور خیال آجاتا ہے اور بدون اس قید کے حق تعالےٰ کا تصور اس کو ہوتا ہی نہیں - تو وہ معذور ہے اور اس کے لیے اس کی اجازت ہے - آگے مولانا اسی کو فرماتے ہیں :

اضطراراً حق تعالےٰ کے لیے کسی صورت کا خیال آجانے کی اجازت

ور زغیرِ صُورتت نبود رہِ صورتے کاں بے تو زاید در تو بہ

لغات رہ بکسر تیں و تخفیف را مہملہ و ہاں ملفوظ بروزن گرہ بمعنے زیادتی و غلبہ و سبقت و ظفر و بمعنے زیادہ و افزوں و غالب و مظفر (غیاث پہلے بھی اس لفظ کی تشریح گزر چکی ہے -

ترجمہ : (تم اختیار سے تو ایسا مت کرو) اور (ہاں) اگر صورت (کا تصور کئے) بدوں تم کو (متوجہ الی اللہ ہونے پر) کامیابی نہیں ہوتی - تو جو صورت تمہارے (تصور اختیاری کے) بدون تمہارے اندر پیدا ہو وہ بہتر ہے (لقولہ تعالیٰ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا - آگے پھر بے صورت کے صورت کے لیے نہایت ہونے کے گزشتہ مضمون کی طرف عود ہے - جو شعر آں صور در بزم الخ سے شروع ہوا تھا)

صُورتِ شہرے کہ آنجا مے روی - ذوقِ بے صُورت کشیدت اے روی

لغات - روی بروزن مغیل - آخر میں یا ے مشدّد ہے - سیراب تازہ (غیاث)

ترجمہ - تم جس صورتِ شہر کا عزم کر کے جا رہے ہو - اے سیراب (اُس طرف) تم کو ایک ذوق لیے جا رہا ہے - جو بے صورت ہے -

مطلب - آدمی کسی شہر کی طرف جاتا ہے - تو اس مقصود پر کامیاب ہونے کا ذوق

اس کو ہے جا رہا ہوتا ہے جو اس شہر سے وابستہ ہوتا ہے۔ وہی ذوق اس کی غایت ہے شہر باصورت ہے اور ذوق بے صورت جب یہ بات ہے تو :۔

پس بمعنے میروی تالامکان — کہ خوشی غیر زمان ست و مکان

ترجمہ : تو (اس شہر کی طرف جانے میں گو ظاہراً تم ایک مکان کی طرف کہ صورت ہے جا رہے ہو۔ لیکن) باطناً تم الامکان کی طرف (کہ اس کی غایت اور بے صورت ہے) جا رہے ہو کیونکہ خوشی (وذوق) غیر زمانی وغیر مکانی ہے (جس کی شرح آگے آتی ہے)

صورتِ یارے کہ سوئے او شوی — از برائے مونسی اش میروی

ترجمہ (اسی طرح) کسی دوست کی صورت (کو لو) جس کی طرف تم جا رہے ہو (تو بظاہر تم صورت کی طرف جا رہے ہو مگر فی الواقع) اس کے انس کی وجہ سے جا رہے ہو۔

پس بمعنے سوئے بے صورت شوی — گرچہ زاں مقصود غافل آمدی

ترجمہ پس (ان ہر دو مواقع میں) باطناً تم بے صورت کی طرف جا رہے ہو۔ اگرچہ اس مقصود (بے صورت) سے تم غافل ہو (اور سمجھ رہے ہو کہ میں صورت کے قصد سے جا رہا ہوں)

مطلب ۔ ان چاروں شعروں میں ذوق وخوشی اور مونسی کو بے صورت قرار دیا ہے اور ان کو بے صورت ہونے کی بنا پر غیر زمانی ومکانی کہا ہے۔ اگر ان مفہومات کی تفسیر ایسی کی جائے جس سے وہ صفات انتزاعیہ اور امور اضافیہ قرار پائیں۔ تو یہ حکم ظاہر ہے کیونکہ جب وہ کسی مادہ میں حلول کئے ہوئے نہ ہونگے تو مکانی بھی نہ ہونگی اور زمانی ہونا چونکہ موجود ہونے کی فرع ہے اور امور اضافیہ کا وجود فی نفسہ نہیں ہوتا اس لیے زمانی بھی نہ ہوں گی اور اگر ان کی تفسیر صفات انضمامیہ سے کی جائے تو اس حکم کی توجیہ یہ ہوگی کہ ان اوصاف کی صورت شہر اور دوست کی صورتوں کی طرح نہیں ہے۔ وہ اوصاف اُن کے مقابلہ میں بمنزلہ بے صورت کے ہیں۔ کیونکہ شہر اور دوست تو جوہر ہونے کی وجہ سے بلاواسطہ مادی اور متحیز ہیں اور یہ اوصاف اعراض ہونے کی وجہ سے اپنے محل کے واسطہ سے مادی ومتحیز ہیں بلاواسطہ نہیں۔ اس کے محل کے مقابلہ میں ان کو بے صورت کہدیا ۔ پیچھے جو صورت کے غیر مطلوب اور تابع ہونے اور بے صورت کے متبوع اور مطلوب ہونے کا مضمون چلا رہا ہے۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ حق تعالے ہی مطلوب حقیقی ہے اب یہاں جو ذوق کا ذکر آیا ہے تو اس سے بطور تفریع حق تعالے کی مطلوبیت کو بیان فرماتے ہیں۔

پس بحقیقت حق بود معبود کل — کز پئے ذوق است سیران سبل

لغات ۔ معبود کل سب کا معبود جسکی عبادت سب کرتے ہیں سیران بفتح سین چلنا طے کرنا یا یہ لفظ سیر ہوگا سُبل جمع سبیل راستے۔ ترجمہ : پس (اس سے ثابت ہوا کہ) درحقیقت حق تعالے ہی معبود کل

ہے۔ کیونکہ ذوق کے لیے (سب) راستوں کا چلنا (ہوتا) ہے۔

مطلب: بحر العلوم میں اس شعر کا یہ مجمل (سادہ) مطلب یوں لکھا ہے کہ واقع میں سوائے کہ واقع میں سوائے حق کے کوئی معبود نہیں اگرچہ صورت کی پرستش سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام صُور میں حق کا ظہور ہے۔ انتہیٰ مگر کلید مثنوی میں نہایت نکتہ خیز اور پر مغز مطلب لکھا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ اس تمام بیان سے یہ مقصود ہے کہ حق تعالےٰ ہی معبود کل ہے۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ ہر شخص کسی چیز کی طرف جو قصداً جاتا ہے تو اس کا مطلوب ذوق ہوتا ہے۔ جیسے کہ پیچھے شہر یا دوست کی طرف جانیوالے کے ذکر میں بتایا گیا ہے۔ وہ شخص اس چیز کو ذوق عطا کرنے والی سمجھتا ہے اور وہاں جاتا ہی اسی غرض سے ہے کہ وہ اس کی ذات معطی ذوق ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت معطی ذوق حق تعالےٰ ہے۔ پس اس شخص کا معطی ذوق کی طرف جانا فی الواقع خداوند تعالےٰ کی طرف جانا ہوا۔ کیونکہ یہ صفت الٰہی کی ہے اور جب دنیا میں ہر مخلوق کسی نہ کسی ذوق کو اپنا مطلوب رکھتی ہے۔ پس گویا کل مخلوق خدا کی عبادت گزار ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ (بنی اسرائیل ۴۴) کلید مثنوی میں لکھا ہے کہ بس سب اسی کے عابد ہوئے پھر اگر عابد کو اس کی خبر نہ ہو۔ جیسا کہ شعر بالا "گرچہ ز ان مقصود غافل آمدہ ایم" میں مذکور ہے۔ اس وقت یہ عبادت اضطراری و تسخیری کہلاتی ہے اور اللہ تعالےٰ کے قول میں وہی مراد ہے کہ بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ اور اگر عابد کو اس کی خبر ہو تو وہ عبادت اختیاری اور تشریعی کہلاتی ہے۔ پس ان عابدین بالاختیار میں مراتب مختلف ہیں۔ بعض وہ ہیں۔ جن کی توجہ الی الحق بواسطہ افعال حق ہے۔ بعض وہ جن کی طلب اور توجہ بواسطہ صفات حق ہے اور بعض وہ جن کی طلب اور توجہ الی الحق بلا کسی خاص واسطہ کے خاص ذات کی طرف ہے اوّل درجہ عوام کا ہے دوسرا خواص کا (یہ بہتر) اخص الخواص کا تیسرے درجہ کا بلا واسطہ ہونا بایں معنی نہیں کہ افعال و صفات تصوّر میں بھی مرآۃ نہیں ہوتے کیونکہ تصور بکنہہ تو ممتنع ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ افعال و صفات کی طرف التفات نہیں ہوتی۔ جس طرح درجہ دوم میں خواص عابدین کو افعال کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ جس طرح درجہ دوم میں خواص عابدین کو افعال کی طرف توجہ نہیں ہوتی (انتہیٰ) آگے مولانا انہی درجوں کو بیان کرتے ہیں یعنی بعض تو غافل ہونے کی وجہ سے محض عابد تسخیری ہیں۔ جن کا اس شعر اور شعر سابق میں ذکر ہے اور بعض متوجہ و عابد اختیاراً ہیں لیکن ۔

لیک بعضے رُو بسوئے دُم کردہ اند　گرچہ سر اصل ست سر گُم کردہ اند

ترجمہ: لیکن بعض نے تو دم کی طرف توجہ کی ہے (اور) اگرچہ سر اصل ہے (مگر) انہوں نے سر کو فراموش کر دیا ہے۔

مطلب - دم چونکہ بالکل ادنےٰ اور تابع ہوتی ہے۔ اس لیے افعال کو اس سے تشبیہ

دی ہے کہ وہ حدوث کی وجہ سے صفات سے کم درجہ اور ان کے تابع ہوتے ہیں۔
چنانچہ صفات کا افعال کے لیے منشا ہونا ظاہر ہے اور سر سے صفات کو تشبیہ دی ہے

لیک آں سر پیشِ این ضالانِ گم ۔ مے دہد دادِ سرے از راہِ دُم

ترجمہ: لیکن (چونکہ ان کی استعداد اسی قدر ہے۔ اس لیے ان کی یہ توجہ بھی مقبول ہوتی ہے اور) وہ سران بیقاعدہ کام کرنے والے فراموش کار لوگوں کے آگے سر کی (مخصوص) عطا دُم کے راستے سے عطا کرتا ہے۔

مطلب:۔ سر سے مراد صفات ہیں جیسے کہ ابھی اوپر مذکور ہوا ہے مطلب یہ کہ عوام گو افعال کی طرف متوجہ ہیں جس کا مقتضا یہ تھا کہ یہ مخصوص صفات سے محروم رہتے۔ کیونکہ صفات کا حق انہوں نے ادا ہی نہیں کیا۔ مگر صفاتِ الٰہیہ ان کو توجہ الی الافعال کے واسطے سے وہی فیوض و برکات عطا فرماتے ہیں جو صفات کی طرف توجہ کرنے کے واسطے سے عطا ہوتی ہیں چونکہ منشاء فیوض صفات الٰہیہ ہیں۔ جیسے اہل فن میں مشہور ہے۔ اس لیے عطا دادن کو صفات کی طرف منسوب کیا

آں ز سر مے یابد آں داد ایں زدُم ۔ قوم دیگر پا و سر کردند گم

ترجمہ (خلاصہ یہ کہ) وہ (ایک) شخص (جو صفات کی طرف متوجہ ہے) یہ عطا سر سے پاتا ہے (اور) یہ (شخص مذکور جو افعال کی طرف متوجہ ہے) دُم سے پاتا ہے ایک اور جماعت نے پاؤں اور سر (دونوں) گم کر دئے (یعنی وہ افعال و صفات سے آگے نظر بڑھا کر ذات کی طرف متوجہ ہو گئے۔ آگے ان کی فضیلت بیان کرتے ہیں)

چونکہ گم شد جملہ جملہ یافتند ۔ از گم آمد سُوئے گل بشتافتند

ترجمہ:۔ چونکہ (ان کی نظر سے) سب گم ہو گئے۔ اس لیے انہوں نے سب کو پالیا۔ گم (اور فنافی الذات) ہونے کے سبب وہ کل کی طرف دوڑے۔

مطلب۔ ان کو ذات پر سوا اور کسی التفات نہ رہی۔ اس کی برکت سے ان کو وہ فیوض برکات بھی حاصل ہو گئیں۔ جو افعال و صفات کے مراقبات سے حاصل ہوتی ہیں۔ چونکہ ذات سب کا مبدء ہے اس لیے اس کا حاصل ہونا سب کا حصول ہے۔ شعر این قدح ہائے صور کم و بیش سنت الخ سے لیکر یہاں تک چھپن اشعار کے معانی تحریر کرتے ہیں اگرچہ دیگر شروح بھی زیر نظر رہی ہیں۔ مگر زیادہ تر کلید مثنوی کی تقریروں سے نقل و اقتباس کیا گیا ہے کیونکہ اس مقام کو آں حضرت شارح نے جس خوبی کے ساتھ مولانا کے بحرِ افکار میں مستغرق ہُوا لکھا ہے اور جو تحقیقات رائقہ اور تدقیقات فائقہ سپرد قلم کی ہیں وہ بات کسی شرح میں نہیں ہے آگے عود میں قصّہ کی طرف:۔

دیدن آں سہ پسر شاہ در قلعہ ذات الصُّوَر نقش رُوے دختر شاہ

بادشاہ کے ان تینوں بیٹوں کا قلعہ ذات الصور میں شاہ چین کی بیٹی کی تصویر دیکھنا

چین را و بیہوش شدن ہر سہ برادر و در فتنہ افتادن و تفحص کردن

اور تینوں بھائیوں کا بیہوش ہو جانا اور فتنہ میں پڑنا　　　اور تحقیق کرنا

کہ ایں صورت کیست

کہ یہ تصویر کس کی ہے

ایں سخن پایاں ندارد آں گروہ　　　صورتے دیدند با فر و شکوہ

ترجمہ - یہ (مطالب ذات کی افضلیت کا) مضمون انتہا نہیں رکھتا (اس لیے ہم قصہ کی طرف عود کرتے ہیں کہ) اس جماعت نے ایک تصویر دیکھی نہایت آن بان کی۔

خوب تر زاں دیدہ بودند آں فریق　　　لیک زیں رفتند در بحرِ عمیق

ترجمہ (اور گو) اس جماعت نے اس سے بھی زیادہ حسین دیکھے تھے لیکن اس سے وہ (حیرت) کے ایک گہرے سمندر میں ڈوب گئے۔

زانکہ افیوں شاں دریں کاسہ رسید　　　کاسہا محسوس و افیوں ناپدید

ترجمہ - کیونکہ ان کو افیون اس کاسہ سے پہنچی - کاسے تو محسوس ہیں اور افیون غیر محسوس ہے۔

مطلب - حسن کو افیون سے تشبیہ دی ہے - یعنی حسن جو بے ہوش کرنیوالا ہے وہ ان تینوں پر خاص اسی صورت سے مؤثر ہوا اگرچہ دوسری صورتوں میں بھی حسن تھا - لیکن ان پر اسی صورت کا حسن کارگر ہوا اور وہ بے ہوش و مست ہوگئے اور صورت ظاہر کے حسن و عشق کا یہی حال ہے کہ کسی حسین کا حسن ایک شخص کو تو اس پایہ کا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کا عاشق ہو جاتا ہے - مگر دوسرا اس کو بالکل حسن سے بہرہ مند نہیں سمجھتا (بحر العلوم)

کرد فعلِ خویش قلعہ ہُش رُبا　　　ہر سہ را انداخت در چاہِ بلا

ترجمہ (غرض) قلعہ ہوش ربا نے اپنا کام کر دیا (یعنے) تینوں کو چاہ بلا میں ڈال دیا۔

تیرِ غمزہ دوخت دل را بیگماں الاماں یا ذا الاماں زیں بے اماں

ترجمہ: غمزہ کے تیر نے سچ مچ دل کو چھید دیا اس امن دینے والے۔ اس بے پناہ (بلا) سے امن دے

آں سہ شہ را صورتِ سنگیں بسوخت آتشے در دین و دل شاں برفروخت

ترجمہ ان تینوں بادشاہوں کو ایک پتھر کی مورت نے پھونک ڈالا۔ ایک آگ ان دین و دل میں بھڑکا دی۔

چونکہ روحانی بود خودِ چوں بود فتنہ اش ہر لحظہ دیگر گوں بود

ترجمہ: یہ کارستانی ایک بے جان بُت کی تھی لیکن، جب وہ (بت) فتنہ گر جاندار ہو تو پھر کیا ٹھکانا۔ اس کا فتنہ ہر لحظہ نئے سے نیا (ظاہر) ہو (یعنی اگر خود صاحب تصویر سامنے آجائے تو قیامت ہی برپا ہو جائے ایک بے حس و حرکت تصویر نے اس قدر غضب اٹھا دیا تو صاحب تصویر کے لمحہ بلمحہ گوناگوں ناز و ادا سے لگاتار اور بے شمار فتنے برپا ہوں)

عشق صورت در دلِ شہزادگاں چوں خلش میکرد مانندِ سناں

ترجمہ: ان شاہزادوں کے دل میں (اس) مورت ے جب سر نیزے کی طرح چبھتا تھا تو:-

اشک مے بارید ہر یک ہمچو میغ دست میخائید و میگفت اے دریغ

ترجمہ۔ ہر ایک ابر کی طرح اشکباری کرتا تھا۔ ہاتھ کو چباتا تھا اور کہتا تھا۔ ہائے افسوس!

ما کنوں دیدیم شہ ز آغاز دید چند ما سوگند داد آں بے ندید

ترجمہ (یہ انجام) ہم نے اب دیکھا اور بادشاہ نے پہلے سے دیکھ لیا تھا۔ ہم کو اس لاثانی (بادشاہ) نے کتنی قسمیں دی تھیں کہ اس قلعہ میں نہ جانا مگر بدقسمتی سے ہم نے ایک نہ مانی۔ آگے بادشاہ کی اس دور اندیشی سے انبیاء علیہم السلام کی عاقبت بینی اور ہدایتِ خلق کی طرف انتقال ہے)

انبیار احقِ بسیار ست ازاں کہ خبر کردند از پایانِ ماں

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام کا حق اسی لیے (ہم پر) بہت بڑا ہے۔ کہ انہوں نے

(ہم کو) ہمارے انجام سے خبر دے دی ہے۔

کانچہ مے کاری نروید جز کہ خار — وین طرف پری نیابی زو مطار

لغات: پری صیغہ واحد مخاطب فعل مضارع معروف از پریدن بلاتشدید راء مگر یہاں یہ کلمہ ضرورتاً یہ تشدید راء آیا ہے۔ مطار جائے طیران اُڑنے کی جگہ۔

ترجمہ (اور وہ جزیہ ہے) کہ (اے نفس کے تابع) تو جو بیج بو رہا ہے۔ اس سے سوائے کانٹے کے کچھ نہ اُگے گا اور تو ادھر (عالم سفلی کی طرف) پرواز کر رہا ہے تو اس سے اُڑنے کی جگہ نہ پائے گا۔

مطلب یعنی تو جو اعمال دنیا کے نفع کے لیے کر رہا ہے اور ان میں آخرت کا کچھ لحاظ نہیں ان کا ثمرہ نقصان و خسران کے سوا کچھ نہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے مَنْ اَحَبَّ دُنْیَاہُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِہٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَہٗ اَضَرَّ بِدُنْیَاہُ فَاٰثِرُوْا مَا یَبْقٰی عَلٰی مَا یَفْنٰی یعنی جس نے اپنی دنیا کو نقصان پہنچا لیا اور جس نے اپنی آخرت کو دوست رکھا اس نے اپنی دنیا کو نقصان پہنچا لیا۔ پس تم فانی کو چھوڑ کر باقی کو اختیار کرو (مشکوٰۃ) دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ تم جو نقصان سے بچنے کے لیے فوائد دنیا کی طرف اُڑ رہے ہو۔ تو جس طرح پرندہ تیر و کلوخ وغیرہ کے ضرر سے بچنے کے لیے اڑتا ہے تو کوئی ایسی جائے طیران نہیں مل سکتی جس سے تم ضرر سے بچ سکو کہ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنَ اللّٰہِ اِلَّا اِلَیْہِ تو تیری کاشت جو جلب منفعت کے لیے ہے اور تیری پرواز جو دفع مضرت کے لیے ہے دونوں بیکار ہیں۔ پس:

تخم از من بر کہ تا ریعے دہد - با پرِ من پر کہ تیر آں سو جہد

ترجمہ: بیج مجھ سے لے جا تاکہ وہ پیداوار دے۔ میرے پر کے ساتھ پرواز کر تاکہ تیر (تجھ سے دُور) اُدھر (ہی اُدھر نکل جائے (اور تیرے نہ لگے)

مطلب۔ یعنے پیغمبر وقت کہتا ہے کہ میری تعلیم کے موافق عمل کرو تاکہ تم نفع آخرت حاصل کرو اور مضرت سے بچنے کا طریقہ مجھ سے سیکھو تاکہ اسکا بُرا اثر تم تک نہ پہنچے۔ انبیاء علیہم اسلام کا مقولہ یہاں تک تھا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ اس مقولہ کا حاصل یہ ہے کہ انکی پیروی تم پر واجب ہے۔ اگر تم اسکو واجب نہیں جانتے ہو۔

تو ندانی واجبی آں و ہست — ہم تو گوئی آخر آں واجب بدست

ترجمہ (اے تابع نفس اس وقت) تم اس کے وجوب کو نہیں جانتے اور وہ (وجوب فی الواقع) ہے (جب اصلیت سامنے آجائے گی) تو آخر تم ہی کہنے لگو گے کہ وہ واجب تھی۔

مطلب۔ اوپر انبیاؑ کے مقولہ میں جو کہا ہے کہ میرے پر کے ساتھ پرواز کر۔ تو اس

یہ مطلب نہیں کہ آخرت کے منافع حاصل کرنے اور اس کے مضرات سے اجتناب کرنے کا فعل خاص انبیاء کا فعل ہوگا۔ تیرا نہ ہوگا۔ حتےٰ کہ اس پر یہ شبہ نہ ہو کہ آخر وہ جلب نفع اور دفع ضرر تو میرے فعل ہی کا اثر ہے۔ پھر انبیاء نے اپنی سعی کی طرف اس کو کیوں منسوب کیا کہ "با پیر من ہر"! سو یہ شبہ اس لیے نہ ہوگا کہ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ:۔

از تو ست امّا نہ ایں تو کہ تن ست　　آں توئی کہ برتر از ما و من ست

ترجمہ۔ وہ (فعل) تیرے ہی طرف سے ہے۔ لیکن اس تیرے (وجود) سے نہیں جو بدن ہے۔ (بلکہ) اس تیرے (وجود) سے جو ما و من سے بالاتر ہے۔

مطلب: یعنی تیرے تو ہونے کے دو درجے ہیں۔ ایک درجہ بدن کا دوسرا درجہ روح کا پس تم نے یہ جلب نفع اور دفع ضرر کا فعل جو انبیاء کی تعلیم سے کیا ہے۔ وہ تمہارے بدن کا فعل نہیں بلکہ روح کا ہے جو ما و من یعنی قیود جسمانیہ سے برتر ہے مگر چونکہ وہ فعل انبیاء کی تعلیم کی بدولت تم سے صادر ہوا ہے۔ اس لیے اس کو انبیاء کے ساتھ منسوب کیا گیا۔ اگر انبیاء کی تعلیم نہ ہوتی تو تم لاکھوں کسب و ریاضات کے باوجود اس فعل کے مصدر نہیں ہو سکتے تھے۔ آگے بھی تو ان ہی دو درجوں کا ذکر ہے:۔

ایں توئی ظاہر کہ پنداری توئی　　ہست اندر سو و تو در بے سوئی

ترجمہ: یہ ظاہری (جسمی) توئی جس کو تو توئی سمجھتا ہے۔ جہت کے اندر ہے۔ اور تو (باعتبار روح کے) بے جہت میں ہے۔

بر صدف لرزاں چرائی اے گہر　　توئی خود را نے مداں میداں شکر

ترجمہ (جب تیری جسمی توئی تیری حقیقت ہی نہیں۔ تو) پھر اے گوہر (روح) تو صدف (جسم) کے لیے کیوں خائف ہے۔ تو اپنی توئی کو نرکل نہ سمجھ (بلکہ) شکر سمجھ (یعنی تن کو جو بمنزلہ نے کے ہیں اپنی حقیقت نہ سمجھ بلکہ روح تیری حقیقت ہے جو بمنزلہ شکر ہے)

توئی بیگانہ ست با تو ایں توئی　　توئی خود دریاب و بگذر از دوئی

ترجمہ (ظاہری و جسمی) توئی تو ایسی توئی ہے جو تیرے ساتھ بیگانگی رکھتی ہے (بس) تو اپنی حقیقی توئی کو دریافت کر اور (اس کے مقتضا کے موافق) دوئی سے (جو مقابل توحید ہے) گزر جا۔

مطلب۔ یعنی جب تو اپنی حقیقت روحیہ کو دریافت کرے گا۔ تو معلوم ہوگا کہ جس عمل میں تو مبتلا ہے یعنی توجہ الی غیر الحق جس کو دوئی کہا ہے۔ اس سے روح

کو نفرت ہے اور جو عمل انبیاء علیہم السلام فرماتے ہیں یعنی توجہ الی الحق جس سے گزر جانے کی یہاں ہدایت کی ہے ۔ وہ روح کی غذا ہے ۔ پس اس معلوم ہونے کے بعد تو خود اتباع انبیاء کو واجب سمجھنے لگے گا ۔

توئی آخر سوئے توئی اولت آمدست از بہر تنبیہ و صلت

لغات : صلت بکسر صاد صلہ ۔ وصل ۔ ملاپ ۔

ترجمہ تیری آخری توئی تیری اولی توئی کی طرف آتی ہے ۔ تنبیہ اور وصل کے لیے

مطلب : یعنی تیری روح تیرے جسم کی طرف آتی ہے تاکہ وہ روح حیوانی کو متنبہ کرے کہ وہ شہوات سے الگ ہو کر عالم قدس سے تعلق پیدا کرے ۔ توئی آخر سے مراد روح اور توئی اول سے مراد تن یا تو بدیں لحاظ ہے کہ بدن کا ادراک نشاۃ اولی میں بھی ہوتا ہے اور روح کا ادراک نشاۃ آخرت میں ہوگا ۔ پس بلحاظ موطن ادراک کے دونوں کو اول و آخر کہہ دیا ۔ یا اس لیے کہ اوپر کے چاروں شعروں میں ہر شعر کے پہلے مصرعہ میں تن کا ذکر ہے اور دوسرے مصرعہ میں روح کا بس باعتبار ترتیب ذکر کے اوّل و آخر کہدیا ۔ تنبیہ سے مراد ازالہ غفلت اور وصل سے مراد حق کے ذکر و قرب اور عالم قدس کے ساتھ تعلق ہے

توئی تو در دیگرے آمد دفین من غلامِ مردِ خود بینِ چنیں

ترجمہ : تیری ایک توئی دوسری میں پنہاں ہے ۔ میں ایسے خودشناس شخص کا غلام ہوں (جو اس توئی پنہاں کو دیکھ لے)

مطلب ۔ تجھ میں احکام جسمیہ کے غلبہ سے احکام روحیہ سے مغلوب ہو گئے ۔ کہ گویا روح جسم کے اندر مدفون ہو گئی ۔ اب تو بصیرت سے کام لے کر اس پر مطلع ہو اس پر مطلع ہونا ہی خود بینی ہے ۔ جس سے معرفت نفس مراد ہے ۔ نہ کہ وہ خود بینی جو عرف عام میں بمعنی غرور و خود پسندی مستعمل ہے ۔ آگے رجوع ہے قصہ کی طرف :-

آنچہ در آئینہ می بیند جواں پیر اندر خشت بیند پیش ازاں

ترجمہ : (وہ شہزادے بزبان حال کہتے تھے کہ) جس چیز کو (ایک ناتجربہ کار) جوان آئینے میں دیکھتا ہے ۔ (تجربہ کار) بوڑھا اس کو اس (جوان) سے پہلے اینٹ کے اندر سے دیکھ لیتا ہے ۔

مطلب : جس واقعہ کو جوان بوقت وقوع معلوم کرتا ہے اس کو بڈھا قبل از وقوع سمجھ جاتا ہے ۔ واقعہ کے وقوع کو آئینہ کے انعکاس سے تشبیہ دی ہے ۔

کیونکہ آئینہ کے اندر بھی عکس واقع ہوتا ہے اور خشت کے متعلق ایک حاشیہ میں لکھا ہے کہ اس سے لوہے کا چوڑا ٹکڑا مراد ہے جس کو ابھی صیقل کر کے آئینہ نہیں بنایا۔ مطلب یہ کہ جوان تو کسی چیز کی صورت کو اسی وقت محسوس کرتا ہے۔ جب وہ آئینے کے اندر منعکس ہو اور بوڑھا ایک لوہے کی خشت کے اندر کسی چیز کا عکس کو دیکھ لیتا ہے۔ جو زا بھی صیقل کیا گیا ہے۔ نہ اس کے اندر کسی چیز کا عکس پڑتا ہے۔

زامرِ شاہِ خویش بیروں آمدیم　　　　با عنایاتِ پدر یاغی شدیم

ترجمہ: ہم اپنے بادشاہ کے حکم سے باہر ہو گئے۔ باپ کی عنایات کے ساتھ ہم نے سرکشی کی۔

سہل دانستیم قولِ شاہ را　　　　واں عنایتہائے بے اشباہ را

ترجمہ: ہم نے بادشاہ کے قول کو بیوقعت سمجھا۔ اور (اس کی) ان بے نظیر عنایتوں کو

نک درافتادیم در خندق ہمہ　　　　کشتہ و خستہ بلائے ملحمہ

لغات: ملحمہ بالفتح وحائے مہملہ۔ جائے جنگ عظیم۔ میدان کارزار (غیاث)

ترجمہ: ایلو ہم (مصیبت کے) خندق میں گر پڑے (بحالیکہ ہم) جنگ کے بدون مقتول اور مجروح بلا (ہیں)۔

تکیہ بر عقلِ خود و فرہنگ خویش　　　　بودماں تا ایں بلا آمد بہ پیش

ترجمہ: ہم کو اپنی عقل و دانائی پر اعتماد ہو گیا۔ جس سے یہ بلا پیش آئی

بے مرض دیدیم خویش و بے زرق　　　　آنچناں کہ خویش را بیمارِ دق

ترجمہ: بدون مرض (کی تاثیر) کے اور بدون غلامی (کی ذلت) کے ہم نے اپنے آپ کو ایسا (پست وزبون دیکھا) جیسے دق کا بیمار (یعنی اگر ہم مرض و غلامی کی مشقت و ذلت سے مضمحل ہوتے تو عجب نہ تھا۔ ہم ان اسباب کے بدون اس حالت کو پہنچ گئے)

علّتِ پنہاں کنوں شد آشکار　　　　بعد ازاں کہ بند گشتیم و شکار

ترجمہ (ہمارا) پوشیدہ مرض اب (ہم پر) ظاہر ہوا۔ بعد اس کے کہ ہم (عشق میں) مقید اور اس کے شکار ہو گئے (یعنی ہمارے اندر حسن پسندی اور فریفتگی کا جو مرض مخفی تھا۔ جس کی بنا پر بادشاہ نے ہم کو قلعہ کے اندر جانے منع کیا تھا۔ وہ اب

ہمارے مبتلا ہونے کے بعد ظاہر ہوا (آگے ایک انتقال ہے)۔

سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق یک قناعت بہ کہ صد لوت و طبق

ترجمہ: رہبر (مرشد) کا سایہ ذکر حق سے بہتر ہے۔ ایک (مرشد پر) قناعت (ذکر و مراقبہ کے) صدہا طعام اور طشت سے بہتر ہے۔

مطلب۔ مرشد کا سایہ اور اس کی تربیت اس ذکر حق سے بہتر ہے۔ جو مرشد کے زیر سایہ آنے سے پہلے کیا جائے۔ کیونکہ اول الذکر موثر ہے اور دوسرا اس کی مانند موثر نہیں اور مخالطت نفس سے مامون نہیں مصرعہ ثانیہ میں فرمایا۔ مرشد پر قناعت کرنا اس ذکر حق سے بہتر ہے جو ارشاد مرشد کے بدوں ہو۔ (بحر العلوم) اوپر کے بیان کا مفاد یہ تھا کہ لڑکوں نے اپنے باپ کی اطاعت اور اس کی فرمان پذیری اختیار نہ کرنے سے جو ضرر اُٹھایا اس پر وہ افسوس کر رہے ہیں مولانا نے اس شعر سے اس مضمون کی طرف انتقال فرمایا کہ اسی طرح مرید کے لیے مرشد کے زیر سایہ رہنا مفید ہے اور ذکر بھی وہی مفید ہے جو اس کے زیر سایہ کیا جائے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ فرماتے ہیں:۔

در طریقہ ما مدارِ وصول بدرجہ کمال مربوط برابطۂ محبت ست شیخ مقتدا طالب صادق از راہ محبتے کہ شیخ دارد اخذ فیوض و برکات از باطن او مے نماید و بمناسبت معنویہ ساعۃً فساعۃً برنگ او مے برآید (مکتوبات خواجہ محمد معصوم جلد اول مکتوب ۸۷)

ہمارے طریقہ میں کمال کو پہنچنے کا مدار شیخ مقتدائی محبت کے تعلق پر ہے۔ طالب صادق اس محبت کے ذریعہ سے جو شیخ کیساتھ رکھتا ہے اسکے باطن سے فیوض و برکات حاصل کرتا ہے اور مناسبت معنویہ کیساتھ ساعت بساعت اسکا رنگ اختیار کرتا جاتا ہے

ہمارے حضرت سلمہ اللہ تعالےٰ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ رابطہ کا طریقہ حصول قرب کے لیے مفید تر اور اسلم تر ہے۔ ہمارے مشائخ نے اس کی اہمیت پر بڑا زور دیا ہے۔ حضرت مجدد صاحبؒ نے فرمایا ہے۔ کہ اگر اتباع شریعت اور رابطہ شیخ حاصل ہے تو انشاء اللہ خاتمہ بالخیر ہونے کی اُمید ہے۔

پھر فرمایا کہ رابطہ شیخ کے مشروع و مستحسن ہونے کی دلیل اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور ان کی جماعت کے تمام لوگ اس کے قائل ہیں مولوی خلیل احمد صاحب انبہٹوی مرحوم نے اپنی شرح ابی داؤد میں جلد پنجم کے صفحہ ۸۵ باب ما جاء فی خاتم الحدید کے حاشیہ پر بدلل حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ تصور شیخ کے مشروع ہونے کے دلائل پیش کیے ہیں اور یہ مثال ان علماء کی ہے جو اپنی غایت احتیاط کی بنا پر اہل غلو کے نزدیک بدنام اور وہابیت سے منسوب ہیں ورنہ صوفیہ کے دفاتر اس کی تائید سے لبریز ہیں۔

سلوک میں سایۂ مرشد کی ضرورت

رابطہ شیخ یعنی محبت مرشد کی برکات و فیوض

پھر فرمایا شیخ کی محبت تمام کمالات کی اصل ہے۔ اگر یہ ہے تو پھر کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ اس سے خود شیخ کے کمالات کا عکس مرید پر پڑ جاتا ہے۔ پھر توجہ کی بھی ضرورت نہیں اگر ہو تو فبہا۔ ورنہ بلا توجہ بھی کمالات حاصل ہو سکتے ہیں۔ رسالہ قشیریہ کے مصنف پر اپنے پیر کی عظمت کا اس قدر غلبہ تھا کہ ان کی مجلس میں جاتے وقت سوء ادب کے خیال سے خائف ہوتے۔ آخر غسل کرتے۔ روزہ رکھتے۔ پھر ڈرتے ڈرتے جاتے جاتے اور فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھ پر ایسی بے حسی طاری ہو جاتی۔ کہ اگر میرے جسم میں سوئی چبھوئی جائے تو مجھے خبر تک نہ ہوتی۔ حضرت مرزا جانجاناں مظہر الشہداء رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید پر اپنے پیر کی اطاعت کا جذبہ اس قدر غالب تھا کہ ہر کام پوچھ کر کرتے۔ یاکہ اگر کبھی تے آنے لگتی تو بھی اپنا گلا پکڑے ہوئے مرزا صاحب رح کے حضور میں آتے اور پوچھتے کہ حضرت تے کروں یا نہ کروں ؟ حضرت ابوحفص حداد رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کا بھی یہی حال تھا کہ کوئی کام پیر سے پوچھے بدوں نہ کرتے۔ تنور میں روٹی لگانے کی خدمت ان کے سپرد تھی۔ ایک دن حسب عادت پوچھنے آئے حضرت تنور میں روٹی لگاؤں ؟ ابوحفص رح اس وقت کسی کے ساتھ گفتگو میں مشغول تھے۔ ملتفت نہ ہوئے۔ انہوں نے پھر وہی سوال کیا۔ مگر جواب نہ پایا۔ تیسری مرتبہ پھر وہی سوال دہرایا۔ ابوحفص نے دق ہو کر کہا تم خود کیوں نہیں تنور میں جا پڑتے۔ یہاں تعمیل میں کیا دیر تھی۔ فوراً آگئے اور تنور میں کود پڑے حافظ ؎

عاشقاں را گر در آتش مے پسندد لطفِ دوست ‏ تنگ چشمم گر نظر بر چشمۂ کوثر کنم

جامی ؎ آں گرم رو عشق سزد کز کمال شوق ‏ پروانہ وش بآتش سوزاں در دُں رود

تھوڑی دیر کے بعد ابوحفص رح کو خیال آیا کہ وہ حکم کی تعمیل سے ٹلنے والا نہیں۔ مبادا تنور میں کود پڑے فوراً مریدوں کو لنگر خانہ کی طرف دوڑایا۔ مرید وہاں پہنچ کر کیا دیکھتے ہیں کہ وہ تنور میں پڑے ہیں اور بال بیکا نہیں ہوا ؎

کسے کہ سوخت بداغ خلیل مے داند

کہ آتشِ دگر است عشق و باغ ہیں بہت

پھر فرمایا آج کل کچھ ایسی وہابیت کی رو چل رہی ہے کہ اعتقاد محبت اور ادب یکسر اٹھ گیا۔ بیعت بھی ہے۔ انتساب سلسلہ بھی، ورد و وظائف بھی۔ مگر محبت و اعتقاد نہیں اور مراسم ادب کی پابندی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فیوض بھی کم پہنچتے ہیں۔ حضرت حاجی (دوست محمد) صاحب مرحوم جب اپنے مرشد حضرت شاہ احمد سعید صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں تھے تو ان کے بیت الخلا کا قدمچہ خود اپنے ہاتھ سے صاف کرتے ؎

تا ابد رنگِ کمالات نگیرد ہرگز

ہر کہ خاکِ درِ میخانہ برخسار نرُفت

حضرت حاجی صاحب رح فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جو کچھ پایا ہے شیخ کی محبت سے

پایا ہے اور حضرت شاہ احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت صاحبؒ سے مخاطب کر کے اُن کے حق فرماتے ہیں :-

اُنہوں نے جو کچھ پایا ہے ہماری محبت سے پایا ہے اور ہم کو بھی ان کے ساتھ جو محبت ہے وہ رفقا میں سے اور کسی کے ساتھ نہیں لہٰذا وہ ان میں سے خاص درجہ رکھتے ہیں	وجد ما وجد من محبتنا و المحبۃ التی لی بہ لیست بغیرہ من الاصحاب وھو مخصوص من بینھم

در قناعت خواندہ باشی اے حسن — ذکرِ ذکرِ حق و ذکرِ بوالحسن

ترجمہ اے اچھے (مرید) تم نے (صرف مرشد پر) قناعت (کرنے) میں ذکر حق کا بیان پڑھا ہوگا اور حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر (بھی پڑھا یا سنا ہوگا)

مطلب : حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ مثنوی کے دفتر چہارم میں گزر چکا ہے ۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ کا گزر خرقانی کی طرف ہوا تو آپ پر ایک حالت طاری ہو گئی اور آپ نے ابوالحسن خرقانی کے پیدا ہونے کی بشارت دی اور ان کی مدح کی ۔ چنانچہ وہ حضرت بایزید کی وفات کے بعد پیدا ہوئے اور ان کو بھی یہ قصہ معلوم ہوا ۔ تو وہ ان کی قبر پر جاتے اور روحانی طور پر ان سے فیض حاصل کرتے ۔ غرض اس قصہ سے ثابت ہوتا ہے کہ شیخ ابوالحسن خرقانی کو اپنے اذکار و اشغال سے اگر فائدہ حاصل ہوا اور وہ بدرجہ کمال پہنچے تو یہ سب حضرت بایزید بسطامی کے زیر سایہ آ جانے کی بدولت تھا ورنہ خود بخود اذکار و اشغال میں مصروف رہنے سے اس قدر فائدہ نہ پہنچتا ۔

چشمِ بینا بہتر از سہ صد عصا — چشم بشناسد گہر را از عصا

ترجمہ : بینا آنکھ (والا) تین سو لاٹھیوں سے (بہتر ہے جو کسی نابینا کے پاس ہوں کیونکہ) چشمِ بینا ہی) موتی کو سنگریزہ سے پہچانتی ہے (نابینا لاٹھی سے نہیں پہچان سکتا ۔ اسی طرح غور مض طریق کی خبر شیخ کے ارشاد سے ہوتی ہے ریاضت مدسے کام نہیں چلتا)

در تفحّص آمدند اندر زماں — صورتِ کہ بود عجب ایں در جہاں

ترجمہ (الغرض تینوں شہزادے تصویر دیکھ کر) فوراً (اس بات کی) تفتیش میں مصروف ہو گئے کہ دنیا میں یہ عجیب تصویر کس کی ہوگی ؟

بعد بسیار تفحّص در مبیر — کشف کرد آں راز را شیخ بصیر

ترجمہ۔ بڑی تحقیق کے بعد اثنائے سفر میں اس راز کو کسی شیخ صاحب بصیرت نے حل کیا۔

نز طریقِ گوش بل از وحی ہوش — رازہا بُد پیشِ او بے رُوئے پوش

ترجمہ (اور اس کا یہ حل کرنا) کان کے ذریعہ سے (بطریق سماعت و روایت) نہیں (تھا کہ اس نے کسی سے سنا ہو اور سن کر بتا دیا ہو) بلکہ الہام بیداری سے (تھا اور) اسرار اس کے سامنے بے حجاب تھے۔

گفت نقشِ رشکِ پروین ست ایں — صُورتِ شہزادۂ چین ست ایں

ترجمہ (اس شیخ نے) کہا یہ ایک رشک پروین کا نقشہ ہے۔ (یعنی) چین کی شہزادی کی تصویر ہے۔

دخترے دارد شہِ چین بے ہمال — در بہاء و در کمال و در جمال

لغات۔ ہمال بالفتح ہمتا۔ نظیر۔ ثانی۔ بہاء خوبی

ترجمہ: شاہ چین ایک بیٹی رکھتا ہے جو خوبی میں اور کمال و جمال میں لاثانی ہے۔

ہمچو جاں و چُوں پری پنہاں ست اُو — در مُکتّم پردۂ ایوان ست او

ترجمہ: وہ روح کی مانند اور پری کی طرح پنہاں ہے۔ ایوان کے ایک پوشیدہ پردہ میں دستور ہے۔

سُوئے اُو نے مرد رہ دارد نہ زن — شاہ پنہاں کرد اورا از فتن

ترجمہ۔ اس کی طرف نہ کوئی مرد راستہ پاسکتا ہے نہ عورت۔ بادشاہ نے اس کو فتنوں سے پنہاں کر رکھا ہے۔

غَیرت دارد ملک بر نامِ او — کہ نپرّد مُرغ ہم بر بامِ او

ترجمہ: بادشاہ اس کے نام پر اس قدر غیرت رکھتا ہے کہ پرندہ بھی اس کے بام پر اڑ نہیں سکتا۔

وائے آں دل کش چنیں سُودا فتاد — ہیچ کس را ایں چنیں سَودا مباد

ترجمہ: شامت اس دل کی جس کو ایسا خیال آپڑا۔ کسی شخص کو (خدا کرے) ایسا خیال نہ ہو۔

ایں سزائے آنکہ تخمِ جہل کاشت ۔ واں نصیحت راکساد وسہل داشت

ترجمہ ۔ یہ سزا اس شخص کی ہے جس نے جہالت کا بیج بویا اور اس نصیحت کو بے قدر اور سرسری سمجھا ۔

اعتمادے کرد بر تدبیرِ خویش کہ برم من کارِ خود باعقل پیش

ترجمہ (اور) اپنی تدبیر پر یہ اعتماد کیا کہ میں عقل سے اپنا کام چلا لوں گا (جس طرح شہزادوں نے سمجھا کہ وہ قلعہ پُرخطر ہے تو کیا ہُوا ہم ہر خطرے سے بچنے کی عقل رکھتے ہیں)۔

نیم ذرّہ زاں عنایت بہ بود کہ ز تدبیرِ خرد سہ صد رصد

لغات : رصد دیکھ بھال ۔ دیدبانی

ترجمہ : آدھا ذرّہ بھر (مرشد کامل کی) اس عنایت کا (جس پر عمل کیا جائے) تدبیر عقل کی تین سو جیسے دیکھ بھال سے بہتر ہے ۔

ترکِ مکرِ خویشتن گیر اے امیر پا بکش پیشِ عنایت خوش بمیر

لغات پا بکش پاؤں سمیٹ لے ۔ پاؤں کھینچ لے ۔ پاؤں سکیڑ لے ۔ جو کنایہ ہے ۔ اس سے کہ دعویٰ نہ کر ۔ ہٹ مت کر ۔ اصرار سے باز آ ۔ پا دراز کشیدن محاورا ہے ادعا کرنے اور اصرار کرنے سے اور پا کشیدن اس کے برعکس ہے ۔

ترجمہ (جب یہ بات ہے تو) اے امیر! تو اپنی تدبیر (اور خود رائی) کو ترک کر دے اصرار سے باز آجا ۔ (اور) توجہ (مرشد) کے آگے بخوبی فنا ہو جا ۔

ایں بقدرِ حیلۂ معدود نیست زیں حیل تا تو نمیری سود نیست

ترجمہ (اور) یہ (تیرا خود اپنا کام چلا لینے کا ادعا تیرے) معدود چند حیلوں کے پیمانہ پر (پورا ہونے والا) نہیں ۔ ان حیلوں سے جب تک تو فنا نہ ہو جائے کچھ فائدہ نہیں ۔

مطلب : تیری رائے اور عقل سے جو حیلے اور تدبیریں تجویز ہونگی ۔ وہ ایک حد تک پہنچ کر ختم ہو جائیں گی اور آگے راہ سلوک میں ایسے مواقع پیش آئیں گے جہاں وہ کام نہ دیں گی ۔ اس لیے ضروری ہے کہ تو ان حیلوں کو چھوڑ کر شیخ کے حکم کا انقیاد کرے اور کالمیت فی ید الغسال ہو جائے ۔ آگے یہی فرماتے ہیں ۔

تا نمیری سود کے خواہی ربود رَو بمیر و بہرہ بردار از وجود

ترجمہ (غرض) جب تک تو مردہ (وفانی) نہ ہوگا نفع کب حاصل کرے گا۔ (پس) اور ہستی و وبقا کا حصہ (جو اصل نفع ہے) حاصل کر (آگے اس کی مناسبت سے ایک قصہ ارشاد ہے۔ جس میں۔ یہ ذکر ہے کہ ایک سائل کو بخارا کے رئیس صدر جہاں سے خیرات دینے سے انکار کر دیا۔ آخر وہ مردہ بن گیا۔ تو اسے صدر جہان نے مردہ سمجھ کر اس کے کفن و دفن کے کہ خیرات دیدی مطلب یہ کہ مردہ دفنا ہو کر ہی کچھ ملتا ہے)

حکایت صدرِ جہاں بخاری کہ ہر سائلے کہ بزبان بخواستے از صدقۂ

صدر جہاں مجازی کا قصہ کہ جو سوالی زبان سے سوال کرتا۔ وہ اس کی خیرات سے

او محروم شدے وآں دانشمند

محروم ہو جاتا اور اس عالم کا (جس نے مردہ ہو کر خیرات لے لی)

در بخارا خوئے آں صدرِ اجل　　　بود با خواہندگاں حسنِ عمل

ترجمہ بخارا میں اس صدر اعظم کی عادت سوالیوں کے ساتھ حسن معاملت تھی۔

دادِ بسیار و عطائے بے شمار　-　تابشب بودے زجوش از نثار

ترجمہ (یعنی) بہت داد اور بے شمار عطا۔ (چنانچہ) رات تک اس کے جود سے سونا بکھیرا جاتا تھا۔

زر بکاغذ بارہا پیچیدہ بود　　　تا وجودش بودے افشاند جود

ترجمہ: اس نے بارہا (بطور اخفائے صدقہ) کاغذ میں سونا لپیٹا (اور بکھیرا) تھا۔ جب تک وہ (دنیا میں) موجود (زندہ) رہا (اسی طرح) جود افشانی کرتا رہا۔

ہمچو خورشید و چو ماہِ پاک باز　　　آں چہ گیرند از ضیاء بدہند باز

ترجمہ آفتاب کیطرح اور ماہ پاکباز کیطرح (کہ دونوں) جو کچھ (روشنی عطائے حق سے) حاصل کرتے ہیں (اہل زمین کو) دیدیتے ہیں۔ اسیطرح اسکے پاس جو کچھ خدا کا دیا ہوا ہوتا محتاجوں میں تقسیم کر دیتا۔

خاک را زر بخش کہ بود آفتاب　　　زرانو در کان و گنج اندر خراب

ترجمہ۔ خاک کو زر بخشنے والا کون ہوتا ہے۔ آفتاب۔ زر معدن کے اندر اور خزانہ ویرانہ کے اندر اس (کے فیض) سے (پیدا ہوتا) ہے (کیونکہ معدن کے اندر سونے کا بننے میں جن بخارات کا دخل ہے وہ آفتاب کے اثر سے پیدا ہوتے ہیں پھر وہ سونا

معدن سے نکل کر خزانہ میں پہنچتا ہے پس دونوں جگہ اس کے وجود کا سبب افتاب ہوا)

ہر صباح یک گرہ را راتبہ تا نماند اُمّتے زو خائبہ

ترجمہ (اس صدر جہاں کے یہاں) ہر صبح ایک ایک گروہ کا وظیفہ (مقرر) تھا تاکہ کوئی طبقہ اس سے محروم نہ رہے۔

مُبتلایاں را بُدے روزے لہا روزِ دیگر بیوگاں را آں سخا

ترجمہ: ایک دن (امراض میں) مبتلا ہونیوالوں کے لیے عطا ہوتی۔ اگلے روز وہ سخاوت بیواؤں کے لیے ہوتی۔

روز دیگر بر عَلویاں مقِلّ با فقیہان روزِ دیگر مستغل

لغات: علوی بفتح عین و فتح لام حضرت علیؓ کی اولاد جن کی بہت عزت و حرمت مانی جاتی ہے مگر وہ بنی فاطمہ سے یعنی حضرت علیؓ کی اس اولاد سے جو حضرت فاطمہ سے ہوئی دوم درجہ پر قابل احترام ہیں بنی فاطمہ میں سے امام حسنؓ کی اولاد میں سے ہر شخص شریف اور امام حسینؓ کی اولاد میں سے ہر فرد سیّد کہلاتا ہے۔ علویان جمع علوی جس میں یہاں واؤ کو بضرورت شعر ساکن پڑھا جاتا ہے۔ مفلس نادار۔ تنگدست فقیہ جس کو فقہ کا علم آتا ہو۔ شریعت کا عالم ایک شارح نے معلوم نہیں کس اعتبار سے اس کا ترجمہ طالب علم کیا ہے۔ طالب علم تو ہر علم پڑھنے والے کو کہتے ہیں۔ جو ابھی شاگردی کی منزل میں ہو۔ خواہ اس کے زیر درس منطق و فلسفہ کا علم ہو۔ یا سائنس اور فزیالوجی کا۔ پس طالب علم کے اس قدر وسیع بلکہ مباین مفہوم کو فقیہ پر کیونکر چسپاں کیا جاسکتا ہے۔ ہاں اگر فقیہ اپنے آپ کو بطور کر نفسی طالب علم بایں معنی کہ میں کم علم اور ابھی عالم کا طالب ہوں۔ یا کسی دوسرے مدعی علم کو تنبیہاً کہدیا جائے کہ تم ابھی طالب علم ہو۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تم ابھی فقہ کی ابتدائی منازل میں ہو۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فقیہ کا ترجمہ ہی طالب علم ہے۔ شاید اس خیال سے کہ فقہا کی محترم جماعت کو خیرات خوار لوگوں کی صفوں میں کھڑا کرنا شان علم کے لیے نازیبا ہے۔ ان کی بجائے طالبعلموں کو کھڑا کرنا مناسب سمجھا۔ مگر جب ایک واقعہ مولانا کے قلم سے بلا تکلیف مذکور ہو رہا ہے۔ اس کو تکلیف کے ساتھ بدلنے کی کیا ضرورت ہے۔

ترجمہ۔ دوسرے روز تنگدست علویوں پر (وہ اپنی نظر کرم مبذول کرتا اور اس سے) اگلے دن علماء کے ساتھ مشغول (بہ عطا ہوتا)

روز دیگر بر تہیدستانِ عام روزِ دیگر بر گرفتارانِ وام

ترجمہ۔ اگلے دن عام محتاجوں پر (توجہ ہوتی) دوسرے دن قرض کے گرفتاروں پر

روز دیگر بر یتیمانِ صغیر　　روزِ دیگر بر ضعیفانِ اسیر

ترجمہ: اگلے دن یتیم بچوں پر (اس کا) اگلے دن کمزور قیدیوں پر

روز دیگر بہرِ ابناء السبیل　　روزِ دیگر مر مکاتب را کفیل

لغات: ابناء السبیل جمع ابن السبیل مسافر۔ یوطلی مکاتب وہ غلام جسکو اسکا مالک کہدے کہ اسقدر مال ادا کردے تو آزاد ہے جس زمانے میں غلامی عام تھی مکاتب کی امداد کیلئے اس کو خیرات دینا بڑا کارِ خیر سمجھا جاتا تھا۔

ترجمہ: اگلے دن مسافروں کے لیے (عطا خاص تھی اگلے دن (وہ) خاص مکاتب کے لیے (زرِ کتابت ادا کرنے کا) ذمہ دار (ہوتا)

شرطِ او بود آں کہ نہ کس باز باں　　زر نخواہد ہیچ و نکشاید زبان

ترجمہ: اس کی شرط یہ تھی۔ کہ اس سے کوئی شخص زبان سے بالکل زر نہ مانگے۔ اور نہ (تکلم کے لیے) زبان کھولے۔

لیک خامش بر حوالیِ رہش　　ایستادہ مفلساں دیوار وش

ترجمہ:۔ (چنانچہ کوئی سوالی نہیں بولتا تھا) بلکہ مفلس لوگ اس کے راستے کے گردا گرد دیوار کی طرح کھڑے رہتے۔

ہر کہ کردے ناگہاں بالب سوال　　زو نبُردے زیں گُنہ یک حبّہ مال

ترجمہ: جو شخص اتفاقاً لب سے سوال کر بیٹھتا تو اس قصور کے سبب سے وہ اس سے ایک حبّہ مال نہیں لے سکتا تھا (حبّہ بمعنی سرخ)

مَنْ صَمَتْ مِنْکُمْ نَجَا بُدْ یاسہ اش　　خامشاں را بود کیسہ و کاسہ اش

لغات یاسہ آرزو۔ حکم۔ قانون۔ سیاست (غیاث)

ترجمہ (یہ مضمون کہ) جو شخص تم میں سے خاموش رہے (وہ ہماری عطا کی بدولت مفلسی سے) نجات پاگیا۔ اس کا قانون تھا۔ اس کا کیسہ (عطا)، اور کاسہ (ضیافت) (خاموش رہنے والوں کے لیے (مخصوص) تھا

مطلب: پہلے مصرعہ میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ مَنْ صَمَتَ نَجَا یعنی جو خاموش رہا اس نے نجات پائی (بروایت دارمی و احمد و ترمذی (تمیز الطیب) صدر جہان نے جو یہ دستور بنا رکھا تھا کہ اس کی عطاء و انعام خاموش رہنے والوں کے لیے خاص ہے۔ تو راقم آثم کے خیال میں اس کو معرفت سیما سے محتاجوں کا حال معلوم کرنا اور ان کو خود بخود مدد دینے کی فضیلت سے بہرہ مند ہونا مطلوب تھا اور سائلوں کے آپ زبان سے

اپنی حالتِ زار کے اظہار کرنے اور سوال کرنے میں یہ بات فوت ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ یَحْسَبُھُمُ الْجَاھِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُھُمْ بِسِیْمٰھُمْ لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ط (خیرات تو) ان حاجتمندوں کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں گھرے بیٹھے ہیں ملک میں کسی طرف کو (جانا چاہیں تو) جا نہیں سکتے (جو شخص ان کے حال سے) بیخبر (ہے وہ) ان کی خود داری (کی وجہ) سے ان کو غنی سمجھتا ہے (لیکن اے مخاطب) تو (انکو دیکھے تو) اُنکی صورت سے اُن کو پہچان جائے (کہ محتاج ہیں مگر) لگا لپٹ کر لوگوں سے نہیں مانگتے (البقرہ ع ۳۸)

حدیث میں آیا ہے ان اللہ یحب الحیی الحلیم المتعفف و یبغض البذی السائل الملحف یعنی اللہ تعالےٰ پسند کرتا ہے حیادار بردبار سوال سے بچنے والے کو اور بُرا سمجھتا ہے فحش گو کثیر السوال پیچھے پڑ جانیوالے کو (تفسیر مدارک)

بر نکوش داشت عشق و تاسہ اش بر خموشی بود عشق و یاسہ اش

لغات۔ نکوش عدم کوشش آخر میں یائے مصدری ہے تاسہ بیقراری اضطراب (غیاث)

ترجمہ (غرض)، وہ اپنا عشق و اشتیاق ترک سعی پر رکھتا تھا۔ سہ اش رغبت اور قانون خاموشی پر تھی (اس کو یہی شوق تھا کہ کوئی محتاج اپنی حاجت کا اظہار نہ کرے میں خود اُس کی حاجت کو سمجھوں اور کوئی سوالی حصول عطا کی کوشش نہ کرے میں خود اُسے دوں)

نادرًا روزے یکے پیرے بگفت دہ زکاتم کہ منم با جوع جُفت

ترجمہ: اتفاقاً ایک دن ایک بڈھے نے (اتنا) کہدیا کہ مجھے زکوٰۃ دو۔ کیونکہ مجھے بھوک لگی ہے۔

منع کرد از پیر و پیرش جد گرفت ماند خلق از جدِ پیر اندر شگفت

ترجمہ: اس نے بڈھے سے (اپنی عطا) روک لی اور بڈھے نے اس کا پیچھا پکڑ لیا۔ مخلوق بڈھے کے سر ہونے سے حیران رہ گئی (کہ مبادا اس کو کچھ سختی دیکھنی پڑے)

گفت بس بے شرم پیری اے پدر پیر گفت از من توئی بیشرم تر

ترجمہ: (صدر جہان نے)! کہا ارے باوا تم بڑے بے شرم بڈھے ہو کہ منع کرنے پر بھی پیچھا نہیں چھوڑتے بڈھے نے کہا تم مجھ (بھی) زیادہ بے شرم ہو۔

ایں جہاں خوردی و خواہی توز طمع کاں جہاں با ایں جہاں گیری بجمع

ترجمہ:۔ (کیونکہ) اس جہاں کو تو تم نے سمیٹ لیا۔ اور (ابھی شدت) حرص سے چاہتے ہو۔ کہ اُس جہاں کو بھی اس جہاں کے ساتھ جمع کر کے لے لو (یہ اس نے ایک لطیفہ کہا بطور مدح بما شبہ الذم)

خندہ اش آمد مال داد آں پیر را	پیر تنہا بُرد آں توفیر را

ترجمہ (اس لطیفہ سے) اس (امیر صدر جہاں) کو ہنسی آگئی اور اس بڈھے کو (بہت سا) مال دیا (اکیلا دیہ) بڈھا ہی (زبانی سوال کر کے) اس زیادہ مال کو لے گیا۔

غیر اِیں کس ہیچ خواہندہ ازو	نیم حبّہ زر ندید و نے تسو

لغات تسو دانگ کا چوتھا حصہ۔ جو دو سرخ کے برابر ہے طسوج اسی کا معرب ہے
ترجمہ: اس شخص کے سوا اور کسی سوالی نے اس سے آدھا حبہ زر (زبانی سوال کے ذریعہ) نہیں پایا نہ ایک کسو

نوبت و روزِ فقیہاں ناگہاں	یک فقیہ از حرص آمد در فغاں

ترجمہ: اتفاقاً (ایک روز) فقیہوں کی باری آئی۔ اور ان میں ایک فقیہ حرص سے چلانے لگا۔ (اور صدر جہاں نے حسب دستور اس کو عطا سے محروم رکھا)

کرد زاریہا بسے چارہ نبُود	گفت ہر نوعے نبودش ہیچ سُود

ترجمہ اس نے بہتیری زاری کی مفید نہ ہوئی (اور مقصد برآری کے لیے) سب طرح کی باتیں کہیں (دیگر) اس (فقیہ) کو (ان سے) کچھ بھی فائدہ نہ پہنچا۔

روز دیگر با رُکُو پیچیدہ پا	پاکش اندر صف قوم مُبتلا

لغات: رُکُو پارچہ۔ چیتھڑا
ترجمہ: اگلے روز چیتھڑا پاؤں پر لپیٹ کر پاؤں کو گھسیٹتا ہوا (امراض کے) مبتلا لوگوں کی صف میں (داخل ہو گیا)

تختہ ہا بر ساق بست از چپ و راست	ناگہاں آید کہ او را اشکستہ پاست

ترجمہ: تختیاں پنڈلی پر دائیں اور بائیں طرف سے باندھ لیں تاکہ گمان ہو کہ یہ ٹوٹے ہوئے پاؤں والا ہے۔

دیدش و بشناختش چیزے نداد	روزِ دیگر رو بپوشید از نہاد

تا گمان آید کہ نابیناست او ۔ درمیانِ اعمیاں بہ خاست اُو

ترجمہ : تو صدر جہاں نے) اس کو پہچان لیا کہ یہ وہی منطقی سائل ہے اور اسے کچھ نہ دیا اگلے دن اس نے نمدہ سے منہ چھپا لیا ۔ تاکہ یہ گمان ہو کہ وہ اندھا ہے (اور خیرات بٹنے کے وقت) وہ اندھوں کے درمیان (ہاتھ پھیلاتا ہوا) اُٹھا

ہم بدانستش نداوش آں عزیز ۔ ازگناہ و جرم گفتن ہیچ چیز

ترجمہ : (اب) بھی اس کو پہچان لیا ۔ (اور) اس معزز (امیر) نے اس کو بولنے کے گناہ و جُرم کی بنا پر کچھ نہ دیا ۔

چُونکہ عاجز شد زصد گُونہ مکید ۔ چُوں زناں او چادرے بہ سر کشید

درمیانِ بیوگاں رفت و نشست ۔ سر فرو افگند و پنہاں کرد دست

ترجمہ : ۔ جب وہ سینکڑوں قسم کے فریب کرکے ہار گیا (تو آخر یہ حیلہ کیا کہ) عورتوں کی طرح اس نے برقع سر پر ڈال لیا (اور) بیواؤں کے درمیان پہنچا اور بیٹھ گیا (حیادار و باعصمت بیبیوں کی طرح) سر جھکا لیا اور ہاتھ چھپا لیے (ہاتھ یا تو اظہارِ حیا کے لیے چھپائے ہوں گے ۔ یا اس لیے کہ مردانہ وضع کے ہاتھ شناخت نہ ہو جائیں ۔ صدر جہاں آپ سے آپ کچھ دیدے گا ورنہ سوالی عورتیں عموماً ہاتھ برقع سے باہر پھیلائے رکھتی ہیں)

ہم شناسیدش نداوش صدقۂ ۔ در دلش آمد زحرماں حرقۂ

ترجمہ (اگر صدرِ جہاں بھی بلا کا تاڑنے والا تھا اب) بھی اس کو پہچان لیا (اور) اس کو کچھ خیرات نہ دی ۔ اب تو اس فقیہ کے دل میں (اپنی) محرومی سے ایک سوزش پیدا ہوئی ۔

رفت اُو پیشِ کفن خواہے پگاہ ۔ کہ بہ پیچم در نمد نہ پیشِ راہ

لغات : کفن خواہ ۔ کفن مانگنے والا وہ شخص جو غربا و مساکین کی میتوں کی تکفین کے لیے امرا سے امداد طلب کرے (منہج القوی) ممکن ہے اس زمانہ میں بعض لوگوں کا یہی پیشہ ہو اور اس سے خود ان کو بھی کچھ فائدہ ہو ۔

ترجمہ ۔ وہ صبح سویرے ایک کفن خواہ کے پاس گیا (اور اس سے کہا) کہ مجھ کو کسی پھٹے پرانے نمدے میں لپیٹ کر (اس طرح) اس سرِ راہ رکھ دے (کہ دیکھنے والا مجھے مردہ سمجھے)

ہیچ مکشا لب ، نشیں ، مے نگر ۔ تا کند صدر جہاں زینجا گذر

ترجمہ بالکل کسی بات پر) لب کشائی مت کر (چپ چاپ) بیٹھا رہ اور

دیکھتا رہتا کہ صدر جہاں یہاں سے گزرے۔

گو کہ بیند مُردہ پندارد بظن　　زر دراندازد پے وجہِ کفن

ترجمہ: شاید کہ وہ دیکھ لے (اپنے) گمان سے مردہ سمجھے اور کفن کے خرچ کے لیے کچھ نقدی ڈال دے۔

ہرچہ بدہد نیم آں بدہم بتو　　ہمچناں کرد آں فقیرِ حیلہ جو

ترجمہ: جو کچھ وہ عطا کرے گا اس سے نصف میں تجھ کو دوں گا۔ چنانچہ اس فقیر حیلہ جو نے ایسا ہی کیا۔

در نمد پیچید و در راہش نہاد　　معبرِ صدر جہاں آنجا فتاد

ترجمہ: یعنی اس کو نمدے میں لپیٹا اور راستے میں رکھ دیا۔ (اتنے میں صدر جہاں آ گزرا) وہاں واقع ہوا۔

زر دراندازید بر رُوے نمد　　دست بیروں کرد از تعجیل خود

ترجمہ (یعنی) اُس نے نمدے کے اوپر کچھ نقدی ڈال دی (اس مردہ فقیہ نے فوراً ہاتھ نکالا اور اسے لے لیا)

تا نگیرد آں کفن خواہ آں صلہ　　تا نہاں نکند ازو آں دہ دلہ

ترجمہ: تاکہ وہ کفن خواہ اس عطیہ کو نہ اڑا لے۔ تاکہ وہ متردد اس میں سے کچھ چھپا نہ لے (یعنی خیانت نہ کرے مزدور اس لیے کہا کہ خیانت کرنے والے کا دل ڈانوا ڈول ہوتا ہے۔ کہ خیانت کروں یا نہ کروں یا کس قدر کروں)

مُردہ از زیرِ نمد بر کرد دست　　سر بروں کرد از پے دست او زپست

ترجمہ (اس نمائشی) مردہ نے نمدے کے نیچے سے ہاتھ باہر نکال دیا۔

گفت با صدرِ جہاں چوں بستدم　　اے بہ بستہ بر من ابوابِ کرم

ترجمہ: اور صدر جہاں سے (مخاطب ہو کر) بولا اے مجھ پر سخاوت کے دروازے بند کرنے والے (دیکھ) میں نے کس طرح (عطیہ) وصول کیا۔

گفت لیکن تا نمردی اے عنود　　از جنابِ من نبردی ہیچ سود

ترجمہ: (صدر جہاں نے) کہا اے مخالف! لیکن جب تک تو مر نہیں گیا میری بارگاہ سے تو کوئی نفع حاصل نہیں کر سکا۔

مطلب: صدر جہاں کے قول میں یہ نکتہ ہے کہ خیرات دینے میں انکار تجھ سے تھا۔ جب تو نہ رہا تو انکار بھی نہ رہا۔ ظاہری سبب اس عطا کا یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ صدر جہاں پہلے اس کو اس لیے پہچان لیتا تھا کہ وہ جب کسی جماعت میں ازراہ فریب شامل ہوتا تو اس سے اپنی مخصوص حرکات کا صدور ہوتا۔ جن سے صدر جہاں اپنی غایت فراست سے سمجھ جاتا کہ یہ وہی ذات شریف ہیں۔ مگر اب اس کے مردہ ہو جانے سے ان کی حرکات کا صدور نہیں ہوا۔ اس لیے صدر جہاں اس کو پہچان نہیں سکا۔ بہرکیف اس قصہ سے خیرات و صدقات کے متعلق چھ آداب کا سبق ملتا ہے اوّل تو یہ کہ محتاجوں کی امداد کرنا فرض انسانیت ہے۔ خصوصاً اہل مال پر یہ واجب ہے کہ اپنے مال و دولت میں فقرا و مساکین کا بھی کچھ حق سمجھیں اور موقع بموقع ان کے لیے اپنے مال سے حصہ نکالتے رہیں۔ دوم یہ کہ مستحقین اور غیر مستحقین میں تمیز کرنا ضروری ہے۔ بعض اوقات غیر مستحق لوگ ازراہ فریب مال خیرات اڑا لے جاتے ہیں اور اہل استحقاق محروم رہ جاتے ہیں۔ جس طرح صدر جہاں نے منہ سے سوال کرنے والوں کو اپنی مراد و دہش کا حقدار نہیں سمجھا تھا اور ایسے غیر حقدار کو ہر زمرہ سے پہچانتا اور جواب دے دیتا رہا۔ سوم یہ کہ کسی غیر مستحق کے مال خیرات اڑا لینے سے۔ دوسرے مستحقین سے بدگمان ہونا نہیں چاہیئے۔ چنانچہ صدر جہاں اسے مکار لوگوں کی کارستانیوں کے باوجود مستحقین کو برابر خیرات دیتا رہا۔ بعض لوگ ایک مرتبہ کسی فریبی سائل سے فریب کھا کر ہمیشہ کے لیے سب سوالیوں سے بدگمان ہو جاتے ہیں اور سب کو ٹکا سا جواب دینا اپنا شعار بنا لیتے ہیں۔ حالانکہ ان میں اکثر و بیشتر سوالی فی الواقع محتاج اور مستحق اعانت ہوتے ہیں۔ چہارم اپنی مردم شناسی سے جس سائل کو غیر مستحق سمجھیں تو اس کے الحام و الحاف سے بالکل متاثر نہیں ہونا چاہیئے۔ جیسے کہ صدر جہاں غیر مستحق کی باتوں سے اثر پذیر نہیں ہوتا تھا۔ بعض کمزور طبیعت کے لوگ باتونی سائلوں کی باتوں میں آجاتے ہیں اور دل سے ان کو غیر مستحق سمجھنے کے باوجود انکاری جواب پر قائم رہنے کی ان میں ہمت نہیں ہوتی۔ پنجم یہ کہ منہ مانگنے والے سر ہو کر سوال کرنے والے اور گڑگڑانے والے سوالیوں پر ان سوالیوں کو ترجیح دینی چاہیئے جو منہ سے کچھ نہ کہیں مگر ان کی حالت قابل رحم نظر آتی ہو۔ جیسے کہ صدر جہاں کا اصول تھا۔ گو صدر جہاں اس اصول کو غیر ضروری سختی سے استعمال کرتا تھا۔ کیونکہ منہ سے سوال کرنے والے بالکل محروم رکھنے کے مستوجب نہیں ہوتے۔ سائل کو دینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت و مروی ہے ششم جب کوئی غیر مستحق سائل ازراہ فریب کچھ اڑا لے جائے۔ تو اس سے دیا ہوا واپس لینا یا اس پر ناراضگی ظاہر کرنا یا اس کو انتقاماً کوئی ضرر پہنچانا کریم النفسی کے خلاف ہے۔ جب اپنی نیت خیرات کی تھی تو الاعمال بالنیات نیت

صدقات و خیرات کے آداب

کا پھل رائیگاں نہیں جاتا فریب کرنے والا اپنے فریب کا ثمرہ پائے گا۔ دیکھو صدر جہاں نے مردہ نما فقیہ کو اس کی اس فریب کاری پر کوئی برا سلوک نہیں کیا۔ آگے مولانا صدر جہاں کے قول سے یہ سبق دیتے ہیں کہ:۔

سِرِّ مُوتُوا قَبلَ مَوتٍ ایں بود　　　　کز پسِ مردن غنیمت ہا رسد

ترجمہ: مرنے سے پہلے مرجاؤ کا راز یہی ہے۔ کہ مرنے کے بعد غنیمتیں پہنچتی ہیں۔
مطلب: مصرعہ اولیٰ میں ایک حدیث کی طرف اشارہ ہے جس کے متعارف الفاظ یوں ہیں موتوا قبل ان تموتوا یعنی اضطراری موت کے آنے سے پہلے ہی اختیاری موت کے ساتھ مرجاؤ جس سے مقصود یہ ہے کہ فنا کا درجہ حاصل کرو۔ تمیز الطیب میں لکھا ہے کہ ابن حجر اس حدیث کے بارہ میں کہتے ہیں کہ وہ غیر ثابت ہے (انتہیٰ)

غیر مُردن ہیچ فرہنگِ دِگر　　　　در نگیرد با خدا اے حیلہ گر

ترجمہ: سوائے مرنے کے کوئی دوسری ہوشیاری خدا کے معاملے میں مفید نہیں ہوتی اے حیلہ گر (اور موت اس لیے مفید ہوتی ہے کہ یہ عنایت کا سبب ہے)

یک عنایت زصد گوں اجتہاد　　　　جہد را خوف ست از صد گوں فساد

ترجمہ: (اور عنایت ایسی چیز ہے کہ) ایک عنایت (جس کو جذب کہتے ہیں) صدہا اقسام کی کوشش سے (جس کو سلوک کہتے ہیں) بہتر ہے (کیونکہ) کوشش کو سو طرح کی خرابیوں سے خوف ہے۔

واں عنایت ہست مَوقُوفِ ممات　　　　تجربہ کردند ایں رہ را ثقات

ترجمہ: اور وہ عنایت (عادۃً) موت (مذکور) پر موقوف ہے۔ اس راہ کا معتبر لوگوں نے تجربہ کرلیا ہے (اور اس نے ان کو یہی مشاہدہ ہوا ہے)
مطلب: عنایت ربانیہ فنا کے حصول پر موقوف ہے۔ آگے اس پر ترقی ہے کہ یہ موت بھی ایک واسطہ عاریہ ہے۔ یہ بات نہیں کہ اگر وہ موت نہ ہو۔ تو سعادت ابدیہ پر فائز ہونا ممتنع ہے۔ بلکہ یہ مدار تو عنایت پر ہے۔ اگر عنایت نہ ہو تو سعادت ابدیہ پر فائز ہونا ممکن نہیں پس اصل چیز وہی ہوئی۔ پس یوں کہنا چاہیے کہ:۔

بلکہ مرگش بے عنایت نیز نیست　　　　بے عنایت ہاں وہاں جائے مایست

ترجمہ: بلکہ اس (مالک) کی موت بھی بدون عنایت کے نہیں۔ خبردار خبردار عنایت کے بدوں کسی جگہ کھڑے مت ہونا۔

مطلب: یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اُوپر کہا تھا عنایت موت پر موقوف ہے ۔ اور یہاں یہ کہا ہے کہ موت عنایت پر موقوف ہے تو اس سے دور لازم آیا ۔ کیونکہ عنایت کے افراد بہت ہیں ۔ پس ممات کی توفیق ایک خاص عنایت سے ہوئی اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے ۔ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ پھر اس ممات کے بعد دوسری عنایت متوجہ ہوئی چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے ۔ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین (کلید)

آں زمرّد باشد ایں افعی پیر　　بے زمرّد کے شود افعی ضریر

ترجمہ ، وہ (عنایت) زمرد کی مانند ہے (اور) یہ (نفس گویا) پرانا سانپ (ہے سو) زمرد کے بدوں سانپ کب اندھا ہوتا ہے اس کے بعد وہ ضرر نہ پہنچا سکے ۔ اسی طرح نفس کی شرارت اور مضرت اصل عنایت سے زائل ہوتی ہے آگے ایک کہانی اس بات کی تائید میں ارشاد ہے کہ عنایت الٰہیہ کا ایک شمہ بھی بندہ کی بہت سی کوشش سے زیادہ مفید ہے چنانچہ ایک امرد نے اپنی حفاظت کے لیے اپنے پیچھے اینٹوں کا ڈھیر لگا دیا مگر کچھ سود مند نہ ہوا ، دوسری طرف ایک خوشرو جوان کی ٹھوڑی پہ عنایت الٰہیہ سے داڑھی کے دو چار بال اُگے ہوئے تھے ۔ وہی اس کے لیے باعث امن بن گئے)

حکایت امرد و کوسہ در خانقاہ با لُوطی　　و تدبیر امرد

ترجمہ ایک بے ریش لڑکے اور کم ریش جوان کی کہانی ایک خانقاہ میں کسی بچہ باز کے ساتھ اور امرد کی تدبیر

لغات : کوسہ بواو مجہول وہ شخص جس کے داڑھی اُگنے کی عمر کو پہنچ کر بھی داڑھی نہ اُگے (غیاث) لوطی بواو مجہول ۔ رند ۔ کودک باز اور بیباک و مطلق العنان بازاری آدمی کو بھی کہدیتے ہیں ۔ (۱۱)

۱ امردے و کوسۂ در انجمن　　آمدند و مجمعے بُد در وطن

ترجمہ : ایک بے ریش لڑکا اور ایک ریش جوان کسی انجمن میں آئے اور وطن میں کوئی جلسہ تھا ۔

مطلب : انجمن سے یہاں مراد کوئی خانقاہ ہے جس کا نظم و نسق کسی جماعت سے متعلق ہوگا اور اس قسم کے نظام اجتماع کو انجمن کہتے ہیں ۔ اس انجمن کا کوئی سالانہ جلسہ ہوگا اس میں عوام کے زمرہ میں یہ دو شخص امرد و کوسہ بھی آئے ہوں گے جن کا ذکر عنوان میں ہے ۔ وہ دونوں یا تو احباب سلسلہ میں داخل ہونے کی وجہ سے آئے ہوں گے یا محض تبرک خواری اور تماشائے قوالی ان کا مقصود ہوگا اور لوطی غالباً خانقاہ کے خادموں

مشتغل ماندند قوم منتخب روز رفت و شد زمانِ ثلثِ شب

ترجمہ: چیدہ چیدہ لوگ (جلسے کے انتظام میں) مشغول رہے (اس لئے وہ ان دونوں کا خیال نہ کر سکے کہ جلسہ برخاست ہونے پر بھی یہاں کیوں موجود ہیں حتے کہ) دن گزر گیا (رات آگئی) اور تہائی رات کا وقت ہو گیا۔

زاں غرب خانہ نرفتند آں دو کس ہم بخفتند آں سُو از بیم عسس

لغات: غرب خانہ وہ مقام جہاں بے بیاہے لوگ رہتے ہوں۔ خانقاہوں اور مدرسوں کا یہی حال ہوتا ہے اس میں یہ اشارہ ہے کہ اس امرد و کوسہ کا ایسے مقام میں شب باش ہونا ناموزوں تھا۔ نیز یہ لفظ اس بات کا قرینہ ہے کہ لوطی مذکور اسی غرب خانہ سے تھا۔ کیونکہ یہ عادت بد زیادہ تر غیر شادی شدہ اشخاص کو ہوتی ہے۔

ترجمہ: وہ دو شخص اس مجرد خانہ سے نہ گئے۔ شب گرد سپاہی کے خوف سے وہیں سو گئے

کوسہ را بُد بر زنخداں چار مُو لیک ہمچوں ماہِ بدرش بُود رُو

ترجمہ۔ کم ریش جوان کی ٹھوڑی پر چار بال تھے۔ لیکن اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح (خوبصورت) تھا۔

کودکِ امرد بصورت بُو زشت ۔ ہم نہاد اندر پس کُون بیست خشت

ترجمہ: بے ریش لڑکا صورت میں بدنما تھا (اور یہ بات اس کے غیر مرغوب ہونے کے لیے کافی تھی) تاہم اس نے (بدفعل لوگوں کے اندیشے سے اپنے) پس پشت بیس (تیس) اینٹیں رکھ لیں۔

لُوطیے دَبّ بُرد شب از گمرہی ۔ خشت ہا را نقل کرد آں مشتہی

لغات دَب بالفتح بمعنی لواطت و اغلام (غیاث) یہاں مجازاً بمعنی مرتکب لواطت مستعمل ہے۔ شب بردن رات گزارنا مشتہی شہوت پرست۔

ترجمہ ایک بدکار لوطی نے گمراہی (اور بدنیتی) سے رات گزاری (اور) اس شہوت پرست نے (موقع پاکر) اینٹوں کو (وہاں سے) اٹھا دیا۔ (تاکہ اس کے لیے بدفعلی کا موقع میسر ہو جائے)

دست چُوں بُروے زد او از جاے جست ۔ گفت ہے تو کیستی اے سگ پرست!

ترجمہ: جب اس (لوطی) نے اس (لڑکے) پر ہاتھ ڈالا تو وہ (گھبرا کر اپنی) جگہ سے اُچھلا (اور) بولا۔ ہائیں تو کون ہے۔ ابے سگ (نفس) کے پجاری!

گفت ایں سی خشت چوں انباشتی گفت نوسی خشت چوں برداشتی

ترجمہ لوطی (سے کوئی معقول جواب نہ بن پڑا تو کہنے لگا یہ تیس اینٹیں تو نے کیوں جمع کی تھیں (لڑکے نے تبرکی تبرکی، کہا تو نے (یہ) تیس اینٹیں کیوں اُٹھائی تھیں

گفت اے فی النّار خربس مُردہ ریگ ابلہ و بد خاصیت مانندِ ریگ

ترجمہ (اور) کہا اے دوزخی زچھ کمینے۔ بیوقوف بد خاصیت مثل ریگ کی دریت کی دریت کی بُری خاصیت یہ کہ اس میں استحکام نہیں ہوتا اس طرح تجھ کو نفس پر ضبط نہیں)

کودک و بیمارم واز ضعفِ خود کردم اینجا احتیاط و مرتقد

ترجمہ: میں (ایک کم عمر) لڑکا اور بیمار ہوں اپنی کمزوری سے (بدفعل لوگوں کو مارہٹانے کی طاقت نہیں رکھتا اسلئے) میں نے یہاں (اینٹیں رکھ کر ایسے لوگوں سے بچنے کی) احتیاط کی تھی اور سونے کی جگہ (بنائی تھی)

گفت اگر داری ز رنجوری تفے چوں نرفتی جانب دار الشفے

لغات۔ تفے کچھ سوزش تف بمعنی سوزش کے آخر میں تنکیر ہے دار الشفے دار الشفا، بمعنی شفا خانہ و ہسپتال کا الف آخر کو بذریعہ امالہ یاء بنا لیا گیا۔
ترجمہ: اس (لوطی) نے کہا اگر تو بیماری کی کوئی تکلیف رکھتا ہے تو ہسپتال میں کیوں نہ گیا (یہاں خانقاہ میں کیوں آیا)

یا بخانہ یک طبیبے مشفقے کو کشادے از سقامت مغلقے

لغات سقام بالفتح مرض۔ بیماری مغلق بفتح میم مصدر میمی بمعنی اغلاق۔ بندش۔ بستگی
ترجمہ یا کسی مہربان طبیب کے گھر (گیا ہوتا) جو تیرے مرض کی بستگی کو کھول دیتا (لوطی امرد کی ہمکلامی کے ذوق میں ادھر اُدھر لایعنی باتیں ہانک رہا ہے اور مرد اس کو امرد اس کو معمولی جواب دینے کے بعد طعن وتشنیع کے سخت حربوں کے ساتھ اس پر برس پڑتا ہے)

گفت آخر من کجا یارم شدن کہ بہر جاے روَم من ممتحن

لغات: یارم بمعنے توانم از یارستن بمعنے توانستن ممتحن مبتلائے محنت
ترجمہ (صرف) کہاں میں کہاں جانے کی طاقت رکھتا ہوں۔ جہاں جاتا ہوں مبتلائے محنت ہو جاتا ہوں

چوں تو زندیقے پلیدے ملحدے — مے برآرد سر بہ پیشم چوں ددے

ترجمہ (اس طرح) کہ وہاں کوئی نہ) کوئی تجھ سا بیدین ناپاک فاسق میرے سامنے درندہ کی طرح نکل کھڑا ہوتا ہے۔

خانقاہے کو بود بہتر مکان — من ندیدم یک دمے در وے امان

ترجمہ خانقاہ جو سب سے بہتر مکان ہوتا ہے۔ میں نے وہاں ایک دم بھی (ایسے فاسقوں سے) امن نہیں دیکھا (اور کسی مکان کا کیا ذکر)

رو بمن آرند مشتے خمر خوار — چشمہا پر نطفہ کف خایہ فشار

لغات نطفہ قطرہ منی جس سے استقرار حمل ہوتا ہے۔ یہاں اس سے مجازاً شہوت مراد ہے کف خایہ فشار ہاتھ خصیوں کو نچوڑنے والا۔ چونکہ خصیے پیدائش منی کا ظرف ہیں۔ اس لیے یہ لفظ استمنا بالید سے کنایہ ہے۔
ترجمہ: (ایسی جگہ بھی) چند شرابخوار میری طرف متوجہ ہو جاتے ہیں جن کی آنکھیں (کچھ اس طرح شہوت ریز ہوتی ہیں گویا وہ) نطفہ سے پُر (ہیں اور) ہاتھ خصیوں کو نچوڑنے والے۔

وانکہ ناموسی ست خود از زیر زیر — غمزہ دُزدد مے دہد مالش بہ کیر

ترجمہ (یہ تو ان لوگوں کا حال ہے جن میں آزادی و بےحیائی ہے) اور جو شخص (ذرا) ابرو رکھتا ہے وہ نیچے ہی نیچے خفیہ اشارہ چشم کرتا ہے (اور غلبہ شہوت سے) عضو تناسل کو ملتا ہے ؎

خط اٹھاتا ہے چھپ کے نفس پرست — شرم آتی ہے اس کو خلقت سے
پر وہ بے شرم ہے نہیں جب شرم — عالم الغیب والشہادۃ سے

یار با ناموس را غیرِ نظر — نیست لیکن زاں نظر دیں را خطر

ترجمہ (مانا کہ) آبرو دار سے نظر (بازی) کے سوا (اور کوئی حرکت سرزد) نہیں (ہوتی) مگر (یہ کیا کچھ کم اندیشناک ہے جبکہ) اس کے دین کو خطر (شدید ہے)
مطلب: کسی حسین پر اتفاقاً بلا قصد نظر پڑ جائے تو وہ معاف ہے۔ لیکن اس کو

بار بار دیکھنا اور اس کی دید جمال سے حظ اُٹھانا ایک فاسقانہ فعل ہے جو نہ صرف بجائے خود ایک گناہ ہے۔ بلکہ وہ معاصی کبیرہ کے ارتکاب کا باعث ہی بن جاتا ہے۔ بن عبداللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نظر پڑ جانے کے متعلق سوال کیا فامرنی ان اصرف بصری یعنی آپ نے مجھے نگاہ پھیرنے کا حکم دیا (مشکوۃ) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلیؓ یا علیؓ لا تتبع النظرۃ فان لک الاولی ولیست لک الاخرۃ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ارشاد فرمایا اے علی ایک نظر کے پیچھے دوبارہ نظر نہ کرو۔ کیونکہ پہلی نظر تم کو معاف ہے دوسری معاف نہیں (مشکوۃ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مامن مسلم ینظر الی محاسن امراءۃ اول مرۃ ثم یغض بصرہ الا احدث اللہ لہ عبادۃ یجد حلاوتہا یعنی جو مسلمان کسی عورت کے حسن و جمال کو پہلی مرتبہ دیکھ لے پر اپنی آنکھ اس سے بند کرلے تو اللہ اس کو اس کے لیے ایسی عبادت قرار دیتا ہے جس کی حلاوت وہ پائیگا (مشکوۃ) ؎

مانا کہ دیدِ حسن میں ایک لطف خاص ہے | لیکن بلائے جان ہے آزادی نظر
پڑ جائے اک نگاہ تو پھر اس کو تھام لو | گلگشتِ باغِ حسن کا حق ہے اسی قدر

اتباع نظر دین کے لیے مضر اس لیے ہیں کہ اگر بندے کو بار بار نظر بازی سے دل میں طلب و ہوس پیدا ہو گئی تو وہ حصول مطلوب کے لیے صدہا قسم کے گناہوں پر آمادہ اور فرائض دین سے غافل ہو جائے گا۔ پھر اگر حصول مطلوب کی ناروا صورت میسر ہوئی تو یہ کا ارتکاب تو دین کا بہت ہی شدید نقصان ہے۔ اس لیے ؎

رخ زیبا اگر دیکھو بتقدیر | مٹا دو جلد دل سے اس کی تصویر
طلسم جانگزا ہیں یہ خیالات | نہ ہو جانا گرفتارِ طلسمات

خانقہ چوں ایں بود بازارِ عام | چوں بود خرگلۂ دیوانِ خام

ترجمہ: جب خانقاہ (کا) یہ (حال) ہو۔ تو (خیال کیجئے کہ) بازارِ عام (کا حال) کیا ہوگا (بس یہی سمجھو کہ وہ) شیاطین خام سے (پُر) گدھوں کا گلہ ہے (جس کے متعلق حدیث میں آیا ہے شر الاماکن السُّوْقُ)

خر کجا ناموس و تقوےٰ از کجا | خر چہ داند خشیت و خوف و رجا

ترجمہ: کہاں گدھا اور کہاں ناموس اور تقوےٰ۔ گدھا کیا جانے (کہ) خشیت (حق) اور خوف (آخرت) اور امید (نجات کیا چیز ہے)

عقل باشد ایمنی و عدل جو | بر زن و بر مرد اما عقل کو

ترجمہ: (کیونکہ) زن و مرد پر امن اور عدل ڈھونڈنے والی تو عقل ہوتی ہے لیکن (گدھے میں عقل کہاں؟

ورگریزم من روم سوئے زنان　　ہم چو یوسف افتم اندر افتتان

ترجمہ: اور اگر میں عورتوں کی طرف جاتا ہوں۔ تو (وہاں بھی) حضرت یوسف کی طرح فتنے میں مبتلا ہو جاتا ہوں۔ لہ یعنی جس طرح زلیخا وغیرہ زنان مصر نے حضرت یوسف کو تنگ کرنا شروع کر دیا تھا۔

یُوسف از زن یافت زنداں و فشار　　من شوم توزیع بر پنجاہ دار

ترجمہ: یوسف علیہ السلام نے تو (صرف) عورت (کے فتنے) سے قید خانہ اور شکنجہ پایا میں (مردوں اور عورتوں کی) پچاس سولیوں پر تقسیم ہو رہا ہوں (یعنی یوسف علیہ السلام کے لیے صرف عورتوں کا مکر باعث آزار تھا مجھے مردوں اور عورتوں کی دونوں جماعتوں سے اذیت پہنچتی ہے۔ پس میری مصیبت انکی مصیبت سے دوچند ہوئی

آں زنان از جاہلی بر من تنند　　اولیاشاں قصد جانِ من کنند

ترجمہ: وہ عورتیں جہالت سے (خود) پر گرتی ہیں (اور) ان (عورتوں کے سرپرست ناحق مجھے اس فتنہ کا باعث سمجھ کر) میری جان کا قصد کرتے ہیں (حالانکہ اس میں میرا قصور کچھ بھی نہیں)

نے زمرداں چارہ دارم نہ زنان -　　چُوں کنم چوں نے از ایں ام نے ازاں

ترجمہ (غرض) نہ مردوں سے (بچنے کا) علاج مجھے (سوجھتا) ہے نہ عورتوں سے میں کیا کروں جبکہ نہ میں ان (مردوں) میں سے ہوں نہ ان عورتوں) میں سے۔ مطلب میں محض ایک لڑکا ہوں۔ نہ پورا جوانمرد ہو۔ نہ عورت ہوں۔ اگر جوانمرد ہوتا۔ تو مردوں کو میری رغبت نہ ہوتی اور اگر عورت ہوتا تو عورتیں مجھ پر فریفتہ نہ ہوتیں۔ صرف ایک فریق سے سلجھنا پڑتا یہ دوگونا مصیبت نہ ہوتی اتنی بات کہہ کر اس کی توجہ کوسہ کی طرف منعطف ہوتی ہے۔ جو خوبصورت اور بے ریش چہرہ والا ہونے کے باوجود محض ٹھوڑی کے چار بالوں کی بدولت جو اس کی جوانمردی کا تمغہ ہیں سولیوں کی گھاتوں سے محفوظ ہے۔ چنانچہ مولانا فرماتے ہیں:

بعد ازاں کودک بکوسہ بنگریست　　گفت او با ایں دو مو از غم بری ست

ترجمہ: پھر لڑکے نے کوسہ کو دیکھا (اور) کہنے لگا وہ (شخص) این دو بالوں کی بدولت

غم سے بری ہے۔

فارغ ست از خشت واز پیکار خشت وز چو تو مادر فروش کنگ وز شت

لغات مادر فروش ماں کی گالی ہے۔ کنگ بضم کاف دوم فارسی فربہ و قوی و بالکسر بمعنی بے حیا و زبان آور (غیاث)

ترجمہ: وہ انیٹوں (کے جمع کرنے) سے جھگڑے سے فارغ ہے اور تجھ جیسے مادر فروش بیحیا اور برے آدمی سے (بھی مامون ہے)

مطلب یعنی مجھ کو بدکار لوگوں سے بچنے کے لیے ایٹیں ڈھونے کی زحمت اُٹھانی پڑی اس کو اس کی ضرورت نہیں۔ بیکار خشت سے وہ بحث مراد ہے جو لوطی کے اور اس لڑکے کے درمیان ہوئی تھی کہ اس نے کہا تو نے اینٹیں کیوں جمع کی تھیں اس نے کہا تو نے اینٹیں کیوں اٹھایں کوسہ کو اس جھگڑے کی بھی ضرورت نہیں یا پیکار خشت سے اینٹ پتھر کی لڑائی مراد ہے جس میں ان چیزوں کو بطور آلہ ضرب استعمال کیا جائے۔ خصوصاً امار و عیبورین اہل ہوس کی چھیڑ خانی پر خشت و سنگ سے ہی کام لیا کرتے ہیں۔ جیسے شیخ سعدی نے ایک عاشق کا ذکر کیا ہے کہ اس کا معشوق اس کے ساتھ کس طرح پیش آیا۔ دشنام بے تحاشا دادن گرفت و سقط گفتن و سنگ برداشتن و ہیچ از بے حرمتی نگزاشت" مطلب یہ کہ اس کوسہ کو اس تلخ گفتاری و سنگ برداری کی بھی ضرورت نہیں:۔

بر زنخ سہ چار مو بہر نمون بہتر از سی خشت گرداگرد کون

ترجمہ (پس) تھوڑی پر (جوانی کے) نمونہ کے لیے تین چار بال بہتر ہیں مقعد کے اردگرد تیس اینٹوں (کے جمع کرنے) سے (آگے مولانا اس سے یہ سبق دیتے ہیں)

ذرۂ سایہ عنایت بہتر ست از ہزاراں کوشش طاعت پرست

ترجمہ (اسی طرح) سایہ عنایت کا ایک ذرہ طاعت پرست کے ہزاروں مجاہدہ سے بہتر ہے (یعنی جذب قلیل سلوک کثیر سے بھی بہتر ہے)

زانکہ شیطان خشت طاعت بر کند گر دو صد خشت ست خود را رہ کند

ترجمہ: کیونکہ شیطان خشت طاعت کو ہٹا دیتا ہے۔ اگر دوسو خشت بھی ہیں تو بھی اپنے لیے وہ راہ کر لیتا ہے (سلوک میں شیطان کو در اندازی کا خوب موقع ملتا ہے)

باعنایت او ندارد زہرہ تاب زد خویشتن راہ بہرہ

ترجمہ (مگر) عنایت کے ساتھ وہ ذرہ بھر طاقت نہیں رکھتا کہ اپنے لیے کوئی حصّہ بنا سکے (حق تعالیٰ کی عنایت مبذول ہو۔ یعنی کسی کو از راہ جذب قرب حق ہے تو اس میں شیطان کی دال نہیں گلتی)

خشت گر بسیار بنہادہ تو است　　آں دو سہ مُوز عطائے آں سُواست

ترجمہ: خشت اگر بہت بھی ہوں تو (وہ منجانب اللہ نہیں بلکہ) تیری رکھی ہوئی ہیں (ان کو شیطان ہٹا سکتا ہے۔ بخلاف اس کے) وہ دو تین بال (تیرے اگائے ہوئے نہیں ہیں بلکہ) اُدھر کی عطا سے ہیں۔ (انکے ہوتے ہوئے شیطان کا قابو نہیں چلتا)

در حقیقت ہر یکے مُورا ازاں　　خورد منگر ہمچو کوہے داں کلاں

ترجمہ۔ حقیقت میں ان میں سے کسی بال کو چھوٹا مت سمجھو (بلکہ) پہاڑ کی طرح بڑا سمجھو۔

کاں اماں نامہ وصلۂ شاہنشی ست　　خلعتِ خانی قطب آگہی ست

ترجمہ: کیونکہ وہ (ایک ایک بال) دستاویز امن اور عطائے شاہی ہے۔ قطب معرفت کی سرداری کا خلعت ہے۔ (پس ایسے امن نامہ کے ہوتے ہوئے کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا اور ایسی عطا کی موجودگی میں کوئی کمی محتمل نہیں۔ مصرعہ ثانیہ میں فرمایا ہے کہ یہ وہ خلعت ہے جو قطب معرفت یعنی عارف کو بارگاہ حق سے عطا ہوتا ہے)

تو اگر صد قُفل بنہی بہ درے　　بر کند آں جُملہ را خیرہ سرے

ترجمہ: تو اگر کسی دروازہ پر سو قُفل لگا دے وہ بے باک اُن سب کو ہٹا سکتا ہے

شحنۂ از مُوم اگر مُہرے نہد　　پہلواناں را از و دل بشکہد

لغات: بشکہد فعل مضارع از شکوہیدن بضمتین بمعنی ترسیدن۔ ایک لغات میں بکسر ہے (غیاث)

ترجمہ: (مثلاً) کوتوال اگر موم کی مہر بھی لگا دے۔ تو (اس مہر کے سرکاری ہونے کی وجہ سے) پہلوانوں کا دل (بھی) اس سے ڈرے گا)

شحنہ گر مُہرے نہد از موم نرم　　زاں بود کوتاہ پنجہ شیر گرم

ترجمہ: کوتوال اگر نرم موم کی مہر بھی لگا دے تو اس سے پچاس شیر شجاع دب جاتے ہیں۔

آں دو سہ تارِ عنایت ہمچو کوہ ۔ سد شدہ چوں فرِّ سیما در وجوہ

ترجمہ۔ وہ دو تین تار عنایت کے جو (اپنی معنوی قوت در استحکام میں، پہاڑ کی مانند ہیں (شیاطین کی شر سے) آڑ ہو گئے۔ جس طرح (طاعت وسجود کے) نشان کی عظمت (آڑ) ہو گئی تھی جو صحابہ کے، چہروں میں (نمایاں تھی)

مطلب: چہرے سے مراد مطلق ذات ہے۔ یعنی صحابہ میں جو ایک مورد عنایات ہونے کا نورِ عظیم تھا۔ اس کی وجہ سے شیاطین اپنی اثراندازی سے ناامید ہو گئے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں اِنَّہٗ لَیْسَ لَہٗ سُلْطَانٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّہِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۰ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسا کرتے ہیں ان پر شیطان کا کچھ قابو نہیں چلتا (سورۃ النحل ع ۱۳) ہر چند کہ اصل چیز عنایت ہے مگر اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ مجاہدہ واعمال کی ضرورت نہیں بلکہ:۔

خشت را مگذار اے نیکو سرشت ۔ لیک ہم ایمن مخسپ از دیو زشت

ترجمہ (نیک طبع (آدمی) خشت کو بھی مت چھوڑ لیکن شیطان لعین سے بیخوف مست سو (مجاہدہ کو ترک مت کرو اس پر بھی عمل رکھو مگر اس پر اعتماد کلی نہ کرو ساتھ ہی عنایت حق کو بھی طلب کرتے رہو)

رَو دو سہ مُوزاں کرم بادست آر ۔ وانگہاں ایمن بخسپ و غم مدار

ترجمہ: جاؤ اس کرم (وعنایت) کے دو تین بال ہاتھ میں لاؤ اور پھر بیخوف ہو کر سو جاؤ اور غم مت رکھو۔

مطلب۔ یعنی شیطان کی ضرررسانی سے مامون ومطمئن ہو جاؤ۔ کلید مثنوی میں لکھا ہے کہ اس سے مطلق امن جو منافی ایمان ہے لازم نہیں آتا۔ کیونکہ امن منافی ایمان وہ ہے کہ حق تعالیٰ سے بیخوف ہو جائے۔ جیسے کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں فلا یأمن مکر اللہ الا القوم الخاسرون اور امن من الشیطان اس آیت میں مراد ہے انہ لیس لہ سلطان علی الذین امنوا وعلی ربہم یتوکلون (انتہیٰ) آگے بھی تائید ہے اس کی کہ عنایت کو عبادت ومجاہدہ پر ترجیح ہے:۔

نومِ عالم از عبادت بہ بود ۔ آنچناں علمے کہ مستنبہ بود

ترجمہ عالم کی نیند (جاہل کی) عبادت سے افضل ہے (یعنی وہ عالم) ایسا علم (رکھتا ہو) جو متنبہ کرنے والا ہو۔

مطلب: منہج القوی میں اس مضمون کا ماخذ اس حدیث کو قرار دیا ہے کہ نوم

علےٰ علمِ خَیْرٌ مِن صلاۃ علےٰ جھل یعنی عالم کا سوجانا جاہل کے نوافل پڑھنے سے افضل ہے اور اللوء اللوء المرصوع میں اس حدیث کو ابونعیم کے حلیہ سے نقل کیا ہے۔ مہنج القوی میں یہ حدیث بھی اس کے ساتھ لکھی ہے کہ نوم العالم خیر من عبادۃ الجاھل اگر یہ حدیث ثابت ہو۔ تو مضمون شعر کے بالکل مطابق ہے۔ کلید مثنوی میں مضمون شعر کی تطبیق کے لیے یہ روایت نقل کی ہے کہ نوم العالم عبادۃ مگر موضوعات کبیر میں ملا علی قاری رح لکھتے ہیں لا اصل لہ فی المرفوع انتہی راقم کے نزدیک بعید نہیں کہ یہ مضمون حضرت ابن عباس کے اس اثر سے ماخوذ ہو کہ تدارس العلم ساعۃ من اللیل خیر من احیائھا رواہ الدارمی یعنی رات کو درس علم کی ایک گھڑی بھر شغل ساری رات بھر نوافل پڑھنے سے بہتر ہے (مشکوٰۃ) ظاہر ہے کہ عالم گھڑی بھر درس دے کر باقی شب خواب میں گزارے گا۔ پس اس کا یہ سونا باتباع درس یک ساعت رات بھری عبادت سے جس میں درس و تعلیم نہ ہو۔ افضل ہوا اور "نوم عالم از عبادت بہ بود" کا مضمون حدیث سے ثابت ہو گیا۔ شعر کا ماحصل یہ ہے کہ خدا کی عنایت سے جس کو علمِ دین کی دولت حاصل ہو اس کی نیند بھی جو عدم مجاہدہ ہے مجاہدوں کی عبادت سے افضل ہے آگے اس کے استبعاد کو ایک مثال سے دفع کرتے ہیں

آں سکونِ سابح اندر آشنا بہ ز جہدِ اعجمی با دست و پا

لغات سابح پیراک تیرنے والا۔ آشنا شناوری۔ تیرنا اعجمی اناڑی۔ انجان ترجمہ (دیکھو) تیرنے والے کا تیرنے میں سکون اناڑی کے ہاتھ پاؤں مارنے سے بہتر ہے (اسی طرح عالم کا سوجانا جاہل کی مجاہدہ سے افضل ہے)

دست و پا ساکن بآب اندر سباح بہ رود از اعجمے با انتطاح

ترجمہ (اور بہتر ہونے کے معنے یہ ہیں کہ) جس (پیراک) کے ہاتھ پاؤں پانی میں ساکن ہوں وہ شناوری میں زیادہ اچھا چلے گا۔ اس اناڑی سے جو (اس زور سے جد و جہد کرتا ہو کہ گویا) ٹکریں مارنے میں (مشغول) ہے (ماہر پیراک کی حرکت شناوری با اطمینان اور باقاعدہ ہوتی ہے۔ اور اناڑی کی غیر منتظم و بے قاعدہ جس میں ہاتھ پاؤں کا زور بہت خرچ ہوتا ہے۔ اس سے دم ٹوٹ جانے اور ڈوب جانے کا اندیشہ ہے چنانچہ:۔)

اعجمی زد دست و پا و غرق شد میرود سبّاح ساکن چوں عمد

ترجمہ: اناڑی نے (بے قاعدہ زور زور سے) ہاتھ پاؤں مارے اور (دم ٹوٹ جانے سے) ڈوب گیا پیراک سکون (و اطمینان) کے ساتھ شہتیر کی طرح چلا جا رہا ہے
مطلب: جس طرح اس نظیر میں ایک فن کے ماہر کا سکون غیر ماہر کی حرکت سے

بہتر اور مفید تر ہے اسی طرح عالم باللہ کا بھی ایک سکون بطریق عبادت کے اگر غیر عالم باللہ کی حرکت بطریق عبادت سے افضل ہو جائے تو تعجب کیا ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ عبادت خاص افعال میں منحصر نہیں حکم کی بجا آوری جو اخلاص کے ساتھ ہو۔ عبادت کی روح ہے۔ پس عارف کا سونا مراتب عارفین کے موافق طبعی ہونے کے باوجود ایسی نیتوں پر مبنی ہوتا ہے کہ ویسی نیت غیر عارف کو ظاہری عبادات میں بھی میسر نہیں ہوتی اور امور طبعیہ بھی نیت صالحہ کے اقتران سے عبادات صالحہ بن جاتے ہیں۔ بلکہ عامل سے گزر کر عامل کے متعلقات کے بعض امور کا موجب قرب وقبول ہو جانا نصوص میں وارد ہے چنانچہ صحاح میں ہے کہ جو گھوڑا بہ نیت اعلاء کلمۃ اللہ کے رکھا جائے۔ اس کا کھانا پینا بلکہ مگنا موتنا تک موجب عطائے حسنات ہوتا ہے اس سے عنایت کی ترجیح عبادت پر بخوبی ثابت ہوگئی (کلید) آگے اس علم کی طلب بغرض ترغیب فرماتے ہیں :-

علم دریائے ست بیحد و کنار طالب علم ست غواصِ بحار

ترجمہ (یہ) علم ایک ایسا دریا ہے جس کی کوئی حد اور کنارہ نہیں (اور اس) علم کا طالب دریاؤں کا غوطہ زن ہے (جو گوہر مقصود نکال لاتا ہے اس تشبیہ میں مضمون سابق کی شناوری کی تشبیہ کے ساتھ مناسبت بھی ملحوظ ہے آگے اس کے بیحد و کنار ہونے کی توضیح ہے)

گر ہزاراں سال باشد عمرِ او او نگردد سیر خود از جستجو

ترجمہ : اگر اس (طالب علم) کی عمر ہزاروں سال کی بھی ہو تب بھی وہ ہر گز طلب علم سے سیر ہی نہ ہوگا (آگے اس کی تائید میں ایک حدیث ارشاد ہے)

دربیان حدیث مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ طَالِبُ الْعِلْمِ وَطَالِبُ الدُّنْيَا

اس حدیث کے بیان میں کہ دو بھوکے کبھی سیر نہیں ہوتے علم کا طالب اور دنیا کا طالب **تحقیق روایت**۔ طبرانی نے کبیر میں بروایت ابن مسعودؓ یوں بلا الف ولام روایت کیا ہے منهومان لا يشبعان طالب علم وطالب دنيا (تمیز الطیب) بیہقی نے شعب الایمان میں اس کو انس بن مالکؓ سے یوں روایت ہے منهومان لا يشبعان منهوم في العلم لا يشبع منه و منهوم في الدنيا لا يشبع منها (مشکوٰۃ) دارمی نے بروایت عبداللہ بن مسعودؓ نے یوں روایت کیا ہے۔ منهومان لا يشبعان صاحب العلم وصاحب الدنيا ولا يستويان اما صاحب العلم فيزداد رضى للرحمن واما صاحب الدنيا فيتمادى في

الطغیان الخ یعنی دو بھوکے کبھی سیر نہیں ہوتے علم والا اور دنیا دار اور دونوں برابر نہیں ہیں علم والے پر تو خداوند تعالےٰ کی خوشنودی زیادہ ہوتی ہے اور دنیا دار سرکشی میں بڑھتا چلا جاتا ہے (مشکوٰۃ)

کاں رسولِ حق بگفت اندر بیان ‏ ‏ اینکہ مَنْہُوْمَانِ ہُمَا یُشْبَعَان

ترجمہ (جیسے) کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (اس کے) بیاں میں یہ فرمایا ہے۔ کہ دو بھوکے ہیں جو سیر نہیں ہوتے۔

طَالِبُ الدُّنْیَا وَتَوْفِیْرَاتِھَا ‏ ‏ طَالِبُ الْعِلْمِ وَتَدْبِیْرَاتِھَا

ترجمہ یعنی دنیا اور اس کی ترتیبات کا طالب (اور) علم اور اس کی تدبیرات کا طالب

پس دریں قسمت چو بگماری نظر ‏ ‏ غیر دنیا باشد ایں علم اے پدر

ترجمہ: بس جب تم اس تقسیم پر (اپنی) نظر ڈالوگے تو اس بزرگوار (تمکو معلوم ہو جائیگا کہ) یہ علم (جس کا حدیث میں ذکر ہے) دنیا سے جداگانہ ہے

غیر دنیا پس چہ باشد؟ آخرت ‏ ‏ کت کند زینجا و باشد رہبرت

ترجمہ (اور) دنیا کی مغایر پھر کیا چیز ہوتی ہے؟ آخرت (پس آخرت کا علم بھی دنیا کے علم سے مغایر ہوا) جو تم کو یہاں (دنیا سے دل برداشتہ کردے۔ اور (آخرت کی طرف تمہارے لیے رہبر ہو۔

غیر دنیا آخرت باشد یقین ‏ ‏ کاں برو زینجات آنجا اے امین

ترجمہ: آخرت یقیناً دنیا سے جداگانہ ہوگی۔ کہ اے امین! وہ علم جو آخرت سے متعلق ہے) تم کو اس جگہ سے اُس جگہ لے جائے (یعنی اُس طرف متوجہ کردے)

مطلب: مقصود اشعار تین باتیں ہیں ایک یہ کہ علم ایک ناپیداکنار دریا ہے۔ جو نہ ختم ہوتا ہے نہ اس کا طالب اس کی طلب سے بس کرتا ہے۔ دوسری یہ کہ حدیث میں جس علم محمود و مطلوب کا ذکر ہے وہاں علم آخرت ہے نہ کہ علم دنیا کیونکہ حدیث میں علم اور دنیا کا ذکر بطور تقسیم واقع ہوا ہے اور ہر قسیم دوسرے قسیم کا مبائن ہوتا ہے۔ لہذا اس تقسیم میں وہ علم مراد ہے جو دنیا سے جداگانہ اور اس سے مبائن ہو اور وہ علم آخرت ہے وہی علم ممدوح و محمود ہے اور اسی کا حصول اعلےٰ فضیلت ہے۔ تیسری یہ کہ یہ علم عنایت حق کا ثمرہ ہے۔ طالبان دنیا جو طلب دنیا میں کامیابی حاصل کرنے کے سبب دینوی علوم حاصل کرتے ہیں وہ ان کی اپنی جد و جہد کا نتیجہ ہوتا ہے۔ عنایت حق

کا ثمرہ نہیں پس ایسے علوم کثیرہ پر آخرت کے تھوڑے سے علم کو بھی ترجیح حاصل ہے۔ کیونکہ دنیا فانی ہے اس کے فوائد و عوائد بھی چند روزہ ہیں اس لیے اس کا علم بھی ایک محدود زمانے کے لیے نافع ہے۔ آخرت ابدی ہے۔ اس کے فوائد لازوال ہیں اور اس کے علم کا ثمرہ بھی غیر فانی ہے آگے پھر قصہ چلتا ہے :۔

بحث شاہزادگاں باہمد گر دراں قضیہّ و مقالہ برادر بزرگ

ترجمہ: اس معاملہ میں شہزادوں کی بحث اور بڑے بھائی کی تقریر۔

رُو بہم کردند ہر سہ مُفتَتَن ہر سہ رایک درد و یک رنج و حزن

ترجمہ: تینوں مفتوں (بھائی) ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے۔ تینوں کا ایک ہی درد اور ایک ہی رنج و حزن تھا۔

ہر سہ در یک فکر و یک سودا ندیم ہر سہ از یک رنج و یک علّت سقیم

ترجمہ: تینوں ایک ہی فکر اور ایک ہی خیال میں شامل (تھے) تینوں ایک ہی دکھ اور ایک ہی مرض سے بیمار (تھے)

در خموشی ہر سہ را خطرت یکے در سخن ہم ہر سہ را حجّت یکے

ترجمہ: خاموشی میں تینوں کا ایک ہی خیال تھا گفتگو میں تینوں کی ایک ہی دلیل تھی

یک زمانے اشک ریزاں ہر سہ شاں بر سرِ خوانِ مصیبت خوں فشاں

ترجمہ: ایک وقت تو تینوں کے تینوں مصیبت کے خوان پر اشکباری کرتے ہوئے خون فشاں تھے۔

یک زماں از آتشِ دل ہر سہ کس برزدہ با سوز چوں مجمر نفس

ترجمہ (اور) ایک وقت تینوں آدمی دل کی آگ سے انگیٹھی کی طرح کے ساتھ سانس لیتے تھے۔

آں بزرگیں گفت کاے اخوانِ خیر ما نہ نر بودیم اندر نصح غیر

ترجمہ: اس بڑے (بھائی) نے کہا اچھے بھائیو کیا ہم دوسرے شخص کو نصیحت

کرنے میں مرد نہ تھے

از حشم ہر کہ بما کردے گلہ　　از بلا و خوف و فقر و زلزلہ

ما ہمے گفتیم کم نال از حرج　　صبر کن کہ الصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَج

لغات: حشم و بفتحتین چاکراں و خدمتگاراں کہ برائے او غضب نمایند بر دیگران (غیاث) زلزلہ لرزا دینا نال فعل امر از نالیدن بمعنی گریستن و فریاد کردن۔

ترجمہ: نوکروں میں سے جو شخص ہمارے پاس بلا اور خوف اور محتاجی اور بیقراری سے شکایت کرتا تو ہم اس سے کہا کرتے تھے کہ (کسی) تنگی پر فریاد نہ کر۔ صبر کر۔ کیونکہ صبر کشایش کی کنجی ہے۔

ایں کلید صبر ما اکنوں چہ شد؟　　اے عجب منسوخ شد قانون چہ شد؟

ترجمہ: ہماری یہ کلید سیراب کیا ہوئی، ارے تعجب ہے (کہ وہ) قانون منسوخ ہوگیا۔ یہ کیا ہوا۔

ما نمے گفتیم کاندر کشمکش　　اندر آتش ہمچو زر خندید خوش

ترجمہ: کیا ہم (دوسرے لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے) نہیں کہا کرتے تھے کہ (مصائب کی) کشمکش میں خوشی خوشی ہنستے رہا کرو جس طرح سونا آگ کے اندر (درخشاں و تاباں رہتا ہے)

ہر سپہ را وقت تنگا تنگ جنگ　　گفتہ ما کہ ہیں مگردانید رنگ

ترجمہ: ہر فوج کو جنگ کی تنگا تنگی میں ہم کہا کرتے تھے۔ کہ وہاں (خوف و اضطراب سے اپنا رنگ متغیر نہ کرو (حوصلہ قائم رکھو)

آں زماں کہ بود اسپاں را وطا　　جملہ سرہا بُریدہ زیر پا

ما سپاہ خویش را ہے ہے کناں　　کہ بہ پیش آئید قاہر چوں سناں

لغات: وطا بالفتح رفتن و پامال کردن (غیاث) ہے ہے کلمہ تنبیہہ برائے آگاہ کردن (غیاث) قاہر زور مند۔ طاقتور۔ جابر۔ مغلوب کرنیوالا۔ یہ کلمہ حال واقع ہوا ہے پیش آئید کی ضمیر سے

ترجمہ: جو وقت مقتولین کے کٹے سروں کو گھوڑوں کے ٹاپوں کے نیچے روندنے

کا ہوتا تھا (اس وقت) ہم اپنی فوج کو (برانگیختہ کرنے کے لیے) ہاں ہاں (کے نعرے بلند) کرتے تھے۔ کہ نیزے کی طرح (دشمن کو) مغلوب کرتے ہوئے آگے بڑھو

جُملہ عالم را نشاں دادہ بصبر زانکہ صبر آمد چراغ و نورِ صدر

ترجمہ: ساری دنیا کو تو ہم صبر کی طرف رہنمائی کرتے تھے کیونکہ صبر سینہ کا چراغ اور نور ہے

نوبتِ ما شُد چہ خیرہ سر شدیم چُوں زنانِ زشت در چادر شدیم

ترجمہ: ہماری باری آئی تو ہم کیسے پریشان دماغ ہو گئے (کہ مردانہ ہمت و حوصلہ کو چھوڑ کر) ناکارہ عورتوں کی طرح (زنانہ) چادر میں (ملبوس) ہو گئے (زشت بلحاظ صورت نہیں بلکہ بلحاظ سیرت خصوصاً از روے ہمت و حوصلہ مراد ہے)

اَے دِلے کہ جُملہ را کردی تو گرم گرم کُن خُود را و از خود دار شرم

ترجمہ: اے دل کہ تو سب کو مستعد کیا کرتا تھا۔ اپنے آپ کو بھی مستعد کر اپنے آپ سے شرم کر

اَے زبان کہ جُملہ را ناصح بُدی نوبتِ تو گشت از چہ تن زدی

ترجمہ: اے زبان کہ تو سب کی ناصح (بنتی) تھی۔ (اب خود) تیری باری آگئی کہ (اپنی نصیحتوں پر عمل کرے) تو کیوں خاموش ہے۔

اَے خرد کو پندِ شکر خاے تو دَورِ تُست ایندم چہ شُد ہیہاے تو

ترجمہ۔ اے عقل تیری نصیحت شکر کی سی لذت والی کہاں گئی۔ اس وقت تیری باری ہے تیری ہے ہے کیا ہوئی (جو لوگوں کو برانگیختہ کرنے کے لیے کہا کرتی تھی)

اَے ز دلہا بُردہ صد تشویش را نَوبتِ تو شُد بجنباں ریش را

ترجمہ: اے (عقل) جو دلوں سے سینکڑوں پریشانیاں دُور کیا کرتی تھی تیری باری آگئی (اب) تو داڑھی کو حرکت دے

مطلب: یہ سلطان محمود کے قصے کی طرف تلمیح ہیں۔ جس نے چوروں سے کہا تھا۔ کہ میں اگر داڑھی ہلادوں تو مجرم قید سے چھوٹ جاتے ہیں۔ یہ قصہ اسی دفتر میں پیچھے گزر چکا ہے۔ یعنی اے عقل تو بھی کوئی ایسی تدبیر کر کہ ہم اس قید غم سے چھوٹ جائیں۔

از غزی ریش ار کنوں دزدیدہٗ پیش ازیں بر ریشِ خود خندیدہٗ

لغات غز بفتح غین معجمہ بدل وزن فاختنہ وقحبہ آخر میں یائے مصدری شامل ہے بہ ریش کسے شندیدن کسی کا مضحکہ اڑانا۔ کسی سے تمسخر کرنا۔

ترجمہ: اگر تونے اب بزدلی سے داڑھی کو چھپا لیا (یعنی ہماری نجات کی تدبیر نہ کی) تو سمجھا جائیگا کہ اس سے پہلے (جو تو لوگوں کی ہنسی اڑاتی تھی تو گویا) خود اپنی ہنسی اڑاتی تھی۔

وقتِ پند دیگراں ہائے ہائے　　　درِ غم خود چوں زنانی وائے وائے

ترجمہ: وائے نفس! تو دوسروں کو نصیحت کرنے کے وقت تو ہا ہا پکارتا، تھا اب خود اپنے غم میں عورتوں کی طرح افسوس (پیلاتا) ہے

چوں بدردِ دیگراں درماں بُدی　　　درد مہمانِ تو آمد تن زدی

ترجمہ: جب تو دوسروں کے درد میں (بمنزلہ) علاج تھا تو یہ کیا بات ہے کہ درد (خود) تیرا مہمان (بن کر) آیا ہے۔ تو تو نے چپ سادھ لی۔

بانگ بر شکر زدن بُد سازِ تو　　　بانگِ برزن چہ گرفت آوازِ تو

لغات ساز کئی معنوں میں مستعمل ہے مثلاً سامان اسباب باجا۔ ضیافت۔ توانا۔ موافق۔ مکر حیلہ مثل۔ نفع (غیاث) کلید مثنوی میں یہاں بمعنے طریقہ اور منہج القوی میں بمعنی عادت لکھا ہے۔ مگر لغت سے ان دونوں معنوں کی تائید نہیں ہوتی۔ آواز گرفتن محاورہ ہے آواز پڑ جانے کے معنی میں (کذانی غیاث) لہذا "چہ گرفت آواز تو" کا یہ ترجمہ کہ تیری آواز کیوں پکڑی گئی غیر صحیح ہے۔

ترجمہ۔ لشکر پر نعرہ لگانا (برانگیختہ کرنے کے لیے) تیرا سامان تھا (اب اپنے آپکو آمادہ ہمت کرنے کے لیے) نعرہ لگا۔ تیری آواز کیوں

آنچہ پنجہ سال بافیدی بہوش　　　زاں تسلیج خود بغلطاقے بپوش

لغات: نسیج بُنا ہوا۔ بافیدہ۔ بغلطاق۔ بفتحتین بمعنے قبا و بعضے بمعنی بغلبند نوشتہ (غیاث)۔ بنڈی۔ مرزائی۔

ترجمہ: تونے جو (عمر کے) پچاس سال (میں صبر و استقلال کا جامہ) ہوشیاری سے بُنا تھا۔ اپنے اس بُنے ہوئے سے ایک بغلبند ہی پہن لے۔

مطلب: شہزادہ کلاں اپنے نفس سے خطاب کرتا ہے کہ عمر بھر میں تو نے جن تجربات زمانہ سے صبر و استقلال کا سبق پڑھا ہے آج اس سے فائدہ اُٹھاؤ پچاس سے مراد بیان کثرت ہے یعنی اتنی بڑی عمر تک جو تجربہ حاصل کیا ہے۔ یا ممکن ہے کہ یہ شہزادہ اس وقت پچاس سال کا ہو۔ بعض بادشاہ ستر اسی سال تک تخت پر متمکن رہے ہیں کہ اُن کے شاہزادے پچاس پچپن سال کو پہنچ حضرت عالمگیر غازی رحمۃ اللہ فرمانروائے ہندوستان نے اکانوے ۹۱ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس وقت شاہزادہ معظم کی عمر پینسٹھ

سال کی تھی اور شاہزادہ اعظم چند سال کم تھا۔

از نوایت گوشِ یاراں بُود خوش   دست بیروں آر و گوشِ خود بکش

ترجمہ: تیری (نصیحت کی) آواز سے دوستوں کے کان خوش ہوتے (اب اپنا) ہاتھ نکال اور اپنا کان کھینچ (یعنے اپنے آپ کو ملامت کر کہ کیوں اس نصیحت پر خود عمل نہیں کرتا)

سر بُدی پیوستہ خود را دُم مکُن   پا و دست و ریش سبلت گم مکُن

لغات: دست و پا گم کردن۔ گھبرا جانا بدحواس ہو جانا مبالغہ کے لیے دست و پا کے ساتھ ریش و سبلت کو بھی شامل کر دیا۔

ترجمہ تو ہمیشہ سر (کی مانند معزز و محترم) تھا۔ (اب) اپنے آپ کو دم (کی مانند کم رتبہ و پست) مت بنا (اس مصیبت پر) حد سے زیادہ بدحواس نہ ہو۔

بازی آنِ تُست بر روئے بساط   خویش را در طبع آر و در نشاط

لغات: طبع بفتح طا لوگوں کی سرشت جس پر ان کو پیدا کیا گیا ہے۔ مجازاً بمعنی خوش مزاجی۔

ترجمہ: بر سرِ مجلس (ہنسنا) کھیلنا تیرا حق ہے۔ اپنے آپ کو خوش مزاجی میں لا اور نشاط میں

ایں حکایت گوش کُن اے باخرد   تا بدانی اندریں معنے سند

ترجمہ: اے دانا (خوش مزاجی میں لانے کے متعلق) یہ حکایت سن لے تاکہ اس بارہ میں سند ہو۔

بمجلس کشیدن بادشاہے فقیہے را و بزخم مشت بطبع آوردن

ایک بادشاہ کا کسی کٹھ ملّا کو (مے نوشی کی) مجلس میں کھینچنا اور گھونسے کی ضرب سے خوش مزاجی میں لانا۔

بادشاہے مست اندر بزمِ خوش   مے گزشت آں یک فقیہے بر درش

ترجمہ: ایک بادشاہ بزم (مے نوشی) میں خوب مست تھا۔ ایک کٹھ ملّا اس کے دروازے کے سامنے سے جا رہا تھا۔

لغات: فقیہ بر وزن فصیح بمعنی دانشمند و دانائے علم شرع (غیاث) اصطلاح میں

فقیہ اس عالم کو کہتے ہیں۔ جس کو علم فقہ حاصل ہو اور علم فقہ وہ علم ہے۔ جس میں تمام عبادات و معاملات کے متعلق ہر قسم کے مسائل قرآن و حدیث اور اجتماع و قیاس کے اصول سے استنباط کر کے ایک جامع اور منضبط قانون کی شکل میں درج کیے گئے ہیں۔ اس سے علم فقہ کی جلالت شان اور فقیہ کا علو منصب ظاہر ہے۔ مگر اس قصے میں چونکہ فقیہ مذکور سے ایک سخت اخلاقی لغزش اور شدید معصیت کا صدار ہُوا ہے۔ تو اس کو فقیہ کہنا اس منصب جلیل کی بے ادبی ہے۔ شاید اسی بنا پر صاحب کلید مثنوی سلمہٗ نے یہاں فقیہ کا ترجمہ طالب علم کیا ہے۔ یعنی وہ کوئی علم فقہ پڑھنے والا نو عمر ہوگا اور نو عمری میں غلبہ نفس کا امکان ہوتا ہے یہ بھی ممکن ہے کہ شارح ممدوح کا یہ خیال ہو کہ عرف میں ہر طالب علم کو فقیہ کہہ دیتے ہیں اور اس خیال کا منشا شاید گلستان کی یہ حکایت ہو کہ "فقیہے پدر را گفت ہیچ ازیں سخنان رنگین متکلماں در من اثر نمے کند بحکم آنکہ نمے بینم ایشاں را کردارے موافق گفتارے" الخ کیونکہ ایسی باتوں میں باپ کی طرف رجوع کرنے والا طالب علم ہی ہو سکتا ہے اور واعظوں کے وعظ سے متاثر ہونے نہ ہونے کا سوال بھی طالب علم ہی کو پیش آسکتا ہے۔ مگر یہ بات ضروری نہیں کیونکہ ایک چہل سالہ عالم بھی اپنے معمر و تجربہ کار باپ کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ جیسے علامہ فیضی اور علامہ ابو الفضل اکثر علمی و ادبی مسائل میں اپنے مسائل میں اپنے باپ شیخ مبارک کی طرف رجوع کرتے تھے۔ علاوہ ازیں النسخہ بھی متفق علیہ نہیں۔ چنانچہ شرح گلستان محمد اکرم ملتانی کے متن میں یہ عبارت یوں درج ہے "فقیہ زادہ با پدر گفت" الخ اس سے ثابت ہوا کہ سعدی کا فقیہ یا تو کوئی فارغ التحصیل فقیہ تھا۔ یا فقیہ کا بیٹا تھا۔ بہر حال اس نے مولانا روم کے فقیہ کو طالب علم ٹھیرانے کی تائید نہیں ہوتی بلکہ وہ فقیہ ہی رہے گا۔ لہٰذا ہم نے برعایت مقام اس کا ترجمہ کٹھ مُلّا کرنا مناسب سمجھا۔ اگرچہ مُلّا کے معنے کثیر العلم کے ہیں اور اکثر بلاد اسلام میں لقب بہت باعزت سمجھا جاتا ہے۔ مگر ہندو پنجاب میں یہ لفظ جس حقارت کا مظہر ہے وہ فقیہ مذکور کے لیے ناموزوں نہیں۔ خصوصاً کٹھ کے اضافہ نے اس کو اور بھی چسپاں کر دیا۔

کرد اشارت کش دریں مجلس کشید ۔۔۔ ویں شراب لعل درخوردش دہید

لغات: لعل معرب ہے لال کا بمعنی سُرخ۔ ایک سُرخ رنگ کے جواہر کا نام ہے۔ رنگ کی مناسبت سے سُرخ شراب کو بھی شراب لعل یعنی شراب لعل لوگ کہہ دیتے ہیں خورد از خوردن بمعنے خورش و خوراک و بمعنے لائق و مناسب یہاں دونوں معنی چسپاں ہو سکتے ہیں

ترجمہ: اس (بادشاہ) نے اشارہ کیا۔ کہ اس کو مجلس میں لاؤ۔ اور یہ شراب لعل اس کو پینے کو دو (یا یہ شراب لعل (اتنی جو) مناسب (ہو) اسکو دو)

مطلب: شراب کے لیے لعل کی قید احترازی نہیں بلکہ اتفاقی ہیں۔ کیونکہ اکثر شراب سرخ رنگ کی ہوتی ہے ورنہ سرخ کی کیا خصوصیت تھی سفید و زرد و سیاہ خوبی کسی رنگ

کی شراب ہوتی اس غریب ملّا کو وہ بھی ضرور پلا کر چھوڑتے در خورد بمعنے لائق کا مطلب یہ ہے کہ یہ ملا شراب کا عادی نہیں اس لیے کم سے کم مقدار میں پلاؤ جو اس کے لائق ہو تاکہ زیادہ مقدار دینے سے کوئی خرابی نہ ہو جائے۔

پس کشیدندش بشہ بے اختیار　　　شست در مجلس ترش چوں زہر مار

ترجمہ: تو اس کو بادشاہ کے پاس جبراً کھینچ لائے۔ وہ (اس) مجلس میں ترش رو ہوکر بیٹھ گیا۔ سانپ کے زہر کی طرح (ترشروئی سے مراد ہے بدمزاجی جو دوسروں کو ناگوار گزرے اسی لحاظ سے اس کو زہر مار کے ساتھ تشبیہ دی ہے ورنہ ذائقہ ترش کی تشبیہ مقصود نہیں)

عرضہ کردش مے نہ پذرفت او بخشم　　　از شہ و ساقی بگردانید چشم

ترجمہ: اس کے سامنے شراب پیش کی۔ اس نے غصے سے قبول نہیں کی (بلکہ) بادشاہ سے اور ساقی سے آنکھ پھیر لی۔

کہ بعمر خود نخوردستم شراب　　　خوشتر آید از شرابم زہر ناب

ترجمہ (اور کہا) کہ میں نے اپنی عمر میں شراب نہیں پی۔ مجھ کو شراب سے خالص زہر (پی لینا) زیادہ پسند ہے۔

ہاں بجائے مے مرا زہرے دہید　　　تا من از خویش و شما از من رہید

ترجمہ: ہاں مجھ کو شراب کی بجائے زہر پلا دو۔ کہ میں اپنے آپ سے اور تم مجھ سے چھوٹ جاؤں (یعنی میں مر کر تمہاری اس تعدی و زبردستی سے نجات پاؤں اور تم میرے اس ردّ و انکار کی بے لطفی سے خلاصی پاؤ)

مے نخوردہ عربدہ آغاز کرد　　　گشتہ در مجلس گراں چوں مرگ و درد

ترجمہ: اس نے شراب پیئے بدون (شرابیوں کی طرح) دنگا فساد شروع کر دیا (حتےٰ کہ) مجلس میں وہ موت اور درد کی طرح بار خاطر بن گیا۔

مطلب۔ اس فصل سے پہلے یہ ذکر تھا کہ تم اپنے بے صبر و بے استقلال نفس کی پیروی نہ کرو۔ بلکہ مصائب پر صبر کرو حوصلہ مندی سے کام لو اور نفس کو خوش مزاج بناؤ۔ اب ایسے بے صبر و غیر مستقل مزاج نفس والے انسان کی مثال میں اس ملا کو پیش کیا ہے جو تنگدل و تنگ مزاج اور مردہ دل تھا۔ بادشاہ نے زبردستی سے اس کو زندہ دل و خوش مزاج بنایا۔ اس تمثیل سے اور مولانا کے طرز کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ

ملا کوئی اہل حق نہ تھا۔ ورنہ اس کو اہل نفس سے تشبیہہ نہ دیتے۔ کیونکہ اس کا شراب سے انکار کرنا خوف حق کی بنا پر نہ تھا۔ بلکہ محض خلاف طبع یا خلاف وضع ہونے کی بنا پر تھا۔ چنانچہ وہ کہتا ہے "کہ بعمر خود نخوردستم شراب" یہ نہیں کہتا۔ "کہ بخوف حق نخوردستم شراب" نیز شریعت میں جیسی حرام شراب ہے ویسا حرام زہر بھی ہے۔ مگر یہ ملا زہر پینے کو تیار ہے۔ چنانچہ کہتا ہے خوشتر آید از شرابم زہر ناب اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو شراب سے محض طبعی نفرت ہے۔ پس مولانا کی نظر میں اس کے انکار کی کوئی وقعت معلوم نہیں ہوتی ہے۔ ورنہ اب اس کے اس انکار کو عبدہ کے مکروہ فعل کی بجائے نہی عن المنکر قرار دیتے۔ اسی بنا پر ہم نے اس ملا کو کٹھ ملا لکھنا مناسب سمجھا۔ تاہم آگے اس ملا کو صریحاً اہل نفس کے ساتھ تشبیہہ دیتے ہیں۔ جس میں شراب ظاہری سے شراب معنوی کی طرف انتقال ہے اور ملا کے انکار کی طرح اہل نفس کے اس سے انکار کرنے کا ذکر چنانچہ فرماتے ہیں کہ وہ کٹھ ملا ظاہری شراب سے انکار کرنے کی حالت میں ان شراب پینے والوں اور شراب پیش کرنے والوں سے اسی طرح تنگدل ہوا بیٹھا کہ :-

ہمچو اہلِ نفس و اہلِ آب و گل ۔۔۔ در جہاں بنشست با اصحاب دل

ترجمہ: جس طرح اہل نفس اور اہل جسم دنیا میں اہل دل کے پاس (جو شراب معنوی پیتے بھی ہیں اور پلاتے بھی ہیں تنگدل) بیٹھے ہوتے ہیں۔

حق ندارد خاصگاں را در مکوں ۔۔۔ از مے ابرار جز در یشربوں

ترجمہ (اور ان اہلِ دل کی حالت یہ ہے کہ) حق تعالیٰ خواص (اہلِ دل) کو شراب ابرار سے پوشیدگی میں نہیں رکھتا (یعنی) سوائے پینے (پلانے) کی حالت کے (نہیں رکھتا)

عرضہ میدارند بر محجوب جام ۔۔۔ حسّ نمے یا بد ازاں غیر کلام

ترجمہ: وہ (حضرات اُن محجوب لوگوں) پر (اس شراب معنوی کا) جام پیش کرتے ہیں (مگر ان محجوبین کی) حسّ اس (شراب معنوی) سے سوائے کلام کے اور کسی چیز کا ادراک نہیں کرتی

رُو ہمے گرداند از ارشادِ شاں ۔۔۔ کہ نمے بیند بدیدہ دادِ شاں

ترجمہ (اسلئے) وہ (محجوب شخص) ان کے ارشاد سے (جو گویا شراب معنوی کا جام ہے) رُو گردانی کرتا ہے۔ کیونکہ وہ آنکھ سے ان کی عطا کو نہیں دیکھتا۔

مطلب۔ شراب معنوی سے مراد حقائق و معارف کے واردات ہیں۔ جو روح کو مست حق کر دیتے ہیں اور خواص کا ہر وقت اس سے مشرف رہنا اور وقتاً فوقتاً دوسرے لوگوں کو

بھی اس سے فائدہ پہنچاتے رہنا ظاہر ہے اور جس طرح اس ملّا نے شراب ظاہری سے انکار کیا تھا اسی طرح محجوبین بھی اس شراب معنوی کے نوش کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ کیونکہ حقیقت سمجھنے کی تو وہ کوشش کرتے نہیں۔ کلام کے صرف ظاہری پہلو تک اپنی نظر محدود رکھتے ہیں۔ جو بعض اوقات اپنے لفظی عنوان سے غیر ظاہر المراد ہوتا ہے۔ اس لیے قبول نہیں کرتے۔

گر بگوشش تا بحلقش رہ بُدے سرِّ نُصحم اندر درونش در شُدے

ترجمہ: اگر اس (محجوب) کے (ظاہری) کان سے اس کے (ذوق و وجدان کے حلق تک راہ ہوتا۔ تو (اس عارف کی) خیر خواہی کا راز اس کے دل میں کھُب جاتا (یعنی پھر اس کو معلوم ہوتا کہ یہ عارف جو حقائق سے ہم کو آگاہ کر رہا ہے ہمارا کس قدر خیر خواہ ہے)

چوُں ہمہ نارست جانش نیست نور کہ افگند در نارِ سوزاں جز قشُور

لغات: کہ افگند کیست کہ افگند۔ اس کو تلفظ میں کفگند پڑھو۔ قشور جمع چھلکے پوست۔

ترجمہ (مگر) چونکہ اس کی جان (لبریز رذایل ہونے کی وجہ سے گویا) سراپا آتش ہے (اور) نور نہیں ہے (اس لئے اس کے دل تک صرف اس کا ظاہری کلام پہنچتا ہے جو مشابہ پوست کے ہے اور) آتش سوزاں میں پوست کے سوا (اور کچھ) کون ڈالتا ہے۔

مطلب۔ محجوبین جو کلام عارفین کے صرف ظاہری پہلو پر اپنی نظر کو محدود رکھتے ہیں۔ اسکی ایک پر لطف مثال دی ہے یعنی عارفین کے کلام کی حقیقت گویا مغز ہے۔ اور اس کے ظاہر الفاظ اس مغز کا چھلکا یا پوست ہیں اور یہ عام قاعدہ ہے کہ میوہ سے مغز نکال کر اس کے پوست کو سپردِ آتش کر دیتے ہیں جیسے بادام کی گری نکال کر اس کے چھلکوں کو انگیٹھی میں جلانے کے کام میں لاتے ہیں۔ اسی طرح محجوب کا باطن چونکہ رذایل اخلاقیہ سے گویا پر آتش ہے۔ تو کلام عارفین کا صرف چھلکا یعنی ظاہری الفاظ میں اس کے حصے میں آتے ہیں۔ محجوبین کے باطن کو پُر آتش یا تو اس لحاظ سے کہا وہ ایسے اوصاف سے پُر ہے جو دخول فی النار کے موجب ہیں یا اس لحاظ سے کہ وہ پر نور نہیں اور نور کے مقابلہ میں کبھی ظلمت کو اور کبھی نار کو پیش کیا کرتے ہیں۔ آگے اسی تشبیہ و تمثیل کا تتمہ ہے:۔

مغز بیروں ماند و قشرِ گفت رفت کے شود از قشر معدہ گرم و تفت

ترجمہ (پس) مغز تو باہر رہ گیا اور کلام کا پوست (باطن پُر آتش میں) گیا (اور) پوست

سے کیا فائدہ کیونکہ اس سے معدہ گرم اور مستحکم نہیں ہوتا۔

نارِ دوزخ جز کہ قشر افشار نیست ۔ نار را با ہیچ مغزے کار نیست

لغات: افشاردن۔ افشردن کسی چیز کو مٹھی میں پکڑنا (غیاث) عربی میں بھی معنی قبض کے ہیں۔ جس کے لحاظ سے اردو میں قبضہ کرنا بولا جاتا ہے۔

ترجمہ۔ دوزخ کی آگ پوست پر قبضہ کرنے والوں کے سوا (اور کچھ) نہیں آگ کو مغز سے سروکار نہیں (دوزخ کی آگ صرف کافروں کے لیے ہے مومنوں کے لیے نہیں اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ

در بود بر مغز نارے شعلہ زن ۔ بہرِ پختن داں نہ بہرِ سوختن

ترجمہ: اور اگر آگ کسی مغز پر شعلہ زن ہو بھی، تو اسکو پختہ کرنیکے لیے سمجھو نہ کہ جلانے کے لیے

مطلب: پوست کو آگ میں محض جلانے کے لیے ڈالا جاتا ہے۔ مگر مغز کو جو کسی طرح آگ کی حرارت پہنچائی جاتی ہے خواہ کسی برتن میں رکھ کر یا گرم بالو میں یا انگاروں پر تو اس سے مقصود اس کا پھونک ڈالنا نہیں بلکہ اس کو بھوننا اور سیال کرنا ہوتا ہے تاکہ اس میں کوئی اچھی خاصیت پیدا ہو جائے اور وہ انسان کی غذا و دوا کا کام دے سکے۔ اسی طرح بعض مومن بھی عذاب دوزخ چکھیں گے تو محض اس لیے کہ وہ گناہوں کی آلودگی سے پاک ہو جائیں اور دخول جنت کے قابل ہو جائیں۔ ان کو جہنم میں عذاب کے لیے پھونکنا مطلوب نہیں کہ یہ کفار ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ جس کے بارہ میں اللہ تعالےٰ لَا يُزَكِّيْهِمْ فرمایا ہے۔ یعنی وہاں ان کو گناہوں سے پاک نہیں کرے گا اور مومنوں کی شان میں حدیث ہے عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلے اللّٰہ علیہ وسلم يَخْلُصُ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ فَيُحْبَسُوْنَ عَلٰى قَنْطَرَةٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَيُقْتَصُّ لِبَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ مَظَالِمُ كَانَتْ بَيْنَهُمْ فِی الدُّنْيَا حَتّٰى اِذَا هُذِّبُوْا وَنُقُّوْا اُذِنَ لَهُمْ فِیْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ فَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَاَحَدُهُمْ اَهْدٰى بِمَنْزِلِهٖ كَانَ لَهٗ فِی الدُّنْيَا رواہ البخاری روایت ہے ابو سعیدؓ سے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کو دوزخ کی آگ سے نجات دیدی جائے گی پھر وہ پلصراط پر روکے جائینگے جو بہشت اور دوزخ کے درمیان ہے پھر ان کو ایک دوسرے سے باہمی دنیاوی حقوق کا عوض دلایا جائیگا۔ یہاں تک کہ جب وہ پاک وصاف کردئے جائینگے تو اُن کو بہشت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی پس قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ ان میں سے ہر شخص اپنے بہشتی گھر کو اپنے دنیاوی گھر سے زیادہ شناخت کرنیوالا ہوگا (مشکوۃ)

تاکہ باشد حق حکیم ایں قاعدہ ۔ مستمر داں تا بری زاں فائدہ

ترجمہ: جب تک حق تعالےٰ حکیم ہے (اور وہ دواماً و ابداً حکیم ہے) ا یہ قاعدہ ہمیشہ جاری سمجھو تاکہ تم اس سے فائدہ اٹھاؤ۔

مطلب۔ وہ فائدہ یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے صاحب حکمت بالغہ ہونے کا اور بھی زیادہ یقین ہو جائے۔ پہلے مجمل اور کلی اعتقاد تھا۔ پھر ان مواد جزئیہ کے استحضار سے اور اعتقاد بڑھ جائے۔ غرض اس مغز یعنی مومن کا آگ میں جانا ایک عارض کے سبب سے ہے کہ وہاں مغز پختہ نہ تھا۔ اس کو پختگی کی حکمت کے لیے آگ میں ڈال دیا گیا۔ باقی اصل وضع مغز کی یہی ہے کہ وہ آگ میں نہ جائے۔ آگے اس کی مزید تائید ہے۔

مغز نغز و قشرہا مغفور ازو　　مغز را پس چوں بسوزد دور ازو

ترجمہ: مغز (تو خود ایک) لطیف (چیز) ہے اور بہت سے پوست (بھی) اس سے مغفور ہو جائیں گے (تو پھر) مغز کو وہ کیوں جلائے گا (یہ امر) اس سے بعید (ہے)

مطلب۔ یعنی جو لوگ ایماندار ہوں گے اور معصیت کے سبب سے وہ کسی حد تک پوست کے مشابہ ہو کر عذاب دوزخ کے مستوجب ہو جائیں گے وہ بھی ان نیک و پاک بندوں کی برکت و شفاعت سے جن کو خالص مغز سے تشبیہہ دی گئی ہے نجات پا جائیں گے پس جب مغز کو اللہ تعالےٰ نے پوست کے لیے آگ سے نجات پانے کا ذریعہ بنا دیا تو وہاں خود مغز کو کیوں آگ میں ڈالے گا۔ صاحب کلید فرماتے ہیں۔ کہ اس شعر کی ایک تقصہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ مومن عاصی کے دخول نار سے مغز کا احتراق حق تعالےٰ کریں گے ہی نہیں کیونکہ اس میں جو چیز اصل مغز کے مشابہ ہے یعنی قلب جو محل ہے ایمان کا وہاں تک آگ نہ پہنچے گی۔ جیسا حدیث میں آیا عن ابی امامۃ احفظوا القراٰن فان اللّٰہ لا یغلب بالنار قلبا وعی القراٰن رواہ فی شرح السنۃ کذا فی المرقاۃ وھو مرفوع حکما ثم رأیت فی شرح الاحیاء للسید بروایتہ الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول و بروایۃ تمام الرازی کما فی فوائدہ عن ابی امامۃ مرفوعا ان اللّٰہ لا یعذب قلبا وعی القراٰن اور نار اللّٰہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ کفار کی شان میں ہے بلکہ قلب کے تعلق سے مواضع سجود کا بھی احتراق نہ ہوگا کما فی الحدیث وحرم اللّٰہ تعالیٰ علی النار ان تاکل اثر السجود فکل ابن ادم تاکلہ النار الا اثر السجود متفق علیہ اور پھر اس مغز کی بدولت کیونکہ سبب نجات کا ایمان ہے جس کا محل قلب ہے۔ وہ پوست یعنی بقیہ اعضا اور بدن مباشر معاصی بھی مغفور ہو جائیگا پس جب اس سے اور بھی مغفور ہیں تو وہ خود کیوں سوختہ کیا جائے گا (انتہی) آگے قصہ کی طرف اس پر لطف انداز سے رجوع ہیں کہ اس کے ابتدا ہی سے اوپر کے ارشاد مضمون کے بعض پہلوؤں کے ساتھ تطبیق ہے۔

از عنایت گر بکوبد بر سرش　　اشتہا آرد شراب احمرش

مولانا کے کلام میں قلب مومن کی برکت سے اعضائے مباشر معاصی کے عذاب نار سے محفوظ رہنے کا اشارہ

ترجمہ: اگر وہ (عارف حق تعالیٰ کی) عنایت سے اس (محجوب) کی سرکوبی کردے اور اسے شراب معنوی جبراً پلا دے تو) وہ سرکوبی اس کو شرابِ سرخ کی رغبت دلا دیتی ہے۔

ور نگوید ماند او بستہ دہاں چوں فقیر از شرب و بزمِ این شہاں

ترجمہ: اور اگر وہ (عنایت) سرکوبی نہ کرے تو وہ (محجوب) ان (اقلیم معرفت کے) بادشاہوں کی مجلس سے اور (شراب معنوی کے پینے سے بستہ دہن (اور محروم رہ جائے اس ملّا کی طرح کہ اگر اس کی سرکوبی نہ کی جاتی تو ہرگز وہ شراب نہ پیتا۔ اب دیکھو اس طرح سرکوبی کے ساتھ شراب پلائی جا رہی ہے)۔

گفت شہ با ساقیش اَے نیک پے چہ خموشی دہ بطبعش آر ہے!

ترجمہ: بادشاہ نے اپنے ساقی سے کہا اے نیک قدم تو کیوں خاموش ہے۔ ہاں (شراب) دے (اور) اس کو خوش مزاجی میں لا

مطلب۔ منہج القوی کے متن میں آخری کلمہ ہے کی بجائے مے درج ہے۔ یہ نسخہ زیادہ واضح ہے۔ پھر فعل دِہ کا مفعول بہ مقدر نکالنا نہیں پڑتا بلکہ مے اس کا مفعول بہ بن جاتا ہے۔ آگے ایک اور مضمون کی طرف انتقال ہے۔ یعنی جس طرح بادشاہ نے مُلّا کے مقتضائے وائے وعقل کو دبانے اور مغلوب کرنے کا سامان کیا اسی طرح ہر عقل قدرت حق کے آگے مغلوب ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

ہست پنہاں حاکمے بر ہر خرد ہر کرا خواہد بفن از خود برد

ترجمہ (اس طرح) ہر عقل پر ایک مخفی حاکم ہے (کہ) جس کو چاہے (اپنے) فن (و تصرف) کے ساتھ خودی سے ہٹا دے (یعنی سب قدرت قدیمہ کے مسخر ہیں۔ اس کے سامنے کسی کی تجویز نہیں چلتی)۔

آفتابِ مشرق و تنویرِ او چوں اسیراں بستہ در زنجیرِ اُو

ترجمہ: مشرق کا سورج اور اس کی روشنی (بھی قیدیوں کی طرح اس کی زنجیر میں مقید ہیں

چرخ را چرخ اندر آرد در زمن چوں بخواند در دماغش نیم فن

ترجمہ: وہ (حاکم مخفی) آسمان کو فی الفور چکر میں لے آئے۔ جب اس کے دماغ میں ذرا سا بھی کرتب پھونک دے (اس کو اپنی کسی مہم کے لیے مجازی بادشاہوں کی طرح سرو سامان کی ضرورت نہیں صرف حکم دیدینا کافی ہے)۔

عقل کو عقل و گر را سُخرہ کرد مُہرہ زو دارد و کیست استادِ نرد

ترجمہ: جس عقل نے دوسری عقل کو مغلوب کر دیا ہو (درحقیقت وہ مغلوب کرنیوالی عقل بازی لے جانے کا) مہرہ اسی (حاکم حقیقی) سے رکھتی ہے (اور) بازی کا استاد وہی (حاکم حقیقی) ہے (غالب عقل اور زبردست دانش کو غلبہ اور زبردستی اسی حاکم حقیقی سے حاصل ہوتی ہے۔ آگے قصہ چلتا ہے اور ملا کی مزاج پرسی ہوتی ہے)۔

چند سیلی بر سرش زد گفت گیر در کشید از بیم سیلی آں زحیر

لغات زحیر مرض پیچش مجازاً بمعنے خاموش و آزردہ (غیاث)
ترجمہ (ساقی نے) اس کے سر پر کئی چپت رسید کیے وہ آزردہ (شکایت زیادہ) چپت (لگنے) کے خوف سے (شراب کا جام) چڑھا گیا۔

مست گشت و شاد و خنداں شد چو باغ در ندیمی و مضاحک رفت و لاغ

ترجمہ (جس کے اثر سے) وہ مست اور شاد اور باغ کی طرح خنداں ہو گیا ہم نشینی (کے لوازم بجالانے) اور مضحکہ خیز باتوں (کے سنانے) اور تمسخر (کرنے) میں آگیا

شیر گیر و خوش شد انگشتک بزد سوئے مبرز رفت تا میزک کند

لغات: شیر گیر نیم مست انگشتک چٹکی مبرز بیت الخلا میزک پیشاب
ترجمہ: نیم مست اور خوش ہو گیا چٹکی بجانے لگا۔ بیت الخلا کی طرف گیا تاکہ پیشاب کرے

یک کنیزک دید در مبرز چو ماہ سخت زیبا رو، ز قرناقان شاہ

لغات قرناق بضم قاف خدمت گار۔ کنیز اعنا شام
ترجمہ، بیت الخلاء میں ایک کنیزک چاند کی سی دیکھی (جو) بڑی خوبصورت تھی اور) بادشاہ کی (خاص) خدمتگاروں سے (تھی)

چوں بدید اورا دہانش باز ماند عقل رفت و تن ستم پرداز ماند

لغات: ستم پرداز مشغول ستم۔ یعنی مرتکب ستم ہونے پر آمادہ جیسے اس شخص کو انشا، پرداز کہتے ہیں جو مشغول انشاء اور پرداز کے کلمہ میں اس کے موصوف کی فاعلی حیثیت ملحوظ ہے وہ ستم کرتے ہیں۔ مشغول اور خود انشاء کرنے میں مصروف ہے۔ نہ یہ کہ کوئی اس پر ستم کر رہا ہے۔ جیسے ایک شارح نے لکھا ہے "تن مشغول ستم رہ گیا یعنی تمام بدن میں سناٹا ہو گیا۔ جیسے کسی ظالم کے تسلط کے وقت ہوتا ہے"!
ترجمہ: جب اس (ملا) نے اس کنیزک کو دیکھا تو (فرط حیرت سے) اس کا منہ کھلا (کا کھلا) رہ گیا۔ عقل (دور اندیش) جاتی رہی اور جسم (ارادہ زنا کا) ستم ڈھانے والا رہ گیا۔

عمرہا بودہ عزب مشتاق و مست بر کنیزک در زماں در زد دو دست

ترجمہ (کیونکہ یہ ملّا) عمر بھر مجرد (اور عورتوں کا) مشتاق اور شہوت میں مست رہ چکا تھا۔ پس فوراً اس نے کنیزک پر دونوں ہاتھ ڈال دئے (اور اس سے لپٹ گیا)

پس طپید آں دختر و نعرہ فراشت بر نیامد با وے و سودے نداشت

ترجمہ۔ وہ لڑکی پہلے پہلے تو) بہتیرا تڑپی اور غل مچایا۔ مگر اس مشٹنڈے) سے بر نہ آسکی اور (اس جد و جہد کا کچھ فائدہ نہ ہوا (آخر کچھ مجبوری سے اور کچھ نفس کے تقاضے سے رام ہوگئی)

زن بدستِ مرد در وقتِ لقا چوں خمیر آمد بدستِ نانبا

ترجمہ: عورت مرد کے ہاتھ میں ملاپ کے وقت (اسی طرح ہوتی ہے) جیسے خمیر نانبائی کے ہاتھ میں (ہو)

بسرشد گاہیش نرم و گہ درشت زو بر آید چاق چاقے زیرِ مشت

ترجمہ: وہ (نانبائی) اس (خمیر) کو کبھی نرم گوندھتا ہے اور کبھی سخت (اور اس خمیر) میں سے چڑ چڑ (کی آواز) مٹھی کے نیچے سے نکلتی ہے۔

گاہ پہنش واکشد بر تختۂ درہمش آرد گہے یک لختۂ

ترجمہ: کبھی اس کو تختہ پر پھیلا کر ڈال دیتا ہے۔ کبھی اس کو یکبارگی سمیٹ لیتا ہے

گاہ در وے ریزد آب و گہ نمک از تنور و آتشش سازد محک

ترجمہ: کبھی اس میں پانی ڈالتا ہے اور کبھی نمک (شامل کرتا ہے پھر) تنور اور آگ سے اس کا امتحان کرتا ہے۔

مطلب: یعنی اس کو آگ کے بھرے تنور میں ڈال کر اس کی خامی و پختگی کو دیکھتا رہتا ہے مطلب یہ کہ اس میں گوناگوں تصرف کرتا ہے۔ یہی حال عورت کا مرد کے ہاتھوں ہوتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

اینچنیں پیچند مطلوب و طلوب اندریں لعبند مغلوب و غلوب

ترجمہ: اسی طرح مطلوب اور طالب (باہم) لپٹ جاتے ہیں (اور) اس خوش فعلی میں (ایک) مغلوب اور (دوسرا) غالب (ہو جاتے) ہیں (آگے اس کی تعمیم ہے)

ایں لعب تنہا نہ شُو را باز نیست ہر عشیق و عاشقے را ایں فن ست

ترجمہ: یہ خوش فعلی نہ صرف شوہر کو (اپنی) بیوی کے ساتھ (ہی) ہے (بلکہ) ہر معشوق و عاشق کا یہ شیوہ ہے (آگے اس تعمیم کے مواد کا بیان ہے)

از قدیم و حادث و عین و عرض پیچشے چوں ویس و رامین مفترض

ترجمہ۔ قدیم اور حادث اور جوہر اور عرض ہے (بھی) ایک التفات (کا پیدا ہونا) (ویس اور رامین (کے عشق) کی طرح ضروری ہے (رامین ایک عاشق کا نام ہے اور ویس اس کی معشوقہ تھی۔ جن کا ذکر پہلے بھی گزر چکا ہے)

لیک لعب ہر یکے رنگے دگر پیچشِ ہر یک ز فرہنگے دگر

ترجمہ (لیکن ان میں سے) ہر ایک (جوڑے) کی (ایک دوسرے کے ساتھ) کشش دوسرے رنگ کی ہے۔ اور ہر ایک کی التفات الگ طریقہ کی ہے

مطلب: یہ تفاوت احوال عامہ مخلوق میں ظاہر ہے۔ چنانچہ کسی کا یہ تجاذب و میلان بلاشعور و ارادہ وقوع پاتا ہے۔ جیسے مقناطیس و آہن میں یا کاہ و کہربا میں اور کسی میں تصور و ارادہ کے ماتحت واقع ہوتا ہے اور اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو شہوت نفسانیہ اور فطرت فاسدہ کے ماتحت جیسے زانی و زانیہ اور فاعل و مفعول میں یا بتقاضائے فطرت سلیم اور دائرہ اباحت میں اور اس کی پھر اس دو صورتیں ہیں یا تو لذت شہوانیہ مباح کیساتھ جیسے زوج و زوجہ میں اور آقا و کنیز مملوکہ شرعیہ میں۔ یا بتقاضائے محض محبت و شفقت جیسے اولاد اور والدین میں۔ آگے تعلقات مذکورہ میں جن تعلقات کے کچھ حقوق شریعت نے مکلفین پر وضع فرمائے ہیں ان کو ادا اور ایفار کی ترغیب دیتے ہیں اور گو ان تعلقات کے حقوق دلائل مستقلہ سے ثابت ہیں مگر زن و شوہر کے ذکر کی مناسبت سے ان سب حقوق کو صرف اس نص سے بطور دلالت استنباط کرتے ہیں جو حقوق زوجہ میں وارد ہے یعنی قرآن مجید میں جو حقوق زوجہ کے ذکر میں ارشاد ہے کہ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ طلاق (جس کے بعد رجوع ہو سکتا ہے) دو ہی (طلاقیں) ہیں۔ پھر یا تو دستور کے موافق (زوجیت میں) رکھنا ہے یا احسان کے ساتھ رخصت کر دینا (البقرہ ۲۹) تو اس ارشاد میں:۔

شوے و زن را گفتہ شد بہر مثیل کہ مکن اے شوے زن را بد گسیل

لغات: مثیل بکسر میم وکسر ثاء و متعلقہ ویائے مجہول امالہ مثال گسیل بضم کاف فارسی وکسر سین ویائے مجہول بمعنی دفع کردن و مرحص کردن (غیاث)

ترجمہ: شوہر اور عورت کو بغرض مثال کہا گیا ہے کہ اے شوہر تو عورت کو بُری طرح سے وداع نہ کر (بلکہ یا تو رکھ لے یا احسان کے ساتھ رخصت کر دے۔ جس کی وجہ یہ ہے:۔

آں شبِ گردک نہ ینگا دستِ اُو — خویش امانت داد اندر دستِ تو

لغات. گردک. حجلۂ ڈولا شب گردک سے مراد شب زفاف ہے جبکہ عروس و نوشہ کو پہلی مرتبہ خلوت کا موقع دیا جاتا ہے باین لحاظ کہ گویا اسی رات دلہن کو حجلہ اُتار کر دولہا کے پاس بھیجتے ہیں۔ ینگا بالفتح یائے تحتانی مشاطہ یعنی عروس کو آراستہ کرنے والی عورت ہمارے ملک میں یہ فرض حجام کی عورت ادا کرتی ہے۔

کانچہ با اُو تو کنی اے معتمد — از بد و نیکی خدا با تو کند

ترجمہ (اور کہا تھا) کہ اے معتمد تو اس کے ساتھ بدی اور نیکی سے جو (معاملہ) کریگا (اسی قسم کا معاملہ) خدا تیرے ساتھ کرے گا۔

مطلب۔ یعنی تیرے ساتھ یہ معاہدہ ہوا تھا خواہ صراحۃً ہوا تھا یا خود عقد اس کو مستلزم ہو گیا تھا کہ تو زوجہ کے حقوق کو ملحوظ رکھے گا۔ اس آیت میں گو نصًا صرف ایک فریق کے حقوق کا ذکر اور ان کو ملحوظ رکھنے کی ہدایت ہے۔ مگر علتِ تعلق کے اشتراک سے یہ آیت تمام اہل تعلقات پر حقوق ادا کرنے کی وجہ سے عام ہی ہے یہ معنے ہیں۔ مولانا کے اس قول کی کہ شو و زن را گفتہ شد بہرِ مثل۔ آگے زن کے امانت ہونے بدست شوہر ہونے کی مثال سے زن دنیا کے امانت ہونے کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ تاکہ اس امانت، کے حقوق کی طرف بھی توجہ دلائی جائے:۔

ایں زنِ دُنیا کہ ہست اُو مستِ تو — حق امانت دادش اندر دستِ تو

ترجمہ: یہ زن دنیا جو تیری (دلگوگیر ہونے کی دھن میں) مست ہے حق تعالے نے اس کو بھی تیرے ہاتھ میں بطور امانت دیا ہے۔

مطلب۔ امانت کے ساتھ وہی برتاؤ کرنا چاہیے جو صاحب امانت کو منظور اور شرعاً جائز ہو۔ دنیا کو حق تعالے نے تمہارے پاس امانت رکھا ہے۔ تو اس کے ساتھ وہی معاملہ کرنا مناسب بلکہ واجب ہے جو حق تعالے کو پسند ہے۔ اوپر دنیا کو عورت کے ساتھ تشبیہ دی تھی اور عورت کے بارے میں اللہ کا حکم ہے امساکٌ بمعروفٍ او تسریحٌ باحسان یعنی نیکی کے ساتھ رکھنا یا خوش معاملگی بھی چھوڑ دینا۔ پس دنیا کے لیے امساک بمعروف یہ ہے کہ بقدر ضرورت اس کو اختیار کرو اللہ تعالے فرماتے ہیں:۔ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ اپنی اپنی راہ لو اور اللہ کے فضل (یعنی وجہ معاش

کی تلاش میں لگ جاؤ (الجمعہ ع ۲) اور تشریح احسان یہ ہے۔ کہ اس کو آخرت پر ترجیح نہ دو حدیث میں ہے۔ مَنْ اَحَبَّ دُنْیَاہُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِہٖ جس نے اپنی دنیا کو دوست رکھا اس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچالیا آخر میں فرمایا ہے فَاٰثِرُوْا مَا یَبْقٰی عَلٰی مَا یَفْنٰی پس باقی کو فانی پر ترجیح دو (مشکوۃ) آگے پھر قصہ چلتا ہے:-

حاصل اینجا آں فقیہ از بے خودی نے عفیفی ماندش و نے زاہدی

ترجمہ: غرض یہاں وہ ملّا بے خودی سے (اس حال کو پہنچ گیا کہ) نہ اس کی پارسائی (قائم) رہی نہ زاہدی ؎

جب جوش پہ آئے مستی عہدِ شباب اور عشق کے ہوں سارے بستہ اسباب
محبوب ہو سازگار، غائب ہو رقیب تقوے کا جہاز ہے میان گرداب

آں فقیہ افتاد بر آں حور زاد آتشِ او اندراں پنبہ فتاد

ترجمہ: اس ملّا نے اس حورزاد (کنیزک) کو نیچے دبا لیا۔ اس کی (شہوت) کی آگ اس (کنیز) کی (عصمت) کی روئی میں لگ گئی۔

جاں بجاں پیوست و قالب ہا چخید چوں دو مرغ سر بریدہ مے طپید

لغات۔ چخیدن بجیم فارسی و خار معجمہ جماع کے وقت اپنے آپ کو سمیٹنا اور دوسرے کے ساتھ پیوست کر دینا (غیاث) مرغ سر بریدہ ذبح کیا ہوا مرغ بسمل بعض اوقات مرغ ذبح ہو کر یا نیم ذبح ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے بہت تڑپتا ہے۔

ترجمہ: جان کے ساتھ جان مل گئی (اور) دونوں جسم (ایک دوسرے کے ساتھ زور سے) لپٹ گئے (اور دونوں فرطِ لذت سے اس طرح مضطرب تھے) گویا دو مرغ تڑپ رہے تھے:۔

چہ سقایہ چہ ملک چہ ارسلاں؟ چہ حیا؟ چہ دیں؟ چہ زہد و خوفِ جاں؟

لغات۔ سقایہ جام۔ ساغر۔ پیالہ ارسلان۔ شیر بعض بادشاہوں کا لقب ہے ان کی شیرانہ سطوت وحدت کے لحاظ سے

ترجمہ (پھر ملّا کو غلبہ شہوت سے کچھ یاد نہ رہا کہ) ساغر (شراب) کیا تھا اور بادشاہ کون (ہوتا ہے اور) شیر اللہ (قہر والا سلطان) کون (اور) حیا کس (جانور) کا نام ہے۔ دین کس کو کہتے ہیں۔ زہد کیا (چیز) ہے (اور) جان کا خوف (کیونکر) (ہوتا ہے؟)

چشمِ شاں افتادہ اندر عین و غین نے حسن پیدا ست آنجا نے حسین

لغات: عین وہ ابر جو قبلہ کی طرف سے نمودار ہو (منتخب)، غین مطلق ابر۔

ترجمہ: ان (دونوں) کی آنکھیں (غلبہ لذت کی) گھٹاؤں میں چھپ گئیں (اس لیے اب ان نظر میں) وہاں نہ (کوئی) حسن (میاں) ظاہر ہیں نہ حسین (میاں)۔

مطلب: مولانا بحرالعلوم فرماتے ہیں کہ حسن و حسین دو پہاڑوں کے نام ہیں۔ یعنی وہ مغلوب لذت ہو کر ماحول سے ایسے غافل ہوئے کہ یہ دو بلند بالا پہاڑ بھی ان کو نظر نہیں آتے تھے۔ صاحب کلید فرماتے ہیں کہ حسن سے مراد باعتبار ہیئت صیغہ کے بڑا آدمی اور حسین سے مراد بلحاظ صیغہ تصغیر کے چھوٹا آدمی ہے۔ واللہ اعلم۔

یافت ہر یک شاں ازاں دیگر مراد طبع ہر یک خرم و دل گشت شاد

ترجمہ: ان میں سے ہر ایک نے دوسرے سے مراد پائی۔ ہر ایک کی طبیعت خوش اور دل شاد ہو گیا۔

شد دراز و کو طریق بازگشت انتظار شاہ ہم از حد گزشت

ترجمہ: لمبا (وقت) گزر گیا اور (اب) ملاجی کی واپسی کا راستہ کہاں؟ بادشاہ کا انتظار بھی حد سے گزر گیا۔ (کہ ملاجی پیشاب کرنے گئے اب تک کیوں نہیں آئے)

شاہ آمد تا بہ بیند واقعہ دید آنجا زلزلہ والقارعہ

لغات: زلزلہ بھونچال زمین کا زلزلہ جس سے مقامات منہدم ہو جاتے ہیں۔ قارعہ حادثہ سختی۔ قیامت (منتخب)

ترجمہ (آخر، بادشاہ (خود) آیا تاکہ (اس امر) واقعہ کو دیکھے (جو اس توقف کا باعث ہوا) تو وہاں اس نے ایک زلزلہ اور قیامت (برپا) دیکھی۔

مطلب۔ بادشاہ نے یہاں آکر کیا دیکھا کہ ملاجی پسینے سے شرابور نیفہ ازار کو ٹھکانے پر لا رہے ہیں۔ کنیزک کا سر کھلا، گیسو الجھے ہوئے۔ پوشاک گرد آلود گلگوں چہرہ خوان یغما کے بچے کھچے مال کی طرح ملا دلا ہوا۔ حریم شاہی میں ملاں کی یہ دست اندازی ایک ایسا واقعہ تھا۔ جس سے زمین لرز جائے اور آفاق میں قیامت برپا ہو جائے اس لیے اس کو زلزلہ و قارعہ الفظوں سے تعبیر کیا ہے۔ اب دیکھئے ملا کو اس بلائے عظیم سے صاف بچ جانے کی عجیب تدبیر سوجھتی ہے:-

آں فقیہ از بیم برجست و برفت سوئے مجلس جام را بر بود تفت

ترجمہ: وہ ملا (بادشاہ کے) خوف سے (فوراً) اٹھ کھڑا ہوا اور مجلس کی طرف گیا۔ (اور آتے ہی) جلدی سے پیالہ (ہاتھ میں) لے لیا۔

شہ چو دوزخ پُر شرار و پُر نکال تشنۂ خونِ دو جُفتِ بد فعال

ترجمہ (اور) بادشاہ (کی حالت یہ تھی کہ وہ) دوزخ کی طرح (جوشزن تھا) جو سزاؤں اور عذابوں سے پر ہے (اور وہ) دونوں بدکار صحبتیوں کے خون کا پیاسا (ہو رہا تھا)

چُوں فقیہش دید رُخ پُر خشم و قہر تلخ و خونین گشتہ ہمچوں جامِ زہر

ترجمہ جب مُلّا نے اس کا چہرہ غصہ اور قہر سے پُر دیکھا۔ کہ زہر کے پیالے کی طرح تلخ اور خونیں ہو رہا ہے۔

بانگ زد بر ساقیش کاے گرم دار چہ نشستی خیرہ، دِہ طبعش درار

ترجمہ: تو اس کے ساقی کو پکار کر کہا کہ اے (مجلس کو) بارونق رکھنے والے! تو تو سست کیوں بیٹھا ہے (بادشاہ کو شراب) دے (اور) اس کو نشاط میں لا۔

مطلب۔ یہ بادشاہ کے اسی فقرہ کا اعادہ ہے جو اس نے ملا کے شراب نوشی سے انکار اور ترش روئی کے اظہار پر ساقی کو کہا تھا کہ اے ساقی اس ملا کی ترش روئی کو نشاط سے بدل دے اور اس پر ساقی نے اس ارشاد پر عمل کرتے ہوئے ملا کے دو چار گھونسے رسید کیے تھے۔ اب ملا بطور لطیفہ اس فقرہ کو دہراتا ہے یعنی اے ساقی بادشاہ کو بھی اسی طرح نشاط میں لا اور اس کے غصے کو انبساط سے بدل دے جس طرح تو نے میری ترشروی کو نشاط سے بدل دیا تھا۔ ملا کا یہ تیر تدبیر عین نشانہ پر بیٹھا اس کی اس بیساختہ حاضر جوابی نے بادشاہ کو خوش کر دیا۔ حتےٰ کہ اس کا غضب سفاکانہ خندہ کریمانہ میں بدل گیا۔ چنانچہ :۔

خندہ آمد شاہ را گفت اَے کیا آمدم با طبع، آں دختر ترُا

ترجمہ۔ بادشاہ کو (اس لطیفہ پر) ہنسی آگئی (اور) کہا اے صاحب لو میں (ساقی کی تکلیف کے بدون ہی) نشاط میں آگیا (جا تیرا قصور بھی معاف کیا اور) وہ کنیز (بھی) تیری ہی رہی

بادشاہم کارِ من عدل ست و داد زاں خورم کہ یار را جُودم بداد

ترجمہ (کیونکہ) میں بادشاہ ہوں میرا کام عدل و داد ہے میں اسی سے کھاتا ہوں جو میرے یار کو میری بخشش نے دیا ہے (یعنی جس طرح میں نے اپنے دوست مُلّاں رائے کو بدل دینے کے لیے جبر سے کام لیا تھا اسی طرح جبراً اپنی رائے کو بھی تبدیل کرتا ہوں اور غصہ کو ترک کرتا ہوں)

آنچہ آں را من ننوشم ہمچو نوش کے دہم در خوردِ یارِ خویش و توش

ترجمہ: جس چیز کو میں شہد کی طرح (مزے لے لے کر) نوش نہ کروں (اس کو) اپنے یار کی خوراک اور توشہ میں کب دوں گا (اگر مجھے اپنے قلب پر جبر کرنا منظور نہ ہوتا تو میں دوست ملا پر جبر کیوں کرتا آنچہ بر خود نہ پسندی بر دیگراں مپسند)

آنچہ آں را مے خورم از نوش خوش مے دہم در خوردِ یار از پنج و شش

ترجمہ: جس خوشگوار (کھانے) کو میں خوش ہو کر کھاتا ہوں (اسی قسم کے) پانچ چھ (کھانوں) سے دوست کی خوراک میں دیتا ہوں۔

زاں خورانم من غلاماں را کہ من مے خورم بر خوانِ خاصِ خویشتن

ترجمہ: میں اس (قسم کے کھانوں) میں سے غلاموں کو کھلاتا ہوں جو خود اپنے خوانِ خاص پر کھاتا ہوں۔

زاں خورانم بندگاں را از طعام کہ خورم من خود ز پختہ یا کہ خام

ترجمہ: میں غلاموں کو اسی طعام میں سے کھلاتا ہوں جو میں خود کھاتا ہوں (پختہ (ہو) یا خام (ہو))۔

من چو پوشم از خز و اطلس لباس زاں بپوشانم حشم را نے پلاس

ترجمہ: میں اگر ریشم اور اطلس کا لباس پہنتا ہوں تو اسی سے نوکروں کو پہناتا ہوں نہ کہ ٹاٹ۔

شرم دارم از نبی ذو فنون اَلْبِسُوْهُمْ گفت مِمَّا تَلْبَسُوْنَ

ترجمہ: (کیونکہ) میں بھی جامع کمالات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات سے شرم رکھتا ہوں (کہ) آپ نے فرمایا ہے کہ ان (غلاموں) کو وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو

مصطفیٰ کرد ایں وصیت با بنوں۔ اَطْعِمُوا الْاَذْنَابَ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ

ترجمہ: مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے معنوی) فرزندوں (یعنی امت) کو یہ وصیت فرمائی ہے کہ اپنے لواحق کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو۔

مطلب: یہ ایک حدیث کی طرف اشارہ ہے عن ابی ذر قال قال رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم اخوانکم جعلھم اللہ تحت ایدیکم فمن جعل اللہ خاہ تحت یدیہ فلیطعمہ مما یاکل ولیلبسہ مما یلبس ولا یکلفہ من العمل ما یغلبہ فان کلفہ ما یغلبہ فلیعنہ علیہ متفق علیہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے بھائیوں کو اللہ نے تمہارے زیر قبضہ کر دیا ہے۔ پس اللہ جس کے قبضہ میں اُس کے بھائی کو دیدے تو چاہیے کہ اس کو وہی کھانا کھلائے جو خود کھاتا ہے اور اس کو وہی کپڑا پہنائے جو خود پہنتا ہے۔ اور اس کو کسی ایسے کام پر مجبور نہ کرے جو اس کی طاقت سے بڑھ کر ہو۔ پس اگر ایسے کام پر اس کو مجبور کرے جو اس کی طاقت سے بڑھ کر ہو۔ تو اس میں اس کو مدد دے بخاری و مسلم (مشکوٰۃ)

شد فقیہ و بُرد با خود جُفتِ خوب   از عطاے خاص کشّاف الکروب

ترجمہ: (غرض) مُلّا جی چلتے بنے اور اپنے ساتھ ایک پری چہرہ بیوی (بھی) لے گئے (جو) مصائب کو دور کرنے والے (خداوند تعالےٰ) کی خاص عطا سے (ملی)

مطلب: کشاف الکروب کی صفت کے ذکر میں یہ اشارہ ہے کہ یا تو مُلّا پر مصائب شدیدہ کی ایک گھٹا چھائی ہوئی نظر آرہی تھی۔ یا لمحہ بھر میں بفضل خدا وہ گھٹا بارانِ رحمت کی شکل میں بدل گئی۔ رباعی ؎

جب سر پہ مصیبت کی گھٹا چھاتی ہے۔
دل کڑھتا ہے اور طبع گھبراتی ہے
ہوتا ہے جو جلوہ گر تیرا مہر کرم
تاریکی منٹ میں نور بن جاتی ہے

جُفت کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بادشاہ کے حضور میں ملّاجی نے اس کنیزک کے ساتھ اپنا نکاح بھی پڑھ لیا تھا۔ یا اس کو بلحاظ مایؤل الیہ جفت کہلایا۔ ملّا کا قصہ ختم ہوا آگے رجوع ہے بڑے بھائی کے اس مقولہ کی طرف کہ ؎

بازی آں تست بر رُوے بساط   خویش را در طبع آرد در نشاط

دیگراں را بس بطبع آوردۂ   در صبوری چُست و راغب کردۂ

ترجمہ (اے نفس) تو دوسروں کو بہت نشاط میں لاتا رہا ہے (اور ان کو) صبر میں مستعد اور راغب کرتا رہا ہے۔

ہم بطبع آور بمردی خویش را   پیشوا کن عقل صبر اندیش را

ترجمہ: اپنے آپ کو بھی تو مردمی کے ساتھ نشاط میں لا (اور) عقل صبر اندیش کو (اپنا) پیشوا بنا (آگے مولانا فرماتے ہیں:-)

چوں قلاوزیِ صبرت پر شود   جاں باوجِ عرش و کرسی بر شود

ترجمہ۔ جب صبر کی رہنمائی تیرا پَر ہو جائے۔ تو (تیری) روح عرش و کرسی کی بلندی پر چلی جائے۔

مصطفےٰ بیں چونکہ صبرش شد براق   برکشانیدش بِبالائے طباق

صبر کی مدح

ترجمہ: حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لو۔ جب صبر آپ کا براق بن گیا۔ تو وہ (براق) آپ کو درجات فلک کے اوپر لے گیا۔

مطلب: یہاں صبر کے لیے براق کا استعارہ کیا ہے۔ یعنی جس طرح آپ نے معراج میں براق کے ذریعہ عرش و کرسی سے اوپر تک بھی سیر فرمائی اسی طرح آپ نے اپنے صبر کی بدولت جو کفار کی ایذا رسانی پر اور طاعات کی بجا آوری میں آپ نے کیا درجات عالیہ حاصل کیے۔ یعنے ترقی درجات کے لیے آپ کا یہ صبر بمنزلہ براق ہے مولانا بحر العلوم نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ براق اعمال کی صورت تھی۔ جیسے کہ فتوحات میں مذکور ہے اور صبر بھی ایک عمل ہے۔ بس وہ براق بن کر آگیا ہوگا انتہی

چوں صبوری پیشہ کرد ایوبؑ راد   از بلا اورا درِ رحمت کشاد

ترجمہ: (دیکھو) جب حضرت ایوب علیہ السلام نے جو (ایک) عظیم الشان (نبی) تھے بلائے (مرض) سے صبر اختیار کیا۔ تو ان پر (حق تعالےٰ نے) رحمت کا دروازہ کھول دیا۔

صبر صد آمد بہر حالت کہ ہست   صبر را مگزار تا بتواں زدست

ترجمہ: صبر اعلےٰ درجہ کی چیز ہے ہر حالت میں جو بھی (حالت) ہو صبر کو جہاں تک ممکن ہو ہاتھ سے مت چھوڑو۔

صبر مفتاح الفرج نشنیدۂ   کاندریں تعجیل در پیچیدۂ

ترجمہ: کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ صبر کشائش کی کنجی ہے جو اس (بیصرانہ) جلدی میں الجھ رہے ہو۔

حد ندارد ایں سخن کوتاہ کن   وز حدیثِ عاشقاں بر گو سخن

ترجمہ: یہ (صبر کے فضائل کا) مضمون حد نہیں رکھتا (اس کو) کوتاہ کرو اور عاشقوں کا قصہ بیان کرو۔

بازگرد اے عاشق و زو تر براں کانتظار تست آں شہزادگاں

ترجمہ: اے عاشق پھر (قصہ کی طرف) واپس چل اور (قصہ کو) جلدی بیان کر کیونکہ وہ شہزادے تیرے منتظر ہیں۔

رفتن شہزادگاں بعد ازاں تمام ماجرا بجانب ولایت چین تا بقدر امکاں

شہزادوں کا (اس) گفتگو کو ختم کرنے کے بعد ولایت چین کی طرف روانہ ہونا تاکہ بقدر امکان

بمقصود نزدیک تر باشند اگر راہ بوصل مسدود ست بقدر امکان نزدیک شدن

مقصود سے زیادہ نزدیک ہوں۔ اگر وصل کی طرف راستہ بند ہے تو جہانتک ہو سکے نزدیک ہونا

محمود ست

دلپسند ہے۔

ہر سہ شہزادہ چو کار افتادشاں عشق در خور گوشمالی دادشاں

ترجمہ: تینوں شہزادوں کو جب (خود بلا سے) کام پڑا۔ تو عشق نے انکو مناسب گوشمالی دی

ایں بگفتند و رواں گشتند زود ہر چہ بود اے یار من آں لحظہ بود

ترجمہ: (غرض) انہوں نے (باہم) یہ گفتگو کی اور فوراً (چین کو) روانہ ہو گئے اور اے میرے دوست! جو کچھ ہونا تھا۔ اسی وقت ہو گیا (یعنی ان کی یہی روانگی آیندہ واقعات کا دیباچہ تھی)

صبر بگزیدند و صدیقیں شدند بعد ازاں سوے بلاد چیں شدند

لغات: صدیقین جمع صدیق۔ بالکسر و تشدید دال۔ بڑا راستگو اور کسی بات کو نہایت سچ سمجھنے والا (غیاث) مراد پورا وثوق و اعتماد رکھنے والا

ترجمہ: انہوں نے (مصائب عشق پر) صبر اختیار کیا اور اس کے نتائج حسنہ پر وثوق رکھنے والے ہو گئے۔ اس کے بعد ممالک چین کی طرف چل پڑے ۞

والدین و ملک را بگذاشتند راہ معشوق نہاں برداشتند

ترجمہ: انہوں نے ماں باپ کو اور ملک کو چھوڑ دیا اور بہ وہ معشوق کی طرف راستہ

طے کرنا شروع کیا۔

ہمچو ابراہیمِ ادہم از سریر عشقِ شاں بے پاؤ سر کرد و فقیر

ترجمہ: حضرت ابراہیم بن ادہم کی طرح عشق نے تخت سے ان کو بے سر وپا اور محتاج بنا دیا۔

یا چو ابراہیم مرسل سرخوشے خویش را افگند اندر آتشے

لغات۔ سرخوش وہ شخص جو شراب کے نشے سے خوشحال ہو اور جس کی مستی معتدل ہو۔ بعض نے لکھا ہے کہ مستی کے چند درجے ہیں پہلے سرخوش پر تردماغ۔ اس کے بعد سیہ مست سب کے بعد خراب

ترجمہ یا حضرت ابراہیم پیغمبر علیہ السلام کی طرح ایک سرور کے عالم میں اپنے آپ کو آگ میں ڈال دیا۔

مطلب: ان شہزادوں کی تشبیہ حضرت ابراہیم بن ادہم کے ساتھ صرف عشق میں ہے قطع نظر اس تفاوت سے کہ ابراہیم کا عشق حقیقی اور ان شہزادوں کا مجازی تھا۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح انہوں نے دعوتِ توحید کے جوش میں آگ کی پروا نہیں کی اور بلا تامل اس میں کود گئے۔ اسی طرح ان شہزادوں نے اپنے مطلوب کی دھن میں مصائب مستقبلہ کی پرواہ نہیں کی اور ان کو اختیار کر لیا۔

یا چو اسمٰعیلِ صبّارِ مجید پیشِ عشق و خنجرش حلقے کشید

ترجمہ: یا حضرت اسمٰعیل کی طرح جو بڑے صبر والے اور بزرگ تھے (اور انہوں نے عشق اور اس کے خنجر کے آگے گلا رکھ دیا (ان بزرگان دین کے ذکر کی مناسبت سے جو عشاق حقیقی تھے ایک اور عاشق کا ذکر کرتے ہیں جو مجاز سے حقیقت کی طرف متوجہ ہوگیا تھا)

حکایت امرُالقیس کہ بادشاہ عرب بود و با جمال و کمال و زنان عرب

امراء القیس کی حکایت جو عرب کا بادشاہ تھا اور صاحب جمال وکمال اور عرب کی عورتیں

شیفتہ او بودند و او شاعر طبع بود۔ مگر دانست اینہا ہمہ تمثال صورتی اند

اس کی شیدا تھیں اور شاعرانہ طبیعت رکھتا تھا مگر جانتا تھا کہ سب ظاہری مورتیں ہیں۔

بے بہرہ طالب معنے شد۔ آخر نیم شب از ملک و فرزنداں گریخت و خود را

معنے کا طالب ہونا چاہیئے آخر آدھی رات بادشاہی اور اولاد کو چھوڑ کر بھاگ اور اپنے آپ کو

بدلقے پنہاں کرد

گدڑی میں چھپا لیا

رفع اشتباہ امراء القیس کے اس ترک ملک ومال اور معنے سے اور اس پر عشق حقیقی کے موثر نہ ہونے سے جس کا ذکر ابھی آتا ہے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کوئی عاشق حق اور مقرب خدا تھا۔ مگر جو امرء القیس بادشاہ عرب اور شاعر طبع مشہور ہے وہ ایک فاسق و فاجر اور بڑے درجے کا زانی و بدکار تھا۔ بلکہ اس کو اپنی بدکاری پر ناز و افتخار تھا۔ چنانچہ مولانا بحر العلوم تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ حدیث میں امرء القیس کی مذمت واقع ہوئی ہے کہ یقدم الشعراء الی النار یعنی شاعروں کا جہنم کی طرف جانے میں پیش رو ہوگا۔ لہذا رفع تعارض کے یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ امرء القیس جس کی حدیث میں مذمت آگئی ہے اور ہے اور مولانا کا امرء القیس جو عارف ومحب الحق ہے کوئی اور ہے۔ لیکن یہاں ایک اور مشکل پیش آتی ہے وہ یہ کہ منہج القوی اور قلمی نسخہ کے مندرجہ عنوان میں یہ بھی لکھا ہے واین شعر اوست سہ قِفَا نَبْكِ مِنْ ذِكْرَىٰ حَبِيْبٍ وَّ مَنْزِلٍ الخ اور یہ شعر کتاب سبعہ معلقہ کے پہلے قصیدہ کا پہلا شعر ہے۔ یہ قصیدہ اس امرء القیس کا ہے جو بدکار وزانی مشہور ہے۔ اس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ اتنی عبارت کسی ناقل نے اضافہ کر دی۔ مولانا کی طرف سے نہیں ہوگی چنانچہ مثنوی کی سرخیوں کے متعلق تمام نسخوں میں بیحد اختلاف ہے۔ اس قدر اختلاف ابیات میں نہیں چونکہ سرخیوں میں ناقلین وکاتبین کے تصرف کا قوی احتمال ہے۔ لہذا اس شعر کے ذکر کو الحاقی اور ناقابل اعتبار تسلیم کرنے کی بنا پر وہی احتمال قائم رہا کہ یہ امرء القیس کوئی اور ہے:۔

امرء القیس از ممالک خشک لب ہم کشیدش عشق از خطۂ عرب

ترجمہ: امرء القیس (یا تو پہلے) ممالک (فتح کرنے) کا پیاسا تھا (اور یا) عشق نے اس کو خطہ عرب (کی بادشاہی) سے بھی دست بردار کر دیا۔

مطلب: امرء القیس یا تو دوسرے بادشاہوں کی طرح جوع الارض میں مبتلا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ سارے جہان کو تسخیر کر لوں یا عشق کے غلبہ سے اس کی یہ حالت ہوئی کہ اپنی چھوٹی سی موروثی سلطنت کو بھی تیاگ بیٹھا۔ منہج القوی میں خشک لب کے لفظ کو یوں پیوست کیا ہے کہ وہ غلبہ عشق کی وجہ سے اپنی حکومت سے بے بہرہ اور خشک لب رہا جس طرح ان تینوں شہزادوں کا حال ہوا۔ ایک اور شرح میں لکھا ہے کہ اس سے یہ مقصود بھی ہو سکتا ہے کہ امرء القیس خشک لب ممالک یعنی عرب سے تھا۔

جس کی خشکی و بے آبی مشہور ہے۔

بود نازک طبع و ہم صاحب جمال　　شاعر و صاحب اصول اندر کمال

ترجمہ: وہ نازک طبع اور صاحب جمال بھی تھا۔ شاعر اور کمال (شاعری) میں با اصول تھا۔
مطلب: یعنی اس کی شاعری فصاحت و بلاغت کا اعلےٰ نمونہ تھی اور سخن گوئی کے اعلےٰ اصول پر قائم تھی یہ بات اس امراءالقیس پر بخوبی صادق آتی ہے۔ جو صاحب قصیدہ ہے۔ وہ ادبیات عرب میں ملک الشعراء کہلاتا ہے۔ اکبر الہ آبادی اُردو زبان کی حمایت میں کہتے ہیں ؎

اردو میں جو سب شریک ہونے کا نہیں　　اس ملک کا کام ٹھیک ہونے کا نہیں
مشکل ہے کہ شیخ امراءالقیس بنیں　　پنڈت جی والمیک ہونے کے نہیں

چونکہ زو عشق حقیقی بر دلش　　سرو شد ملک و عیال و منزلش

ترجمہ: جب عشق حقیقی نے اس کے حال پر اثر کیا۔ تو ملک اور عیال اور گھر اس کے نزدیک بے وقعت ہو گیا۔

نیم شب دلقے بپوشید و برفت　　از میان مملکت بگریخت تفت

ترجمہ: آدھی رات کو ایک گدڑی اوڑھی اور نکل گیا سلطنت سے فوراً بھاگ گیا۔

تا بیامد خشت میزد در تبوک　　با ملک گفتند شاہے از ملوک

امرءالقیس آمدست اینجا بکد　　شد شکار عشق و خشتے میزند

لغات: تبوک سرحد شام پر ایک شہر ہے۔ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوہ پر تشریف لے جانا مشہور ہے۔ کد بفتح کاف فارسی مخفف گدیہ بمعنی گدائی و دریوزہ گری (غیاث) مراد فقیری، درویشی
ترجمہ: یہاں تک کہ وہ شہر تبوک میں آکر اینٹیں بنانے لگا (وہاں کے) بادشاہ سے لوگوں نے کہا کہ بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ امرؤالقیس یہاں فقیری کی حالت میں آیا ہے۔ وہ عشق میں مبتلا ہے اور اینٹیں بناتا ہے

آں ملک برخاست آمد پیش او　　گفت او را اے ملیک خوبرو

ترجمہ: وہ بادشاہ اٹھا (اور) اس کے پاس آیا۔ اس سے کہا۔ اے خوبصورت بادشاہ!

یوسفِ وقتی دو مُلکت شد کمال　　مر ترا رام از بلاد و از جمال

ترجمہ: تو یوسف زمانہ ہے۔ دو ملک (تمام و) کمال تیرے ہو چکے ہیں (یعنی ملک، اقلیم اور (ملک) جمال (دونوں) تیرے مسخر ہیں۔

گشتہ مرداں بندگاں از تیغ تو　　واں زنان ملکِ مہ بے میغ تو

ترجمہ: مرد تو تیری تیغ (فتوحات کے غلبہ) سے تیرے غلام ہیں اور وہ عورتیں۔ (جو دلبری میں مشہور ہیں خود) تیرے (چہرہ کے) ماہتاب بے ابر کی مملوک ہیں

پیشِ ما باشی تو بختِ ما بود　　جانِ ما از وصل تو صد جان شود

ترجمہ: تو ہمارے پاس رہے تو ہماری خوش نصیبی ہے۔ ہماری جان تیرے قرب سے سو جان ہو جائے۔

ہم من و ہم ملکِ من مملوکِ تو　　اے بہمّت مُلکہا متروکِ تو

ترجمہ۔ میں بھی اور میرا ملک بھی تمہارا مملوک ہے۔ اجی تم نے تو (اپنی) ہمّت سے بہتیرے ملک تیاگ دئے ہیں۔

فلسفہ گفتش بسے واو خموش　　ناگہاں واکرد از سر روے پوش

ترجمہ (غرض) اس (بادشادہ) نے اس سے بہتیری لطائف الحیل کی باتیں کہیں اور وہ خاموش (تھا کہ) ناگہاں اس نے سر پر سے نقاب کو کھولا

تا چہ گفتش او بگوش از عشق و درد　　ہمچو خود در حال سرگردانش کرد

ترجمہ: (پھر نہ معلوم) کہ کیا کچھ اس کے کان میں عشق و درد کی بات کہہ دی (کہ) اپنی طرح اس کو بھی سرگردان کر دیا۔

دست او بگرفت و با او یار شد　　او ہم از تخت و کمر بیزار شد

ترجمہ: اس (بادشاہ تبوک) نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کے ہمراہ ہو گیا۔ وہ بھی (امرء القیس کی طرح) تخت اور کمر بند سے بیزار ہو گیا۔

تا بلادِ دُور رفتند آں دو شاہ　　عشق یک کرت نکرد ست ایں گناہ

ترجمہ: دونوں بادشاہ بلاد بعیدہ تک چلے گئے۔ عشق نے یہ قصور کوئی ایک ہی بار

نہیں کہا۔

مطلب: عشق کے اس فعل کو گناہ جو کہا ہے تو مخاطب محجوب کے زعم باطل کی بنا پر کہا۔ یعنی اگر تم اس کو اپنی جہالت سے گناہ سمجھتے ہو تو چلو گناہ ہی سہی اور عشق سے ایسے گناہ ایک دو نہیں سینکڑوں سرزد ہوتے ہیں۔ جیسے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی حریف بحث سے کہا تھا کہ اگر تمہارے زعم میں آل رسولؐ کی محبت رفض ہے تو سب لوگ سن رکھیں کہ میں رافضی ہوں ؎

لَوْ كَانَ رَفْضًا حُبُّ اٰلِ مُحَمَّدٍ ۔ فَلْيَشْهَدِ الثَّقَلَانِ اَنِّىْ رَافِضٌ

بر بزرگاں شہد و بر طفلاں ست شیر — او بہر کشتی بود منّ الاخیر

لغات: من الاخیر آخری وزن۔ کشتی کا آخری وزن وہ ہے۔ جس کے پڑتے ہی کشتی غرق ہو جائے۔ فرض کرو ایک کشتی میں پتھر رکھے جا رہے ہیں۔ جب ان پتھروں کی کثرت سے وہ ڈوبنے کے قریب ہو۔ مگر ابھی ڈوبی نہ ہو۔ تو ایک آخری پتھر کے پڑنے سے فوراً غرق ہو جائے۔ وہ پتھر من الاخیر ہے۔

ترجمہ: وہ (عشق) بڑوں کے لیے (بمنزلہ) شہد ہے اور بچوں کے لیے (گویا) دودھ ہے (غرض) وہ (طلب کی) کشتی کے لیے آخری وزن ہے (جس سے وہ کشتی غرق فنا ہو جاتی ہے)۔

مطلب: عشق کے اثر کے لیے عمر کی کوئی خاص شرط نہیں۔ بچوں جوانوں بوڑھوں پر برابر اس کا اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ بچوں کو دیکھ لو کہ ان کو اپنے کھلونوں سے محبت ہو جاتی ہے۔ تو رات کو سوتے وقت بھی ان کو ہاتھ میں لے کر سوتے ہیں اور جس چیز کا شوق ہو جائے اسی کے خواب دیکھتے ہیں آج سے اسیّ نوّے سال پیشتر ایک ہندو ریاست میں ایک ہندو بچہ کا یہ واقعہ ہے کہ وہ علماء کی صحبت کے اثر سے مسلمان ہو کر پاس کی ایک اسلامی ریاست میں پناہ گزیں ہو گیا۔ اس کے والدین نے قرب و جوار کی ہندو ریاستوں میں فریاد کی۔ تین ریاستوں کے وزراء بچے کا اولیاء کو ساتھ لے کر اس اسلامی ریاست میں اس نومسلم بچے کی واپسی کے لئے گئے۔ نواب نے سر دربار اس بچے کو بلایا اور اس کو کہا۔ اے عزیز یہ تیرے ماں باپ تجھے لے جانے کے لیے بیٹھے ہیں ان کے ساتھ تجھ کو جانا چاہیے۔ بچے نے برجستہ جواب دیا کہ بے شک یہ میرے ماں باپ تھے۔ مگر اب تو میرے ماں باپ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں میں ان کو نہیں چھوڑوں گا بچے کے اس فقرہ سے نواب پر ایک حالت طاری ہو گئی۔ وہ بیخودی میں کلمہ طیبہ کے نعرے لگاتا رہا۔ جب طبیعت بحال ہوئی۔ تو اس نے ان وزراء سے ہاتھ جوڑ کر کہا آپ کی تینوں مقتدر ریاستیں چاہیں تو اپنے اپنے توپخانے لا کر میری غریب ریاست کے قلعہ اور شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں مگر میں اس بچے کو واپس نہ دوں گا (بروایت راوی

عبدالمجید خاں مرحوم رئیس بڈ بر) آخر یہ بچہ تعلیم پاکر ایک جید عالم نکلا۔ راقم الحروف نے اس کو ایک علاقہ کا مفتی دیکھا ہے۔ آگے کشتی کے من الاخیر کا اثر مذکور ہے:

کہ چو در کشتی رود غرقش کند	تا بقعر از پائے تا فرقش کشد

ترجمہ: (وہ من الاخیر) جو کشتی میں پڑتے ہی اس کو غرق کردے اس کو سر سے پاؤں تک (دریا کی) گہرائی میں پہنچا دے

غیر این دو بس ملوکِ بے شمار	عشق شاں از ملک بربود و تبار

ترجمہ: ان دونوں (یعنی حاکم تبوک اور امرء القیس) کے علاوہ بہت بے شمار بادشاہوں کو عشق نے ملک اور خاندان سے جدا کر دیا۔

قصۂ کیخسرو آں شاہِ زماں	ہست شہرہ درمیانِ انس و جاں

ترجمہ (چنانچہ) اس شاہ زمان کیخسرو کا قصہ انس و جن میں مشہور ہے (جس کو غلبہ عشق نے سلطنت سے دست بردار کر دیا تھا)

لغات: کیخسرو ایران کے ایک با اقبال اور زبردست بادشاہ کا نام ہے۔ اس کا باپ سیاوش اپنے باپ کیکاؤس سے بعض معاملات میں دل گرفتہ ہو کر اس کے حریف افراسیاب فرمانروائے توراں کے پاس چلا گیا۔ افراسیاب نے اس کی بہت خاطر مدارت کی۔ حتےٰ کہ اپنی بیٹی کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا کچھ مدت بعد حاسدوں نے افراسیاب کو سیاوش کے خلاف بھڑکایا۔ جس نے بحالت غضب سیاوش کو نہایت بے رحمی سے قتل کرا دیا۔ یہ واقعہ تاریخ ایران قدیم کا ایک خونین صفحہ شمار ہوتا ہے۔ سیاوش کی بیوی حاملہ تھی۔ تھوڑے دنوں بعد اس سے ایک نہایت خوبصورت لڑکا متولد ہوا جس کی پیشانی سے شوکت و اقبال کے انوار درخشاں تھے بعض خیر اندیش امراء نے افراسیاب کے خوف سے اس کو گوالوں کے سپرد کر دیا۔ جن کے پاس وہ جنگل میں پرورش پاتا رہا۔ آخر کسی طریق سے اپنے دادا کیکاؤس کے پاس ایران پہنچ گیا۔ یہی لڑکا کیخسرو تھا۔ دادا کی وفات کے بعد اس نے تخت سلطنت پر جلوس کیا۔ باپ کے انتقام کے لیے توران پر فوج کشی کی اور دشمنوں کو پوری سزا دی۔ تواریخ میں مذکور ہے کہ کیخسرو نے آخر عمر میں امرائے دربار اور سرداران فوج کو جمع کر کے ان کے سامنے یہ عبرت انگیز تقریر کی کہ اس عالم ہستی میں جس نے بھی پیدا ہو کر خلعت بقا کو زیب تن کیا۔ وہ موخر فنا میں پہنچا۔ پس جس عالم کا انجام فناہ و زوال ہے وہ قابلِ اعتماد نہیں۔ اس لیے میں دنیوی تعلقات سے دست بردار ہوتا ہوں تاکہ شاید مجھے بقائے ابدی حاصل ہو جائے۔ اس کے بعد اس نے اپنے فرزند لہراسپ کو جانشین کیا اور تمام

ایران کا بادشاہ کیخسرو اور اس کا ترک دنیا

خدم وحشم اور اہل حرم سے رخصت ہوکر فقیرانہ لباس پہنا اور شہر سے نکل گیا۔ پھر کسی کو معلوم نہ ہوا کہ وہ کہاں گیا۔ اور کیا ہوا۔ فردوسی نے اپنے شاہنامہ میں اس کے وداع متعلقین اور ترک سلطنت کا نقشہ ایسے پیرایہ لفظوں میں کھینچا ہے کہ پڑھنے والوں کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں (جامع التواریخ)

جانِ ایں سہ شہ بچہ ہم گردِ چین ہمچو مرغان گشتہ ہر سُو دانہ چین

ترجمہ (اسی طرح) ان تین شہزادوں کی جان بھی چین کے نواح میں چڑیوں کی طرح دانہ چنتی پھرتی تھی۔ (یعنی جس طرح پرندے بھوک کے مارے زمین میں جا بجا دانہ کی طلب وتلاش میں ٹھونگیں مارتے پھرتے ہیں اسی طرح یہ شہزادے غلبۂ عشق سے ہر طرف مطلوب تک پہنچنے کے وسائل ڈھونڈتے پھرتے تھے)

زہرہ نے تا لب کشایند از ضمیر زانکہ رازِ با خطر بُود و خطیر

ترجمہ (ان شہزادوں کا یہ دل) گردہ نہ تھا۔ کہ مافی الضمیر سے لب کشائی کریں کیونکہ وہ (ایک) خطرناک اور عظیم راز تھا۔

مطلب ۔ وہ راز عظیم اور خطرناک بدیں لحاظ تھا کہ شاہ چین کو اپنی بیٹی کے نام پر بڑی غیرت تھی جیسے کہ پہلے مذکور ہو چکا کہ غیرت دارد ملک بر نام او۔ اگر شہزادے اس شہزادی کے متعلق اپنے عشق کا اظہار کرتے تو شاید یہ قصہ بادشاہ تک پہنچ جاتا اور وہ ان کی جان کا دشمن ہو جاتا۔ آگے بھی یہی ذکر ہے:

صد ہزاراں سر بپولے آں زماں عشقِ خونی چوں کند زہ بر کماں

ترجمہ (اور عشق کی خونخواری کا یہ عالم ہے کہ) لاکھوں سر اس وقت ایک پیسے کو فروخت ہو جاتے ہیں) جب خونی عشق کمان پر چلہ چڑھا لیتا ہے۔

مطلب : کمان قدیم زمانہ کے آلات جنگ سے تھی۔ جس کو آج کل بندوق اور پستول کی گرم بازاری نے کنج گمنامی میں ڈال دیا۔ پرانے جنگ آوروں کی تصویروں میں اس کی شکل نظر آتی ہے۔ اصل نمونہ اس کا شاید کسی عجائب خانہ ہی میں موجود ہو۔ ورنہ بظاہر اس کا وجود آجکل عنقا ہے۔ ایک نہایت کڑی مگر لچکیلی خمدار لکڑی ہوتی تھی۔ جس کے طول کے موافق ایک مضبوط تانت کے دونوں سرے اس کے ہرن سے بندھے ہوتے تھے۔ پھر سیدھے تنے ہوئے بائیں ہاتھ میں کمان کو وسط سے پکڑ کر دائیں ہاتھ سے تیر کا پچھلا سرا اس تانت میں رکھ کر تیر کو تانت سمیت کھینچتے۔ حتے کہ دایاں ہاتھ اس کو کھینچتا کھینچتا کان کی لونک آ پہنچتا اور اس کشش سے کمان کا خم انتہا کو پہنچ جاتا۔ پھر تیر کو چھوڑتے تو وہ پورے زور کے ساتھ چھوٹتا۔ اس تانت کو عربی میں

تیر اور کمان

ہیں وتر اور فارسی میں زہ کہتے ہیں۔ یہی چلّہ کہلاتی ہے۔ فارغ اوقات میں اس تانت کو کو کمان سے اُتار رکھتے تھے تاکہ کمان خمیدہ اور کمزور نہ ہو جائے۔ پھر جنگ کے وقت کمان پر چڑھاتے تھے۔ یہی مطلب ہے اس کا کہ "چوں کنند زہ بر کماں" یعنی جب جنگ وحملہ کی غرض سے تانت کو کمان پر چڑھاتے اور یہ کنایہ ہے غضب کی حالت سے۔ عشق کا غضب دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ خود معشوق غضبناک ہو۔ دوسرے یہ کہ معشوق کی غیرت میں کوئی اور غضبناک ہو۔ بہرحال اس غضب کا محرک عاشق کا عشق ہے۔ اس کے عشق ہی کو خونی اور کمان دار قرار دیا۔ یہاں دوسری صورت متصوّر ہے۔ یعنی شاہِ چین اپنی بیٹی کی غیرت میں خشمناک ہو جاتا تو ان تینوں شہزادوں کی جان کے لالے پڑ جاتے۔

عشق خود بے خشم در وقتِ خوشی خوئے دارد دمبدم خیرہ کُشی

ترجمہ (اور) عشق (تو وہ بلا ہے کہ وہ) غضب کے بدون ہی خوشی کے وقت دمبدم بیباکانہ قتل کرنے کا عادی ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ معشوق کی خوشی خوشی کی ادائیں بھی ذبح کیا کرتی ہیں)

ایں بود آں لحظہ کو خوشنود شد من چہ گویم چونکہ خشم آلود شد

ترجمہ یہ (حالت) اس وقت ہے جبکہ وہ (عشق) خوش ہوتا ہے (پس) میں (اس وقت کی تو) کیا (بات) کہوں جبکہ وہ خشم آلود ہو گیا ہو۔

لیک مرج جاں فدائے شیرِ او کش کشد ایں عشق وایں شمشیر او

ترجمہ: لیکن (بہرحال) جان کی چراگاہ اس (عشق) کے شیر پر فدا ہے کہ اس (جان) کو یہ عشق اور اس کی تیغ قتل کر دے (تیغ عشق خواہ راضی ہو یا غضبناک ہو۔ عاشق بیچارہ دونوں حالتوں میں اس پر جان فدا کرنے کو تیار ہے)

کُشتنے بہ از ہزاراں زندگی سلطنت ہا مُردۂ ایں بندگی

ترجمہ (بلکہ اس عاشق کے نزدیک) ایک مرتبہ کا قتل کرنا ہزاروں زندگیوں سے بہتر ہے بہت سی سلطنتیں (عشق کی) اس غلامی پر قربان ہیں

باکنایت رازہا باہمدگر پست گفتندے بصد خوف وخطر

ترجمہ (غرض) وہ (شہزادے افشائے راز کے) صدہا خوف وخطر سے آپس میں راز کی باتیں اشاروں اشاروں میں دھیمی آواز سے کہتے۔

راز را غیر خدا محرم نبود　　آہ را جز آسماں ہمدم نبود

ترجمہ (ان کے) راز کا محرم (ان تینوں کے علاوہ) خدا کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ (ان کی) آہ کا ہمدم سوائے آسمان کے کوئی نہ تھا۔ (یعنی وہ اپنی آہ پر بھی کسی کو آگاہ نہ ہونے دیتے تھے جو اُن کے سینوں سے اُٹھ کر آسمان تک پہنچتی تھی)

اِصطلاحاتِ میانِ ہمدگر　　داشتندے بہر ایرادِ خبر

ترجمہ (اور کبھی کبھی بعض اسراری باتیں باہم کرنے کی غرض سے کچھ اصطلاحیں (دل کی) خبر (زبان پر) لانے کے لیے آپس میں رکھتے تھے (جس سے کچھ دل کا بخار نکال لیتے تھے)

مطلب۔ جس طرح بعض ادنےٰ قوموں اور جرائم پیشہ جماعتوں کی مقررہ اصطلاحات ہوتی ہیں۔ جن کو ان کے ہم قدم و ہم جماعت ہی سمجھتے ہیں دوسری ہم وطن قومیں نہیں سمجھتیں۔ اور مصلحت اس میں یہ ہوئی ہے کہ اعلےٰ قوموں پر یا رجال حکومت پر ان کا راز افشا نہ ہو۔ اسی طرح ان تینوں شہزادوں نے دل کا دکھ ہلکا کرنے اور اپنے راز کو مخفی رکھنے کے لیے کچھ اصطلاحات وضع کر رکھی تھیں جن سے آپس میں دل کی باتیں کر لیتے اور اہل ملک ان کو نہ سمجھ سکتے تھے۔ آگے مولانا ان اصطلات قالیہ کے ذکر سے اولیاء اللہ کی اصطلاحات حالیہ کے بیان کی طرف انتقال فرماتے ہیں:۔

زیں لسان الطیر عام آموختند　　کرّ و فرِّ سروری اندوختند

ترجمہ (کلام عارفین کی) اس منطق الطیر سے عام لوگوں نے (کچھ باتیں) رٹ رکھی ہیں (اور ان کے ذکر و بیان کی بدولت) پیری (و مرشدی) کا کرّو فر حاصل کر لیا ہے۔

مطلب۔ جس طرح ان شہزادوں کی اصطلاحات کو دوسرا نہ سمجھتا تھا۔ اس طرح اہل اللہ کے کلمات کو جو ان کے اقوال باطنی سے تعلق رکھتے ہیں اور غیر ظاہر المعنے ہونے کے اعتبار سے بمنزلہ منطق الطیر ہیں۔ عام لوگ نہیں سمجھتے۔ پھر باوجود اس کے جو بعض مزوّر اور بناوٹی پیران الفاظ و کلمات کو رٹ کر اپنی مجلس پیری کو گرماتے ہیں۔ حالانکہ ان کے اسرار و غوامض سے وہ محض کورے اور ان احوال سے جن کے ساتھ ان ملفوظات کا تعلق ہوتا ہے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ تو ان کا مقصد صرف مرجع عوام بننا اور فوائد دنیویہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔ باقی وہاں نہ فہم ہے نہ تفہیم آگے اسی مضمون کی تفصیل ہے:۔

صُورتِ آوازِ مُرغ ست آں کلام غافل ست از حالِ مرغاں مردِ خام

ترجمہ: وہ کلام (جس کو یہ بناوٹی پیر بے سمجھے نقل کرتے ہیں گویا) پرندوں کی آواز کی نقل ہے (اور اس کو نقل کرنیوالا اس کے مطلب و معنی کو کہاں سمجھتا ہے؟ جبکہ وہ) ناقص آدمی پرندوں کے حال سے (جو اس آواز کا منشا ہے) بے خبر ہے (یعنی جب اس بناوٹی پیر میں ان احوال و واردات کا نشان تک نہیں جن سے وہ کلام ناشی ہوتا ہے تو اس کو اس کلام کے مفہوم و معنی کی کیا خبر؟)

کو سلیمانے کہ داند سخن طَیر دیو گرچہ ملک گیرد ہست غیر

ترجمہ: سلیمان کہاں ہیں جو پرندوں کی بولی کو سمجھیں (اس کو سمجھنا دیو کا کام نہیں کیونکہ) دیو اگرچہ (کسی فریب سے سلیمان علیہ السلام کے) ملک پر قبضہ کرے (لیکن پھر بھی) وہ (ان کمالات سے) بیگانہ ہے۔

مطلب: پرندوں کی بولی کو یا تو کوئی پرندہ سمجھے۔ یا کوئی ایسی ہستی سمجھے جو پرندوں سے بدرجہا افضل ہو مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام اسی طرح اہل اللہ کے ملفوظات کو ان کے برابر کے اہل اللہ سمجھیں یا ان سے بڑے درجہ کے خاصان حق سمجھیں۔ مگر ایسے مکار مرشدین کا یہ درجہ کہاں۔ اگرچہ ان کی قبائے مشیخت کتنی ہی دراز دامن ہو۔ مگر وہ محجوب و نا اہل ہی نہیں۔ دیو کے ملک سلیمان پر قبضہ کرنے کی کہانی کی طرف اشارہ بنا بر علی المشہور کر دیا۔ ورنہ محققین کے نزدیک یہ کہانی بالکل بازاری خرافات کی قبیل سے ہے۔ جس کی تنقید اس شرح کی گیارھویں جلد میں گزر چکی۔ آگے اسی مشہور روایت کی تمثیل میں دیو کے غیر ہونے یعنی شیخ مزور کے نااہل ہونے کی تفصیل ہے:۔

دیو بر شبہ سلیماں کردہ ایست علم مکرش ہست علّمناش نیست

لغات: شبہ بکسر الشین۔ ہم صورت ہونا ایست حاصل مصدر ایستادن قیام ٹھیرا و علّمنا اشارہ مضمون آیہ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا یعنی ہم نے اس کو اپنے پاس سے علم سکھایا۔ ایسے خدا آموختہ علم کو انہی کلمات کی بنا پر علم لدنی کہتے ہیں۔ یہاں وہی مراد ہے۔

ترجمہ: دیو (ان کمالات سے بیگانہ کیوں نہ ہو۔ جبکہ اس) نے سلیمانؑ کے (صرف) ہم شکل ہونے پر قیام کیا ہے۔ اس کو مکر کا علم (تو) ہے۔ خدا آموختہ علم نہیں (یعنی شیخ مزور نے عارفین کی سی صورت بنا رکھی ہے باطنی کمالات سے وہ عاری ہے)

چوں سلیمان از خدا بشاش بود منطق الطیرے ز علّمناش بود

ترجمہ (اور) سلیمان علیہ السلام چونکہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے (بعض خاص فضیلتوں پر فائز تھے اور ان فضائل کے حصول پر وہ نہایت) مسرور تھے (پس) ان کا منطق الطیر (کو سمجھنا) خدا آموختہ علم سے تھا

مطلب: سلیمان علیہ السلام کا اپنے خداداد فضائل پر مسرور ہونا اس برکت سے مفہوم ہوتا کہ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اور ہم نے داؤد اور سلیمان کو (دین و دنیا کا) علم عنایت کیا اور وہ دونوں (خوش ہوکر) کہنے لگے کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہم کو اپنے بہتر سے بہتر مومن بندوں پر فضیلت دی (النمل ع۲) اور اس آیت سے کہ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ۝ اور سلیمانؑ داؤد کے جانشین ہوئے اور کہا لوگو! ہم کو (خدا کی طرف سے) پرندوں (تک) کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہم کو ہر طرح سے زر و سامان عطا ہوئے ہیں۔ بے شک یہ خدا کا صریح فضل ہے (النمل ع۲)

حضرت سلیمان کو علم منطق الطیر حاصل ہونے کی علت بشاش بود نہیں ہے۔ جیسے کہ ظاہر الفاظ سے متبادر ہوتا ہے۔ بلکہ از خدا بفضائل خصوصیہ فائز شدن ہے۔ جیسے کہ ہم نے مقدرات سے ظاہر کر دیا ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح حضرت سلیمان کا منطق الطیر کو سمجھنا بتعلیم الٰہی تھا۔ اسی طرح اہل اللہ کاملین کے کلام کو سمجھنا بھی تعلیم الٰہی یعنی الہام و واردات کے بدوں ناممکن ہے۔ اور بناوٹی پیروں کو یہ مرتبہ کہاں حاصل۔ آگے اس نکتہ سمجھنے کی تائید و تقویت ایک مثال سے کرتے ہیں:-

تو ازاں مرغِ ہوائی ختم کن کہ ندیدستی طیورِ مِن لَّدُن

ترجمہ: تم اس مضمون کو) مرغ ہوائی (کی حالت) سے سمجھ لو۔ کیونکہ طیور لدنیہ (یعنی عارفین کاملین) کو تم نے دیکھا ہی نہیں۔

مطلب: چیل کوّے طوطے مینا وغیرہ کو تم آنکھوں سے دیکھتے ہو اور ان کی آوازیں بھی کانوں سے سنتے ہو۔ اب نہ ان کی گفتگو کو تو سمجھو۔ پس جب نہ تم ان دیکھے بھالے پرندوں کے معاملات و مکالمات کو نہیں سمجھے۔ تو ان بے دیکھے طائران غیب اور ان کے بے سنے کلام غیبی کی حقیقت کو کیا سمجھ سکتے ہو۔ شاید یہاں کوئی کہے تم تو عارفین کو شب و روز دیکھتے اور ان کا کلام سنتے ہو۔ پس وہ نادیدہ طائرانِ غیب کیوں ہوئے آگے اس کا جواب ارشاد ہے۔

جائے سیمرغاں بود آں سوئے قاف ہر خیالے را نباشد دست باف

لغات۔ سیمرغ ایک فرضی پرندہ جیسے عنقا اس لفظ سے کسی عالی پایہ و بلند رتبہ ہستی کے لیے استعارہ کیا جاتا ہے جیسے شیخ عطار رحمہ اللہ نے اپنی کتاب منطق الطیر میں اس سے

ذات حق کے لیے استعارہ ہے۔ قاف ایک فرضی پہاڑ جس کو تمام عالم کے گرداگرد دائرہ سمجھتے تھے اور عنقا و سیمرغ وغیرہ فرضی ہستیوں کا مسکن جانتے تھے۔ یہاں قاف سے عالم بالا مراد ہے۔ جو افلاک و عرش سے بھی ماوراء ہے اور تمام عالم پر محیط ہونے کے اعتبار سے اس کو قاف سے تشبیہہ دی ہے وست باف ہاتھ کا بُنا ہُوا۔ یہ کنایہ ہے آسان کام سے (غیاث) بائیں ہاتھ کا کرتب بچوں کا کھیل۔

ترجمہ ان سیمرغوں کا مقام (کوہ) قاف سے (بھی) پرے ہے (وہاں تک نظر تو کیا پہنچے گی ہر دیک) خیال کے لیے (بھی وہاں تک پہنچنا کچھ بائیں) ہاتھ کا کرتب نہیں۔

مطلب: یعنے عارف اصل میں روح ہے۔ نہ کہ بدن اور وہی محل واردات و احوال ہے۔ اور وہی اصل میں صاحب ارشاد و مشاعرہ ہے۔ وہ مجرد ہونے کے باعث عالم اجسام سے وراء ہے اور یہی معنی ہیں آنسوئے قاف کے یعنی افلاک و عرش سے وراء اور اس سے ان اہل اللہ کو نہ دیکھنا اور ان کے کلام کو نہ سننا ظاہر ہے۔ کیونکہ روح کو آنکھوں سے دیکھنا اور اس کے کلام کو کانوں سے سننا ممکن نہیں۔ بلکہ خیال کو بھی وہاں تک رسائی نہیں۔ ہاں اہل بصیرت اس مقام کے مشاہدہ سے مشرف ہیں جو روح کا موطن اور فیوض غیبیہ کا محل ہے۔ اس پر سوال ہو سکتا ہے۔ کہ جن کو آپ اہل مشاہدہ کہتے ہیں انکی حالت سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ مشاہدہ مشرف ہیں کیونکہ اس مشاہدہ کے آثار ان پر غالب نہیں دیکھے جاتے۔ آگے اس کا جواب ہے:-

ہر خیالے را کہ دید آں اتفاق ۔ انگہش بعد العیاں افتد فراق

ترجمہ: ہر ایسے خیال کو جس نے (فیوض و واردات کے)، اس (مقام) کو دیکھا ہو (اور اس وقت (یعنی) معائنہ کے بعد اس کو فراق (و استتار) کا اتفاق واقع ہو۔

نے فراق قطع بہر مصلحت ۔ کایمن ست از ہر فراق آں منقبت

ترجمہ (تو وہ) فراق قطع (تعلق) کا (فراق) نہیں (ہوتا۔ بلکہ کسی) مصلحت کے لیے (ہوتا ہے) کیونکہ وہ (مشاہدہ کی) فضیلت ہر فراق سے مامون (ہوتی) ہے۔

بہر استبقائے آں جسم چو جاں ۔ لحظۂ در ابر گردد خور نہاں

ترجمہ (وہ مصلحت یہ ہے کہ جسم محفوظ رہے پس) اس جسم کے باقی رکھنے کے لیے جو جان کے برابر (عزیز) ہے تھوڑی دیر کے لیے (احوال و واردات کا) آفتاب ابر میں چھپ جاتا ہے۔

مطلب۔ جسم کو جان کے برابر عزیز اس لیے کہا۔ کہ روح کے بہت سے افادات جسم کے تعلق پر موقوف ہیں۔ حاصل جواب یہ ہے کہ آثار کا غلبہ ہر وقت نہ ہونا عدم مشاہدہ کے سبب سے نہیں۔ بلکہ اس میں ایک مصلحت خاص ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر ہر

وقت یہ عملیہ رہے تو روح تدبیر بدن سے معطل اور بدن فنا ہو جائے۔ جس طرح آفتاب کے ہر وقت درخشاں رہنے سے تمام برف پانی ہو جاتی ہے لہٰذا بقائے جسم کے لیے مشاہدات کبھی کبھی استتار و اختصار کے ابر کے نیچے آجاتا ہے جس طرح برف کو قائم رکھنے کیلئے قدرت کبھی کبھی سورج کو بادل کے نیچے چھپا دے آگے بطور تاکید اسی مضمون کا اعادہ ہے

بہر استبقائے آں روحی جسد　　　آفتاب از برف یک دم در کشد

ترجمہ (غرض) اس روحی جسم کے باقی رکھنے کے لیے آفتاب (احوال) برف (بدن) سے تھوڑی دیر کے لیے اپنے آپ کو یک سو کر لیتا ہے۔ (آگے پھر اصطلاح آموزی کے بیان کی طرف رجوع ہے)

بہرِ جانِ خویش جوز ایشاں صلاح　　　ہیں مُدزدواز حرفِ ایشاں اصطلاح

ترجمہ (مقصود تقریر یہ ہے کہ جب اصطلاحات اہل اللہ کا خالی رٹنا مضر ہے تو) ان (حضرات کے کلام کی نقالی چھوڑ کر ان) سے اپنی روح کے لیے اصلاح کے طالب ہو۔ ہاں ان کے کلام سے اصطلاحوں کا سرقہ نہ کر (یعنے طالب اصلاح بنو نہ کہ جالب اصطلاح۔ آگے زلیخا کی بعض اصطلاحات کا ذکر فرماتے ہیں جس ایراد سے مقصود یہ ہے کہ اہل اللہ کی اصطلاحات عوام کے لیے اس طرح غیر ظاہر ہوتی ہیں جس طرح زلیخا کی یہ اصطلاحات بجز خاص رازداروں کے دوسروں کے لیے معمے تھیں)

آں زلیخا از سپنداں تا بعُود　　　نامِ جُملہ چیز یُوسف کردہ بُود

لغات سپنداں بکسر اول و فتح ثانی اور بفتحتین بھی آیا ہے۔ بمعنی رائی - بالون۔ تخم ترہ تیزک اور بمعنی مجمر بھی آیا ہے اس صورت میں یہ سپنداں کا مخفف ہے (غیاث) یہاں معنی چسپاں تر ہیں۔ عود ایک خوشبودار لکڑی جس کی خوشبو انگیٹھی میں جلانے سے پھیلتی ہے۔

ترجمہ: اس زلیخا نے انگیٹھی سے لے کر عود تک ہر چیز کا نام (لینا) یوسف ؑ (کی طرف کوئی نہ کوئی اشارہ کرنے کے لیے مقرر کر رکھا تھا۔ (یعنی ان چیزوں کے نام سے کچھ ذکر کرتی تو اس سے یوسف علیہ السلام کی کوئی بات مراد ہوتی - چنانچہ:-)

نامِ او در نامہا مکتُوم کرد　　　محرماں را سرِّ آں معلوم کرد

ترجمہ: اس نے ان کے نام کو (دوسری چیزوں کے) ناموں میں پوشیدہ کر رکھا تھا۔ اور محرموں کو اس کا راز بتا رکھا تھا۔

چُوں بگفتے موم ز آتش نرم شد　　　ایں بُدے کاں یار با ما گرم شُد

ترجمہ (مثلاً) جب وہ کہتی کہ موم آگ سے نرم ہوگئی۔ تو (مطلب) یہ ہوتا کہ محبوب ہمارے ساتھ مہربان ہوگیا (آتش سے مراد شاید زلیخا کا حسن و جمال یا اس کا شکوائے عتاب آمیز ہو جس سے اس کو یوسف کے نرم ہونے کی امید ہوگئی ہو۔ نرم سے مراد گرم کیونکہ موم کی نرمی و گرمی متلازم ہیں اور گرم شدن سے گرم جوشیدن مراد ہے۔ یعنی بہت محبت کرنا)

ور بگفتے مہ بر آمد بنگرید — ور بگفتے سبز شد آں شاخ بید

ترجمہ: اور جب کہتی کہ دیکھو چاند نے طلوع کیا ہے (تو یہ مراد ہوتی کہ یوسفؑ جلوہ فرما ہیں) اور جب کہتی وہ بید کی شاخ سبز ہوگئی (تو یہ مطلب ہوتا کہ یہ عاشق محروم جو شاخ بید کی طرح مراد کے برگ و بار سے عاری تھی اب مراد مند ہونیوالی ہے)

ور بگفتے آبہا خوش مے تنند — ور بگفتے خوش ہمے سوز و سپند

ترجمہ اور جب کہتی کہ پانی خوب لہریں کھا رہے ہیں (تو مطلب یہ ہوتا کہ امید کا دریا موجزن ہے) اور جب کہتی کہ سپند خوب جل رہا ہے (تو مطلب ہوتا کہ رقیب کا دل میرے قرب مراد سے کباب ہوا جاتا ہے)

ور بگفتے برگہا خوش مے طپند — دست بر ہم رقص و مستی مے کنند

ترجمہ اور اگر کہتی کہ پتے خوب تھرتھراتے ہیں تالیاں بجائے ہوئے رقص اور مستی کرتے ہیں (تو مطلب یہ ہوتا کہ گلزار حسن کا ہر لوٹا بھی اس شاہ حسیناں کا دلدادہ ہے)

ور بگفتے گل بہ بلبل راز گفت — ور بگفتے سر شہ شہباز گفت

ترجمہ اور جب کہتی کہ پھول نے بلبل سے راز کی بات کہی (تو مطلب یہ ہوتا کہ آج معشوق نے عاشق کے ساتھ تخلیہ میں بات کی) اور اگر کہتی کہ بادشاہ کا راز شہباز نے کہدیا (تو مطلب یہ ہوتا کہ معشوق کے ایک مقرب نے اس کی راز کی بات مجھ پہ ظاہر کردی)

ور بگفتے چہ ہمایونست بخت — ور بگفتے کہ برافشانید رخت

ترجمہ: اور اگر کہتی کیا مبارک نصیب ہے (تو مطلب یہ ہوتا کہ میں یوسفؑ کی دولت دیدار پر مشرف ہونے سے خوش ہوں) اور اگر کہتی کہ اسباب جھاڑ دو (تو مطلب یہ ہوتا کہ ہماری خدمت گار کنیزوں میں کوئی محرم، بیگانہ مزاج کنیز نہ رہے)

ور بگفتے کہ سقا آورد آب — ور بگفتے کہ بر آمد آفتاب

ترجمہ: اور اگر کہتی سقا پانی لایا (تو مطلب یہ ہوتا کہ تشنۂ ہجر کے لب تک جام وصل پہنچنے والا ہے) اور اگر کہتی کہ سورج نے طلوع کیا ہے (تو مطلب یہ ہوتا کہ آفتاب مراد افق تمنا سے طلوع کر رہا ہے)

در بگفتے دوش دیگے پختہ اند یا حوائج از برش یک لخت اند

ترجمہ: اور اگر کہتی کل ایک دیگ پکائی گئی ہے۔ یا مسالے پک کر ایک ذات ہو گئے (تو مطلب یہ ہوتا کہ تدبیر وصل کا منصوبہ تکمیل کو پہنچ گیا)

ور بگفتے ہست ناںہا بے نمک در بگفتے عکس مے گردد فلک

ترجمہ: اور اگر کہتی کہ روٹیاں بے نمک ہیں (تو مطلب یہ ہوتا کہ محبوب سازگار نہیں) اور اگر کہتی کہ آسمان الٹا چلتا ہے (تو مطلب یہ ہوتا کہ ہر تدبیر وصل کا نتیجہ اُلٹ نکلتا ہے)

در بگفتے کہ بدرد آمد گرم در بگفتے دردِ سر شد خوشترم

ترجمہ اور اگر کہتی کہ میرے سر میں درد ہو گیا تو مطلب یہ ہوتا کہ میری توقعات مخدوش ہو گئیں) اور اگر کہتی کہ میرا درد سر جاتا رہا (اب) میں اچھی ہوں (تو مطلب یہ ہوتا کہ اب پھر قرب مراد کی جھلک دکھائی دینے لگی)

محرماں رازاں خبر بُد کہ چہ گفت کہ مخالف با موافق گشت جفت

ترجمہ: (اس کے رازِ دل کی) محرموں کو ان (اصطلاحات) کی خبر ہوتی کہ اس نے کیا کہا (اور یہ اصطلاحات اس لیے مقرر کر رکھی تھیں) کہ (مجلس میں) مخالف بھی موافق کے ساتھ ہوتا ہے (اس سے ان حالات کو چھپانے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا تھا)

گر ستودے اِعتناق او بُدے ور نکوہیدے فراق او بُدے

ترجمہ: اگر وہ (کسی چیز کی) تعریف کرتی تو (اس کا ممدوح در حقیقت) حضرت یوسف کا (متوقع) وصل ہوتا اور اگر (کسی چیز کی برائی کرتی تو (اس برائی کا مصداق) ان کا ہجر ہوتا۔

صد ہزاراں نام اگر برہم زدے قصدِ او وخواہِ او یوسف بُدے

ترجمہ: اگر وہ لاکھوں ناموں کو مخلوط کر (کے بولا) کرتی تو تمام ناموں سے اس کا مقصود اور مراد یوسفؑ ہوتے۔

مطلب - یہانتک یہ بیان ہوا کہ زلیخا کے حضرت کے نام و ذکر کے لیے خاص اصطلاحی اشارات مقرر کرنے میں کیا مصلحت تھی - وہ مصلحت یہ کہ اغنیاء پر اس کا افشا نہ ہو اور اس کے ساتھ اہل اللہ کی اصطلاحات کو تشبیہ دی ہے کہ اُن کے فہم کے لیے بھی محرم چاہیئے - آگے حضرت یوسف کا مطلق نام لینے کی حکمت مذکور ہے قطع نظر اس سے کہ وہ تصریحاً لیا جائے یا اصطلاح کے پردہ میں - گویا یہ ایک قسم کا انتقال ہے - عشق کے ایک اثر کے ذکر سے اس کے دوسرے اثر کے ذکر کی طرف یعنی عشق کا ایک اثر غیرت ہے کہ عاشق اپنے معشوق کا ذکر اغیار پر ہونا پسند نہیں کرتا - اس لیے وہ اصطلاح سے کام لیا ہے - دوسرا اثر معشوق کے ذکر سے راحت و طمانیت کا حصول ہے جیسے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ آگے اس اثر ثانی کا ذکر ہے -

گرسنہ بودے چو گفتے نامِ اُو ۔۔۔ مے شدے او سیر و مست از جامِ اُو

ترجمہ زلیخا کو بھوک لگی ہوتی - جب ان کا نام لیتی - تو ان (کی یاد) کے جام کے سیر اور مست ہو جاتی -

تشنگیش از نامِ او ساکن شدے ۔۔۔ نامِ یوسف شربتِ باطن شدے

ترجمہ (اسی طرح) اس کی پیاس ان کے نام سے تسکین پاتی (اور اس کے لیے) حضرت یوسف کا نام باطن کا شربت بن جاتا -

گو بُدے درویش زاں نامِ بلند دردِ او درحال گشتے سُودمند

ترجمہ: اگر اور اس کے کوئی درد ہوتا - تو اس اسم عالی (کے زبان پر لانے) سے فوراً اس کا درد شفایاب ہو جاتا -

وقتِ سرما بُودے او را پوستین ایں کند در عشق نامِ دوست ایں

ترجمہ: وہ (اسم عالی) موسم سرما میں اس کی پوستین بن جاتا (یعنی اس اسم کو زبان پر لاتے ہیں - بدن گرما اٹھتا تھا) محبوب کا نام عشق میں یہی اثر کرتا ہے -

عام میخوانند ہر دم نامِ پاک ایں عمل نکند چو نبود عشق ناک

ترجمہ (اور یوں کرنے کو تو) عام لوگ (بھی) ہردم (خدا کے) نام پاک کا ورد کرتے ہیں (مگر) وہ (ورد) یہ (مذکورہ) اثر نہیں کرتا جبکہ وہ عشق میں ڈوبا ہوا نہیں -

صائب رح ؎

پوچ پست ہر سرے کہ نہ در وے ہوائے تست - سہولت سجدۂ کہ نہ بر خاک پائے تُست

مطلب - چنانچہ عوام میں ایسا اثر نہ ہونا ظاہر ہے اور اہل عشق میں وہ اثر ہونا مشاہد ہے کہ اس کی لذت میں بھوک پیاس مرض اور گرمی سردی کا محسوس نہ ہونا بلکہ اکثر دفع ہو جانا بھی حد تو اتر تک پہنچ چکا ہے - آگے بطور انتقال کے عشق کے ایک تیسرے اثر کا ذکر فرماتے ہیں اور وہ کا محب کا محبوب میں فنا ہو جانا ہے جس پر بہت سے احکام متفرع ہوتے ہیں - جن میں سے ایک یہ کہ جس طرح برکات مذکورہ وغیرہا محبوب کے نام سے ظاہر ہوتی ہیں اسی طرح خود محب کے اپنے نام سے ظاہر ہوتی ہیں اسی طرح خود محب کے اپنے نام سے بھی ظہور میں آنے لگتی ہیں - چنانچہ :-

آنچہ عیسےٰ کردہ بُود از نامِ ہو میبشدے پیدا و را از نامِ اُو

ترجمہ : حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے جو نام ذات پاک کے نام سے کیا تھا - وہ (محود) ان کے (اپنے) نام سے بھی اُن کے لیے ظاہر ہوتا تھا -

مطلب : یعنی جس طرح حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے کسی مردہ کو قم باذن اللہ کہنے سے وہ مردہ جی اُٹھتا تھا - اسی طرح قم باذنی کہنے سے بھی وہ زندہ ہو جاتا آگے بھی یہی ذکر ہے -

چُونکہ با حق مُتّصل گردید جاں ذکرِ آں اینست ذکرِ اینست آں

ترجمہ: جب (فانی کی) روح حق تعالےٰ کے ساتھ (بے تکیف) متصل ہوگئی۔ تو حق تعالےٰ کا ذکر اس (روح) کا (ذکر حق تعالےٰ کا ذکر) ہے

مطلب۔ اس اشتراک کی حقیقت پر حدیث قرب فرائض ونوافل سے روشنی پڑتی ہے جس کے کلمات یہ ہیں کہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ الخ اور جس کا بیان کئی مرتبہ پیچھے گزر چکا ہے۔ یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ بعض آثار وبرکات کے متشابہ سے تمام احکام کا اشتراک لازم نہیں آتا۔ پس کسی کو یہاں یہ گنجائش نہیں کہ بزرگان دین کسے نام کو اسماء الہیٰہ کے نام کی طرح وظیفہ بنا لینا جائز سمجھے کیونکہ یہ ہے جس میں اشتراک باطل ہے (کلید ملخصا) فنا کا ایک حکم تو یہ ہوا دوسرا حکم یہ ہے کہ فانی کو غیر محبوب کی طرف التفات نہیں رہتی اس لیے وہ ہر وقت محبوب ہی کے ذکر و فکر میں غرق رہتا ہے۔ آگے اس کا بیان ہے:۔

خالی از خود بود و پُر از عشق دوست پس زکوزہ آں تراود کہ درو ست

ترجمہ: وہ (فانی) اپنے (وجود) سے خالی اور محبوب کے عشق سے پُر تھا۔ پس کوزہ سے وہی ٹپکے گا جو اُس میں (بھرا) ہے (اور اس میں صرف محبوب کا عشق ہے۔ اس لیے اس کی ہر حالت کا منشا محبوب کا عشق ہی ہوگا)

خندہ بُوے زعفرانِ وصل داد - گریہ بُوہائے پیازِ آں بعاد

ترجمہ: (چنانچہ) اس کے خندہ نے وصل کے زعفران کی خوشبو دی (اور اس کے) گریہ نے اس فراق کے پیا بوئیں (دیں)

مطلب: اس کا خندہ وصل کے کسی درجہ پر مبنی ہوتا ہے اور اس کا گریہ ہجر پر کسی درجہ سے نا ہے۔ مطلب یہ کہ غایت فنا سے اس کے اکثر افعال طبعیہ بھی اس تعلق مجبوب سے ہوں گے۔ آگے بھی یہی بیان ایک اور پیرایہ سے ہے

ہر یکے راہست در دل صد مُراد ایں نباشد مذہب عشق وداد

ترجمہ ہر شخص کے دل میں صدہا مرادیں (ہوتی) ہیں (مگر) عشق ومحبّت کا یہ طریق نہیں ہوتا (بلکہ اس کی مراد تو صرف محبوب ہوتا ہے)۔

یار آمد عشق را روز آفتاب آفتاب آں رُوئے راہچوں نقاب

ترجمہ (چنانچہ) عشق (کے مذہب) کے لیے دن کو ظاہری آفتاب کی بجائے (خود محبوب ہی) آفتاب ہوتا ہے (باقی یہ ظاہری) آفتاب اس چہرۂ (محبوب) کے لیے بمنزلہ نقاب (ہوتا ہے)، یعنی اگر آفتاب کو مظہر کی حیثیت سے نہ دیکھا جائے اور اس حیثیت کے

بدوں اس کو نور افشاں سمجھا جائے تو بلا شبہ وہ اللہ کی طرف سے حجاب ہے)

آنکہ نشناسد نقاب از روئے یار   عابد الشمس ست وست از وے بدار

ترجمہ۔ جو شخص نقاب کو رُوئے یار سے متمیز نہ کرے وہ سُورج کا پجاری ہے اس سے (بیزار ہو) دست بردار ہو جاؤ۔

مطلب: یعنی ایں گمراہ شخص قابل صحبت نہیں۔ جو آفتاب اور رُوئے یار کو ایک سمجھے اور اس لیے اس کی عبادت حق گویا عبادت آفتاب ہو گئی۔ ان دونوں کو ایک سمجھنے کا مطلب یہ کہ جو نور اصل میں رُوئے یار کا ہے اس کو نقاب یعنی آفتاب کی صفت سمجھ لے۔ صاحب کلید فرماتے ہیں کہ یہاں جس اتحاد کا انکار کیا ہے وہ یہ ہے کہ روئے یار کی طرف توجہ نہ ہو اور آفتاب ہی ملحوظ ہو۔ اور جس اتحاد کا سبب اس کا عکس ہو۔ یعنی روئے یار ہی کی طرف التفات ہو اور آفتاب کی طرف نہ ہو۔ یہ عین مذاق ہے۔ صوفیہ عارفین کا اور جا بجا مولانا نے اس کا دعوےٰ کیا ہے بس اس سے تعارض کا وہم جاتا رہا (انتہیٰ)

روزِ او و روزیِ عاشق ہم او   دل ہم او و دلسوزیِ عاشق ہم او

ترجمہ: عاشق کا روزِ (روشن بھی) وہی ہے اور اس کا رزق بھی وہی ہے۔ (اور اس عاشق کا) دل بھی وہی ہے اور (اس کی) دلسوزی بھی وہی (جس طرح) زلیخا کا حال تھا کہ اس کی نذر و دوا اور لباس سب کچھ یوسفؑ تھے)

ماہیاں را نقد شد از عینِ آب   نان و آب و جامہ و دارو و خواب

ترجمہ (اور جس طرح) مچھلیوں کے لیے کھانے پینے کی چیز اور پوشاک اور دوا اور خواب (وغیرہ سب کچھ) محض پانی سے میسر ہے۔

ہمچو طفل ست او ز پستاں شیر گیر   او نداند در دو عالم غیرِ شیر

ترجمہ: (پس) وہ (عاشق صرف محبوب پر اپنی نظر کو محدود رکھنے کے اعتبار سے) پستان سے دودھ پینے والے بچے کی مانند ہے (کہ جس طرح) وہ (بچہ) دونوں عالم سے سوائے شیر کے کچھ نہیں جانتا (اس طرح یہ عاشق محبوب کے سوا کسی کو نہیں جانتا)

مطلب۔ عاشق کی کے ساتھ ایک تشبیہ تو یہ تھی کہ دونوں کو اپنے مطلوب کے سوا اور کسی سے سروکار نہیں۔ نہ اس کا علم ہے اور ایک تشبیہہ اور ہے جس کو محض ایک اہم اور مستقل فائدہ ہونے کے لحاظ سے آگے بیان فرماتے ہیں:۔

طِفل داند ہم نداند شیر را   راہ نبود ایں طرف تدبیر را

ترجمہ۔ بچہ دودھ کو (ایک حیثیت سے تو) جانتا ہے (اور ایک لحاظ سے) نہیں بھی جانتا اور جنتا ہے) اس (جاننے کی) طرف (بھی) کی تدبیر کا دخل نہیں ہے۔

مطلب۔ بچہ کا دودھ کو جاننا اجمالاً صرف اس کی مطلوبیت کے لحاظ سے ہیں اور نہ جاننا تفصیلاً اس کے کنہ وحقیقت کے اعتبار سے ہے۔ اسی طرح عاشق عارف حق تعالےٰ اس کو اجمالاً وطلباً جانتا ہے اور اس پر اس کا قصر نظر مرتب ہو جاتا ہے اور وہ اس کو کنہ کے اعتبار سے نہیں جانتا اور غالباً یہ تنبیہ اس لیے فرمائی۔ کہ اس کو اس قصر نظر سے ادراک کنہ کا شبہ نہ ہو جائے۔ دوسرے مصرعہ میں یہ فرمایا ہے کہ عاشق کا ذاتِ حق کو اتنا جاننا بھی وہبی محض ہے۔ نہ کہ کسبی اور ثمرہ تدبیر و طلب (طلید) آگے غیر عارفین یعنی محجوبین کے اس علم سے محروم ہونے کا ذکر فرماتے ہیں:۔

گیج کرد این گردنامہ رُوح را تا نیابد فاتح و مفتوح را

لغات۔ گیج بکاف فارسی دیا ہے مجہول وجیم عربی پراگندہ مغز۔ گردنامہ وہ تعویذ جو کسی بھاگے ہوئے کو واپس لانے کے لیے رکھا جاتا ہے۔ جس کے اثر سے وہ مغرور پریشان ہوکر اپنے شہر میں واپس آ جاتا ہے۔

ترجمہ۔ اس تعویذ مغرور نے روح کو پراگندہ مغز بنا رکھا ہے۔ تاکہ وہ فاتح (یعنی حق تعالیٰ) کو اور مفتوح (یعنی مخلوق) کو نہ جانے۔

مطلب: تعویذ مغرور کے ساتھ تعلقات جسمانیہ کو تشبیہ دی ہے۔ جو مانع ترقی ہیں جس طرح وہ تعویذ گریختہ کو آگے جانے نہیں دیتا اسی طرح یہ تعلقات دائرہ جسمانیت سے نکلنے نہیں دیتے۔ مطلب یہ کہ محجوب کی روح پر تعلقات بدنیہ کا جو غلبہ ہے اس کو اس علم سے بے بہرہ بنا رکھا۔

گیج نبود در روش بلکہ اندرو حاملش دریا بود نے سیل وجو

ترجمہ (ہاں) وہ سلوک میں پراگندہ مغز نہیں ہوتا نہ اسی وجہ سے کہ اس سے شہرت جاتی رہتی ہے) بلکہ (اس وجہ سے کہ) اس (سلوک) میں اس کا حامل دریا ہوتا ہے نہ کہ سیلاب اور نہر (سلوک وطریقت میں مشغول ہونیوالے کو تعلقات جسمانیہ رفتارِ ترقی سے باز نہیں رکھ سکتے کیونکہ اس وقت اس کو عشق الٰہی کا دریا بہائے لیے جارہا ہے۔ جو کوئی چھوٹی موٹی طاقت نہیں)

چوں بیاید او کہ یابد گم شود ہمچو سیلے غرقۂ قُلزم شود

ترجمہ (اس طرح سے کہ) جب وہ (اس لیے) آتا ہے کہ (مطلوب کو) پائے تو (اپنی ہستی سے) گم ہو جاتا ہے (اور) سیلاب کی طرح سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔

دانہ گم شد انگہے او تین شود تا نمردی زر ندادم این بود

ترجمہ (جب تخم انجیر کا) دانہ مٹی میں گم ہو جاتا ہے۔ تو وہ انجیر بن جاتا ہے (جیسے صدر جہاں نے فقیہ سے کہا تھا کہ) جب تک تو مرا نہیں میں نے (نقد و زر تجھ نہیں دیا) اس کا مصداق یہی ہوتا ہے۔

مطلب ، صدر جہاں اور فقیہ کا قصہ کچھ دُور پیچھے اسی دفتر میں گزرتا ہے حاصل تقریر یہ کہ اس میں بشریت تو رہتی ہے مگر فنا سے اُس کے احکام مغلوب ہو جاتے ہیں اور حق تعالےٰ ان کو یہ علم عطا فرماتا ہے کہ فنا کی خاصیت ترتب ثمرات ہے۔ کسی تدبیر سے انکا حصول نہیں ہوتا جو کہ سیل و نہر کے مشابہ ہے آگے پھر قصہ چلتا ہے۔

بیطاقت شدن برادر بزرگتر بعد از مکث، و متواری شد در بلاد

سب سے بڑے کا انتظار سے بے طاقت ہو جانا اور ملک چین میں پایہ تخت کے

چین در شہر تختگاہ و گفت کہ من رفتم الوداع تا خود را بر شاہ چین

شہر میں چھپ جانا اور (روانگی سے پہلے) اس نے کہا الوداع میں جاتا ہوں تاکہ اپنے آپکو شاہ

عُرضہ کنم و نصیحت برادراں او را و سُود نا داشتن

چین کے پیش کردوں اور بھائیوں کا اس کو نصیحت کرنا اور اس سے کچھ فائدہ نہ ہونا

آں بزرگیں گفت اَے اخوانِ من زانتظار آمد بلب ایں جانِ من

ترجمہ : اس سب سے بڑے (بھائی) نے کہا اَے میرے بھائیو (حصول مطلوب کے) انتظار سے تو میری یہ جان لبوں پر آ گئی۔

لا اُبالی گشتہ ام صبرم نماند مر مرا ایں صبر در آتش نشاند

ترجمہ : میں (امن و عافیت سے) بے پروا ہو گیا (اب) مجھے صبر نہیں رہا۔ اس ضبط نے مجھ کو (اضطراب کی آگ میں ڈال دیا۔

طاقتِ من زیں صُبوری طاق شد واقعہ من عبرتِ عُشّاق شُد

لغات : طاق منفرد۔ تنہا۔ جو جفت کی ضد ہے یعنی کسی کی مصاحبت سے محروم چونکہ تنہا کی طاقت دو کی طاقت سے کم ہوتی ہے۔ اس لیے یہاں طاقت طاق سے کمزور طاقت مراد ہے۔

ترجمہ: میری طاقت اس صبر سے کمزور ہوگئی۔ میرا واقعہ عاشقوں کے لیے عبرت بن گیا

من زجاں سیر آمدم اندر فراق زندہ بودن در فراق آمد نفاق

ترجمہ: میں فراق میں جان سے سیر ہوگیا۔ فراق میں زندہ رہنا نفاق ہے۔
مطلب۔ فراق کے ناقابلِ برداشت مصیبت کو سہنے سے میں مرجانا اچھا سمجھتا ہوں تاکہ اس مصیبت سے نجات پا جاؤں۔ ایسی حالت میں میرا جینا منافقانہ جینا ہے۔ کیونکہ منافقانہ کام وہ ہوتا ہے جو نیت و قصد کے خلاف ہو۔ یہی حال میری زندگی کا ہوگا۔ کہ بظاہر میں زندگی منظور کر رکھی ہے اور دل سے مرنے کا خواہاں ہوں۔

چند دردِ فرقتش بکشد مرا سر بُبر تا عشق سر بخشد مرا

ترجمہ: کہاں تک اس (محبوب) کا درد فرقت مجھ کو قتل کرے گا (اس سے کہ دو کہ) میرا سر کاٹ ڈال تاکہ عشق مجھ کو سر عطا کرے (یہاں سے آگے چند شعروں تک اس شہزادہ کی تقریر کے ضمن میں بقار بعد انفنار کے احکام کا ذکر ہے)

دینِ من از عشق زندہ بودن ست زندگی زیں جان و سر ننگِ من ست

ترجمہ: میرا مذہب عشق سے زندہ رہنا ہے اس (موجودہ) جان اور سر کے ذریعہ سے زندگی (پانا تو) میرے لیے (موجب) عار ہے۔

تیغ جانہا را کند پاک از عیوب زانکہ سیف افتاد محّاءُ الذُّنوب

ترجمہ: تلوار جانوں کو عیوب سے پاک کر دیتی ہے۔ کیونکہ (بمضمون حدیث) تلوار گناہوں کو مٹا دینے والی واقع ہوئی ہے۔
مطلب۔ یہ مضمون فضائل شہادت سے متعلق ہے۔ اس میں فنائے اصطلاحی کو شہادت پر قیاس کیا ہے اور احادیث میں وارد ہے کہ شہادت سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ القتل فی سبیل اللہ یکفر کل شیئ الا الدین یعنی اللہ کی راہ میں مارا جانا قرض کے سوا باقی تمام باتوں کا کفارہ ہو جاتا ہے (مشکوۃ) ابو قتادہ رضؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ارایت ان قتلت فی سبیل اللہ یکفر عنی خطایای یا رسول اللہ مجھے بتائیے کہ اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں تو میرے گناہ معاف ہو جائیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نعم یعنی ہاں معاف ہو جائیں گے (رواہ مسلم) صائب رحمہ
مردانِ آبِ تیغِ شہادت وضو کنند تا بے غبار سجدہ برآں خاکِ کو کنند

شہادت کی موت سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں

دوسرے مصرعہ میں یہ حدیث مراد ہے کہ ان السیف محّاء للخطایا جس کو بقول صاحب تمییز الطیب ابن حبان نے ابن عمرو سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ بضرورت قافیہ خطایا کی بجائے ذنوب کا لفظ اختیار کیا گیا -

چوں غبار تن بشد ماہم بتافت　　ماہِ جانِ من ہوائے صاف یافت

ترجمہ - جب بدن کا غبار دور ہو گیا - تو میرا ماہتاب (روح) چمک اٹھا - میری روح نے (ایک لطیف عام کی) صاف ہُوا (یعنی بود و باش) حاصل کی ؎

در زندگی بخواب نہ بیند کسے غنی　　آسایشے کہ دل زپسِ مرگ دیدہ ست

عمرہا بر طبلِ عشقِ آں صنم　　اِنَّ فِی مَوْتِی حَیَاتِی میزنم

ترجمہ: میں عمرہا عمر سے اس محبوب کے عشق کے نقارہ پر یہ صدا لگا رہا ہوں کہ میری موت (ہی) میں میری زندگی ہے -

دعوٰئے مرغابی کردہ ست جاں　　کے ز طوفانِ بلا دارد فغاں

ترجمہ (اور مجھے موت سے کچھ خوف نہیں کیونکہ میری) جاں نے مرغابی ہونے کا دعوے کیا ہے (تو پھر) وہ موت کے طوفانِ بلا سے کب فریاد کرے گی -

بط را ز اشکستنِ کشتی چہ غم　　کشتیش بر آب بس باشد قدم

ترجمہ: بطخ کو کشتی کے ٹوٹ جانے سے کیا غم ہے اس کی کشتی تو اس کا قدم کافی ہے (روح کو کشتی جسم کے فنا ہو جانے سے کیا نقصان وہ خود دریائے ہستی کی اعلیٰ تیراک ہے)

زندہ زیں دعوے بود جان و تنم　　من ازیں دعوے چگونہ تن زنم

ترجمہ: اس دعوے (عشق) سے میری جان اور جسم زندہ ہیں پھر اس دعوے سے میں کیوں خاموش رہوں۔

خواب مے بینم و لے در خواب نے　　مدّعی ہستم و لے کذّاب نے

ترجمہ میں (غلبہ عشق سے) خواب دیکھ رہا ہوں - لیکن وہ نیند (اور غفلت کی حالت نہیں ہے (بلکہ استغراق ہے اور توجہ محبوب کے لحاظ سے عین بیداری ہے) میں (اس حالت کا) مدعی ہوں - جھوٹا نہیں ہوں -

مطلب: یعنی ممکن ہے کہ میں اس حالت کو ایک امر ذوقی ہونیکے باعث منکروں کے آگے پایہ ثبوت تک نہ پہنچا سکوں تاہم میں کچھ جھوٹ نہیں کہہ رہا مگر منکراں بے ذوق کو کیونکر تسلیم کرایا جائے

کما قیل سے

لطفِ مے تجھ سے کیا کہیں واعظ ہاں ستم بخت تو نے پی ہی نہیں

گر مرا صد بار تو گردن زنی ہمچو شمعم بر فروزم روشنی

ترجمہ: اگر تو مجھ کو سو بار بھی قتل کرے۔ تو میں اور بھی روشنی بڑھاؤں گا۔ (کیونکہ) میں شمع کی مانند ہوں (جو اپنے سر کے کٹنے سے اور بھی روشن ہوتی ہے)

مطلب: روح جسم مادی سے جدا ہو کر زیادہ لطیف ہو جاتی ہے خواہ اس کی وہ جدائی حسی ہو جیسے موت میں یا معنوی جیسے فنائے اصطلاحی میں سالک مقتضیات جسم سے بڑی حد تک بے نیاز ہو جاتا ہے اور روحانیت اس پر غالب ہو جاتی ہے اور اس فنا سے جو جسمی و حسی ضرر ہوتا ہے۔ عاشق اس سے نہیں ڈرتا۔ کیونکہ اس کی مثال ایسی ہے کہ:۔

آتش او خرمن بگیرد پیش و پس شبروان را خرمنِ آں ماہ بس

ترجمہ (عشق کی) آگ اگر (ہستی عاشق کے) خرمن کو ہر طرف سے پھونک ڈالے تو (کیا مضائقہ ہے (وادیِ محبت کے) مسافرانِ شب کو اس (محبوب مثل) ماہ (کے نور) کا خرمن کافی ہے

مطلب۔ یعنی اگر عاشق کی ہستی فنا ہو گئی۔ تو کچھ نقصان نہیں ہوا کہ محبوب حقیقی کی لازوال ہستی کے ساتھ اس کو بقا حاصل ہے۔ شبِ رواں اور خرمن کے ذکر میں محض مناسبات لفظیہ ملحوظ ہیں۔ جو زینت کلام میں داخل ہیں۔ چنانچہ شب اور مسافر کے ساتھ عاشق کو محض اس لیے تشبیہ دی کہ وہ ماہ کے لیے جس کے ساتھ محبوب کو تشبیہ دی ہے مناسب ہے۔ یعنی شب رو مسافر کے لیے چاند کی روشنی رہنما ہوتی ہے اور خرمن ماہ محاورہ میں ہالہ کو کہتے ہیں۔ مصرعہ اولیٰ میں بھی خرمن کا لفظ واقع ہوا ہے جو عاشق کی ہستی کے لیے استعارہ ہے پس مصرعہ ثانیہ کا لفظ خرمن جو ایک محاورہ کے ضمن میں آگیا۔ مصرعہ اولیٰ کے لفظ خرمن کے مقابلہ میں پر لطف معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ اس سے بھی چاند کی ہستی مراد ہے نہ کہ ہالہ۔ اس سے ظاہر ہوا کہ عاشق کو شب رو مسافر کے ساتھ اسلئے تشبیہ نہیں دی کہ مصرعہ اولیٰ میں اس کو کسی قسم کی روشنی سے محروم مانا گیا ہے۔ جس کی اس کو ضرورت تھی اور دوسرے مصرعہ میں انوار ماہ کی وجہ سے اس کو اس روشنی سے بے نیاز ٹھیرایا ہے جیسے کہ صاحب کلید نے خیال فرمایا ہے اور مصرعہ اولیٰ کا ترجمہ یوں کیا ہے "آتش کھکر اپنے خرمن دو خیزہ کو آگے پیچھے سے بعنے بتمامہ لیلے یعنی کہیں آس پاس آگ نہ رہے جس سے سفر کے لیے مشعل وغیرہ لے سکیں الخ پھر لکھا ہے و ہذا التوجیہ مما خصنی اللہ تعالٰی بہ اقوال ھذا التوجید ولو کان لطیفا ولکن لا تویلہ محاورۃ الفارسی فان گرفتن آتش یستعمل الاحراقھا لا للمقبض والمنع آگے شہزادہ اپنی کامیابی کی امید ظاہر کرتا ہے۔

کردہ یوسف را نہاں و مختبی　　حیلتِ اخواں ز یعقوبِ نبی

لغات: مختبی بضم میم و سکون خائے معجمہ اس کے بعد تائے مثناۃ مفتوح - پھر بائے موحدہ مکسور - پوشیدہ -

ترجمہ (دیکھو) یوسف علیہ السلام کو ان کے (ان کے) بھائیوں کے (ایک) حیلہ نے (انکے والد) حضرت یعقوب علیہ السلام (کی نظر) سے مخفی و پوشیدہ کر دیا تھا ۔

خفیہ کردندش بحیلت سازیے　　کرد آخر پیرہن غمّازیے

ترجمہ: اُنھوں نے انکو ایک حیلہ سازی سے مخفی کر دیا تھا . (لیکن عشق و محبت کے اثر سے) آخر قمیص نے مخبری کر دی (کہ یوسفؑ مصر میں ہیں - اسی طرح اگرچہ میری محبوبہ کو شاہ چین نے نہایت مخفی کر رہا ہے . مگر میرا نور عشق اس کو ظاہر کر کے چھوڑے گا)

آں دو گفتندش بنصیحت در سمر　　کہ مکن ز اخطار خود را بے خبر

ترجمہ: ان دو (بھائیوں) نے اس کو تذکرہ میں نصحت کی کہ تم اپنے آپ کو خطروں سے بے خبر نہ رکھو (جو اس پُر آشوب راستے میں پیش آنے والے ہیں .

ہیں منہ بر ریشہائے ما نمک　　ہیں مخور ایں زہر از جلدی و شک

لغات: جلدی جلد کے ساتھ یائے مصدری لاحق ہے اور جلد یا تو خالص عربی لفظ بمعنی چست و چالاک اور جلادت بمعنی چستی و چالاکی سے مشتق ہے یا عربی و فارسی کا مشترک لفظ بمعنی تیز و شتاب ہے (کذا فی الغیاث) یہاں یہ لفظ دونوں طرح چسپاں ہے

ترجمہ - اے ہے! (ان باتوں سے) ہمارے زخموں پر نمک پاشی نہ کرو - اے ہے! اس زہر کو (اپنی جلد بازی (یا بیباکی) اور (اس کی مضرت میں) شک (کرنے) کی وجہ سے نہ کھاؤ .

جز بہ تدبیر یکے شیخ خبیر　　چوں روی چوں نبودت قلب بصیر

ترجمہ: ایک باخبر بزرگ کی تدبیر کے بدوں تم (اس پر خطر راستے پر) کیونکر چل سکتے ہو جبکہ تمہارا دل بھی بابصیرت نہیں .

مطلب: تم جو اپنے آپ کو تہلکہ میں ڈال رہے ہو تو اس وقت تم کو کسی شیخ رہنما کی ضرورت ہے . جس کا تجربہ بتحقیق تم کو خطرات کے گرداب سے بچائے . خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ غلبہ عشق سے تم دور اندیش و محتاط بھی نہیں رہے حافظ ؒ

قطع ایں مرحلہ بے ہمرہی خضر مکن　　ظلمات است بترس از خطر گمراہی

صائبؒ نہ واقف نمے شوند کہ گم کردہ اند راہ　　تا راہ رواں براہ نمائی نمیرسند

جامیؒ راہ بس باریک و شب تاریک و دُزداں در کمیں۔ بے دلیلے عزم رہ کردن دلیل ابلہی ست

و کہنہ اقبال سند

طریقِ عشق پُر آشوب و فتنہ است اے دل　　بیفتد آنکہ دریں رہ برہبرے نرسید

وائے آں مُرغیکہ نارُوئیدہ پر　　بر پرد بر اَوج و افتد در خطر

ترجمہ: خرابی ہے اس پرندے کی جو پردں کے پیدا ہوئے بدون بلندی پر اُڑنے لگے اور خطرہ میں پڑجائے (آگے مرغ کی اس مثال کو آدمی پر چسپاں کرتے ہیں۔

عقل باشد مرد را بال و پرے　　چوں ندارد عقل عقلِ رہبرے

ترجمہ: آدمی کے لیے (خود اپنی) عقل (کامل بمنزلہ) بال و پر ہوتی ہے (اور) جب اسکی خود اپنی عقل نہ ہو۔ تو کسی رہبر کی عقل (کو اپنا بال و پر بنائے)

یا مظفّر یا مظفّر جوئے باش　　یا نظور یا نظور جوئے باش

ترجمہ (غرض) یا تو تم (خود) فائز (بہ عقل) بنو) یا (کسی دوسرے) فائز (بعقل) کو تلاش کرو یا (خود) صاحب بصیرت بنو یا (کسی دوسرے) صاحب بصیرت کو ڈھونڈو

بے زمفتاحِ خرد ایں قرعِ باب　　از ہوا باشد نہ از رُوئے صواب

ترجمہ: کیونکہ عقل کی کنجی کے بغیر دروازہ کا یہ کھٹکھٹانا ہوائے نفسانی سے ہوتا ہے نہ کہ راہ صواب سے (مطلب یہ کہ خود رائی سفر ہے۔ آگے اس تقریر کے ضمن میں یہ بھی بیان ہوگا کہ غیر محقق کا اتباع بھی بمنزلہ خود رائی ہے اور مضر ہے اور یہ سب مولانا کا مقولہ ہے)

عالمے در دوام مے بیں از ہوا　　وز جراحتہائے ہمرنگ دوا

ترجمہ: ایک عالم کو اتباع) ہوا کی وجہ سے دام (بلا) میں (گرفتار) دیکھ لو اور ان زخموں کی وجہ سے جو دوائے ہم شکل ہیں۔

مار استادہ است بر سینہ چو مرگ　　در دہاں بگرفتہ بہرِ صید برگ

ترجمہ: سانپ سینہ پر موت کی طرح کھڑا ہے اور (دوسرے جانوروں کو) شکار کرنے کے لیے منہ میں پتا لئے ہوئے ہے (تاکہ جانور سمجھے کہ یہ ایک شاخ ہے۔ جس کے سرے پر پتا ہے۔ اس لیے بے خوف اس کے پاس آ جائے) اور سانپ کا شکار ہو جائے بد

در حشایش چوں حشیشے او بپاست　　مرغ پندارد کہ او شاخِ گیاست

ترجمہ: وہ گھاس میں گھاس کی طرح کھڑا ہے (غریب) پرندہ سمجھتا ہے۔ کہ وہ کسی گھاس کی شاخ ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (بعض نباتات کی شاخیں یا پتے ایسے ہوتے ہیں کہ اگر سانپ ان کے اندر کھڑا ہو جائے تو صبح و شام کی ہلکی تاریکی میں بالکل ان کا ہم جنس معلوم ہو۔ مثلاً کھبکوار کیوڑا۔ ناگ پھنی وغیرہ۔

چوں نشیند بہرِ خور بر روے برگ ۔ در فتد اندر دہانِ مار مرگ

ترجمہ: وہ (پرندہ) جب (اپنی) خوراک (حاصل کرنے) کے لیے پتے پر آبیٹھتا ہے تو موت کے سانپ کے منہ میں جا پڑتا ہے۔

کردہ تمساحے دہانِ خویش باز گردِ دندانہاش کرمانِ دراز

ترجمہ: ایک نگرمچھ نے اپنا منہ کھول رکھا ہے۔ اس کے دانتوں کے گرد لمبے لمبے کیڑے ہیں۔

از بقیۂ خور کہ در دندانش ماند کرمہا روئید و بر دنداں نشاند

ترجمہ: باقی ماندہ خوراک سے جو اس کے دانتوں میں رہ گئی ہے۔ کیڑے پیدا ہو گئے اور اس نے ان کو (دفع نہیں کیا بلکہ تصدًا) بیٹھے رہنے دیا۔

مرغکان بینند کرم و قوت را مرج پندارند آں تابوت را

ترجمہ: بیچارے پرندے اس کیڑے اور غذا کو دیکھتے ہیں (اور) اس (موت کے) تابوت کو (اپنی) چراگاہ سمجھتے ہیں۔

چوں دہاں پُر شد ز مرغاں ناگہاں در کشدشاں و فرو بندد دہاں

ترجمہ، جب اس کا منہ پرندوں سے بھر گیا تو اچانک ان کو (سانس کے زور سے اندر) کھینچ لیتا ہے اور منہ بند کر لیتا ہے۔

ایں جہانِ پُر ز نقل و پُر زناں چوں دہانِ باز آں تمساح داں

ترجمہ (اس طرح) اس جہان کو جو نقل اور نان سے پُر ہے اس نگرمچھ کے کھلے ہوئے منہ کی مانند سمجھو۔

بہرِ کرم و طعمہ اے روزی تراش از فنِ تمساحِ دہر ایمن مباش

ترجمہ: پس اے (پرندوں کی طرح اپنی) روزی تراشنے والے (جو نگرمچھ کے منہ میں)

کپڑوں اور خوراک کے لیے (جمع ہو جاتے ہیں) زمانے کے مگرمچھ کے فریب سے بے خوف نہ ہو۔

روبہ افتد پہن اندر زیر خاک   بر سرِ خاکش حبوب مکرناک

ترجمہ۔ لومڑی خاک کے نیچے پھیل کر پڑ جاتی ہے (تاکہ زمین ہموار نظر آئے اور کسی کو شک نہ ہو) اس کی مٹی کے اوپر پُر فریب دانے (ہوتے ہیں)

تا بیاید زاغ غافل سوئے آں   پائے او گیرد بمکر آں مکرداں

ترجمہ: حتےٰ کہ کوّا بے خبر اس کی طرف آتا ہے۔ تو جھٹ) وہ مکار (لومڑی) مکر کے ساتھ اس کے پاؤں پکڑ لیتی ہے (اور اُسے کھا جاتی ہے)

صد ہزاراں مکر در حیواں چو ہست   چوں بود مکرِ بشر کو مہتر ست

ترجمہ: جب (سانپ مگرمچھ اور لومڑی وغیرہ) جانوروں (تک) میں لاکھوں مکر ہیں تو (ذرا سوچو کہ) انسان کا مکر کیسا ہونا ہوگا وہ تو (حیلہ و تدبیر میں سب حیوانات کا) سردار ہے۔

مصحفے بر کف چو زین العابدیں   خنجرے پُر زہر اندر آستیں

(چنانچہ اس کے مکر و فریب کا یہ حال ہے کہ) حضرت زین العابدین کی طرح قرآن مجید ہاتھ میں ہے (کہ کوئی سمجھے بڑے عابد و زاہد ہیں مگر) آستیں کے اندر لوگوں کے قتل و خونریزی کے لیے) ایک پُر زہر خنجر (چھپا رکھا) ہے۔ (اللسان یسبّح والقلب یذبح)

گویدت خنداں کہ اے مولائے من   در دلِ او بابلے پُر سحر و فن

ترجمہ: (بظاہر) وہ تم سے ہنستا ہوا یوں (مودبانہ) مخاطب ہوتا ہے کہ اے میرے مخدوم (میری عرض یہ ہے) مگر اس کے دل کی پوچھو تو اس کے اندر (شہر) بابل (کا بابل سما رہا) ہے جو جادو اور فریب سے پُر ہے۔

زہرِ قاتل صورتش شہد ست و شیر   ہیں مرو بے صحبتِ پیرِ خبیر

ترجمہ: وہ (اپنی نیت اور ارادہ کے لحاظ سے ایک) زہر قاتل ہے (مگر) اس کی صورت شہد اور دودھ (کی طرح پسندیدہ) ہے (جب یہ حال ہے تو) خبردار (پیر باخبر کی صحبت کے بغیر (سلوک کے راستے پر) مت چلنا۔

جملہ لذاتِ ہوا مکر ست و زرق   سوز و تاریکی ست گردِ نور برق

ترجمہ: خواہش (نفسانی) کی تمام لذتیں مکر اور دھوکا ہیں۔ بجلی کی چمک کے آگے

پیچھے حسرت اور اندھیرا ہے۔

مطلب: یعنی لذات نفسانیہ کی مثال بجلی کی چمک کی سی ہے کہ ایک لمحہ کی روشنی کے بعد اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ کما قیل ؎

فلا تقرب الامر الحرام فانہ حلاوتہ تفنی و یبقی مریرھا

کلید مثنوی میں لکھا ہے کہ سلوک میں دو قسم کے دھوکے ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ شیطان اطلاق میں تلبیس کرتا ہے۔ مثلاً کبھی توسع فی المباحات کو انہماک فی اللذات کا ذریعہ بناتا ہے اور کبھی ترک بالقلیل مباحات کو بزرگ باشی کی لذت کا ذریعہ بناتا ہے بمصرعہ اولیٰ میں لذات ہوا کا مدلول یہ قسم ہے۔ دوسری قسم یہ کہ مکاشفات میں تلبیس کرتا ہے۔ اس طرح کہ احوال نفسانیہ کو احوال روحانیہ یا انوار حادثہ کو انوار قدسیہ خیال میں ڈالتا ہے۔ مصرعہ ثانیہ کا مدلول یہ قسم ہے اور چونکہ ثانی اشد و اضر ہے اول سے اس لیے آگے اسی کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں (انتہیٰ)

برق نورِ کوتہ و کذب و مجاز گرد او ظلمات و راہِ تو دراز

ترجمہ: برق (کیا ہے ایک) کمزور اور جھوٹی اور عارضی چمک ہے۔ جس کے گرد (ہر طرف) اندھیرے ہیں اور تمہارا راستہ لمبا ہے۔

نے بنورش نامہ تانی خواندن نے بمنزل اسپ تانی راندن

ترجمہ (وہ برق ایسی کمزور و ناپائدار ہے کہ) تم نہ اس کی چمک میں خط پڑھ سکتے ہو نہ منزل تک گھوڑا چلا سکتے ہو (یعنی اس نور ضعیف میں نہ سلوک نظری ہو سکتا ہے کہ معارف ہیں نہ سلوک قدمی کہ اصول صادقہ سے اتصاف ہے

لیک جرم آنکہ باشی رہن برق از تو رُو اندر کشد انوارِ شرق

ترجمہ (پس اس خود رائی میں نفع تو کچھ نہ ہوا لیکن حرمان حالی کے علاوہ) ایک نقصان البتہ ہو گیا۔ جس سے مآل میں بھی حرمان ہی رہا وہ یہ کہ) اس جرم میں کہ تم (اس) برق (ناپائدار) کے مرہون (و مقید) ہو رہے ہو تم سے انوار آفتاب روگردانی کرنے لگتے ہیں

مطلب: انوار آفتاب سے مراد کاملین ہیں جو اپنی باطنی تابانی اور روحانی درخشانی میں انوار آفتاب سے مشابہ ہیں۔ یا فیوض کاملین مراد ہیں۔ یعنی کاملین آفتاب کے مشابہ اور ان کے فیوض انوار آفتاب کی مانند ہیں آگے بھی کاملین یا اُن کے فیوض کی روگردانی کا ذکر ہے۔

خشم گیرد بر دِلت آں آفتاب چُوں تو جوئی از عطارد نور و تاب

لغات: عطارد سبعہ سیارہ میں ایک نہایت چھوٹا ستارہ ہے۔ سب سے بڑا آفتاب ہے اس سے چھوٹے زحل اور مشتری۔ ان سے چھوٹے زہرہ اور مریخ ہیں عطارد ان سے بھی چھوٹا ہے۔ تاب۔ تابانی۔ چمک

ترجمہ تمہارے دل پر وہ آفتاب (شیخ کامل) ناراض ہوتا ہے۔ جب تم (اس کو چھوڑ کر) (اپنے فہم ولمانے کے) عطارد (کم نور) سے نور تابانی طلب کرتے ہو۔ (چنانچہ یہ بھی مشاہدہ ہے کہ ایسے خود پسند مریدوں سے جن کو اپنی صائب الرائے ہونے کا زعم ہو شیوخ ناراض رہا کرتے ہیں جو ان کے حرمان کا باعث ہوتا ہے)

میکشاند مکرِ برقت بے دلیل - در مفازہ مظلمے شب میل میل

ترجمہ (اور تمہاری حالت یہ ہے کہ) تم کو (اسی) برق کا فریب (کمی سمجھ) رہبر (کی معیت کے بدون ایک تاریک جنگل میں شب کے وقت میل میل (کی مسافت طے کرتا ہوا) کھینچے لیے جارہا ہے۔

گاہ بر کُہ گاہ بہ جُو افتی - گہ بدیں سو گہ بداں سُو افتی

ترجمہ (اس انداز سے کہ) کبھی تم پہاڑ پر اور کبھی ندی میں گر گر پڑتے ہو۔ کبھی ادھر کبھی اُدھر گرتے ہو۔

مطلب یہاں تک ایسے مرید سے شیخ کے تکدر و انقباض کا ذکر تھا۔ آگے یہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی وسیع الاطلاق شیخ اپنے تکدر و انقباض پر شفقت و خیر خواہی کو غالب رکھ کر ایسے مرید کو متنبہ کرتا ہے۔ یا اس کے ارشادات بلاقصد مرید کے کان میں پڑتے ہیں تو وہ اس خود رائی کے باعث اس سے متاثر نہیں ہوتا۔

خود نہ بینی تو دلیل اے راہ جُو - ورنہ بینی رُو بگردانی ازو

لغات۔ خود یہاں نہ بینی کے حصر و تخصیص کے لیے مستعمل ہوا ہے اور مثنوی میں یہ لفظ اکثر افعال کے حصر کے لیے آتا ہے۔ مگر ایک شارح نے اس کو ہر جگہ فاعل کے حصر کے لیے سمجھا ہے اور اس کا ترجمہ آپ بمعنی بنفسہٖ کیا ہے۔ جیسے کہ اُردو کا محاورہ ہے۔ یہاں ان شارح صاحب نے ترجمہ یوں کیا ہے "اے راہ جو تو رہبر کو خود تو دیکھتا نہیں" حالانکہ اس تقدیر پر مصرعہ ثانیہ اس کے ساتھ بوجہ احسن مربوط نہیں ہوتا۔ اب دوسری تقدیر پر ترجمہ ملاحظہ ہو:-

ترجمہ: اے طالب راہ! (اول تو) تم راہبر کو دیکھتے ہی نہیں اور اگر دیکھتے ہو تو اس سے منہ پھیر لیتے ہو۔ (منقل انتشہ لک بالله کیف

(تنبطت المصرعتان)

که سفر کردم دریں رہ شصت میل ہر مرا گمراہ گوید آں دلیل

ترجمہ (اور کہتے ہو) کہ میں اس راہ میں ساٹھ میل سفر کر چکا ہوں (اور) یہ راہبر (پھر بھی) مجھ کو گمراہ بتاتا ہے۔

گر نہم من گوش سوئے آں شگفت امر او را ہم ز سر باید گرفت

ترجمہ: (پس) اگر میں اس عجیب بات کو (بسمع قبول) سنوں تو اس (رہبر) کے حکم کی تعمیل از سر نو کرنا (اور طے شدہ سلوک کو کالعدم سمجھنا) چاہیئے (ایک شارح نے امر او را کا ترجمہ اس سفر کا معاملہ کیا ہے حالانکہ غیر ذوی العقول کے لیے ضمیر او نہیں آتی اس صورت میں امر آنرا ہوتا ہے۔

من دریں رہ عمر خود کردم گرو ہر چہ بادا باد اے خواجہ برو

ترجمہ: (حالانکہ) میں اس سلوک (کے طے کرنے) میں اپنی عمر صرف کر چکا ہوں۔ جو ہو سو ہو اب میں اس طے شدہ سلوک کو کالعدم نہیں سمجھ سکتا) اجی میاں صاحب (مجھے آپ کی رہبری درکار نہیں) تشریف لے جائیے (ایک شارح نے اے خواجہ برو کا ترجمہ یوں کیا ہے اے نفس یوں ہی چلا جا۔ یعنی اے خواجہ کہہ کر اپنے آپ سے خطاب کیا ہے حالانکہ اپنے آپ کو خواجہ کہنا خلاف محاورہ ہے۔ یہ لقب ہمیشہ مخاطب یا غائب کیلئے اعزازاً استعمال ہوتا ہے)

راہ کردی لیک در ظنّ چو برق عُشرِ آں رہ کُن پئے وحیِ چو شرق

ترجمہ: (خواجہ رہبر اس کے جواب میں کہتا ہے۔ میاں!) تم نے (بزعم خود) راستہ تو طے کیا ہے۔ لیکن محض) خیال میں جو برق کی طرح (ناپائدار و ناقابل اعتبار) ہے اس راستے) کا (زیادہ نہیں تو کم از کم) دسواں حصہ ہی۔ وحی کے اتباع میں جو آفتاب کی مانند ہے طے کر لو۔

ظنّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَق خواندہ وز چناں برقے ز شرقے ماندہ

ترجمہ (قرآن مجید میں) اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا پڑھ چکے ہو (پس تمہارا یہ ظنی و ظنی سلوک ناقابل اعتماد ہے)، تم (شک و ظن کی) برق کے سبب آفتاب (یقین سے دُور رہ گئے۔

مطلب: آیت مندرجہ شعر سورہ یونس رکوع چہارم میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ بے شک گمان حق کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں آتا انتہٰی۔ یہاں ظن سے مراد وہ

دعویٰ ظنی ہے۔ جو وحی کے ساتھ مستند نہ ہو۔ پس دلیل ظنی شرعی جو مستند الی الوحی ہوتی ہے۔ اس سے خارج ہے۔

ہے برادر کشتیِ ما آمدے نشر ند   یا تو ایں کشتی بداں کشتی بہ بند

ترجمہ: خبردار اس سرگشتہ ہماری کشتی میں آ جاؤ۔ یا تم (اپنی) اس کشتی کو (ہماری) اس کشتی کے ساتھ باندھ دو۔

مطلب: پہلے مصرعہ میں تفویض محض کی طرف اشارہ ہے۔ جیسے ایک مرید مخلص اپنے پیر کامل کے ساتھ کرتا ہے۔ دوسرے مصرعہ میں اپنی تجویز میں مشورہ لے لینے کی طرف اشارہ ہے جیسے برادر طریقت کسی بڑے برادر طریقت کے ساتھ کرتا ہے

گوید او چوں ترک گیرم گیر و دار   چوں روم من در طفیلت کور وار (الکلید)

ترجمہ: وہ (خود رائے جواب میں) کہتا ہے۔ میں (اپنی موجودہ پیرانہ) دھوم دھام کو کیونکر چھوڑوں میں تمہارے طفیل اندھے کی طرح کیونکر چلوں۔

مطلب: ادنےٰ درجہ کے ناقص پیروں میں یہ عجب و خود رائی کا مرض عام ہے اکثر ایسے نام نہاد پیر موجود ہیں۔ جن کے سرمایہ کمال میں بگمانِ غالب تسبیح ہزار دانہ اور بھگوے رنگ کی دستار کے سوا کچھ بھی نہیں چند جاہل اور ادنےٰ اقوام کے لوگ ان کے مرید ہیں۔ جب ان کو کہا جاتا ہے سائیں جی! فلاں شیخ کامل سے بیعت ہو جاؤ تو تمہارا سلوک بطریق احسن طے ہو جائے۔ اس طرح بے اصول چلنا بے سود ہے۔ تو ان کو اپنے پیر بن چکنے کے بعد مرید کہلانے کی عار اس راہ راست کے اختیار کرنے میں مانع ہوتی ہے اور بہانہ یہ کرتے ہیں کہ ہم کو جو کچھ اپنے مرشد مرحوم سے مل چکا ہے وہی کافی ہے۔ آگے مولانا مرید کے اس عذر کو رد فرماتے ہیں جس کو کسی کے اتباع میں کور دار چلنے سے عار آتی ہے:۔

کور با رہبر بہ از تنہا یقین   زاں یکے ننگ است و صد ننگ ست ایں

ترجمہ: (یاد رکھو کہ وہ) اندھا جو رہبر (بابصیرت) کے ساتھ ہو یقیناً تنہا (چلنے والے) سے اچھا ہے (کیونکہ) اُس سے تو صرف ایک عار ہے اور یہ (تنہا چلنا) صدہا (ننگ کا باعث) عار (کا موجب) ہے۔

مطلب: کسی ناقص کو پیر کامل کے اتباع میں چلنا صرف ایک ہی عار کا باعث ہے وہ یہ کہ لوگ کہیں گے۔ ابھی کل تو پیر بنے پھرتے تھے۔ آج مریدوں کے زمرہ میں شامل ہیں۔ شاید یہ اب تک سلوک سے بے بہرہ تھے۔ یا سلوک کے بعض مقامات طے کرنے سے قاصر رہے۔ بس اس سے زیادہ کوئی اور باعث عار نہ ہوگا۔ لیکن اگر ناقص رہے اور لوگ ان کے

مرید ہوتے گئے تو پہلے اپنی گمراہی (۲) مریدوں کی گمراہی (۳) مریدوں کو گمراہانہ تعلیم دینے کا وبال (۴) اس گمراہی کے سلسلے کا غیر متناہی امتداد (۵) اپنے حقوق النفس کی بربادی (۶) حقوق العباد کی خیانت (۷) حقوق اللہ کا اتلاف (۸) ارباب بصیرت کی نظر میں اپنی بے وقعتی (۹) گمراہ مریدوں کے گمراہانہ اعمال سے اپنی بدنامی (۱۰) آخرت میں اس کا اتباع ہوا اور اشاعت ضلالی پر عذاب شدید وغیرہ وغیرہ بے شمار نتائج بد مرتب ہوں گے۔ ایسا خود رائے درویش ایک ادنیٰ عار سے بچنے کے لیے عار کے بے انتہا بواعث میں مبتلا ہوتا ہے۔ آگے اسی بات کو چند مثالوں میں ادا فرماتے ہیں:

مے گریزی از پشہ در کژدمے — از نمے تو مے گریزی در یمے

ترجمہ: تو ایک مچھ سے (بچنے کے لیے) ایک (خطرناک) بچھو کی طرف دوڑا جاتا ہے تو ایک قطرہ سے (بچنے کے لیے) ایک سمے میں گھسا جاتا ہے۔

مے گریزی از جفاہائے پدر — درمیان لوطیان شور و شر

ترجمہ: تو باپ کی سخت گیریوں سے بھاگتا ہے (جو تیری اصلاح کا باعث ہیں اور) فتنہ و فساد والے بدچلن لوگوں میں (شامل ہو رہا ہے جو تجھے اور بھی بگاڑ دینگے

میگریزی ہمچو یوسف زاں دہے — تا ز نَرتَع نَلعَب افتی در چہے

ترجمہ: تو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح اس گاؤں سے (جس کا نام کنعان تھا) نکلا جا رہا ہے تاکہ نرتع و نلعب (کے دھوکے) سے کنوئیں میں جا پڑے۔

مطلب: یہ اس آیت کی طرف تلمیح ہے۔ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ یعنی برادران یوسف نے اپنے والد حضرت یعقوب سے عرض کیا۔ ابا جان کل یوسف کو ہمارے ساتھ بھیجو۔ تاکہ وہ (جنگلی پھل وغیرہ) کھائیں اور کھیلیں اور ہم ان کی حفاظت رکھیں گے (سورہ یوسف) جب حضرت یعقوب نے اس کو ساتھ لے جانے کی اجازت دیدی تو انہوں نے حضرت یوسف کو از راہ حسد ایک کنوئیں میں ڈال دیا اور ان کو ساتھ لے جانے سے ان کا یہی مقصد تھا۔ مرید ناقص کا اپنے پیر سے گریز کرنا تو براہ سرکشی ہے۔ حضرت یوسف کا کنعان سے باہر جانا والد کی اجازت سے تھا۔ پس یہاں تشبیہ عدم اذن اور ارتکاب مخالفت میں نہیں۔ بلکہ مربی کے ظل حمایت سے دور جانے میں ہے۔ یعنی جس طرح حضرت یوسف اپنے والد کے سایہ عاطفت سے دور ہو کر مبتلائے مصیبت ہوئے۔ اگرچہ وہ ان کی اجازت سے ہی گئے تھے۔ اسی طرح تو جو اپنے پیر کے سایہ تربیت سے دور ہو رہا ہے تو مشکلات میں

گرفتار ہو گا بلکہ تیرا مبتلائے مشکلات ہونا زیادہ متوقع ہے کیونکہ تو پیر کے خلافِ رضا اس سے دور ہو رہا ہے۔ یہاں اس تشبیہ سے شاید کسی کو یہ شبہ ہو کہ جس طرح حضرت یوسف کنویں میں پڑنے کے بعد نکل آئے۔ اسی طرح ہم بھی مشکلات طریقت سے نکل جائیں گے۔ آگے اس شبہ کو دفع فرماتے ہیں۔

در چہ افتی زیں تفرّج ہمچو اُو ہر ترا لیک آں عنایت یار کو

ترجمہ: تو ان کی طرح اس تفریح سے کنویں میں گر تو پڑے گا۔ لیکن (ان کی طرح نکلنے کا نہیں کیونکہ ان کے ساتھ عنایت حق تھی اور) تیرے ساتھ وہ عنایت (حق) یاور کہاں ہے (اور ان پر عنایت حق ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ والد کی اجازت سے گئے تھے)۔

گر نبودے آں بفرمانِ پدر برنیاوردے زچہ تا حشر سر

ترجمہ (ورنہ) اگر یہ (جانا) والد کی اجازت سے نہ ہوتا۔ تو وہ قیامت تک کنویں سے سر نہ نکال سکتے (بلکہ وہیں رہتے۔ اور تو خود اتباع شیخ سے بعید ہے۔ پس تیرا اپنے آپ کو ان پر قیاس کرنا صحیح نہیں اور اگر یہ شبہ ہو کہ جب اذن شیخ کے باوجود ان پہ بلا آئی۔ تو اتباع و عدم اتباع برابر ہوا۔ ورنہ ان پہ بلا کیوں آتی تو جواب یہ ہے:-

آں پدر بہرِ دلِ او اذن داد گفت چوں انیست میلت خیر باد

ترجمہ: اُن والد (بزرگوار) نے ان کی خاطر سے اجازت دیدی تھی (اور) فرمایا تھا کہ جب تمہاری خواہش یہ ہے تو (جاؤ) (خدا کرے) بہتر ہو۔

مطلب: مطلب یہ کہ یہ رائے ابتداءً حضرت یعقوبؑ کی نہ تھی کہ یوسف اپنے بھائیوں کے ساتھ جنگل میں جائیں۔ بلکہ خود حضرت یوسف کی طبیعت میں بھائیوں کے ساتھ جانے کا میلان پیدا ہو رہا تھا۔ حضرت یعقوبؑ نے صرف اتنا کیا کہ ان کی خاطر داری کے لیے یہ درخواست منظور کر لی۔ پس اس جانے میں جتنا دخل رائے یوسفی کا تھا وہ بلا کا سبب ہوا اور جتنا دخل اذنِ یعقوبی کا تھا۔ وہ نجات کا سبب ہوا۔ صاحب کلید فرماتے ہیں کہ یہ جواب مولانا کا تبرعًا و تنزلاً ہے ورنہ شروع سے یہ جواب ہو سکتا ہے کہ یہ جانا نہ سلوک سے متعلق ہے اور نہ اس میں کوئی دین کی بغرت ہوئی۔ پس باوجود اذن کے بھی اس بلا کا آجانا اصل مدعا کہ سلوک میں جدا رہنے کی مضرت ہے۔ موجب اشکال نہیں (انتہی)

آگے پھر عود ہے کور با رہبر کے مضمون کی طرف یعنی کور با رہبر کا بہتر ہونا تو معلوم ہو چکا اب کور بے رہبر کا حال سنو:-

شیخ کامل کیساتھ تعلق مثل پیراہن یوسف کے ہے بدوں اسکے سلوک طے نہیں ہوسکتا

ہر ضریرے کز مسیح سر کشد　　او جہودانہ بماند از رشد

ترجمہ: جو (بصیرت کا) اندھا کسی مسیح (صفت شیخ) سے سرکشی کرے وہ یہودیوں کی طرح راہ راست سے (دور) رہ جائیگا۔

قابلِ ضو بود گرچہ کور بود　　شد ازیں اعراض او کور و کبود

ترجمہ: (سرکشی سے پہلے) وہ روشنی کے قابل (اور صاحب استعداد) تھا اگرچہ (بالفعل) نابینا (اور طریق سے ناواقف) تھا مگر جب اس نے سرکشی کی تو) اس اعراض سے وہ (بالکل ہی) اندھا اور سیہ (بخت) ہوگیا (یعنی اس کی استعداد بھی فاسد ہوگئی)

گویدش عیسیٰ بزن در من دو دست　　اے عمے کحلِ ضریری با من ست

لغات: عمے بفتحتین والف مقصورہ کوری نابینائی۔ یہاں مصدر بول کر صیغہ صفت مراد لیا ہے۔ یعنی صاحب عمے۔ اعمیٰ۔ اندھا۔ جیسے بطور سابقہ ایذ عدل بمعنی عادل کہدیتے ہیں۔

ترجمہ: اس (نابینا) سے عیسیٰ فرماتے ہیں کہ دونوں ہاتھوں سے مجھ کو پکڑ لے اے کورا کوری (دور کرنے) کا سرمہ میرے پاس (موجود) ہے۔

مطلب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے ایک معجزہ یہ تھا کہ وہ خدا کے حکم سے اندھوں کو بینا کر دیتے تھے چنانچہ اُنھوں نے بنی اسرائیل کو کہا تھا وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ اور خدا ہی کے حکم سے مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو بھلا چنگا اور مردوں کو زندہ کردوں (آل عمران ع ۵) اس لیے شیخ کامل کے لیے جو بحکم خدا مرید کو بصیرت باطن عطا فرماتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس معجزہ کا استعارہ کیا ہے۔ غرض وہ شیخ عیسیٰ صفت کہتا ہے:۔

از من از کوری بیابی روشنی　　بر قمیصِ یوسفِ جاں بر زنی

ترجمہ: اگر تو کورے (تو کیا ہوا میرا اتباع کر کہ) مجھ سے روشن پائیگا (اور) روحانی یوسف کی قمیص سے جا ملیگا۔

مطلب: یہاں اس شیخ کامل کی محبت کے لیے حضرت یوسف کی قمیص کو استعارہ کیا ہے۔ جس کی خوشبو سے حضرت یعقوب کی زائل شدہ بینائی عود کر آئی تھی۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی فاسد الاستعداد شخص بھی خلوص کے ساتھ کسی شیخ کامل کا اتباع کرے تو اُس کی فاسد شدہ استعداد پھر درست ہوسکتی ہے گو اکثر کسی قدر توقف سے ہوتی ہے

آگے بھی اتباع شیخ کی برکت اور اس سے علیحدہ رہنے کی مضرت کا ذکر ہے۔

کاروبارے سے رکت رسد بعد شکست — اندراں اقبال و منہاج رہ ست

ترجمہ: جو کاروبار تجھ کو (انقیاد شیخ کے لیے) انکساری (اختیار کرنے) کے بعد میسر ہوگا۔ اس میں سلوک کا اقبال اور راہ راست ہے۔

مطلب: یعنی اپنی بزرگ باشی کے زعم میں اتباع و انقیاد کو عار سمجھنے کا بُرا نتیجہ معلوم ہو چکا۔ اب ذرا اس زعم کو سر سے نکال ڈالنے اور شیخ کے انقیاد میں تواضع و فروتنی اختیار کرنے کا اچھا ثمرہ بھی دیکھ لو کہ اقبال معرفت اور منہاج حقیقت ہے۔

کاروبارے کاں ندارد پا و دست — ترک گیر اے بوالفضول گیج مست

ترجمہ: (پس) اے بوالفضول احمق بے ہوش: (سلوک کے) ایسے کاروبار کو چھوڑ دے جو (اتباع شیخ کے) ہاتھ پاؤں نہ رکھتا ہو (اور اسے تو بطور خود طے کر رہا ہو)

کاروبارے کہ ندارد پا و سر — ترک کُن ہے ہیر خر اے پیرہ خر

لغات: ندارد پا و سر جس کے سر پاؤں نہ ہوں۔ بے سر و پا۔ بیہودہ پریشان۔ بے ترتیب۔ پیر خر مرشد اختیار کر۔ خر صیغہ امر ہے خریدن سے پیرہ خر بڈھا گدھا۔ ان دونوں لفظوں کی تجنیس پر لطف ہے۔

ترجمہ: (ہاں) جو کاروبار بے سر و پا ہو اے بڈھے گدھے (اس کو) چھوڑ دے (اور) مرشد (کے اتباع) کو اختیار کر (کے اپنے کاروبارِ سلوک کو منظم و مرتب کر)

غیر پیر استاد و سرلشکر مباد — پیرِ گردوں نے ولے پیرِ رشاد

ترجمہ: (اور پیر کی ہستی تو وہ ہے کہ خدا کرے) سوائے پیر کے کوئی استاد اور سپہ سالار نہ ہو (اور پیر سے مراد پیر زمانہ (یعنی عمر کا بڈھا) نہیں۔ بلکہ پیرِ طریقت (مراد ہے)

در زماں چوں پیر را شد زیر دست — روشنائی دید آں ظلمت پرست

ترجمہ: (اور پیر کی برکت ایسی ہے کہ) جب وہ اندھیرے کا معتاد پیر کے ہاتھ کے تحت میں آگیا۔ تو فی الفور اس نے روشنی دیکھ لی۔

مطلب: ظلمت پرست سے مراد وہ شخص ہے جو بطور خود اور بلا اتباع شیخ

سلوک کر رہا ہو۔ یعنی وہ اس کا تجربہ کر کے دیکھ لے کہ بشرط خلوص پیر کے ساتھ تعلق شروع کرتے ہی وہ اپنے قلب میں نور ہدایت پائیگا۔ آگے ان برکات مذکورہ کی ایک شرط کو بیان فرماتے ہیں۔ جس کو مولانا نے تسلیم کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور مقصود اس سے یہ ہے کہ سچے دل اور خالص نیّت کے ساتھ اپنے آپ کو پیر کے سپرد کر دے :-

شرطِ تسلیم است نے کارِ دراز　　سود نبود در ضلالت ترکتاز

ترجمہ (اور ان برکات کے حصول کے لیے) تسلیم شرط ہے نہ کہ (مجاہدات و ریاضیات کا) شغل کثیر۔ راہ گم ہونے (کی صورت) میں دوڑ دھوپ کچھ مفید نہیں۔

مطلب : سلوک کے طے ہونے کے لیے پیر کامل کے ساتھ انتساب اور اپنے آپ کو خلوص اور صدق دل کے ساتھ اس کے سپرد کر دینا شرط ہے۔ ان باتوں کے بغیر مجاہدات و ریاضات کثیرہ کچھ سود مند نہیں ہوتے۔ یعنی خواہ سلوک بطور خود طے کرے اور پیر کے ساتھ منتسب نہ ہو۔ یا منتسب ہو مگر خلوص و تسلیم نہ ہو۔ دونوں صورتوں میں ریاضات و مجاہدات بے کار ہیں۔ ہمارے حضور حضرت صاحب سلّمہٗ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ "رابطہ شیخ کا طریقہ حصول قرب کے لیے مفید تر اور اسلم تر ہے" پھر فرمایا "شیخ کی صحبت تمام کمالات کی اصل ہے اگر یہ ہے تو پھر کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ اس سے خود شیخ کے کمالات کا عکس مرید پر پڑتا ہے" اس انتساب و رابطہ کے بدون اپنے مجاہدات سے سلوک طے کرنے کی کوشش کرنا ایسا ہے۔ جیسے کوئی راستہ گم کر چکا ہو اور اس کی طلب میں کسی رہنما کی مدد کے بدون زور کے ساتھ دوڑتا پھرے تو ظاہر ہے کہ وہ اپنا سیدھا راستہ پانے کی بجائے اور بھی اس سے دور ہو جائے گا جب ثابت ہو گیا کہ اتباع شیخ کے بدون مجاہدہ و سعی بے سود ہے تو :-

من نجویم زین سپس راہِ اثیر　　پیر جویم پیر جویم پیر پیر

ترجمہ : (تم کو اقرار کرنا چاہیئے کہ) اس کے بعد میں (صرف اپنے مجاہدات کے بل پر ترقی سلوک کے) آسمان کا راستہ تلاش نہ کروں گا (بلکہ اس کے قبل) پیر کو ڈھونڈوں گا۔ پیر کو ڈھونڈوں گا پیر کو پیر کو۔

پیر باشد نردبانِ آسمان　　تیر پرّاں از کہ گردد از کماں

ترجمہ (میں پیر کو اس لیے ڈھونڈوں گا کہ) پیر آسمان کی سیڑھی ہے (اور) تیر کس سے پرواز کرتا ہے؟ کمان سے

مطلب : پیر کے نردبان آسمان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے ترقی باطن

حاصل ہوتی ہے دوسرے مصرعہ میں اس کی یہ مثال دی ہے کہ دیکھو تیر کمان ہی کے زور سے بلندی پر جاتا ہے ۔ اسی طرح مرید پیر کی بدولت پرواز ترقی کرتا ہے ۔ پیر کے لیے کمان خمِ کمر کی تشبیہ بلحاظ معنی پر لطف ہے ۔ ہمارے دارالریاست نابھہ کے ایک واعظ مولوی اشرف علی صاحب مرحوم اپنی ضعیف العمری میں بھی اچھا موثر وعظ کہتے تھے ۔ ایک مرتبہ راقم نے بھران کا وعظ سننے کے لیے اپنے گھر پر تشریف لانے کی تکلیف دی تھی اور ان کی شان میں یہ قطعہ موزوں کہا تھا ؎

مولوی اشرف علی صاحب کا کیا اچھا ہے وعظ ۔ کس بلا کا عہد پیری میں بھی ہے زور بیان
عہدِ پیری میں ہے اس زور بیان کی وجہ خاص تیر تیزی سے ہے چھٹتا جتنا جھکتی ہے کمان

بے ز ابراہیم نمرودِ گراں — کرد با کرگس سفر بر آسمان

لغات : گراں بھاری ۔ ٹھوس ۔ منجمد ۔ جامد المزاج ۔ غبی کرگس گدھ

ترجمہ : پیر کی اعانت کے بدون ترقی ناممکن ہے ۔ جیسے نمرود غبی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اعانت کے بدوں گدھ کے ساتھ آسمان پر سفر کرنے کا قصد کیا ۔

از ہوا شد سوئے بالا او بسے — لیک بر گردوں نہ پرّد کرگسے

ترجمہ : وہ (گدھ کے پر پرواز اور) ہوا کے زور) سے خاصی بلندی تک گیا. مگر کہاں آسمان اور کہاں کرگس ناتواں) ایک گدھ آسمان پر نہیں اُڑ سکتا ۔

گفت ابراہیم اے مردِ سفر — کرگست من باشم اینت خوبتر

ترجمہ : حضرت ابراہیمؑ نے اس سے فرمایا اے سفیر افلاک (کا قصد کرنے) والے آدمی ! (آسمان پر لے جانیوالا) تیرا (پرندہ) گدھ (کی بجائے) میں ہوں تو یہ زیادہ اچھا ہے ۔ (یعنی عالم بالا میں مراتب عالیہ حاصل کرنے کا ذریعہ مجھ کو بناتا)

چوں ز من سازی ببالا نردباں — بے پریدن بر روی بر آسمان

ترجمہ : جب تو اوپر جانے کے لیے مجھے نردبان بنائے گا تو (ظاہری) پرواز کے بدوں آسمان پر چلا جائیگا (آسمان پر جانے سے مراد عالم غیب کا تعلق ہے ۔ آگے اسی اعتبار سے چند مثالیں پیش فرماتے ہیں)

آنچنانکہ میرود تا غرب و شرق — بے زاد و راحلہ دل ہمچو برق

ترجمہ : جس طرح دل برق کی طرح مغرب و مشرق تک بدوں سفر خرچ اور سواری

کے چلا جاتا ہے (یعنی پیکر خیال آن کی آن میں مغرب و مشرق کی سیر کو آتا ہے)

آنچنانکہ مے رود شب زاغتراب | حسِّ مردم شہرہا در وقتِ خواب

ترجمہ: جس طرح شب کے وقت لوگوں کے حواس خواب میں بطور مسافری شہروں میں جاتے ہیں۔

آنچنانکہ عارف از راہِ نہاں | خوش نشستہ میرود در صد جہاں

ترجمہ: جس طرح عارف بیٹھے بٹھائے ایک مخفی راستے سے سینکڑوں جہاں میں چلا جاتا ہے۔

گر نداد ستنش چنیں رفتار دست | ایں خبرہا زاں ولایت از کیست

ترجمہ: اگر اس (عارف) کو ایسی رفتار حاصل نہیں ہوئی تو اس اقلیم (غیب) کی یہ خبریں کس سے (منقول) ہیں۔

مطلب: یعنی یہاں کوئی نقل سابق تو پائی نہیں گئی اور وا علوم عقلی بھی نہیں محض کشفی و حالی ہیں اور وہ کشف موقوف ہے اس عالم کے ساتھ تعلق ہونے پر۔ پس خبر کشف کی دلیل ہے اور کشف تعلق کی دلیل۔ اور یہی مدعا تھا (کلید) اگر کوئی یہ احتمال کرے کہ ممکن ہے کہ یہ محض خیالی خبریں غلاف واقع ہوں اور ایسی حکایت ممکن عنہ کے وقوع اور حکایت کنندہ کے تعلق کی دلیل نہیں ہوسکی۔ تو آگے اس کا جواب دیتے ہیں کہ:-

ایں خبرہا ویں روایاتِ محق | صد ہزاراں پیر بر وے متفق

ترجمہ: یہ خبریں اور یہ سچی روایات (وہ ہیں) جن پر لاکھوں شیوخ متفق (ہیں)

یک خلافے نے میانِ ایں عیون | آنچنانکہ ہست در علمِ ظنون

ترجمہ (اور ان بزرگوں کے درمیان (ان مسائل و معارف کے متعلق) ایک بھی اختلاف نہیں۔ جیسے کہ علوم علوم ظنیہ او عقلیہ

مطلب: حاصل شبہ و جواب کا یہ ہے کہ اگر کوئی منکر کہے کہ صوفیہ کے معارف مسلمہ کی کوئی حقیقت نہیں بہ صرف ان کے خیالی بلاؤ ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ متقدمین صوفیہ مثلاً حضرت بایزید بسطامی رح و جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر متاخرین مشائخ مثل حضرت مجدد رضی اللہ تک ہزاروں اور لاکھوں اہل اللہ عارفین کا ان معارف پر متفق ہونا ان کے صدق کی ایک روشن دلیل ہے اور عارفین بھی وہ جن میں سید عبدالقادر جیلانی رح شیخ ابن عربی رح شیخ معین الدین چشتی شہاب الدین سہروردی رح شیخ بہاؤالدین نقشبند جیسی عالی پایہ ہستیاں شامل ہیں۔ جن میں سے ایک ایک وجود صدق و دیانت کے آسمان کا آفتاب

درخشاں ہے پس ایسا کامل اتفاق جو متواتر پورا مصداق ہے ان معارف کے قطعی الثبوت ہونے کی قوی دلیل ہے۔ بخلاف اس کے حکماء کے علوم فلسفہ۔ حکمت طبیعیات۔ ہیئت وغیرہ کو لو تو اس میں اختلاف و تفرقہ کا ایک ہنگامہ برپا ہے۔ ایک حکیم کا قیاس دوسرے کے قیاس کی تردید کر رہا ہے۔ ہر زمانہ کے حکماء گذشتہ کی تحقیق پر قلمِ نسخ پھیر دیتے ہیں۔ حتّٰی کہ یہ علوم عقلیہ ہر زمانہ میں نئے سے نیا چولا بدلتے بدلتے آج کچھ سے کچھ ہو گئے۔ اگر ان علوم ظنیہ و عقلیہ کا نہج ادراک صحیح ہوتا تو ان کی تحقیقات کے نسخ و مسخ کی یہ نوبت نہ آتی۔ اگر ان علوم کے ذریعے حاصل کیے ہوئے معلومات و مسلّمات کی کچھ اصلیت واقعی ہوتی تو وہ موم کی ناک کی طرح کبھی اُدھر سے اِدھر کبھی اِدھر سے اُدھر پھرتی نہ رہتی۔ مگر ذرا اہل اللہ کے معارف کشفیہ کو دیکھو کہ تیرہ صدیوں سے ان میں کسی قسم کے ردّ و نسخ نے کم سے کم بھی دخل نہیں پایا۔ اگر ان بزرگوں کا کشف و حال بقول منکرین خیالی پلاؤ ہوتا یا ان کے مکشوفہ حقائق و معارف فرضی و خیالی ہوتے تو یہاں بھی ہر عارف کے اپنے اپنے تخیلات کی رنگا رنگی سے اختلاف و تفرقہ کا ایک غوغا بلند ہوتا وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ٥ (النساء ع) اور کچھ کچھ جزوی و فروعی اختلاف جو ہے مثلاً بعض بزرگوں کے نزدیک لطائف ستہ کے مقامات کے تعیین جسم انسانی میں کچھ اور طرح ہے اور بعض دوسرے بزرگوں کے نزدیک کچھ اور طرح یا مثلاً عرش اور قلب انسانی دونوں مظہر تجلیات الٰہیہ ہیں۔ مگر ایک عارف کے نزدیک عرش مظہر اتم ہے اور دوسرے کے نزدیک مظہر اتم قلب ہے تو یہ جزوی اختلاف ان معارف کے حق اور مطابق واقع ہونے کی اور بھی زبردست دلیل ہے۔ کیونکہ اگر اتنا اختلاف نہ ہوتا اور عارف کا کشف فروعی حیثیت میں بھی حرف بحرف یکساں ہوتا تو کوئی منکر کہہ سکتا تھا کہ یہ لوگ بھیڑیا چال میں پڑ کر ایک دوسرے کی بات کے نقال بنے ہوئے ہیں۔ مگر اس فروعی اختلاف سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہر عارف نے ان امور غیب کو خاص اپنے کشف کی عینک سے دیکھا ہے۔ وہ کسی دوسرے کی بات کا ناقل و مقلد نہیں اور اسی استقلال رویت اور تفرّد نظر سے یہ فروعی اختلاف پیدا ہوا ہے جو کچھ بھی مخل مقصود نہیں بلکہ اس قسم کے اختلاف غیر مضر کے نظائر مشاہدہ عینی میں بھی رات دن پیش آتے رہیں۔ مثلاً دو شخص ایک دوسرے سے سَو دو سو قدم کے فاصلے پر دُور کھڑے ہوئے ہلال کو دیکھ رہے ہیں۔ ایک کو وہ ہلال مقبرے کی کلس کے اوپر نظر آ رہا ہے۔ مگر دوسرے کی نظر میں ہلال مقبرہ سے دور رہا بلکہ بڑے درخت کے اوپر دکھائی دے رہا ہے پس وہ دونوں طلوعِ ہلال پر تو متفق ہیں۔ مگر محل ہلال میں جزوی اختلاف ہے تو ہر شخص باور کر سکتا ہے کہ ان دونوں کی شہادت سے ہلال کا طلوع قطعی ہے۔ باقی محل ہلال میں جو اختلاف ہے تو اس کے یہ

یہ معنے نہیں ہو سکتے کہ ہلال طلوع نہیں ہوُا یا دونوں شاہد جھوٹے ہیں بلکہ یہ اختلاف محل اُن کے محل رویت کے اختلاف سے ناشی ہو۔ جو کچھ بھی مضر نہیں۔ اسی طرح مثلاً لطائف ستہ کے وجود پر تمام اہل معرفت کا اتفاق ان لطائف کے واقعی موجود ہونے کی کافی سند ہے۔ باقی ان لطائف کے محل وقوع کا اختلاف ان اہل معرفت کی اپنی اپنی خصوصیت کشف سے پیدا ہوُا۔ جو کچھ بھی مضر نہیں بلکہ اس سے اس امر کے یقینی ہونے کا فائدہ ہوا کہ ہر عارف نے اپنے اپنے کشف کی عینک سے کام لیا ہے اور آیت امرغیب پر صدہا و ہزارہا اہل صدق و دیانت کی شہادت حاصل ہوئی ہے سب نے ایک ہی بات کو نقلاً و تقلیداً نہیں رٹا۔ آگے علوم ظنیہ میں اختلاف اور علوم کشفیہ میں عدم اختلاف کی وجہ ایک مثال میں بتاتے ہیں +

آں تحری آمد اندر لیل تار　　ویں حضورِ کعبہ و وسطِ نہار

لغات - تحری بروزن تسلی بمعنے صواب جستن و بہتر جستن و قصد کردن بسوئے قبلہ (غیاث) سمت قبلہ اپنے قیاس سے معلوم کرنا۔ جب کہ کوئی بتانے والا موجود نہ ہو۔ اور نہ کوئی اور قرینہ ہو۔

ترجمہ - وُہ (علم ظنی گویا) اندھیری رات میں اٹکل کو سمت قبلہ متعین کرنا ہے۔ اور یہ (علم عارفین، کعبہ کے سامنے روز روشن (میں نماز پڑھنے کی مانند) ہے (اور اس فرق کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہ مشاہدہ ہے اور وہ استدلال۔ آگے پھر حضرت ابراہیمؑ کے قول کی طرف عود ہے)

خیز اے نمرود پر جواز کساں　　نردبانے نایدت از کرگساں

ترجمہ - اے نمرود! اُٹھ اور (مقبول) لوگوں سے پر طلب کر۔ تجھ کو کرگسوں سے سیڑھی نہ ملے گی (مولانا فرماتے ہیں)

عقل جزوی کرگس آمد اے مُقِل　　پرِ اُو با جیفہ خواری مُتّصِل

ترجمہ - اے (عقل سے) تہیدست (تجھ جیسے خودرائے کی)، ناقص عقل (مثل) کرگس ہے۔ جس کا پر (پرواز) مردارخواری سے جا ملتا ہے۔

عقلِ اَبدالاں چو پرِ جبرئیل　　مے پرد تا ظلِ سدرہ میل میل

ترجمہ - (بمقابلہ اس کے) اولیاء کی عقل پرِ جبرئیل کی مانند ہے + جو سدرۃ المنتہیٰ کے سایہ تک درجہ بدرجہ اڑتا ہے۔ (آگے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقولہ چلتا ہے +

بازِ سُلطانم گشتم نیکو پیم	فارغ از مردارم و کرگس نیم

ترجمہ۔ اے نمرود، میں بازِ شاہی ہوں خوب ہوں، نیک قلم ہوں (اور) مردار سے بے نیاز ہوں۔ اور (یہ اس لئے کہ)، میں کرگس نہیں ہوں۔

ترکِ کرگس کُن کہ من باشم کست	یک پرِ من بہتر از صد کرگست

ترجمہ۔ تو کرگس کو چھوڑ دے تا کہ میں تیرا یار بنوں۔ میرا ایک پر تیرے صدہا کرگس سے بہتر ہے۔

چند بر عمیا دوانی اسپ را	باید استا پیشہ را و کسب را

ترجمہ۔ تو (اپنی رائے کے) گھوڑے کو کہاں تک اندھا دھند دوڑائے گا۔ (ہر) پیشے اور کسب کے لئے استاد کی ضرورت ہے۔ (آگے شہزادے کے اپنے بھائی کو نصیحت کرنے کی طرف عود ہے۔ یہ شعر حضرت ابراہیم کا مقولہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور شہزادوں کی نصیحت کا آغاز بھی اس سے ہو سکتا ہے اور یہ ایک حسن ارتباط ہے اور مابعد کے درمیان)

خویش را رُسوا مکن در شہرِ چیں	عاقلے جو خویش از روئے دمیں

ترجمہ۔ (اے بھائی) اپنے آپ کو شہرِ چین میں رسوا مت کر۔ کسی عقلمند (رہبر) کو تلاش کر اور اپنے آپ کو اس سے جدا نہ کر۔

آنچہ گوید آں فلاطونِ زماں	ہیں ہوا بگذار و رَو بر وفقِ آں

ترجمہ۔ وہ افلاطونِ زمانہ جو کچھ کہے خبردار! اپنی خواہش نفسانی کو چھوڑ کر اس کے موافق عمل کرو۔

جملہ مے گویند اندر چین بجد	بہرِ شاہِ خویشتن کہ لَم یَلِد

ترجمہ۔ چین کے سب لوگ دعوے کے ساتھ اپنے بادشاہ کے بارہ میں کہتے ہیں۔ کہ اس کے اولاد نہیں۔

شاہِ ما خود ہیچ فرزندے نزاد	بلکہ سُوئے خویش زن را رہ نداد

ترجمہ۔ (   ) ہمارے بادشاہ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ بلکہ اس نے اپنی طرف کسی عورت کو رسائی نہیں ہونے دی تو پھر اولاد کہاں،

مطلب - معلوم ہوتا ہے کہ وہ دختر بادشاہ کی صلبی اولاد نہ تھی - بلکہ کوئی یتیم لڑکی ہوگی جس کو بادشاہ نے اعلےٰ اوصاف سے موصوف دیکھ کر اپنی تربیت میں لے لیا ہوگا - اور بیٹیوں کے برابر اس کے ساتھ محبت ہوگی - یا وہ بادشاہ کی صلبی بیٹی ہوگی - مگر بادشاہ نے اختلاط زنان کی عار کی وجہ سے اپنی متاہلانہ زندگی اور تولد دختر کو عوام سے مخفی رکھا ہوگا - اس لئے عوام کو یہی یقین ہوگا کہ بادشاہ نہ کسی بیگم کے پاس گیا ہے نہ اس کے اولاد پیدا ہوئی ہے - چونکہ بادشاہ کو لڑکی کا جدا کرنا اور کسی غیر کے ساتھ اس کی شادی کرکے اسے اس کے سپرد کرنا ناگوار تھا - اس لئے وہ کسی کی درخواست نکاح کو منظور نہیں کرتا تھا - بلکہ ایسی درخواست کرنے والے سے ناراض ہوکر اس کو قتل کی دھمکی دیتا تھا - جس کی بنا یہ ہوتی تھی - کہ مجھ کو بلا تحقیق با اولاد کیوں کہا - اور ایک ایسے امر کو مجھ سے منسوب کیوں کیا - جس کی نسبت سے مجھ کو عمر بھر عار رہی ہے - آگے یہی ذکر ہے ۔

ہر کہ از شاہاں ازیں نوعش بگفت　　　گردنش با تیغ براں گشت جفت

ترجمہ - بادشاہوں میں سے جس نے اس سے اس قسم کی درخواست کی - اُس کی گردن تیز تلوار کی بھینٹ ہوگئی ۔

شاہ گوید چونکہ گفتی ایں مقال　　　زود ثابت کن کہ من دارم عیال

ترجمہ - بادشاہ اس (پیام دینے والے) سے کہتا ہے - کہ جو تو نے یہ بات کہی ہے (کہ میں اپنی بیٹی تیرے نکاح میں دے دوں) تو جلدی ثابت کر کہ میرے اولاد ہے (یہاں یہ نکتہ ملحوظ رہے - کہ بادشاہ نے خود بیٹی کے ہونے سے انکار نہیں کیا

مر مرا دختر اگر ثابت کنی　　　یافتی از تیغ تیزم ایمنی

ترجمہ - اگر تو نے میرے لئے (صلبی) لڑکی ثابت کردی - تو پھر تو میری تیز تلوار سے بچ گیا - (لیکن اگر وہ لڑکی بادشاہ کی بیٹی بھی ہوتی تو اس کا ثابت کرنا دشوار تھا)

ورنہ بے شک من ببرم حلق تو　　　برکشم از صوفیِ جاں دلق تو

ترجمہ - ورنہ بے شبہ میں تیرا گلا کاٹ ڈالوں گا - اور تیرے درویش روح کی دلق (جسم) اتار ڈالوں گا ۔

سر نخواہی برد ہیچ از تیغ تو　　　اے بگفتہ لافِ کذب آمیغ تو

لغات - آمیغ بمعنی آمیز مستعمل ہے (غیاث)

ترجمہ - تو تلوار سے ہرگز سر سلامت (نہ لے جائے گا - اس شخص جس نے ایک بیہودہ

بات دروغ آمیز کہی ؛

بنگر اے از جہل گفتہ ناحقے پُر ز سرہائے بریدہ خندقے

ترجمہ - اے جہالت سے ناحق بات کہنے والے (ذرا) اس خندق کو دیکھ - جو اسی قسم کی ناحق بات کہنے والوں کے، کٹے ہوئے سروں سے پُر ہے ؛

خندقے از قعر خندق تا گلو پُر ز سرہائے بریدہ زیں غلو

ترجمہ - (یہ وہ) خندق (ہے جو) اپنی گہرائی سے لے کر اوپر تک اس (قسم کے) بہتان کی پاداش میں کٹے ہوئے سروں سے پُر ہے (شاہ چین کا مقولہ ختم ہوا۔ آگے شہزادے کہتے ہیں) ؛

جملہ اندر کار ایں دعوے شدند گردن خود را بدیں دعوے زدند

ترجمہ - (بھائی) سب لوگ (جو اس آرزو کے) دعوے میں مشغول ہوئے اس دعوے کی وجہ سے اپنی گردن کٹوا بیٹھے ؛

ہاں ببیں ایں را بچشم اعتبار ایں چنیں دعوے میندیش و میار

ترجمہ - ہاں اس کو نظرِ عبرت سے دیکھ لو - اور ایسے دعوے کا تصور (بھی) نہ کرو، اور نہ (خیال میں بھی) لاؤ ؛

تلخ خواہی کرد بر ما عمر ما کہ بریں میدارد اے داور ترا؟

لغات - داور بفتح دال ثانی برادر و دوست (غیاث)

ترجمہ - تم ہم پر ہی اس عمر کو تلخ کروگے - اے بھائی تم کو اس (بلا) پر کون آمادہ کر رہا ہے ؛

گر رود صد سال آں کا گاہ نیست بر عمے آں از حساب راہ نیست

ترجمہ - اگر (کوئی)، ایسا شخص جو (راستے سے)، آگاہ نہیں ہے (اس نابینائی کی حالت) پر سو سال (بھی)، چلتا رہے (تو یہ چلنا)، راہ (طے کرنے)، کے حساب سے نہیں ؛

بے سلاحے در مرو در معرکہ ہمچو بیباکاں مرو در تہلکہ

ترجمہ - (اے بھائی، ہتھیار کے بغیر معرکہ میں مت جاؤ - اور بیباکوں کی طرح خطرہ میں مت پڑ

مطلب - ان دونوں بھائیوں کو یقین تھا۔ کہ ہمارے بھائی نے اگر شاہ چین کو اس کی بیٹی کے لیئے پیام دیا۔ تو اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔ اس لیئے وہ اس کو کمال ہمدردی و دل سوزی کے ساتھ اس خیال خام سے باز آنے کی ہدایت کر رہے ہیں کیونکہ ان کو اہل چین کا مذکور چرچے پر یقین آچکا تھا۔ ورنہ حق الامر کچھ اور تھا۔ ایک عادل و عارف بادشاہ سے جیسے کہ اس کے اقوال سے ظاہر ہے۔ یہ بات بعید تھی۔ کہ وہ کسی کو ایسے ارتکاب جرم کے بدوں جو موجب قتل ہو۔ قتل کرتا۔ صاحب کلید فرماتے ہیں۔ کہ میرے ذوق میں یہ بات ہے کہ یہ بادشاہ اس قسم کے پیام پر کسی کو قتل نہیں کرتا تھا۔ محض خلاف احتیاط پیام دینے پر دھمکاتا تھا۔ اور یہ بھی بوجہ شیخ ہونے کے اس کی ایک اخلاقی تعلیم تھی۔ اور خندق ان مجرموں کے سروں سے پُر ہو گی۔ جو جرائم موجب قتل کے مرتکب ہوں گے۔ مگر وہ بمصلحت اپنے کلام میں اس کا ابہام دلاتا تھا۔ کہ ان مقتولین کا بھی جرم تھا۔ تاکہ یہ لوگ خوب احتیاط سکھیں۔ (انتہیٰ)

ایں ہمہ گفتند و گفت آں ناصبور ۔۔۔ کہ مرا زیں گفت ہا آید نفور

ترجمہ - یہ ساری باتیں انھوں نے کہیں۔ اور اس بے صبر نے (ان کے جواب میں) کہا کہ مجھ کو ان باتوں سے نفرت آتی ہے۔ صائب رح ؎

کام محیط را نکند تلخ آب شور ۔۔۔ تاثیر نیست در دل عشاق پند را

سینہ پُر آتش مرا چوں منقل است ۔۔۔ کشت کامل گشت وقت منجل ست

لغات - منقل بفتح میم و قاف انگیٹھی کشف میں بضم میم و قاف ہے (غیاث)، منجل بکسر میم و جیم عربی مفتوح درانتی جس سے زراعت کاٹتے ہیں (غیاث)،

ترجمہ - میرا سینہ انگیٹھی کی طرح آگ سے پُر ہے (میرے صبر کی مثال ایسی کہ) کھیتی پک گئی۔ (اب) درانتی (پڑنے)، کا وقت ہے (یعنے میرا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا)،

صدر را صبرے بُد اکنوں آں نماند ۔۔۔ بر مقام صبر عشق آتش نشاند

ترجمہ - سینے میں صبر تھا وہ اب نہیں رہا۔ صبر کے مقام میں عشق نے آگ کو بٹھا دیا جامی رح ؎

ہوش را بر بائی و خود صبر تواں کرد ۔۔۔ گر صبر ہم از دل بر بائی چہ تواں کرد

صبر من مُرد آں شبے کہ عشق زاد ۔۔۔ درگذشت و حاضراں را عمر باد

ترجمہ - میرا صبر اسی شب مر چکا تھا۔ جبکہ عشق پیدا ہوا وہ مر چکا اور (عشق اور نالہ و فغاں وغیرہ متعلقات عشق جو)، حاضر (ہیں وہ)، سلامت رہیں ؎

عاشقی اور اس کی کیفیت

اے محدّث از خطاب و از خطوب　　　زاں گذشتم آہن سردے مکوب

ترجمہ - اے نصیحت اور حوادث پر تقریر کرنے والے! میں (اس تقریر کے ساتھ متاثر ہونے کے مقام) سے گذر چکا ہوں۔ تو ٹھنڈے لوہے کو مت کوٹ۔ امیر خسروؒ ؎

اے آنکہ کوشش از پئے سامان من کنی　　　بگذار کہ ایں خرابہ عمارت پذیر نیست
واعظ مکن برما نصیحت ضائع اے دوست　　　کہ مستان لذت تقوے ندانند

سرنگونم ہے رہا کن پائے من　　　فہم کو در جملہ اجزائے من

ترجمہ - میں (حوادث کو برداشت کرنے کے لئے) سر (تسلیم) خم کئے ہوئے ہوں۔ ہاں میرا پاؤں چھوڑ (تاکہ اسے حوادث میں رکھوں) میرے تمام اجزا (جسم) میں فہم کہاں ہے (جو کہ تیری نصیحت سے متاثر ہوتا)۔

امیر خسروؒ ؎

اے کہ میگوئی کہ در پیش صنم سجدہ چہ سود　　　ایں بداں گوئے کہ آدم خبر از ایماں در رفت

اشترم من تا توانم مے کشم　　　چوں فتادم زار با کشتن خوشم

ترجمہ - میں ایک شتر (بارکش) ہوں (جس کو بوجھ کی کثرت سے کچھ اندیشہ نہیں اس لئے)، جہاں تک مجھ میں طاقت ہے بوجھ کھینچے جاؤں گا (اور) جب (کثرت بار سے)، خستہ ہو کر میں گر پڑا۔ تو پھر (اس صدمہ سے) مرنے پر (بھی) راضی ہوں، غرض مجھے کسی مشقت سے حتیٰ کہ موت سے بھی خوف نہیں۔

بر سر مقطوع اگر صد خندق است　　　پیش درد من مزاح مطلق است

ترجمہ - اگر سو خندق بھی کٹے ہوئے سروں پر مشتمل ہیں۔ تو میرے درد (عشق) کے سامنے وہ محض دل لگی ہیں۔

من نخواہم زد دگر از خوف و بیم　　　ایں چنیں طبل ہوا زیر گلیم!

ترجمہ - (اب تک تو مجھ سے عشق کا اخفا ہوا سو ہوا مگر اب) آئندہ میں خوف و خطر کے سبب سے ایسے نقارۂ عشق کو کمبل کے نیچے (چھپا کر) نہ بجاؤں گا۔

من علم اکنوں بصحرا مے زنم　　　یا سر اندازی و یا روئے صنم

ترجمہ - (بلکہ) میں اب میدان میں (عشق کا) جھنڈا نصب کروں گا (اور اس اعلان عشق کا نتیجہ یہ ہو گا کہ یا تو (مغلوب ہو کر) سر دے ڈالنا ہے اور یا (غالب آ کر)

روئے محبوب (کا دیدار) حافظ رح ؎

دست از طلب ندارم تا کام من برنہ آید | تا تن رسد بجاناں یا جان زتن بر آید
سودا غمارِ عشق میں شیریں سے کوہکن | بازی اگرچہ پے نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے اپنے آپ کو کہتاہے عشق باز | اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

حلق کاں نبود سزائے ایں شراب | آں بریدہ بہ ز شمشیر ضراب

ترجمہ - جو حلق کہ اس شراب (وصل کو نوش کرنے) کے لائق نہ ہو - وہ تیغ تعالیٰ سے ذبح ہو جائے تو اچھا ہے (یعنی میں اول حصول وصل کی کوشش کروں گا - اگر یہ میسر نہ ہوا - تو پھر اپنا قتل ہو جانا پسند کروں گا -

دیدہ کور نبود ز وصلش در فرہ | آں چناں دیدہ سفید وکور بہ

ترجمہ - جو آنکھ اس کے دیدار سے تازگی میں نہ ہو - ایسی آنکھ بے نور اور اندھی اچھی ؎

کور بادا چشم کاں مشتاق دیدارے نشد | شل بادا دست کاں در گردن یارے نشد

گوش کاں نبود سزائے رازِ او | برکنش کہ نبود آں بر سر نکو

ترجمہ - جو کان اس کے راز (کو سننے) کے قابل نہیں اس کو اکھاڑ ڈال - کیونکہ وہ کان سر پر (موجود رہنا) اچھا نہیں -

اندراں دستے کہ نبود آں نصاب | آں شکستہ بہ بساطورِ قصاب

ترجمہ - جس ہاتھ میں وہ متاع (وصل) نہ ہو اس ہاتھ کا قصائی کی چھری سے کٹ جانا اچھا

آنچناں پائے کہ از رفتارِ او | جاں نہ پیوندد نہ نرگس زارِ او

آنچناں پا در حدید اولیٰ ترست | کاں چناں پا عاقبت دردِ سرست

ترجمہ - وہ پاؤں جس کی رفتار سے (عاشق کی) جان اس (محبوب) کی نرگس زار سے نہ جاملے ایسا پاؤں بیڑی میں (مقید ہونا) اچھا ہے - کیونکہ ایسا پاؤں آخر دردِ سر کا باعث ہوتا ہے (پاؤں کا تضاد پُر لطف ہے - مطلب یہ ہے کہ جو پاؤں ذریعہ وصل نہ تھا اور ہجر و فراق کی مصیبت سہنی پڑی تو اس مصیبت کا باعث وہی پاؤں ہے آگے انتقال ہے)

بیان مجاہدہ کہ دست از مجاہدہ باز ندارد - اگرچہ داند بسطت عطائے

اس کوشش کرنے والے کا بیان جو کوشش سے دست بردار نہ ہو - اگرچہ وہ حق تعالیٰ کی عطا کی فراخی

حق کہ آں مقصود ست از طرفِ دیگر و لسبب عمل دیگر بدو برساند

کو جانتا ہے کہ وہ ایک اور طرف سے مقصود ہوتی ہے اور وہ ایک اور عمل کے سبب سے اسکو پہنچاتا ہے

کہ در وہم او نبودہ باشد۔ او دریں طریق مبین امید بستہ ہمیں در

جو اس کے وہم میں بھی نہیں ہوتی۔ وہ اس مقررطریقہ پر امید باندھ کر اسی دروازہ کو کھٹکھٹاتا

میزند۔ شاید کہ حق تعالےٰ آں روزی را از درِ دیگر برساند کہ او

ہے۔ شاید کہ حق تعالےٰ اسی روزی کو دوسرے دروازے سے پہنچادے جس

آں تدبیر نہ کردہ باشد وَیَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ العبدُ

کی اس نے تدبیر نہ کی ہو۔ اور وہ رزق پہنچاتا ہے ایسے سینے سے جس کا اسکو گمان بھی نہ تھا۔

دبیر و الله یقدر د بود کہ بندہ را وہم بندگی بود کہ مرا از غیر ایں در

بندہ تدبیر کرتاہے اور اللہ تقدیر کرتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بندہ کو بندگی کے متعلق وہم ہوتا ہے اگر حق تعالیٰ مجھکو

برساند اگرچہ حلقہ ایں در میزنم حق سبحانہٗ تعالےٰ او را ہم ازیں در رہ

اس بندگی کے دروازہ کے سوا کسی اور دروازہ سے پہنچائیگا اگرچہ میں اس دروازہ کا کنڈا کھٹکھٹا رہا ہوں حق سبحانہٗ

روزی رساند فی الجملہ ایں ہمہ درہائے یک سرائے است۔

تعالیٰ اس کو اس دروازے سے روزی پہنچاتا ہے الغرض یہ سب دروازے ایک گھر کے ہیں۔

مطلب ۔ یہاں شہزادے کے مقولہ سے انتقال ہے۔ سالک مجاہد کے مقولہ کی طرف یعنی جس طرح شہزادہ، طلب محبوب میں جرأت و پامردی کا اظہار اور تحمل شدائد و مصائب کا عزم کر رہا ہے۔ اس طرح سالک کہتا ہے کہ میں بھی مطلوب حقیقی کی طلب میں کوشش بلیغ کرونگا جو سفر باطنی ہے۔ یہاں تک کہ:۔

یا دِ ایں رہ آیدم آں کارِ من ۔۔۔ یا چو باز آیم ز رہ سوئے وطن

ترجمہ ۔ یا تو اس راستے میں (سفر کے ذریعہ سے) میرا وہ مقصود حاصل ہو جائے گا۔ جب سفر سے واپس وطن میں آؤں (تو پھر حاصل ہوگا)

بو کہ موقوف ست کامم بر سفر! ۔۔۔ چوں سفر کردم بیابم در حضر

ترجمہ - ممکن ہے کہ میرا مقصود سفر پر موقوف ہو ۔ ادر کچھ تعجب نہیں کہ جب سفر کر چکوں تو اس مقصود کو ، گھر میں ہی پالوں ۔

مطلب - مقصود سے مراد معیت حق اور سفر سے مراد مجاہدہ اور وطن و حضر سے مراد فطرت ہے - پس سالک اس معیت کی تحصیل کے لیئے مجاہدہ کرتا ہے - اور مجاہدہ کے بعد معلوم ہوتا ہے - کہ یہ معیت تو فطرت سے حاصل تھی - پس ایسی مثال ہو گئی کہ ایک چیز اپنے گھر میں موجود ہے مگر چونکہ اس کو دیکھا نہیں یا پہچانا نہیں - اس لیئے خبر نہیں کہ گھر میں ہے اس کو ڈھونڈھنے کو گھر سے نکلا بڑے بڑے سفر کیئے - سفر میں کسی نے پورا پتہ بتلایا کہ وہ ایسی چیز ہے اور وہ تمہارے گھر میں ہے ۔ گھر میں آکر وہ مل گئی - جیسے کہ آگے اس تائید میں ایک حکایت آئے گی - اس طرح حق تعالٰے کی معیت فطری ہے - مگر اس کا انکشاف ہر شخص کو نہیں ہے - اس کے انکشاف کے لئے مجاہدہ کیا جاتا ہے - مجاہدہ کے بعد جب انکشاف ہوتا ہے - تو دیکھتا ہے کہ یہ تو وہی امر ہے جو پہلے میسر تھا ۔ (کلید)

گو حق تعالٰے نے یہ خبر دے دی ہے کہ وھو معکم اینما کنتم جس کے بعد ظاہراً عدم انکشاف مستبعد اور تکذیب نص کو مستلزم معلوم ہوتا ہے - لیکن اس میں دو مرتبہ ہیں ایک معیت عقلیہ اعتقادیہ عام دوسری معیت ذوقیہ حالیہ خاصہ تو آیت سے قبل ذوق مرتبہ اول مفہوم ہوتا ہے - چنانچہ اہل ظاہر نے یہی سمجھا ہے - اور ذوق کے بعد مرتبہ ثانیہ بھی آیت کا مدلول معلوم ہوتا ہے - پس اخبار الٰہی کے بعد عدم انکشاف مرتبہ ثانیہ کا کچھ مستبعد نہیں - کیونکہ مرتبہ اولٰی کے ماننے سے بھی تصدیق آیت کی ہو جاتی ہے (〃)

اس معیت خاصہ حالیہ کا انکشاف حقیقۃً تو محض فضل و عنایت پر موقوف ہے جس کو جذب کہتے ہیں - لیکن عادتاً دو امر پر موقوف ہے - ایک یہ سمجھنا کہ یہ معیت حاصل نہیں ہے ۔ دوسرا یہ کہ یہ طلب یعنی مجاہدہ سے حاصل ہو گی - جس کو سلوک کہتے ہیں امر اول پر توقف اس لیئے ہے کہ اگر کوئی شخص سمجھے کہ یہ مجھ کو حاصل ہے - تو وہ طلب ہی کیوں کریگا - کہ تحصیل حاصل محال ہے - اور امر ثانی پر توقف اس لیئے ہے - کہ اگر کوئی یہ تو سمجھے کہ مجھ کو حاصل نہیں مگر یہ نہ سمجھے کہ طلب و مجاہدہ سے اس کا حصول ہو گا تو ظاہر ہے کہ وہ بھی طلب و مجاہدہ نہیں کرے گا - اور گو بعد انکشاف کے یہ معلوم ہو گا - کہ میرا یہ سمجھنا کہ مجھ کو معیت حاصل نہیں خلاف واقع نکلا - کیونکہ معیت حاصل تھی اور اسی طرح یہ بھی ہو گا ۔ کہ اس کا حصول مجاہدہ سے نہیں ہوا - کیونکہ یہ قبل مجاہدہ بھی حاصل تھا - لیکن پھر بھی ان دونوں امر کا اعتقاد ہونا - کہ مجھ کو معیت حاصل نہیں - اور یہ کہ مجاہدہ سے حاصل ہو گی - مجھ کو مفید ہوا - کہ بدوں اس کے مجاہدہ نہ کرتا - اور بدوں مجاہدہ اس کا انکشاف نہ ہوتا - اور بدوں انکشاف یہ نہ معلوم ہوتا کہ یہ پہلے سے میسر ہے ۔ (〃)

ان دونوں اعتقادوں کو جو خلاف واقع کہا گیا - یہ باعتبار ظاہر کے ہے ۔ ورنہ واقع میں دونوں اعتقاد واقع کے مطابق ہیں - یعنی معیت کا جو درجہ اب حاصل ہوا ہے -

اس کا پہلے حاصل نہ ہونا بھی اور مجاہدہ کے بعد حاصل ہونا بھی - لیکن اگر پہلے سے یہ معلوم ہوتا - کہ صرف یہ درجہ حاصل نہیں اور نفس معیت حاصل ہے - تو چونکہ اس وقت دونوں درجوں میں فرق نہیں کر سکتا تھا - اس لئے درجہ حاصلہ کو کافی سمجھ کر درجہ غیر حاصلہ کو طلب نہ کرتا - اس لئے حاصل کے حصول کا استحضار اس کو مضر تھا - پس ضرورت اس کی تھی - کہ اس کا استحضار نہ ہو - تو اس عدم استحضار کو صورۃً اعتقاد عدم حصول کہا گیا - اس کی ایسی مثال ہے - کہ مبتدی کو جو کمالات حاصل ہیں اگر ان کو مستحضر رکھے - تو عجب وغیرہ کا خوف ہے اس لئے یہ کہا جائے گا کہ تم اپنے کو معرا سمجھو - اور اس سے یہ شبہ بھی جاتا رہا - کہ جہل قبیح ہے اور معیت حسن تو تحصیل حسن کے لئے اعتقاد قبیح - شرط و موقوف علیہ کیسے ہو سکتا ہے - ورنہ اس قبیح کی تحصیل کا مطلوب ہونا لازم آئے گا - کیونکہ بوجہ شرطیت کے اس کی تحصیل کے بدون اس حسن کا حصول ممکن نہیں - عقلاً یا عادتاً جیسی شرط ہو - البتہ قبیح حسن کے لئے سبب محض ہو - تو کچھ حرج نہیں - کیونکہ بوجہ توقف کے اس کی تحصیل تو لازم نہیں آتی - جب وہ حاصل ہوگا - اس کی طرف مفض ہو جائے گا - یہ چند احکام ہیں بحث معیت کے متعلق جن سے آئندہ اشعار کے سمجھنے میں سہولت ہوگی (ر)

یار را چنداں بجویم جد و چست — تا بدانم کہ نمے باپست جست

ترجمہ - میں محبوب کو اس قدر کوشش اور چستی سے ڈھونڈوں گا کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ (اب) طلب کرنے کی ضرورت نہیں -

مطلب - یعنے مجھے معیت خاصہ منکشف ہو جائے جو سیر الی اللہ کی انتہائے اور طلب سے یہی مراد ہے جو یہاں آکر ختم ہو جاتی ہے - آگے سیر فی اللہ شروع ہو جاتی ہے - جس کی کوئی انتہا کوئی -

آں معیت کے رَوَد در گوشِ من — تا نگردم گردِ دورانِ زمن

تا حسابِ خُطوتان و قَدْ وَصَلْ — گر دوم روشن شود اشکال حل

ترجمہ - وُہ معیت (بشارت بن کر) میرے کان میں کب جائے گی جب تک کہ میں زمانہ (دہر) کے دائرہ (مجاہدات) کے گرد نہ پھر جاؤں - یہاں تک کہ خُطوتان اور قد وصل کا حساب مجھ پر روشن ہو جائے (اور) مشکل ہو جائے -

مطلب - معیت کے کان میں پہنچنے سے مراد اس کا مشاہدہ ہے - بطور اطلاق الخاص علی العام کیونکہ سننا بھی ایک قسم کا مشاہدہ ہے - دائرہ جہاں کے گرد پھرنا کنایہ ہے مجاہدہ سے خُطوتان سے اس مشہور قول کی طرف اشارہ ہے - خُطْوَتَانِ مَنْ قَطَعَهُمَا فَقَدْ وَصَلَ یعنے دو قدم ایسے ہیں - کہ جس شخص نے ان کو طے کر لیا وہ واصل ہو گیا - اور ان

دونوں قدموں کی تفسیر یوں کی گئی ہے ع۔ یک قدم بر فرقِ خود نہ واں دگر در کوئے دوست ایک قدم اپنے سر پر رکھو یعنی اپنے آپ کو فنا کر لو اور دوسرا قدم محبوب کے کوچے میں رکھو یعنی باقی باللہ ہو جاؤ۔ یہ دو قدم کنایہ ہے مجاہدہ سے کہ اس سب کا حاصل فنا و بقا ہے اور اس کا حسب روشن ہونا کنایہ ہے۔ مقصودِ معیت کے حصول سے اور حل اشکال سے یہی مراد ہے۔ مطلب یہ کہ میں اس قدر مجاہدہ کرونگا۔ کہ اس کا ثمرہ متحقق ہو جائے۔ آگے رفتن معیت در گوش اور گشتن گرد دوران کی تفسیر ہے جن میں قدرے ابہام تھا:۔

کے کنم من از معیت فہم راز جُز مگر بعد از سفر ہائے دراز

ترجمہ۔ میں معیت کے راز کو کب سمجھ سکتا ہوں مگر مجاہدات کے لمبے سفروں کے بعد

مطلب۔ حرف جز دوسرے مصرعہ میں زائد آیا ہے۔ جس طرح نیز کے ساتھ ہم کا کلمہ زائد کئی جگہ جمع ہوا ہے۔ گو آیت میں نص ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ جس کے بعد معیت میں تصدیق کا مجاہدہ پر موقوف ہونا غیر صحیح معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ:۔

حق معیت گفت و دل را مُہر کرد تا کہ عکس آید بگوشِ دل نہ طرد

لغات۔ عکس و طرد منطق کی اصلاح میں طرد سے یہ مراد ہے کہ تعریف افراد معرّف کے غیر کو داخل نہ ہونے دینے کا فائدہ دے اور عکس یہ ہے کہ معرف کے افراد کو جمع کرنے کا فائدہ دے ہو اصول اصطلاح میں طرد ایجاب حکم ہے وجود علت کے ساتھ یعنی جہاں علت متنضی ہو حکم بھی متنضی ہو (بحر العلوم) عکس کے معنی معیت کے سرِّ حقیقت پر سفر سے پہلے آگاہ ہو جانا یہ حالت انبیا کیلئے عطا الہی ہے۔ کسبی نہیں۔ اور طرد معیت کے سرِّ حقیقت پر مطلع اور فائز ہونا سفر کے بعد۔ یہ حالت اولیاء کے لئے مخصوص ہے جو ریاضت و مجاہدات کے بعد مُیسّر ہوتی ہے (المنہج القوی)

ترجمہ۔ حق تعالےٰ نے معیت کی خبر بھی دی ہے اور دل پر مہر بھی کر دی ہے۔ تاکہ (عقل استدلالی کے) گوشِ دل میں (اس کی) جامعیت کا (مرتبہ) نہ کہ حالفیت کا (مرتبہ)

مطلب۔ جامعیت کے مرتبہ سے معیت کے معنی عام مراد ہیں جو مرتبہ عقلیہ اعتقاد یہ ہے اور مرتبہ بالغیت سے مراد معیت کے معنی خاص ہیں۔ جو مرتبہ ذوقیہ حالیہ ہے اور وجہ تعبیر ظاہر ہے۔ کہ معنی عام سے اگر خاص کی تعریف کی جائے تو اس تعریف کا افراد محدود کے لئے جامع ہونا یقینی ہے۔ مگر مانع نہ ہوگی اور معنی خاص سے اگر تعریف کی جائے تو وہ جامعت کے ساتھ مانع بھی ہو گی۔ مثلاً انسان کی تعریف حیوان کے ساتھ کرنا جامع تو ہے مگر مانع نہیں اور حیوان ناطق جامع و مانع دونوں ہے۔ اسی طرح منع عام باعتبار معیت خاصہ کے جامع تو ہے مگر مانع نہیں اور معنی خاص مانع بھی ہے حاصل جواب کا یہ ہوا کہ معیت منصوص تو ہے۔ مگر چونکہ منع خاص کا انکشاف نہیں ہے جس کو مہر کرنا کہا ہے س لئے وہ منع خاص جو کہ

جامع و مانع ہے مفہوم نہیں ہوتے۔ معنی عام جو کہ صرف جامع ہیں مفہوم ہوتے ہیں۔ پس آیت کی تعریف اس معنی عام کے ساتھ کرنے سے تصدیق بھی آیت کی ہوئی اور معنی خاص کے لئے مجاہدہ کی ضرورت کا حکم بھی صحیح رہا (کلید)

صاحب منہج القوی نے اس شعر کی آسان اور اقرب الفہم شرح کیوں کی ہے۔ کہ اگرچہ اللہ تعالےٰ نے اپنی معیت سے آگاہ فرمادیا ہے۔ لیکن دل پر مہر لگادی ہے۔ پس کوئی اس معیت کی کیفیت کو سمجھ نہیں سکتا اور بندہ اس مقدار پر قناعت نہیں کرتا اور کہتا ہے اگر اللہ تعالےٰ میرے ساتھ ہے اور اپنے فرمان صادق کی بنا پر ضرور ہے تو مجھے کیونکر معلوم ہوا کہ وہ میرے ساتھ ہے پس لازم ہے کہ موطن طبیعت سے نکلے۔ اور مدت تک سیر الی اللہ میں مصروف رہے یہاں تک کہ سیر مع اللہ کے مرتبہ کو پہنچ جائے پھر اس کو اللہ کی معیت ہر حال اور ہر مکان میں حاصل رہتی ہے اور وہ اس کا مشاہدہ کرتا ہے ورنہ صرف مُنہ سے معیت کا قائل ہونا مفید نہیں (انتہیٰ)

چوں سفرہا کرد و دادِ راہ داد بعد ازاں مُہر از دلِ او بر کشاد

ترجمہ (پھر) جب (مجاہدات کے) بہت سے سفر کئے اور راہِ (سلوک) کا حق ادا کیا تو اس کے بعد اس کے دل سے مہر کھول دی (اور معیت خاصا کا انکشاف ہوگیا)

مطلب۔ یہاں تک یہ ذکر ہوا ہے انکشاف معیت مجاہدہ پر موقوف ہے۔ جس کی تفصیل پیچھے تقریر منقولہ میں گذر چکی آگے فرماتے ہیں۔ کہ گو انکشاف کے بعد معیت کا عدم حصول غیر واقع ثابت ہوا ہے کہ معیت حاصل تھی تاہم اس کے عدم حصول کا اور مجاہدہ پر حصول کے توقف کا اعتقاد ہونا مفید ہے۔ اس کا مفصل ذکر بھی اسی گذشتہ تقریر میں گذر چکا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

چوں خطائیں آں حسابِ باصفا گردِش روشن ز بعد دو خطا

لغات۔ خطائیں۔ دو غلطیاں۔ اہلِ حساب کے نزدیک استخراج عدد مجہول کے کئی طریق اور عمل ہیں ایک عمل اربعہ متناسبہ۔ دوسرا عمل خطائیں یعنی اعکس و تحلیل و تعاکس کا عمل چوتھا جبر و مقابلہ کا عمل اس جگہ صرف عمل خطائیں کو سمجھنے کی ضرورت ہے جس کو اپنی غایت نفاست کی وجہ سے یہاں باصفا کہا ہے۔ حتےٰ کہ بعض نے گو بلا سند اتنی نسبت لکھدیا ہے هذا العمل من معجزات احل من الدنیا و الله اعلم

عمل خطائیں کا قاعدہ یہ ہے کہ کسی عدد مجہول کے دریافت کرنے کے لئے ایک عدد جو چاہو فرض کرو۔ مثلاً کسی نے سوال کیا کہ وہ کونسا عدد ہے کہ اگر اس عدد پر اس کا دو ثلث اور واحد صحیح عدد بڑھادیا جائے۔ تو دس حاصل ہو جائیں تو ہم اس کا جواب دینے کے لئے جو عدد چاہو کیفما اتفق فرض کرلو۔ مثلاً ہم نے اس کے جواب کے لئے نو کا عدد لے لیا۔ اس کا نام مفروض اوّل رکھ لو۔ اور اس میں وہ عمل کرکے دیکھو جو سائل نے بتلایا ہے۔ یعنی اس پر اس کا دو ثلث اور واحد

عمل خطائین کا قاعدہ

بڑھاؤ چنانچہ نو کا دو ثلث یعنی چھ اور پھر ایک بڑھایا تو حاصل سولہ ہوئے۔ سو کبھی تو اس عمل کے کرنے سے یہ عدد مفروض عدد مقصود کے مطابق نکلے گا۔ تب تو جواب حاصل ہو گیا اور کبھی مطابق نہ نکلیگا غلط نکلے گا جیسے یہاں ہوا۔ کہ دس حاصل نہیں ہوئے۔ بلکہ سولہ ہوئے اب اس عدد حاصل یعنی سولہ اور عدد مطلوب یعنی دس میں تفاوت دیکھیں گے۔ سو یہاں تفاوت چھ کا مع اس چھ کو خطاء اول کہیں گے پھر جواب معلوم کرنے کے لئے ایک اور عدد کیف اتفق فرض کرو۔ مثلاً ہم نے دوسری بار میں چھ کا عدد لے لیا اس کا نام مفروض ثانی رکھ لو۔ اور اس میں دہی عمل کر کے دیکھو چنانچہ چھ پر اس کا دو ثلث یعنی چار اور ایک مجموعہ پانچ بڑھایا تو حاصل گیارہ ہوئے۔ یہاں دس عدد مطلوب کے ہوئے گیارہ نکلے تو ایک کا عدد خطاء ثانی ہے۔ پھر مفروض اول کو مثلاً نو کو خطاء ثانی میں مثلاً ایک میں ضرب دینگے اور حاصل ضرب کو یعنی نو کو محفوظ اول کہیں گے اور مفروض ثانی کو مثلاً چھ کو خطاء اول میں مثلاً چھ میں ضرب دینگے اور حاصل ضرب یعنی چھتیس کو محفوظ ثانی کہیں گے۔ اس کے بعد یہ دیکھیں گے۔ کہ خطاء اول مثلاً چھ اور خطاء ثانی مثلاً ایک آیا عدد مطلوب یعنی دس سے زائد ہیں۔ یا کم۔ یا ایک زائد ہے یا ایک کم اگر دونوں زائد ہوں یا دونوں ناقص ہوں جیسے یہاں دونوں ناقص ہیں۔ تب تو یہ دیکھو کہ خطاء اول اور خطاء ثانی میں کیا تفاوت ہے۔ مثلاً یہاں یہ تفاوت پانچ کا ہے اور یہ دیکھو کہ محفوظ اول اور محفوظ ثانی میں کیا تفاوت ہے مثلاً یہاں یہ تفاوت ستائیس کا ہے پس تفاوت بین المحفوظین کو مثلاً ستائیس کو تفاوت بین الخطائیں پر مثلاً پانچ پر تقسیم کردو۔ حاصل قسمت عدد مطلوب ہوگا۔ مثلاً ہم نے جب ستائیس کو پانچ پر تقسیم کیا۔ تو حاصل ہوا پانچ صحیح اور دو خمس پس یہی عدد مطلوب ہے۔ چنانچہ اگر اس پر اس کا دو ثلث اور ایک عدد صحیح بڑھاؤ تو دس حاصل ہو جائیگا اور بڑھانے اور جمع کرنے کا آسان طریق یہ ہے کہ عدد صحیح کو جنس کسر سے بنا لو۔ چنانچہ ایسا کرنے سے پانچ کے تو پچیس ۲۵ خمس ہوئے۔ اس کو تجنیس کہتے ہیں۔ اور دو خمس اس کے ساتھ پہلے سے تھے۔ کل ستائیس ۲۷ خمس ہوئے پھر اس پر اس کے دو ثلث کو بڑھاؤ۔ یعنی اٹھارہ خمس اور ملا دئے پینتالیس ۴۵ خمس ہوئے اب ہم نے اس کو عدد صحیح اس طرح بنایا کہ اس کو پانچ پر تقسیم کر دیا۔ تو حاصل قسمت نو ہوا۔ اس کو رفع کہتے ہیں پھر اس پر واحد صحیح بڑھایا تو دس ہو گئے یہی مطلوب تھا۔ یہ قاعدہ تو اس وقت تھا جبکہ خطائیں مطلوب پر زائد یا مطلوب سے ناقص ہوں۔ اگر ایک زائد اور ایک کم ہو۔ تو اس کا قاعدہ یہ ہے کہ مجموعہ محفوظین کو مجموعہ خطائیں پر تقسیم کردو حاصل قسمت عدد مطلوب ہوگا

هذا الكل من خلاصة الحساب (كليد)

ترجمہ۔ خطائیں کی طرح (کہ) وہ (ایک) پُر لطف حساب (کا قاعدہ ہے) وہ (معیت) اس کو دو خطاؤں کے بعد منکشف ہوتی ہے۔

مطلب۔ جس طرح خطائیں بے حساب ہیں دو غلطیاں ایک خاص عمل کی وجہ سے وصول الی المطلوب کا سبب بن گئیں اسی طرح یہاں سالک کو دو امر جن کا خلاف واقع ہونا انکشاف کے بعد معلوم ہوا یعنی ایک معیت کا علم حصول دوسرا اس کے حصول کا انحصار مجاہدہ پر ایک خاص وجہ سے مطلوب یعنی معیت کے حصول کا ذریعہ بن گئے۔ اور ان سب اجمالات کی تفصیل پیچھے آغاز فصل کے بعد یہ

شعر کے نیچے ایک تقریر بر منقولہ میں گذر چکی اگر یہ بیان ہے کہ مجاہدہ سے پہلے جو معیت کا علم نہیں ہوتا۔ تو اس عدم علم میں بھی ایک مصلحت ہے جس کا مفصل ذکر اسی مذکورہ تقریر میں گذر چکا ہے:

بعد ازاں گوید اگر دانستمے ۔۔۔ ایں معیت را کے او را جستمے

ترجمہ۔ اس کے بعد وہ (اس انکشاف پر خوش ہو کر) کہتا ہے کہ اگر مجھے یہ معیت (مجاہدہ سے) پہلے معلوم ہوتی تو کیوں اس کو طلب کرنے کی مشقت اٹھاتا (مگر حقیقت یہ ہے کہ بدون طلب یہ انکشاف کب میسّر ہوتا۔ پس عدم طلب میں وہ اس انکشاف کے برکات سے محروم رہتا)

دانش آں بُود مُوقُوفِ سفر ۔۔۔ نایدآں دانش بہ تیزیِ فکر

لغات۔ فکر بکسر فا و فتح کاف جمع فکرت اس لفظ کو کوئی واحد نہ سمجھے وہ بسکون کاف ہے

ترجمہ۔ اس (معیت) کا (پورا ذوقی حالی) علم تو سفر (مجاہدہ) پر موقوف تھا کیونکہ) وہ علم (بدون ذوق کے حرف) افکار کی تیزی سے میسّر نہیں آتا اور ذوق بدون مجاہدہ کے نہیں ہوتا پس یہ علم بدون مجاہدہ کے نہیں آتا آگے اس توقف عادی کی ایک مثال پیش فرماتے ہیں،

آنچنانکہ وجہ وامِ شیخ بود ۔۔۔ بستہ و موقوف گریہ آں وجود

ترجمہ (یہ توقف ایسا ہے) جیسے کہ شیخ کا قرض ادا ہونے کی سبیل اس (کودک کی) ہستی کا گریہ پر موقوف و معلّق تھی (جو حلوا فروخت کرتا پھرتا تھا)

کودکِ حلوائیے بگریست زار ۔۔۔ توختہ شد وامِ آں شیخ کبار

لغات۔ توختہ از توختن بمعنی حاصل کردن و خواستن و جمع کردن و بمعنی ادا کردن وگزاردن از لغات اضداد ست (غیاث)

ترجمہ (یعنی) ایک حلوا فروش کا لڑکا زار زار رویا تو (اس کے رونے پر) اس شیخ بزرگان کا قرضہ ادا کر دیا گیا شیخ کبار کے لفظ سے اس شیخ کی عظمت کا اظہار مقصود ہے یعنی وہ شیخ اکابر اہل اللہ کا مرشد تھا ظاہر ہے کہ گریہ کودک کا ادائے قرض سے کوئی خاص موثر تعلق نہیں یہ محض رحمت حق کے متوجہ ہونے کا ایک بہانہ تھا اصل علّت محض رحمت حق تھی۔ اسی طرح مجاہدانہ ایک بہانہ ہے رحمت حق کی توجہ کا اور اصل علّت خود رحمت حق ہے کما قیل ؎

رحمتِ حق بہانہ مے جوید ۔۔۔ رحمت بہانئے جوید

گفتہ شد آں داستانِ معنوی ۔۔۔ پیش ازیں اندر خلالِ مثنوی

ترجمہ۔ وہ بامعنی داستان اس سے پہلے اثنائے مثنوی میں بیان ہو چکی ہے۔

این سخن در دفتر دویم گذشت گر نمے دانی کن آنجا باز گشت

ترجمہ - یہ بات دوسرے دفتر میں گذری ہے اگر تمہیں یاد نہیں تو اس جگہ رجوع کرو

مطلب - اس قصہ کا ملخص یہ ہے کہ ایک بزرگ قرض لے لے کر خیرات و برات میں خرچ کرتے تھے اپنی موت کا وقت قریب آیا تو قرضخواہ آکر تقاضا کرنے لگے شیخ حالت نزع میں بستر پر خاموش لیٹے پڑے تھے اور قرض خواہ تند و تیز تقاضوں کی کچھ پروا نہ کرتے تھے اتنے میں خانقاہ سے باہر کسی حلوائی کا لڑکا حلوا بیچتا پھرتا تھا۔ شیخ صاحب کے حکم سے اس کو بلایا گیا۔ اور اس کا طشت حلوہ قرضخواہوں کے آگے رکھ دیا گیا کہ شوق سے کھائیں جب وہ کھا چکے تو لڑکے نے قیمتِ حلوے کا تقاضا کیا۔ شیخ اب بھی خاموش تھے۔ لڑکا رونے چلانے لگا۔ قرض خواہ اس نئے واقعہ سے اور بھی برہم ہوئے۔ آخر جب لڑکے کا گریہ و نالہ حد سے بڑھ گیا تو رحمت جوش میں آئی۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص ایک طشتری میں نقد مال لایا اور اسے شیخ کی نذر کیا جب اس رقم کا شمار کیا گیا تو قرضخواہوں کا پورا قرض اس سے ادا ہو گیا کچھ نقدی الگ بھی اس میں رکھی تھی وہ پوری حلوائی کی قیمت تھی۔ سب حاضرین شیخ کی اس کرامت کے قائل اور اپنی گستاخی سے تائب ہوئے وہاں مولانا نے فرمایا ؎

تا نگرید کودک حلوہ فروش بحر بخشائش نمے آید بجوش

یہاں تک سالک کے مجاہدہ و طلب کا مضمون تھا جس کے ضمن میں یہ بھی مذکور ہوا کہ اس نے مجاہدہ کو حصول مقصود کا سبب سمجھا۔ مگر وہ محض ایک بہانہ تھا مقصود اس کو دوسری جگہ سے یعنی عنایت حق سے ملا۔ اس کے بعد ایک مثال دی جس سے معلوم ہوا کہ اس میں کچھ تخصیص مقصود سلوک کا نہیں دوسرے مقاصد میں بھی حق تعالےٰ خلافِ توقع موقع سے مقصود عطا فرما دیتے ہیں۔ آگے اسی بات کو بطور کلیہ کے بیان فرماتے ہیں تاکہ زیادہ تعمیم ہو جائے جس کے عموم میں سالک کے معاملات بھی داخل ہیں۔ کہ بعض اوقات وہ اپنی اصلاح و تربیت کے لئے ایک طریق تجویز کرتا ہے مگر یہ مقصود کسی دوسرے ایسے طریق عمل سے حاصل ہوتا ہے جس کا گمان بھی نہ تھا۔ اور اہل سلوک اس کا شب و روز مشاہدہ کرتے ہیں سرخی میں اس عموم اور اس معاملات کی تصریح ہے۔ اور اس کے ساتھ آخر میں شہزادہ کے قصے کو چسپاں کرینگے۔ اس کلیہ کی تائید میں آگے مردِ میراث یافتہ کا قصہ آئے گا

پس فرماتے ہیں کہ جیسے کہ اوپر معلوم ہوا۔ کہ جس چیز کو سبب سمجھتے ہیں وہ غیر سبب ثابت ہوتی ہے۔ جیسے مجاہدہ وصول کے لئے اور جس امر پر کسی طرح بھی سبب ہونے کا گمان نہیں ہوتا وہ سبب بنجاتا ہے جیسے گریہ کودک ادائے قرض کے لئے سبب بن گیا۔

در دلت خوف افگند از موضعے تا نباشد غیر آنت مطمعے

ترجمہ (اسی طرح حق تعالےٰ بعض اوقات) تمہارے دل میں ایسی جگہ سے خوف پیدا کر دیتا ہے کہ در الحقیقت اس (جگہ) کے سوا (اور کوئی جگہ) تمہارے لئے امید گاہ نہیں ہوتی۔
لغات۔ تا بمعنی کاف بیانیہ مطمع جائے طمع۔ جہاں سے کوئی امید ہو۔ امید گاہ

در طمع خود فائدہ دیگر نہد وآں مرادت از کسے دیگر دہد

ترجمہ۔ (اور وہ) طمع (امید بھی خالی از مصلحت نہیں کہ اس) میں بھی (کوئی) دوسرا فائدہ رکھتا ہے اور وہ مراد تم کو دوسرے شخص سے دیتا ہے۔

اے طمع بر بستہ در یک جائے سخت کایدم میوہ ازاں عالی درخت

ترجمہ۔ اے ایک جگہ سے امید واثق رکھنے والے! کہ اس بلند درخت سے مجھے میوہ ملے گا

آں طمع آنجا نخواہد شد وفا بل از جائے دیگر آید آں عطا

ترجمہ۔ (یہ بات ممکن سمجھ لے) وہ امید وہاں سے پوری نہ ہو گی۔ بلکہ وہ عطا دوسری جگہ سے آئے گی

آں طمع را پس چرا در تو نہاد چوں نبودش نیت اکرم وداد

ترجمہ (اب پھر یہ سوال رہا کہ) بس اس طمع کو کس لئے تمہارے اندر پیدا کیا۔ جبکہ اس کا قصد (تم کو اس جگہ سے) عزت اور عطا (دلانے) کا نہ تھا۔

از برائے حکمتے و صنعتے نیز تا باشد دلت در حیرتے

ترجمہ (تو جواب یہ ہے کہ) کسی حکمت اور نادرہ کاری کے لئے (یہ طمع تمہارے اندر رکھی تھی) نیز (علم باطنی کا مناسب بھی ایک فائدہ ہے وہ یہ کہ) تا کہ تمہارا دل حیرت میں (غرق) ہو جائے

تا دلت حیراں بود اے مستفید کہ مرادم از کجا خواہد رسید

ترجمہ۔ اے مستفید! تا کہ تمہارا دل حیران ہو جائے۔ کہ میری مراد کہاں سے ملے گی

تا بدانی عجز خویش و جہل خویش تا شود ایقان تو در غیب بیش

ترجمہ (اور حیرت کا فائدہ یہ ہے کہ) تا کہ تم اپنے عجز اور جہل کو سمجھ لو۔ (اور) تا کہ غیب کے متعلق تمہارا یقین زیادہ ہو جائے۔

مطلب۔ عجز کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ کرنا چاہا تھا کچھ اور ہو گیا کچھ اور جہل (علم) کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ مطلوب کی توقع کسی اور جگہ سے تھی اور حاصل ہوا کسی اور جگہ سے تو اپنی کمزوری سے حق تعالےٰ کے علم اور قدرت کا یقین کامل ہو جاتا ہے کہ وہ سب کے علم و قدرت پر غالب ہے۔

ہم دلت حیراں بود در منتجع — کہ چہ رویاند مضرت زیں طمع

لغت۔ منتجع بضم ہیم و فتح وہ جگہ جہاں سے پانی اور گھاس میتسر ہو (غیاث)

ترجمہ۔ نیز (یہ فائدہ ہے کہ) تمہارا دل آب و علف کے مقام میں حیران رہے۔ کہ (دیکھیے) تصرف کرنیوالا اس طمع سے کیا چیز پیدا کرتا ہے

مطلب۔ یعنی سالک کو یہ حیرت دامنگیر رہتی ہے کہ دیکھئے حق تعالے میری فلاں آرزو کو کس صیغے سے برلاتا ہے اور اس عالم اسباب میں کس سبب پر کون اثر مرتب کرتا ہے۔ پس یہ حیرت خود بھی ایک حال عالی ہے۔ اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ ایک تجلی کا اثر ہے۔ اور یہ حیرت محمودہ کہلاتی ہے جس کا سبب تجلیات کا تواتر و توارد ہے۔ جیسے یہاں ہوا کہ حق تعالے کے تصرفات متنوعہ اس کے پیش نظر ہو کر حیرت ہو گئی۔ کہ خدا جانے اس سبب کو وہ فلاں طریق سے پیدا کریگا یا فلاں طریق سے پس یہ کثرت علوم حیرت کا سبب ہو گئی آگے اس کی بعض مثالیں ہیں:۔

طمع داری روزے در درزیئ — تاز خیاطی بری زر تا زیئ

ترجمہ۔ تم روزی کی طمع درزی کے پیشے میں رکھتے ہو تاکہ جب تک تم زندہ رہو خیاطی میں روپیہ کماتے رہو۔

رزقِ تو در زرگری آرد پدید — کہ زِوَ ہمت بُود آں مکسب بعید

ترجمہ۔ (لیکن) وہ تمہارا رزق زرگری میں پیدا کرتا ہے۔ کہ وہ ہمیشہ تمہارے وہم سے (ہی) بعید تھا۔

پس طمع در درزئی بہر چہ بود — چُوں ترا در جائے دیگر در گشود

ترجمہ۔ پھر خیاطی میں (رزق کی) طمع کس لئے تھی جب کہ تمہارے لئے دوسری جگہ (رزق کا) دروازہ مفتوح و بنایا

بہر نادر حکمتے در علم حق — کہ بنشت آں حکم را در سبق

ترجمہ۔ کسی عجیب حکمت کے لئے (جو علم حق میں (ہے) جس کو روز ازل میں لکھدیا ہے۔

نیز تا حیراں شود اندیشہ است — تاکہ حیرانی بود کل پیشہ است

ترجمہ۔ تاکہ تمہاری قوت فکریہ حیران رہے (اور) تاکہ حیرانی تمہارا پورا شغل بنجائے۔ آگے رجوع ہے قصہ کی طرف کہ شہزادہ نے کہا یہی میرا عقیدہ ہے کہ یہ کام خدا کے قبضے میں ہے وہ جس طرح چاہے گا سرانجام ہوگا چنانچہ:۔

یا وصالِ یار زیں سعیم رسد
یا ز راہِ خارج از سعیِ جسد

ترجمہ۔ یا تو میری اس سعی سے وصالِ محبوب میسّر ہو جائیگا۔ یا ایسے طریق سے جو جسمانی سعی سے ماوراء ہے۔

من نگویم زیں طریق آید مراد
مے طپم تا از کجا خواہد کشاد

ترجمہ۔ میں (یہ) نہیں کہتا کہ اس طریق سے مراد بر آئے گی۔ میں تو بے چینی کے ساتھ (منتظر) ہوں کہ وہ کدھر سے فتح یاب کریگا۔

سر بریدہ مرغ ہر سُو مے فتد
تا کدامیں سُو رہد جاں از جسد

ترجمہ (میرے اضطراب و قلق کی مثال ایسی ہے جیسے) مرغ بسمل ہر طرف گرتا پھرتا ہے (گویا وہ اس طلب میں ہے) کہ کونسی جگہ (اس کی) جان جسم سے خلاصی پائے گی۔

یا مرادِ من بر آید زیں خروج
یا ز برجِ دیگر از ذات البُرُوج

ترجمہ۔ (اسی طرح) یا تو میری مراد (شاہ چین کی طرف) اسی سفر کرنے سے بر آئے گی یا برجوں والے (آسمان) کے کسی دوسرے برج سے

مطلب۔ سماء ذات البروج سے بطور استعارہ عالم اسباب اور برج سے سبب مراد ہے تشبیہ کی وجہ یہ ہے۔ کہ اہل نجوم ستاروں اور برجوں کے حوادث کے اسباب سمجھتے ہیں۔ یہاں تک یہ بیان ہوا۔ کہ عالم اسباب میں ظہور مراد کا سبب ذہن میں کچھ اور ہوتا ہے اور اس کا ظہور ہوتا ہے کسی اور ہی غیر متوقع سبب سے جس کی طرف قیاس کسی طرح نہیں جا سکتا تھا آگے اس کی تائید میں ایک قصہ ارشاد ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ کسی بغداد کے باشندے نے خواب میں دیکھا۔ کہ مصر میں ایک خزانہ ہے۔ وہ اس کی تلاش میں مصر پہنچا۔ کوتوال نے پکڑ لیا اس نے عذر کیا۔ کہ میں چور نہیں ہوں۔ صرف ایک خواب کی بنا پر خزانہ تلاش کرنے آیا ہوں۔ کوتوال کو اس کی صاف گوئی پر یقین آگیا اور بولا تو بھی بڑا عجیب شخص ہے کہ خواب کے بھروسے پر اتنا لمبا سفر کیا خواب میں تو مجھ کو بھی بارہا یہ نظر آیا ہے کہ بغداد کے فلاں محلہ اور فلاں گھر میں ایک خزانہ ہے مگر میں نے کسی خواب کا اعتبار نہیں کیا اس شخص کو یہ خواب سن کر ایک حیرت انگیز خوشی ہوئی کیونکہ کوتوال نے جس گھر کا پتہ بتایا تھا وہ خود اسی کا گھر تھا۔ گھر آ کر صحن خانہ کی زمین کھودی تو خزانہ مل گیا پس اس نے جو خواب دیکھا تھا کہ خزانہ مصر میں ہے۔ تو اس کی تعبیر یہ تھی کہ خزانہ کا سراغ مصر سے ملے گا جس کا اس کو بالکل تصور نہ تھا

حکایتِ مردِ میراث یافتہ کہ در خرج اسراف کرد مفلس شد

ایک میراث پانے والے شخص کا قصہ جو خرچ میں اسراف کر کے مفلس ہو گیا

بود ز میراثے زرے بے شمار جملہ را خورد و بماند او عور زار

ترجمہ - ایک میراث پانے والے کے پاس بے شمار (مال و) زر تھا وہ سب کو کھا گیا اور برہنہ (بحالت) زار سو گیا (آگے مولانا فرماتے ہیں)

مال میراثی ندارد خود وفا چوں بنا کام از گذشتہ شد جدا

ترجمہ:- میراث کا مال ہی پائیدار نہیں ہوتا - جبکہ وہ (خود) مرجانے والے سے بحالت ناکامی جدا ہو گیا (جس نے محنت و مشقت سے کمایا تھا تو کسی دوسرے کے پاس وہ کیا رہے گا - یہ تو گویا خود اس مال کے اندر بے برکتی تھی آگے خود میراث پانے والے کے ایک وصف لازم کا فکر ہے کہ وہ بھی اس مال کی ناپائداری کا باعث ہوتا ہے۔

روند اند قدر ہم کاساں بیافت کو بکد و رنج و کبنش کم شتافت

ترجمہ (علاوہ ازیں) وہ (میراث پانے والا) بھی (اس مال کی) قدر نہیں جانتا کیونکہ اس نے اس مال کو بآسانی حاصل کیا ہے - جس نے اس کی مشقت اور تکلیف اور کمائی میں تگ و دو نہیں کی۔

مطلب - ورثہ کے مال کا بے بقا و ناپائدار ہونا مسلم عوام ہے - جس کا مشاہدہ اکثر ہوا ہے۔ جس کے اندر بڑا طبعی سبب یہی ہے کہ ایسا مال پانے والا اس کی قدر نہیں جانتا وہی آساں بیافت و آساں برانداخت کا معاملہ ہوتا ہے شیخ سعدی نے بھی ایک حکایت لکھی ہے کہ ملک زادہ گنج فراواں از پدر میراث یافت دست کرم برکشاد وداد سخاوت براد و نعمت بے دریغ بر سپاہ و رعیت بریخت" گو - شیخ نے شہزادہ کے اس فعل کو مدح کے پیرایہ میں لکھا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ایک فعل محمود بھی جب حد اعتدال سے گذر جائے تو مذموم ہو جاتا ہے افراط سے فضیلت بھی منجر برذیلت ہو جاتی ہے - مولانا نے مال میراثی کے بے وفا ہونے کی جو علت خود اس مال سے ناشی ہونیوالی بیان کی ہے یعنی چوں بنا کام از گذشتہ شد جدا - وہ ایک شاعرانہ تعلیل ہے - لیکن فی الواقع ناجائز وجوہ مکاسب ایسے بھی ہیں - جن کی کمائی مبنی بر معصیت ہونے کی وجہ سے برکت سے خالی ہوتی ہے اور اس کی ناپائداری میں آسان یابی کے علاوہ وہ بے برکتی دنحوست بھی موثر ہوتی ہے - مثلاً وہ مال جو قمار یا سٹہ یا چوری یا دختر فروشی سے حاصل کیا جائے اجلاف لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ بیٹی کے رشتہ کے عوض ہزار ڈیڑھ ہزار روپیہ آج لیا - اور کل وہی ڈھاک کے تین پات یہی حال قمار بازوں اور چوروں کا دیکھا جاتا ہے - آگے مولانا سہل یابی و آسان گیری کے مضمون سے ایک اور ارشادی نکتہ کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔

قدرِ جاں زاں مے ندانی اے فلاں　　کہ بداد ت حق بہ بخشش رائیگاں

ترجمہ۔ اجی صاحب! تم جان کی قدر اسی لئے تو نہیں جانتے۔ کہ دیہ گرانمایہ چیز) حق تعالےٰ نے (اپنے) کرم سے تم کو مفت عطا فرمادی (چنانچہ مشاہدہ ہے کہ بندہ اپنی گرانمایہ روح کو نہ کدوراتِ دنیویہ سے بچاتا ہے نہ مضراتِ اُخرویہ سے بچانے کی کوشش کرتا ہے اور نہ اس عطیہ پر حق تعالےٰ کا کوئی معتدبہ شکر کرتا ہے)

نقد رفت و کالہ رفت و خانہا　　ماند چوں چغداں وراں ویرانہا

ترجمہ (غرض اس میراث یافتہ کا) مال نقد بھی جاتا رہا اور اسباب بھی۔ اور (سارے) گھر بھی اور وہ ان ویرانوں میں اُلوؤں کی طرح رہ گیا

گفت یارب برگ دادی رفت برگ　　یا بدہ برگے و یا بفرست مرگ

ترجمہ (تو) اس نے دعا کی کہ اے پروردگار تو نے (مجھے) سامان دیا تھا (مگر میری ناعاقبت اندیشی سے وہ) سامان جاتا رہا (اب) یا تو سامان عطا فرما یا موت کو بھیج (جو مجھے اس مفلسی کی مصیبت سے نجات دے)

چوں تہی شد یادِ حق آغاز کرد　　یاربٌ و یاربِّ اَجِرْنیِ ساز کرد

ترجمہ۔ جب وہ خالی ہو گیا تو حق تعالےٰ کو یاد کرنا شروع کیا۔ اے پروردگار اور اے پروردگار مجھ کو (مصیبت سے) پناہ دے (کی دعا) کا سرو سامان کیا۔

چوں پیمبر گفت مومن مزہرست　　در زمانِ خالیی نالہ گر ست

ترجمہ۔ جب کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن (کی مثال) بزمار (یعنی باجے) کی سی ہے (اس لئے) وہ خالی (و تہیدست) ہونے کی حالت میں نالاں (و دعا کناں ہوتا) ہے

چوں شود پُر مطربش بنہد ز دست　　پر مشو کا سیب دستِ او خوش ست

ترجمہ (مگر) جب نے پُر (اور بند) ہو جاتی ہے تو اس کو (آواز دینے کی وجہ سے مطرب ہاتھ سے رکھ دیتا ہے (پس) تم پر مت ہو۔ کیونکہ اس (محبوب) کے ہاتھ کا چھونا (زیادہ) اچھا ہے۔

مطلب۔ جیسے نے اندر سے کھوکھلی ہو تو آواز دیتی ہے۔ اگر ٹھوس ہو یا اس کے جوف میں کوئی چیز اٹک رہی ہو تو نہیں بولتی۔ اسی طرح مومن جب مفلس و تہیدست اور بھوکا ہو تو دعا و زاری پر آمادہ ہوتا ہے۔ شرح بحر العلوم میں حدیث کے الفاظ یوں منقول ہیں المؤمن کمثل المزمار

لا یحسن صوتہ الا بخلا بطنہ الخ۔ یعنی مومن کی مثال مزمار کی سی ہے جو تہی شکم ہو کر ہی اچھی آواز دیتا ہے۔ یہ حدیث باوجود تلاش کتب احادیث میں نہیں ملی۔ البتہ اس کے مضمون کی تائید کلام اللہ شریف کی آیات کثیرہ سے ہوتی ہے وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَی الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ۝ اور جب ہم آدمی پر اپنا فضل و کرم کرتے ہیں تو (وہ ہماری طرف سے) منہ پھیر لیتا ہے اور (ہم سے) کنارہ کشی کرتا ہے اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے (فصلت ع ۶) اسی مضمون کی ایک آیت سورہ عنکبوت کے رکوع ۷ میں اور ایک آیت سورہ الروم رکوع ۴ میں اور ایک آیت سورہ لقمٰن رکوع ۴ میں اور ایک آیت سورہ الزمر رکوع ۵ میں آئی ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ نے نواز نے کو اسی وقت تک ہاتھ میں رکھتا ہے جب تک وہ آواز دیتی ہے ورنہ اس کو ہاتھ سے رکھ دیتا ہے۔ اسی طرح رحمت الٰہیہ اس وقت تک بندہ پر متوجہ رہتی ہے جب تک بندہ دعا و تفرع کرتا ہے۔ جب بندہ دعا و تفرع چھوڑ دیتا ہے۔ تو پھر رحمت الٰہیہ بھی متوجہ نہیں رہتی پھر تم کو ہمیشہ مشغول بدعا رہنا چاہئے خداوند تعالٰے کی توجہات سے متمتع ہونا اعلٰے خوش نصیبی ہے آگے بھی یہی مضمون ہے۔

تی شو و خوش باش بَیْنَ الْاِصْبَعَیْن ۔ کز مے لا اَیْن سرمست اَیْن

لغات تی مخفف تہی بمعنی خالی بَیْنَ الْاِصْبَعَیْن دو انگلیوں کے درمیان یہ کلمہ اس حدیث سے ماخوذ ہے کہ قلوب بنی آدم کلھا بین اصبعین من اصابع الرحمٰن الخ یعنی بنی آدم کے تمام قلوب رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔ اور دو انگلیوں سے تصرفات الٰہیہ کی طرف اشارہ ہے وہ اپنے بندوں پر جو حالت چاہتا ہے وارد کر دیتا ہے۔

ترجمہ۔ (پس چاہئے کہ) تم (تصرفات الٰہیہ کی) دو انگلیوں کے درمیان خوش رہو کیونکہ لا مکان کی شراب سے مکان مست ہے۔

مطلب۔ جس طرح نے نواز نے کو بجاتے وقت اس کے سوراخوں پر انگلیاں رکھتا اٹھاتا ہے اسی طرح اگر وہ قادر مطلق تمہارے اندر اسی طرح کے تصرفات کرے جو تمہارے نالہ و زاری اور تفرع و اقبال کا سبب ہوں تو یہ امر تمہاری تہذیب و تکمیل کا سبب ہے تم کو ان تصرفات کی انگلیوں میں خوش رہنا چاہئے۔ اور اگر تم ہوائے شہوات سے فارغ و خالی ہو تو جس طرح نے کے کھوکھلی ہوتے وقت نے نواز اس میں اپنی پھونک بھرتا ہے جس سے سامعین میں مستی پیدا ہوتی ہے اسی طرح تمہارے اس وجود مکانی کے اندر اس قادر مطلق کا فیض لامکان بھر جائیگا جو عشق و مستی کا باعث ہوگا خود تمہارے لئے بھی اور دوسرے لوگوں کے لئے بھی۔

رفت طغیان آب از چشمش گشاد ۔ ابر چشمش زرع دین را آب داد

ترجمہ: غرض خلوِ باطن کی اس خاصیت کے موافق اس میراث خوار کا طغیان جاتا رہا اور آنسوؤں کا پانی اس کی آنکھوں سے بہ نکلا اور اس کے ابرِ چشم نے (اس کے) دین کی کھیتی کو سیراب کر دیا

در دعا و لابہ در زد ہر دو دست — زار طالب شد بے تعب آں زر پرست

ترجمہ۔ اس نے دعا (اور) الحاح میں دونوں ہاتھ ڈال دئے۔ وہ طلب زر بلا محنت مال (وزر پانے) کا طالب ہوا۔

سبب تاخیر اجابت دعائے مومن

مومن کی دعا کی قبولیت میں تاخیر واقع ہونے کا سبب

اے بسا مخلص کہ نالہ در دعا — دودِ اخلاصش برآید تا سما

ترجمہ۔ (اے اسیاں) بہتیرے مخلص ہیں جو دعا میں نالہ (وزاری) کرتے ہیں (حتیٰ کہ) ان کے اخلاص کا دھواں (جو آہ و نالہ سے نکلتا ہے) آسمان تک پہنچتا ہے

تا رود بالائے ایں سقفِ بریں — بوئے مجمر از انینِ المذنبیں

ترجمہ۔ یہاں تک کہ (نہ صرف آسمان تک بلکہ) اس بلند چھت کے اوپر تک کے نالہ سے (سینہ کی)، انگیٹھی کی بو جاتی ہے

پس ملائک با خدا نالند زار — کاے مجیب ہر دعا و مستجار

ترجمہ۔ پس ملائکہ (اس تاخیر قبولیت کو دیکھ کر) خداوند تعالےٰ کی بارگاہ میں زار زار نالہ کرتے ہیں۔ کہ اے ہر دعا کے اجابت کرنے والے اور اے وہ ذات جس سے پناہ طلب کی جاتی ہے

بندۂ مومن تضرع مے کند — او نمے داند بجز تو مستند

ترجمہ (یہ)، مومن بندہ تضرع کر رہا ہے۔ (اور) تیرے سوا کسی پر بھروسا نہیں رکھتا

تو عطا بیگانگاں را مے دہی — از تو دارد آرزو ہر مشتہی

ترجمہ۔ تو بیگانوں کو عطا دیتا ہے اور اپنے بندوں سے یہ تاخیر ہے۔ تجھ سے ہر خواہشمند (کافر و مشرک تک تو) آرزو رکھتا ہے (اور پاتا ہے) سعدیؒ ے

اے کریمے کہ از خزانہ غیبت گبر و ترسا وظیفہ خور داری۔ دوستاں را کجا کنی محروم۔
تو کہ با دشمناں نظر داری۔

حق بفرماید نہ از خواری اوست　　عین تاخیر عطا یاری اوست

ترجمہ۔ حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ (یہ تاخیر اجابت) اس کی بیقراری کے سبب سے نہیں ہے (بلکہ) عین یہی تاخیر عطا اس کی امداد (اور عطا) ہے

نالۂ مومن ہمے داریم دوست　　گو تضرع کن کہ ایں اعزاز اوست

ترجمہ یعنی ہم مومن کے نالہ کو دوست رکھتے ہیں۔ (لہذا اس مومن سے) کہو (اور زیادہ) تضرع کرے۔ کیونکہ یہ (امر کہ وہ تضرع کرے اور ہم دینے میں دیر کریں) اس کی عزت افزائی ہے۔

حاجت آوردش ز غفلت سوئے من　　آں کشیدش مو کشاں در کوئے من

ترجمہ اس کو (کوئی) حاجت غفلت سے (نکال کر) میری طرف لائی۔ وہی (جماعت) اس کو بالوں سے کھینچکر میرے کوچہ میں لائی ہے۔

گر برآرم حاجتش او وا رود　　ہمدراں بازیچہ مستغرق شود

ترجمہ۔ اگر میں اس کی حاجت براری کردوں تو وہ (پھر میرے کوچہ سے نکلکر غفلت میں) واپس چلا جائیگا (یعنی) اسی غافلانہ) کھیل میں ڈوب جائیگا (پس اس کی اجابت دعا میں تاخیر کرکے اس کو اپنے کوچے میں رکھنا اس کی عزت افزائی ہے

گرچہ مے نالد بجاں یا مستجار　　دل شکستہ سینہ خستہ سوگوار

ترجمہ۔ اگرچہ (یہ بندہ) جان (دوں) سے نالہ کررہا ہے (کہ) اے مستجار (اور ایسی حالت میں نالہ کررہا ہے کہ) دل شکستہ (ہے) سینہ خستہ (ہے) سوگوار (ہے اور اس کے اس نالہ کا مقتضا یہ تھا کہ اس کی حاجت جلدی پوری کردی جاتی پھر بھی جو توقف ہے تو اس لئے ہے کہ)

خوش ہمے آید مرا آوازِ او　　واں خدایا گفتن واں رازِ او

واں کہ اندر لابہ و در ماجرا　　مے فریباند بہر نوعے مرا

لغات۔ راز گفتن مناجات کرنا ماجرا وہ احوال جو گذر چکا ہو یہاں مراد ماجرا گفتن ہے یعنی عرض حال۔

ترجمہ۔ مجھ کو اس کی آواز بھلی معلوم ہوتی ہے اور اس کا وہ یا خدا کہنا اور مناجات کرنا مجھے اچھا لگتا ہے۔ اور یہ (بھی مجھے پسند ہے) کہ وہ خوشامد اور عرض حال میں ہر طرح سے مجھ کو

پھسلا(نے کی کوشش کر)تا ہے۔
مطلب - پھسلانے کی کوشش کے معنی یہ کہ بندہ ہر چند اپنے آپ کو بروئے عدل سزا اور عذاب سمجھتا ہو۔ مگر پھر بھی وہ رو رو کر اللہ تعالےٰ کو رحم پر آمادہ کرنا چاہتا ہے یہی ایک طرح عادل کو عدل سے پھسلانے کی کوشش ہے ہر چند کہ یہ ایسی کوشش جس پر کسی نہ کسی طرح پھسلانے کا اطلاق ہو سکے اس کی جناب میں داخل گستاخی ہے مگر چونکہ اس سے تعلق بلند ظاہر ہوتا ہے اور وہ رجوع الی اللہ کو مستلزم ہے اس لئے اللہ تعالےٰ کو یہ بھی پسند ہے۔ آگے مولانا مضمون بالا کی دو مثالیں پیش فرماتے ہیں ایک یہ کہ

طوطیان و بلبلاں را از پسند از خوش آوازی قفس در مے کنند

ترجمہ (دیکھو مثلاً) طوطوں اور بلبلوں کو پسندیدگری کی وجہ سے (اور ان کی) خوش آواز کے سبب سے پنجرے میں ڈال دیتے ہیں۔

زاغ را وچغد را اندر قفس کے کنند ایں خود نیاید در قصص

ترجمہ - کوے اور اُلو کو پنجرے میں کب ڈالتے ہیں۔ یہ (بات) قصوں میں (کبھی سننے) ہی میں نہیں آئی۔
مطلب یعنی پنجرے کی مقید بلبلوں اور طوطوں کے قصّے تو بہت مشہور ہیں مگر کوؤں اور الوؤں کے قصوں میں پنجرے کا کہیں ذکر نہیں آتا پس جسطرح طوطے اور بلبل کی قید قفس اس کے محبوب ہونے کی دلیل ہے اسی طرح دعا کرنے والے کا عدم اجابت میں مقیّد رہنا اس کے مقبول عنداللہ ہونے کی دلیل ہے آگے دوسری مثال اس سے بھی برجستہ اور پر نکتہ ہے۔

پیش شاہد بازچوں آید دوتن آں یکے کمپیر و دیگر خوش ذقن

ترجمہ (اور مثلاً) کسی عاشق مزاج کے سامنے۔ دو بھیک مانگنے والی عورتیں آئیں (جن میں سے) ایک بڑھیا اور دوسری خوبرو (ہو)
لغات شاہد باز معشوق رکھنے والا مراد عاشق مزاج دوتن دو وجود۔ دو ہستیاں یہاں دو عورتیں مراد ہیں لبطور اطلاق العام علی الخاص خوش ذقن خوبصورت ٹھوڑی والی مراد خوبرو بطور اطلاق الجزء علی الکل

ہر دوناں خواہند او زودتر فطیر آرد و کمپیر را گوید کہ گیر

ترجمہ (اور) وہ دونوں روٹی مانگتی ہوں۔ تو وہ (شاہد باز جلدی سے نیم پختہ روٹی لائے گا) اور بڑھیا سے کہے گا کہ لے (اور جا)

مومنوں کی دنیاوی مصائب اُن کی آخروی نجات کی دلیل ہیں

لغات۔ فطیر وہ آٹا جو تازہ گوندھا گیا ہو۔ بخلاف خمیر کے جو گوندھ کر چند ساعت رکھا رہے کہ اس میں کسی قدر ترشی اور پھیلاوٹ پیدا ہوجائے فطیر کے ایک اور معنی بھی ہیں جو یہاں زیادہ چسپاں ہیں یعنی وہ چیز جس کو جلدی میں اس کی تکمیل سے پہلے زیر استعمال لایا جائے کذا فی منتہی الادب یہاں فطیر سے نان فطیر مراد ہے۔

مطلب۔ فطیر کی قید میں یہ پہلو ملحوظ ہے کہ عاشق مزاج اس بڑھیا کو جو اس وقت اس کے گلشن صحبت میں بمنزلہ خار ہے۔ جلدی رخصت کرنا چاہتا ہے لہذا اس کے لئے وہ توے سے اترتی روٹی ہی لے آتا ہے جس کے سینکنے کی بھی مہلت نہیں دینا۔ اور یہ اجابت سوال میں جلدی اور عطائے مسئول میں عجلت کوئی بڑھیا کے مورد عنایات ہونے کی نشانی نہیں بلکہ اس کے قابل نفرت ہونے کی دلیل ہے۔ مولانا اسمٰعیل میرٹھی مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

ہائے وہ سائل جسے کچھ دے کے رخصت کردیا ۔۔۔ وائے وہ نالہ صلہ جس کو تاثیر کا

نظر غائر سے کام لیا جائے تو محتاج دخستہ حال مومنوں کے لئے اس نکتہ میں بہت کچھ سامان تشفی فراہم ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لو کانت الدنیا تعدل عند اللہ جناح بعوضۃ ما سقے کافرا منھا شربۃ یعنی اگر دنیا اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے برابر بھی وقعت رکھتی تو کسی کافر کو اس سے ایک گھونٹ نہ پینے دیتا (مشکوٰۃ)

اور فرمایا اذا رأیت اللہ عزّ وجل یعطی العبد من الدنیا علے معاصیہ ما یحب فانما ھوا ستدراج ثمّ تلا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝ یعنی جب تم کسی بندے کو دیکھو اللہ عزوجل اس کے گناہوں کے باوجود اس کی من مانی دنیاوی مرادیں پوری کر رہا ہے۔ تو یہ زینہ بہ زینہ نیچے گرانا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی پھر جس (مصیبت کے ذریعہ سے) اس کو آگاہ کیا گیا تھا جبکہ اس کو بھلا بیٹھے (تو) ہم نے (بھی ان کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے) ان پر ہر طرح کی (دنیاوی) نعمتوں کے دروازے کھول دئے یہاں تک کہ جو نعمتیں ان کو دی گئی تھیں جب ان کو پاکر خوش ہوئے یکایک ہم نے ان کو عذاب میں پکڑا تو عذاب کا آنا تھا کہ وہ بے آس ہو کر رہ گئے۔ (مشکوٰۃ)

واں دگر را کہ خوشستش قد و خد ۔۔۔ کے دہد ناں بل بتاخیر افگند

ترجمہ۔ اور اس دوسری (دعوت) کو جس کا قد اور خسارہ خوبصورت ہے کب (جلدی) روٹی دینے لگا بلکہ تاخیر میں ڈالے گا۔

گویدش بنشیں زمانے بے گزند ۔۔۔ کہ بخانہ نان تازہ مے پزند

ترجمہ۔ اس کو کہئے گا کہ تھوڑی دیر بے تکلف بیٹھو۔ کہ گھر میں تازہ روٹی پک رہی ہے وہ تم کو ملے گی)

چوں رسد آں نان گرمش لعد کد گویدش بنشیں کہ حلوا میرسد

ترجمہ۔ جب اس (عورت کو) انتظار کی مشقت کے بعد گرم روٹی ملتی ہے (اور وہ اسے لے کر چلنے لگتی ہے تو) اسے کہتا ہے (ذرا) اور بیٹھو کہ حلوہ آتا ہے۔

ہم بدیں فن دار دارش مے کند وز رہِ پنہاں تسکارش مے کند

ترجمہ (غرض) اس حیلے سے ذرا ٹھیر جاؤ ذرا ٹھیر جاؤ کرتا رہتا ہے اور ایک مخفی طریق سے اس کو شکار کرتا ہے (ازرہِ پنہاں اس لئے کہ وہ عورت اس کی نیت و ارادہ سے بے خبر ہے)

کہ مرا کاریست با تو یک زماں منتظر مے باش اے خُوب جہاں

ترجمہ (اور کہتا ہے) کہ مجھ کو تم سے تھوڑی دیر کے لئے ایک کام ہے۔ اے دنیا بھر کی حسینہ تھوڑی دیر اور منتظر رہ

تا بدیں حیلت فریباند ورا تا مطیع و رام گرداند ورا

ترجمہ حتےٰ کہ اس بہانہ سے اس کو دام فریب میں لاتا ہے حتیٰ کہ اس کو (اپنی) مطیع و مسخر کر لیتا ہے۔

مثل آں کمپیر داں بیگانگاں شاہد خوش لاؤ بے مثل مومناں

ترجمہ (خدا سے) بیگانوں (یعنی کافروں) کو اس بڑھیا کی مانند سمجھو۔ شاہد خوبرو مومنوں کی مثال ہے (یعنی کافروں کو ان کی مراد جلدی دینا گویا ان کو ٹالنا ہے اور مومنوں کا حصول مراد میں تاخیر و رفع کرنے سے مقصود ان کو اپنی بارگاہ سے مانوس کرنا ہے)

دیدن میراثی بخواب کہ در مصر بفلاں موضع گنجے ست و رفتن بشہر

میراث خوار کا خواب میں دیکھنا کہ مصر میں فلاں جگہ ایک خزانہ ہے۔ اور اس کا شہر مصر

مصر بطلب آں و رسیدن بمصر و بیروں آمدن بکوے در شب

میں اس کی طلب کے لئے جانا اور مصر میں پہنچنا اور رات کے وقت ایک کوچہ میں رات

بجہت شب کوگی و گدائی و گرفتن عسس او را و مراد او پس از

کے سوالی بننے اور بھیک مانگنے کی غرض سے نکلنا اور کوتوال کا اس کو پکڑنا اور اس مراد کا

رنج حاصل آمدن وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ

تکلیف کے بعد حاصل ہونا اور شاید تم ناپسند کرو کسی چیز کو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو

وَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا

اور بے شک فراخی کے ساتھ تنگی ہے

خواجہ چوں میراث خورد و شد فقیر آمد اندر یارب و گریہ و نفیر

ترجمہ شریف آدمی نے جب میراث کھا (اڑا) لی۔ اور محتاج ہوگیا۔ تو یارب (کہنے) اور رونے اور فریاد کرنے میں مشغول ہوا (آگے مولانا کا مقولہ ہے)

خود کہ کوبد ایں در رحمت نثار کو نیابد در اجابت صد بہار

ترجمہ (اور ایسا) ہے بھی کون جو اس دروازہ رحمت باش کو کھٹکھٹائے تو وہ قبولیت میں سو بہاریں نہ پائے سعدیؒ

پشمار از یں در کہ ہرگز نہ بست کہ نومید گردد برآورد دست

خواب دید و ہاتف گفت او شنید کہ غنائے تو بمصر آید پدید

ترجمہ (چنانچہ اُس نے خواب دیکھا اور (اس خواب میں) ہاتف نے (اس سے) کہا (جس کی بات کو) اس نے سنا کہ تیری تونگری مصر میں ظاہر ہوگی۔

رو بمصر آنجا شود کار تو راست کرد کدیہ ات قبول او مرتجاست

لغات کدیہ ات کو کدیت پڑھنا چاہئے۔ بضرورت وزن ہائے کدیہ گر گئی

ترجمہ۔ مصر میں جا۔ وہاں تیرا کام ٹھیک ہو جائے گا۔ تیرے سوال کو (خدا نے) قبول فرما لیا وہ ایسا ہے جس سے (قبول سوال کی) امید کی جاتی ہے۔

در فلاں موضع یکے گنجے ست زفت در پے آں بایدت تا مصر رفت

ترجمہ۔ فلاں مقام میں ایک بڑا خزانہ ہے۔ اس کی تلاش میں تم کو مصر تک جانا چاہئے

بید رنگے ہیں زبغداد اے نثرند رو بسوئے مصر و منبت گاہ قند

لغات۔ منبت گاہ قند۔ قند کی پیداوار کا مقام۔ یعنی ملک مصر جس کا قند ساری دنیا میں

مصری کے نام سے مشہور ہے غیاث میں لکھا ہے کہ اگلے زمانے میں عرب میں کوئی قند مصر کے قند سے بہتر نہیں آتا تھا چونکہ ہر چیز اپنی خوبی کی وجہ سے اپنے ملک سے منسوب ہو جاتی ہے جیسے چین کا برتن چینی ترکستان کا گھوڑا ترکی وغیرہ اس لئے وہ قند مصری مشہور ہوگیا۔

ترجمہ ہاں اے افسردہ! بلاتوقف بغداد سے مصر اور (عمدہ) قند کے پیدا ہونے کی جگہ میں جاؤ

چوں ز بغداد آمد او تا سوئے مصر　　　گرم شد پُشتش چو دید او روئے مصر

ترجمہ۔ جب وہ بغداد سے مصر تک آیا۔ تو مصر کا منہ دیکھتے ہی اس کی پُشت گرم ہو گئی۔ (پُشت گرم ہونا کنایہ ہے حوصلہ بڑھانے سے پشت و رو میں مناسبت پر لطف ہے)

بر امیدِ وعدۂ ہاتف کہ گنج　　　بابد اندر مصر بہر دفعِ رنج

ترجمہ۔ اس کی پشت گرم) ہاتف کے (اس وعدہ (کے پورا ہونے) کی امید پر (تھی) کہ وہ مصر کے اندر خزانہ (مفلسی کی) تکلیف دور کرنے کے لئے پائے گا۔

در فلاں کوئے و فلاں موضع دفین　　　ہست گنج سخت نادر بس گزین

ترجمہ فلاں کوچے اور فلاں جگہ میں ایک نہایت نادر اور بہت پسندیدہ خزانہ مدفون ہے

مطلب۔ اگر یہاں یہ شبہ ہو۔ تو وہ خزانہ تو بغداد میں مدفون تھا جیسے کہ آگے قصہ میں آتا ہے پھر ہاتف نے اس کا مصر میں مدفون ہونا کیوں بتایا تو جواب یہ ہے۔ کہ ہاتف کی مراد اس سے یہ تھی کہ مصر میں اس خزانہ کا پتہ ملے گا۔ اور اس کا پتہ ملنے کا فلاں مقام ہے پس سراغ ملنے کے مقام کو مجازاً دفن خزانہ کا مقام کہا۔ ایسے مجازات خوابوں میں بہت ہوتے ہیں اور خوابوں کے انہی مجازوں سے حقیقتوں کا پتہ لگانا علم تعبیر کہلاتا ہے جو ایک خداداد فراست پر موقوف ہے۔

لیک نفقہ اش بیش و کم چیزے نماند　　　خواست دقّے بر عوام الناس راند

لغات۔ نفقہ اش میں بضرورت وزن ہا اور الف ساقط ہیں لہذا ان کو نفقش پڑھنا چاہیے دق بفتح دال و قاف مشدد کوٹنا مجازاً بمعنی گدائی کیونکہ گدا گویا لوگوں کے دروازے کوٹتا ہے۔ دوسرے مصرعہ میں ترتیب الفاظ یوں مراد ہے۔ بر عوام الناس دقّے راندن خواست۔ دق راندن کے معنی گدائی جاری کرنا در یوزہ گری کا سلسلہ چلانا

ترجمہ۔ لیکن (جوں ہی مصر میں پہنچا۔ تو اس کو یہ مشکل پیش آئی کہ) اس کا خرچ (کی ضرورت کا مال) کم و بیش کچھ بھی نہ رہا (سب صرف ہوگیا تو مجبوراً) اس نے عام لوگوں کے پاس دست سوال دراز کرنا چاہا

لیک شرم و ہمتش دامن گرفت　　　خویش را در صبر افشردن گرفت

ترجمہ۔ لیکن (گدائی کی عادت نہ ہونے کے سبب سے) شرم اور بلند ہمتی نے اس کا دامن پکڑا

دکہ ٹھیر یہ کام اچھا نہیں - ناچار) اس نے اپنے آپ کو صبر میں دبانا شروع کیا۔

باز نفسش از مجاعت بر طپید — از گدائی کردن او چارہ ندید

ترجمہ (مگر) پھر اس کا نفس بھوک سے تڑپنے لگا (اس لئے) گدائی کرنے سے اس نے چارہ نہ دیکھا

گفت شب بیروں روم من نرم نرم — تا ز ظلمت نایدم از گدایہ شرم

ترجمہ (اپنے جی میں کہنے لگا) میں رات کے وقت آہستہ آہستہ باہر نکلوں گا۔ تاکہ تاریکی کے سبب گدائی سے مجھے شرم نہ آئے۔

مطلب۔ روشنی میں گدائی سے شرم آنے کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ تنناسا لوگوں پر اس انقلاب اصول کے افسانے سے ذلت و رسوائی کا سامنا ہوگا۔ یہ وجہ تو ایک مسافر بغداد کے لیے مصر میں متحمل نہ تھی۔ کیونکہ یہاں اس کا کوئی تنناسا نہ تھا جہاں اور ہزاروں ناتنناس بھکاری بھیک مانگتے پھرتے تھے یہ بھی مانگ سکتا تھا۔ دوسری وجہ نگاہ کی شرم جس کو عام محاورہ میں لحاظ کہتے ہیں۔ یہ مسافر و مقیم سب کے لئے یکساں ہے ایک باہوش وحواس آدمی خواہ مسافر ہو یا مقیم ہرگز یہ گوارہ نہیں کرتا کہ کسی کی آنکھ اس کے کسی شرمناک فعل پر پڑے۔ حتیٰ کہ وہ مخاطب کے ساتھ ایک بدزبان۔ تند گفتار۔ غیر منصف۔ خود رائے کی حیثیت آنکھ ملاتے بھی بڑی حد تک جھجکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر شخص ان اوصاف کے اظہار کے لئے جس قدر تاریکی میں آزادی پاتا ہے روشنی میں نہیں پاتا اسی بنا پر لوگ کہا کرتے ہیں کہ اندھے کو شرم کم ہوتی ہے کیونکہ کسی سے اس کی آنکھ نہیں مل سکتی اس لئے وہ کوئی شرم ناک کام کرتے یا شرمناک بات کہتے لحاظ نہیں کیا کرتا۔ یہ تجربہ کی بات ہے۔ کہ اگر کسی اہم فیصلہ طلب امر کے لئے لوگوں کا مجمع ہونا قرار پائے تو جو لوگ انصاف و معقولیت کے ساتھ حق کے مطابق فیصلہ کے خواہاں ہوں ان کے لئے اس مجمع کا انعقاد دن کے مطابق مصلحت ہوتا ہے کیونکہ دن میں شورش پسند طبائع آنکھوں کے لحاظ سے دبی رہتی ہیں اور بے جا خصومت کی طاقتیں سر کم اٹھاتی ہیں لیکن جو لوگ اپنے مفسدانہ شور و شغب سے اس معاملہ کو ناقابل فیصلہ رکھنا چاہیں ان کے لئے اس مجمع کا انعقاد رات کو زیادہ مفید مطلب ہوتا ہے۔ کیونکہ اب ان کے نامعقول ارادے معقولیت کی آنکھ سے مرعوب نہیں ہوتے اسی بنا پر ایک عزیز اپنے بزرگ سے یا ایک ماتحت اپنے افسر سے کوئی سنجیدہ بحث جس آزادی اور زوردار استدلال کے ساتھ تحریراً کر سکتا ہے اس کے سامنے روبرو ہو کر نہیں کر سکتا۔ الغرض ایک مسافر بھی جس کی طبیعت سے اس شرم کا حجاب نہ اٹھا ہو۔ گدایانہ حیثیت میں لوگوں سے آنکھیں چار کرنا گوارا نہیں کرتا اس لئے وہ تاریکی میں یہ کام کرنا پسند کرتا ہے چنانچہ وہ مسافر بغداد میں اپنے جی میں کہتا ہے:۔

ہمچو شب کوک کے کنم ذکر و بانگ تا رسد از بام ہایم نیم دانگ

لغات شب کوک غیاث میں لکھا ہے گدا سے باشد کہ شبہا بر درخت بر آمدہ سوال کنند از برہان اور منہج القوی میں لکھا ہے طیر من انواع الطیور یصیح لیلا الادب السابق فی اللیل یعنی شب کوک کی انواع سے ایک نوع کے پرندے ہیں جو رات کو بولتے ہیں یہاں اس سے رات کا سوالی مراد ہے۔ انتہی۔ ہمارے ملک میں میراسی لوگ شب کوک ہیں جو اکثر صبح اور نیم شب کے درمیان پھیری لگاتے ہیں

ترجمہ - میں رات کو سوالی کی طرح ذکر اور صدا کروں گا تاکہ مجھ کو بالاخانوں سے آدھا دانگ (دہی) مل جائے۔

اندریں اندیشہ بیروں شد بکوئے واندریں فکرت ہمے شد سو بسوئے

ترجمہ - اسی سوچ میں وہ (ڈیرے سے) کوچہ میں باہر نکلا اور اسی تردد میں اِدھر اُدھر پھرتا تھا (کہ کیا کہوں اور کس طرح صدا لگاؤں)

یک زماں مانع ہمے شد شرم و جاہ یک زمانے جوع میگفتش کہ خواہ

ترجمہ - کسی وقت تو شرم و جاہ (بھیک مانگنے سے) مانع ہوتی تھی (اور) کسی وقت بھوک (مجبور کرتی اور) کہتی تھی کہ (بھیک) مانگ

پائے پیش و پائے پس تا ثلث شب کہ بخواہم یا بخسپم خشک لب

ترجمہ (اسی تذبذب میں اس کی یہ حالت تھی کہ کبھی مانگنے کے قصد سے اس کا) ایک پاؤں آگے (پڑتا تھا اور کبھی اس مقصد کو ترک کرنے سے) ایک پاؤں پیچھے (ہٹ جاتا تھا۔ وہ تہائی رات تک (اسی تردد میں رہا کہ) آیا میں مانگوں) یا یوں ہی تہی شکم (اور) خشک لب سو جاؤں۔

ناگہانے خود عسس اورا گرفت چو بہا زد بے محابا ناشگفت

لغات خود یہاں زائد آیا ہے ناشِگفت بکاف عربی مکسور مخفف ناشکیفت از شکیفتن بمعنی صبر کردن۔ نہ کہ از شگفتن بضم کاف فارسی یا عربی جس کے معنی ہیں غنچہ کا کھلنا کیونکہ یہ معنی یہاں چسپاں نہیں ہوتے

ترجمہ - اچانک اس کو کوتوال نے پکڑ لیا (اور) بلا لحاظ بے صبری کے ساتھ ڈنڈے مارے (اور پولیس والوں کی ڈنڈا بازی تو ہر وقت تیار رہتی ہے)

اتفاقاً اندراں شبہائے تار دیدہ بد مردم ز شب دزداں ضرار

لغات۔ شب دزداں باضافت مقلوب بمعنی دزدانِ شب۔ جس سے نقب زن قفل شکن اور کوٹھوں پر چڑھ جانے والے چور مراد ہیں جو رات کو وارداتیں کرتے ہیں جبکہ لوگ سو رہے ہوں بخلاف ان کے دوسری اقسام کے چور مثلاً ٹھگ۔ جیب کترے ڈاکو وغیرہم دن میں واردات کرتے ہیں۔

ترجمہ۔ اتفاقاً ان اندھیری راتوں میں لوگ رات کے چوروں سے (بہت) نقصان اُٹھا چکے تھے۔

مطلب۔ بعض خاص ایام میں چوری کی وارداتیں بکثرت اس لئے واقع ہوا کرتی ہیں کہ چوروں کا کوئی خاص گروہ وارد ہوا ہو یا محکمہ پولیس کمزور و بے رعب ہو۔ یا افسران پولیس چوروں سے رشوت کھاتے ہوں وغیرہ یہاں کوئی اسی قسم کی وجہ ہوگی جس کے متعلق آگے ارشاد آئیگا۔

بود شبہائے مخوف و مُنتحِس — پس بجد مے جست دزداں را عسس

لغات۔ مخوف بروزن مفول بمعنی خوفناک (غیاث) منتحس۔ منحوس۔ نامبارک

ترجمہ (وہ) راتیں (بھی کثرت واردات کی وجہ سے) خوفناک اور نامبارک تھیں۔ جبھی کوتوال چوروں کو خاص کوشش سے ڈھونڈھتا تھا۔

تا خلیفہ گفت کہ ببرید دست — ہر کہ شب گردد اگر خویشِ منست

ترجمہ حتےٰ کہ خود) امیرالمومنین (کو بھی اس کا خیال ہوا اور اس) نے حکم دے دیا کہ جو شخص رات کو نکلے اس کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ اگرچہ میرا قریبی ہی ہو۔

مطلب۔ یہ دزدانِ شب کا انسداد کا ضابطہ ہے۔ کہ شب کے وقت عام و خاص سب لوگوں کا باہر نکلنا اور گلی کوچوں میں پھرنا بند کیا جائے جن کے پردے میں چور گلی کوچوں میں پھرتے اور موقع پاکر چوری کرتے ہیں۔ تاکہ پھر کوئی چور باہر نکلنے اور چوری کرنے نہ پائے اور اگر نکلے تو اس اشتباہ کے بدون کہ یہ کوئی عام آدمی ہے۔ چور سمجھا جائے اور فوراً پکڑا جائے بادشاہ کا قریبی اگرچہ عادۃً رات کا چور نہیں ہوتا۔ تاہم اس کو چوروں کے برابر قطع ید کی سزا دینے کا حکم اس لئے دیا۔ کہ وہ ضابطہ شکنی میں گویا دزدانِ شب کا مددگار ثابت ہو رہا ہے اس لئے وہ خود بمنزلہ دزد ہے اور اس ضابطہ کا نفاذ اس لئے کرنا پڑا کہ ان دنوں جو امتحان تھا کہ چوروں کا کوئی خاص جرائم پیشہ گروہ شہر میں وارد ہوا ہے اور کثرت واردات کی عموماً یہ بھی ایک وجہ ہوتی ہے جس کو ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔ آگے کثرت واردات کی دوسری وجہ یعنی محکمہ پولیس کی کمزوری کا ذکر فرماتے ہیں:۔

بر عسس کردہ ملک تہدید و بیم — کہ چرا باشید بر دزداں رحیم

ترجمہ۔ بادشاہ نے (اس ضابطہ کو نافذ کرنے کے علاوہ خود) کوتوال کو (بھی) ڈانٹ ڈپٹ کی کہ تم لوگ (اپنی طبعی کمزوری سے) چوروں پر رحم کیوں کرتے ہو

مطلب۔ یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ رحم کرنا تو ایک اعلےٰ فضیلت ہے اس کو کمزوری کا مقتضی کیوں کہا گیا۔ کیونکہ رحم وہی فضیلت ہے۔ جو کسی مظلوم و بیکس اور جرائم سے خالص توبہ کرنے والے پر کیا جائے۔ بخلاف اس کے جب کوئی ظالم۔ سرکش اور جرائم پیشہ مجرم قابو میں آئے تو اس کی بے بسی سے متاثر ہونا یا اس کی منافقانہ توبہ پر یقین کرنا ملکہ عدالت کی کمزوری ہے۔ یہ رحم نہیں بلکہ دوسرے لوگوں پر ظلم ہے۔ **کما قیل** ؎

ترحم بر پلنگ تیز دنداں ستمگاری بود بر گوسفنداں
سعدیؒ ؎ بگفتیم در باب احسان کسے ولیکن نہ بایست با ہر کسے
بخور مردم آزار راجاں دمال کہ از مرغ بد کندہ بہ پر و بال

اگلے شعر کے پہلے مصرعہ میں اس مضمون کی تائید ہے کہ عادی مجرم کی منافقانہ توبہ کا اعتبار نہ کرنا چاہئے۔ اور دوسرے مصرعہ میں جرائم ورزی کی کثرت کا تیسری وجہ مذکور ہے۔ جس سے اس زمانہ میں خصوصاً دیسی ریاستوں میں اندھیر مچ رہا ہے:۔

عشوہ شاں را از چہ رُو باور کنید یا چرا زیشاں قبول زر کنید

ترجمہ۔ تم ان کی پر فریب باتوں پر یقین کیوں کرتے ہو۔ یا ان سے رشوت کیوں قبول کرتے ہو

رحم بر دزداں و ہر منحوس دست بر ضعیفاں زحمت و بے رحمی ست

ترجمہ۔ چوروں پر اور ہر نامبارک (کاموں میں) ہاتھ ڈالنے والے پر رحم کرنا کمزور لوگوں پر تعدی اور بے رحمی ہے۔

ہیں ز رنج خاص مگسل ز انتقام رنج او مگزیں و بنگر رنج عام

ترجمہ خبردار! (کسی) خاص شخص (کے دُکھ) کے خیال) سے (اس کو) سزا دینے میں درگزر نہ کرو۔ اس کو (سزائے جرم کا) دُکھ دینا منظور کرو اور عام (مخلوق) کے دُکھ کا خیال کرو (جو مجرم کو سزا نہ دینے کی صورت میں پیش آئے گا)

مطلب۔ اس حکمت کی بنا پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے **وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ** - اور عقلمند (قصاص کے قاعدے) میں تمہاری زندگی ہے تاکہ تم (قصاص سے خائف ہو کر) خونریزی سے باز رہو (البقرہ ع ۲۲) و نعم، قیل

ترحم بر پلنگ تیز دنداں ستمگاری بود بر گوسفنداں

آگے اس حکمت کی توضیح کے لئے ایک مثال ارشاد ہے۔

اصبع ملدوغ بُر، در دفع شر در تعدّی و ہلاک تن نگر

لغات - ملدوغ ڈسا ہوا۔ لدغ بدال مہملہ و غین معجمہ زہر دار جانور۔ سانپ بچھو۔ بھڑ وغیرہ کے کاٹنے کو کہتے ہیں۔ یہاں بالخصوص سانپ کا ڈسنا مراد ہے۔ کیونکہ اس کا ڈسنا منجر بہلاک ہوتا ہے۔ بُر بضمہ یا د فعل امر از بریدن یعنی قطع کردن

ترجمہ (اگر سانپ کی) ڈسی ہوئی انگلی (سے سارے جسم میں زہر کے سرایت کر جانے کا خوف ہو اس) کو دفع شر کے لئے کاٹ ڈالو (اس کے زہر کی) تعدی کو اور جسم کے ہلاک ہونے کو ملحوظ رکھو (جس کا لحاظ انگلی کے تلف ہونے کے خیال پر مقدم ہے)

گشتہ دُزدانبہ در آں ایام پس کاں فقیر اُفتاد در دستِ عسس

ترجمہ ان دنوں چوروں کی بہت کثرت تھی کہ وہ فقیر (بھی چور کے شبہ میں) کوتوال کے ہاتھ پھنس گیا۔

اتفاقاً اندراں ایام دُزد گشتہ بود انبوہ پختہ و خام دُزد

ترجمہ (اور) اتفاقاً ان دنوں چوروں کی کثرت تھی (جس میں) پختہ (کار) اور خام (کار سب طرح کے چور شامل تھے)

مطلب - یعنی پولیس کی کمزوری یا رشوت خواری سے جو چوری کی کثرت ہوئی اور چوروں کی جرأت بڑھ گئی - تو دیکھا دیکھی غیر دزدی پیشہ لوگ بھی چور بن گئے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ کوتوال نے اس مسافر بغداد میں جب چوری کی سی خاص علامات نہ پائی ہونگی تو توقع تھی کہ اس کو چھوڑ دیتا۔ مگر پھر اس نے سوچا ہوگا کہ آج کل بہتیرے نئے اور انجان چور پھر رہے ہیں یہ بھی اسی قسم کا چور ہے اس لئے اس کو گرفتار ہی کرلیا۔ اور اس کی خوب گت بنائی چنانچہ :-

درچنیں وقتش بدید و سخت زد برسر و بر پشت چوب بے عدد

ترجمہ : اس (کوتوال) نے اس کو ایسے وقت میں (جب کہ نئے اور کچے چور بکثرت پھرتے تھے) دیکھا اور (ایک قسم کا چور سمجھ کر) اسکے سر اور پشت پر ان گنت ڈنڈے رسید کئے۔

نعرہ و فریاد زاں درویش خاست کہ مزن تا من بگویم حال راست

ترجمہ : (جب سٹرا سٹر مار پڑنے لگی تو) اس غریب (کے منہ) سے نعرہ و فریاد (بلند ہوئی کہ خدارا مجھے) نہ مارو۔ تاکہ میں صحیح (اور اصلی) حال عرض کردوں۔

گفت اینک دادمت مہلت بگو تا بشب چوں آمدی بیروں بگو

ترجمہ : اس (کوتوال) نے کہا لے میں تجھ کو مہلت دیتا ہوں بتا کہ تو کیوں رات کے وقت خلاف ضابطہ کوچہ سے نکلا

تونۂ زینجا غریب و منکری راستی گو تا بچہ مکر اندری

ترجمہ۔ تو اس علاقہ کا (معلوم) نہیں (ہوتا) پردیسی اور اجنبی ہے سچ بتا کہ تو کس مکر کی (ادھیڑ بُن) میں ہے۔
مطلب۔ پردیسی اور اجنبی آدمی کو کسی غیر علاقہ میں عموماً دِن میں کام ہوتا ہے رات کو وہ کسی سرائے یا اپنے میزبان کے گھر میں آرام کرتا ہے کیونکہ اس کے شہری تعلقات ایسے وسیع و کثیر نہیں ہوتے کہ ان کے لئے رات کو بھی نکلنا پڑے اس سے کوتوال کا یہ شبہ حتمی ہو گیا کہ وہ چوروں کے کسی غیر ملکی گروہ کا آدمی ہے دوسرے مصرعہ میں مکر کا لفظ ہمارے کستوری نسخہ کے مطابق ہے۔ قلمی نسخے اور کلید مثنوی کے متن میں اس کی بجائے فکر و رج ہے اور منہج القوی کے متن میں بچہ کار اندری لکھا ہے۔ معنی سب کے چسپاں ہو جاتے ہیں۔ کما ہو ظاہر

اہلِ دیواں بر عسس طعنہ زدند   کہ چرا دُزداں کنوں انبہ شدند

ترجمہ (ادھر) اہلِ دفتر نے (مجھ کو توال کو ہدفِ ملامت بنا رکھا ہے کہ کیوں آج کل چوروں کی کثرت ہے۔

انبہی از تُست و از امثالِ تُست   وانما یارانِ زشتت را نخست

ترجمہ (اسے) یہ کثرت (تو) تجھ سے اور تجھ جیسوں سے ہے۔ پہلے اپنے بد معاش یاروں کا پتا بتا (کہ وہ کہاں ہیں)

ورنہ کینِ جملہ را از تو کشم   تا شود ایمن ز شر ہر محتشم

ترجمہ ورنہ سب کی سزا تجھ (اکیلے) کو دونگا۔ تاکہ ہر عزت دار آدمی (چوروں کے) شر سے بے خوف ہو جائے۔

گفت او از بعدِ سوگندانِ پُر   کہ نیم من خانہ روب و کیسہ بُر

لغات سوگندان جمع سوگند خلاف قیاس بمعنے کثیر خانہ روب گھر میں جھاڑو دینے والا مراد دُزد، جو گھر کو مال و اسباب سے صاف کر دیتا ہے کیسہ بُر جیب کترا
ترجمہ اس نے بہت سی قسموں کے بعد کہا کہ میں (کوئی) گھر کا صفایا کرنے والا (چور) اور جیب کترا نہیں ہوں

من نہ مردِ دُزدی و بیداد یَم   من غریبِ مصرم و بغداد یَم

ترجمہ۔ میں چوری اور ظلم کا پیشہ ور نہیں ہوں۔ مَیں تو مصر کا مسافر اور بغداد کا (باشندہ) ہوں۔

قصۂ آں خواب و گنج زر بگفت　　　پس ز صدق او دلِ آنکس شگفت

ترجمہ (پھر) اس نے (اپنے) اس خواب کا اور نقدی کے خزانے کا قصہ سنایا۔ تو اس کی سچائی سے اس کوتوال کا دل شگفتہ ہو گیا

بوئے صدقش آمد از سوگندِ او　　　سوزِ او پیدا شد از اسپندِ او

ترجمہ اس کی سوگند سے اس کو سچائی کی بو آئی اس کے (بیان و تقریر کے) سپند (سوزی) سے اس (کے دل) کا سوز (و گداز) ظاہر ہوا (ہرچہ از دل خیزد بر دل ریزد) آگے صدق و کذب کی خاصیت کے بیان کی طرف انتقال ہے)

دربیان حدیث الصِّدْقُ طُمَأْنِیْنَۃٌ وَّالْکِذْبُ رِیْبَۃٌ

اس حدیث کے بیان میں کہ سچائی اطمینان (قلب کا باعث) ہے اور جھوٹ شک (پیدا کرنے والا ہے) امام احمدؒ اور ترمذیؒ نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دع ما یریبک فان الصدق طمانینۃ والکذب ریبۃ یعنی جو بات تم کو شک میں ڈالے اس کو چھوڑ کر ایسی بات اختیار کرو جو بات تم کو شک میں نہ ڈالے کیونکہ سچائی اطمینان کا باعث ہے اور جھوٹ شک (پیدا کرنے والا) ہے (منہج) یہی حدیث ہمیں الفاظ جامع صغیر سیوطیؒ میں امام احمد اور ابن حبان سے مروی ہے

دل بیار امد ز گفتارِ صواب　　　آنچنانکہ تشنہ آرامد باب

ترجمہ۔ دل سچی بات سے اطمینان پاتا ہے۔ جسطرح پیاسا پانی سے راحت پاتا ہے۔

جُز دلِ محبوب کو را علتے ست　　　از نبی اش تا غبی تمییز نیست

ترجمہ۔ سوائے محبوب کے دل کے جس میں کوئی خرابی ہے جس کو نبی سے تمیز نہیں
مطلب۔ یعنی صدق و راستی کی یہ خصوصیت ہے کہ اس سے دل مطمئن ہو جاتا ہے بشرطیکہ ہر دل میں قبولِ صدق کی صلاحیت ہو لیکن اگر دل پر معاصی کی ظلمت کا حجاب پڑا ہوا ہے۔ تو اس میں یہ صلاحیت نہیں ہو سکتی اب قلب نور و نار میں اور اخیار و اشرار میں حسا بھی کچھ تمیز نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ امور غیر محسوس کے متعلق راست گوئی سے وہ مطمئن ہو۔

ورنہ آں پیغام کز موضع بود　　　بر زند بر مہ شگافیدہ شود

ترجمہ ورنہ (اگر قلب محجوب نہ ہو تو پھر) جو پیام (اور مضمون) کہ (اصلی) مقام سے ہو

وہ چاند پر بھی اثر کرتا ہے (اور) وہ اس کے اثر سے شق ہوجاتا ہے اصلی مقام سے نہونے کا مطلب یہ کہ مطابق واقع ہو۔

مہ شگافد واں دلِ محجوب نے — زانکہ مردود ست او محبوب نے

ترجمہ (اور وہ) چاند تو اس سے) شق ہوجاتا ہے (مگر) قلب محجوب (متاثر) نہیں ہوتا کیونکہ وہ (قلب محجوب) مردود ہے) محبوب نہیں ہے۔

مطلب۔ پس وہ قلب مردود ہوجانے سے فاسد الادراک ہوگیا۔ چاند سے مراد اگر قلب منور ہے تو مطلب ظاہر ہے اگر چاند بمعنی حقیقی مراد ہے تو یہ حکم دائمی نہیں بلکہ بعض اوقات اعتبار سے ہے جیسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا دعوئے نبوت صادق تھا اور آپ کے صدق کے اظہار کے لئے اللہ تعالے نے چاند کو منشق کردیا اور قلوب کفار متاثر نہ ہوئے۔ اور اس انشقاق قمر میں آپ کے صدق کو موثر کہنا اس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ آپ کا دعویٰ سبب ہوگیا حق تعالے سے اس معجزہ کی درخواست کا اور وہ درخواست سبب ہوئی اس معجزے کے ظہور کا۔ اور سبب کا سبب سبب ہوتا ہے پس دعوئے نبوت سبب موثر فی الانشقاق ہوگیا (کلبید) چونکہ اس مسافر بغدادی کی بات سچی تھی اور کوتوال میں قبول حق کی استعداد باقی ہوگی اس لئے بغدادی کی یہ بات سن کر:-

چشمہ شد چشمِ عسس زاشکِ مُبِل — نے گفت خشک بل از بوئے دل

لغات۔ مبل بضم میم و کسر با و لام مشدد بمعنی ترکنندہ مگر یہاں بضرورت وزن لام مخفف ہے چشمہ و چشم اور مبل اور بل کا لفظی جوڑ توڑ پر پُر لطف ہے

ترجمہ (اس) عسس کی آنکھ (گریبان کو) ترکر دینے والے آنسوؤں سے چشمہ (کی مانند جاری) ہوگئی (اس پر یہ اثر بغدادی کا) خشک لفظوں سے نہیں بلکہ (اس کی) بوئے دل سے (ہوا) آگے یہ بیان فرماتے ہیں کہ مختلف کلاموں میں طمانینت دریبت کے علاوہ اور بھی آثار ہوتے ہیں۔

یک سخن از دوزخ آید سوئے لب — یک سخن از شہر جاں در کوئے لب

ترجمہ ایک بات دوزخ (نفس) سے لب کی طرف آتی ہے (اور) ایک بات شہر جان (کے بہشت) سے لب کے کوچہ میں پہنچتی ہے یعنی (کسی بات کا منشا نفس ہوتا ہے اور کسی کا روح۔ اور ہر ایک کا جدا اثر ہوتا ہے جس میں سے ایک اثر طمانیت یاریبت بھی ہے

بحرِ جاں افزا و بحرِ پُر حرج — درمیانِ ہر دو بحر ایں لب مرج

لغات۔ حرج بفتحتین۔ تنگی و سختی مرج بفتح میم و سکون راء گھوڑے بیل وغیرہ جانور

کو چراگاہ میں چھوڑنا اور اسی قبیل سے ہے یہ قول اللہ تعالے کا کہ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیَانِ یعنی بنا نکالا اس نے دو سمندروں کو جو آپس میں ملے ہوئے ہیں (منتہی الارب) یہاں یہ لفظ بفتحتین آیا ہے اس لئے کہ وہ مصدر مذکور سے فعل ماضی ہے

ترجمہ (پس ایک کلام تو جس کا منشا روح ہے گویا) بحر جان افزا (کلمے اور طمانیت وغیرہ آثار محمودہ کا مورث ہے) اور (ایک کلام جس کا منشا نفس ہے گویا) بحر پر حرج (ہے اور ایبت وغیرہ آثار مذمومہ کا مورث ہے اور ان) دونوں (بحروں کے درمیان یہ لب ان کے جاری ہونے کا مقام ہے۔

مطلب مَرَج کے لفظ میں آیت مذکورہ کے فرمان میں دو قسم کے شیریں و شور دریاؤں کے جاری کرنے کا ذکر کے کلمہ مَرَج کی طرف تلمیح ہے یعنی جس طرح اللہ تعالے نے مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیَانِ فرمایا ہے اسی طرح یہاں روحانی و نفسانی کلام گویا دو دریا ہیں ایک شیریں اور دوسرا شور اور لب جن پر سے یہ دونوں قسم کے کلام گزرتے ہیں گویا وہ زمین ہے جو برزخ بحرین کا محل ہے۔ چنانچہ لب کی تشبیہ کو آگے واضح فرماتے ہیں۔

بحر جان افزا و بحر عُمر کاہ ہر دو آں بر لب گذر دارند وراہ

ترجمہ۔ جان کو افزائش بخشنے والا دریا اور عمر کو کم کرنے والا دریا دونوں کے دونوں لب پر گذرتے اور جاری ہوتے ہیں۔ (لیکن جسطرح دونوں قسم کے شیریں اور شور دریاؤں کے ذائقہ کو اہل ذوق پہچان لیتے ہیں اسی طرح ان دونوں کلاموں کی خوبی و خرابی کو ارباب تمیز شناخت کرتے ہیں آگے مثال ہے لبوں پر مختلف کلاموں کے آنے کی)

چوں ینبلو درمیان شہرہا از نواحی آمد آنجا بہرہا

لغات ینبلو بفتح یائے تحتانی و فتح نون و سکون بائے تازی و ضم لام (بروزن سَجَن گو یا غزل گو) کارواں و قافلہ اور وہ بازار جس میں ہر طرف اجناس لاکر فروخت کریں یعنی منڈی (غیاث)

ترجمہ جیسے شہروں کے درمیان منڈی (ہوتی ہے) جہاں اطراف (و جوانب) سے قسم قسم (کے مال) آتے ہیں۔

کالۂ محبوب و قلب کیسہ بُر کالۂ پر سُود مستشرق چو دُر

لغات کالہ مال۔ متاع قلب کھوٹا مستشرق روشن ہونیوالا آج کل کے محاورہ میں علوم مشرقی کے ماہر کو بھی مستشرق کہتے ہیں۔

ترجمہ (بظاہر بھولا بھانیوالا اور در حقیقت) کھوٹا (مال بھرآتا ہے) جو (گویا خریدار کی) جیب

کنز ملنے والا ہے (اور) پر نفع اور موتی کی طرح چمکیلا مال ابھر آتا ہے جس کے خریدنے میں کوئی نقصان نہیں)

زیں نہیلو ہر کہ بازرگاں ترست　　بر سرہ و بر قلب ہا دیدہ ورست

ترجمہ اس منڈی (والوں) میں سے جو شخص زیادہ (ماہر سوداگر ہے وہ خالص اور ناخالص مال کا مبصر ہے۔

شد نہیلو مرورا دار الرباح　　وان دگر را از عمٰے دار الجناح

ترجمہ اس (مبصر سوداگر) کے لئے تو یہ منڈی نفع بخش جگہ ہے اور دوسرے (غیر مبصر) کے لئے عدم بصیرت کی وجہ سے تقصیر (تجارت) کی جگہ ہے۔

ہر یکے زا اجزائے عالم یک بیک　　ہر غبی بند ست و بر استاد فلک

ترجمہ اور مفید و مضر ہونا صرف کلام یا تجارت میں منحصر نہیں بلکہ) اجزائے عالم میں ہر چیز ایک ایک کر کے غبی کے لئے قید (و گرفتاری) ہے اور باہر کے لئے آزادی (و کامیابی) ہے (مثلاً ایک شخص ان اجزائے عالم کے تعلق میں خداوند تعالےٰ سے دور ہو گیا۔ اور دوسرا انہی اجزا کو مظہر سمجھ کر خدا تعالےٰ کا مقرب ہو گیا۔ کلید)

بر یکے قند ست و بر دیگر چو زہر　　بر یکے لطف ست و بر دیگر چو قہر

ترجمہ (پس ایک ہی چیز) ایک (شخص) پر قند ہے اور دوسرے (شخص) پر گویا زہر ہے ایک کیلئے لطف ہے۔ دوسرے کے لئے گویا قہر (ہے)

بر یکے دیو ست و بر دیگر چو حُور　　بر یکے نار ست و بر دیگر چو نور

ترجمہ ایک شخص (گمراہ کرنے) کے لئے (بمنزلہ) شیطان ہے اور دوسرے کو راحت (ایمانی بخشنے) کے لئے مثل حور (ہے) ایک کے لئے (موجب عذاب) آتش ہے اور دوسرے کے لئے گویا نور (ہدایت ہے)

بر یکے گنج ست و بر دیگر چو مار　　بر یکے وَرد ست و بر دیگر چو خار

ترجمہ ایک کے لئے (فوائد کا) خزانہ ہے اور دوسرے کے لئے گویا (مضرت رساں) سانپ (دہے) ایک کے لئے (فرحت بخش) پھول ہے اور دوسرے کے لئے (خلش پیدا کرنے والے) کانٹے کی مانند ہے۔

بر یکے شیریں و بر دیگر ترش　　بر یکے مبہوت و بر دیگر چو ہُش

ترجمہ۔ ایک کے لئے شیریں ہے اور دوسرے کے لئے ترش (ہے)، ایک کے لئے حیران (کن) ہے اور دوسرے کے لئے مثل ہوش (ہے)

بر یکے پنہاں و دیگر عیاں   بر یکے سُود ست و بر دیگر زیاں

ترجمہ۔ ایک پر پوشیدہ ہے اور دوسرے پر نمایاں۔ ایک کے لئے نفع (بخش) ہے اور دوسرے کے لئے نقصاں (رساں)

بر یکے بند ست و برو دیگر کشاد   بر یکے قید ست و بر دیگر مراد

ترجمہ ایک پر رکاوٹ ہے اور دوسرے پر کشائش۔ ایک پر قید ہے اور دوسرے پر (آزادی و) مراد مندی)

بر یکے نوش ست و بر دیگر چو نیش   بر یکے بیگانہ بر دیگر چو خویش

ترجمہ ایک پر شہد ہے اور دوسرے پر (شہد کی مکھی کا) ڈنک ایک کے لئے بیگانہ ہے اور دوسرے کے لئے قرابت داری کے مانند

بر یکے نقص است و برو دیگر کمال   بر یکے ہجر ست و بر دیگر وصال

ترجمہ ایک کے لئے نقص ہے اور دوسرے کے لئے کمال ایک کے لئے ہجر اور دوسرے کے لئے وصل

بر یکے روز ست و بر دیگر چو شب   بر یکے عیش ست و بر دیگر تعب

ترجمہ۔ ایک کے لئے دِن ہے اور دوسرے کے لئے رات۔ ایک کے لئے آسودہ زندگی ہے اور دوسرے کے لئے مشقت

بر یکے محبوب و بر دیگر عدد   بر یکے راح ست و بر دیگر کدو

ترجمہ۔ ایک کے لئے دوست ہے اور دوسرے کے لئے دشمن ایک کے لئے شراب ہے اور دوسرے کے لئے (خالی) کدو (اگلے زمانے میں شراب کدو میں ڈال کر رکھتے تھے)

بر یکے آب ست و بر دیگر چوں خوں   بر یکے اعجاز و بر دیگر فسوں

ترجمہ ایک پر پانی ہے اور دوسرے پر مثل خوں۔ ایک پر معجزہ ہے اور دوسرے پر جادو۔

مطلب۔ جیسے دریا میں نیل کا پانی قبطیوں کے لئے خون بن گیا تھا۔ اور بنی اسرائیل

کے لئے وہی پانی کا پانی تھا۔ اور انبیاء کا معجزہ مومن کی نظر میں معجزہ ہے اور کافر اُس کو جادو ٹھیراتا ہے

بر یکے حلوہ و بر دیگر چو سم بر یکے سنگ ست و بر دیگر صنم

ترجمہ۔ ایک پر حلوہ ہے اور دوسرے پر مثل زہر (ہے) ایک کے نزدیک پتھر ہے اور دوسرے کے لئے قابل پرستش) بت (ہے)

بر یکے جسم ست و بر دیگر چو رُوح بر یکے حبس ست و بر دیگر فتوح

ترجمہ ایک پر جسم ہے اور دوسرے پر مثل روح ہے ایک پر بندش ہے اور دوسرے پر کشادہ دلی۔

بر یکے تیر ست و بر دیگر کمان بر یکے نان ست و بر دیگر سناں

ترجمہ۔ ایک کے لئے تیر ہے جو اس کے آکر لگتا ہے اور دوسرے کے لئے کمان (ہے) جس سے وہ دوسرے کے تیر مارتا ہے ایک کے لے روٹی ہے (جس سے اس کا پیٹ بھرتا ہے دوسرے کے لئے نیزہ ہے۔ جس سے اس کا پیٹ چھد جاتا ہے)

انتباہ۔ یہاں تک ایک ہی چیز کسی ایک شخص کے لئے مفید اور دوسرے کے لئے مضر ہونے کا ذکر بطور عموم و کلیّت تھا۔ آگے اس کے چند خاص جزئیات کا ذکر بطور مثال فرماتے ہیں۔

ہر جمادے با نبی افسانہ گو کعبہ با حاجی گواہ و نطق جو

ترجمہ (اسی طرح) ہر بیجان چیز (عام آدمی کے لئے خاموش اور) نبی کے ساتھ متکلّم ہے (اس جمادیں سے ایک) کعبہ (بھی ہے کہ وہ قیامت کے روز) حاجی کے لئے گواہ اور ناطق ہوگا (اور جن کو اس سے تعلق نہیں اُن کے لئے نافع و ناطق نہ ہوگا)

بر مُصلّی مسجد آمد ہم گواہ کہ ہمے آمد بمن از دُور راہ

ترجمہ (اسی طرح) مسجد بھی نمازی کے حق میں گواہ ہوگی کہ وہ دور راستے سے میری طرف آتا (اور نماز پڑھتا تھا) (بے نماز کے لئے وہ گواہی نہ دے گی)

بر خلیل آتش بود ریحان و ورد لیک بر نمرود آن مرگ ست و درد

ترجمہ (اسی طرح) حضرت خلیل علیہ السلام پر آگ پھول پھلوں کا باغ بن گئی لیکن (وہی آگ نمرود کے لئے (ابدی) موت و عذاب (کا باعث) ہے۔

بارہا گفتیم ایں را اے حسن مے نگردم از بیانش سیر من

ترجمہ اے اچھے (مخاطب) ہم نے اس (مضمون) کو بارہا بیان کیا ہے (مگر چونکہ) اس کے بیان سے میں سیر نہیں ہوتا اس لئے اس کو بار بار بیان کرنے لگتا ہوں۔

مطالب۔ یہ بطور دفع فعل مقدر فرمایا یعنی ممکن ہے کوئی سوال کرے کہ یہ مضمون بارہا پیچھے گذر کر چکا ہے چنانچہ دفتر اوّل میں بھی تفسیر آیت مرج البحرین کے زیر عنوان اسی قسم کا مضمون ارشاد فرما چکے ہیں۔ لہذا جواب دیتے ہیں کہ تم کو بے رغبتی کی وجہ سے اس مضمون کے تکرار سے ملال ہوتا ہے لیکن میں اس سے سیر نہیں ہوں اس لئے مجھے یہ تکرار برا معلوم نہیں ہوتا بلکہ ہر مرتبہ اس کا تازہ لطف محسوس ہوتا ہے۔ چنانچہ تم کو بھی یہ چیزیں مرغوب نہیں۔ تم ان کا تکرار بلا ملال کرتے ہو مثلاً

بارہا خوردی تو نان دفع ذبول　　　　این ہماں نان ست چوں نبوی ملول

ترجمہ تم (بھوک کی) پژمردگی دور کرنے کے لئے بار بار روٹی کھاتے ہو یہ وہی روٹی تو ہے (جو روز کھاتے ہو پھر اس سے) ملول کیوں نہیں ہوئے

در تو جوعے میرسد نو ز اعتدال　　　　کہ ہمے سوزد از تخمہ و ملال

ترجمہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ) تمہارے اندر اعتدال (مزاج) کی بدولت ایک تازہ بھوک پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے سبب سے (وہ) بدہضمی اور سیری (جو بار بار وہی کھانا کھانے سے پیدا ہونی ممکن تھی) فنا ہوتی رہتی ہے۔

ہر کرا درد مجاعت نقد شد　　　　نو شدن با جزو جزوش عقد شد

ترجمہ (اور) جس شخص کو بھوک کا دکھ بالفعل (عارض) ہو گیا (ہمیشہ کی معمولی غذا کا نئی بن جانا اس کے عضو عضو کے ساتھ وابستہ ہو گیا

لذت از جوع ست نے از نُقلِ نو　　　　با مجاعت از شکر بہ نان جو

ترجمہ۔ کھانے کی لذت بھوک سے ہے نہ کہ نئی غذا سے بھوک کے ساتھ تو جو کی روٹی (بھی اس) شکر سے بہتر (معلوم ہوتی) ہے (جو بھوک کے بدون کھائیں)

حالی مرحوم ؎

کھانے تو بہت میسر آئے ہیں ہمیں　　　　جو دیکھ کے جی کے دل سے بھلائے ہیں ہمیں
پر سب سے لذیذ تھے وہ کھانے اے بھوک　　　　جو تو نے کبھی کبھی کھلائے ہیں ہمیں

سعدی ؎ کوفتہ بر سفرۂ من گو مباش　　　　گرسنہ را نانِ تہی کوفتہ است

پس ز بے جوعی ست و ز تخمہ تمام　　　　آں ملالت نے ز تکرارِ کلام

ترجمہ بس (معلوم ہوا) کہ تمہارا اعادہ مضمون سے) وہ ملول ہونا بالکلیہ بھوک نہ ہونے اور بدہضمی سے ہے نہ کہ تکرار کلام سے (ورنہ ہر جگہ تکرار موجب ملال ہوتا حالانکہ تم کو ہر چیز کے تکرار سے ملال نہیں ہوتا۔ اس کی اور مثال سنو:۔)

چوں ز دکّان و مِکیس و قیل و قال — در فریب ہر دست نا ید ملال

لغات میکس بضم میم و کسرہ کاف و یائے مجہول امالہ مکاس جس کے معنی ہیں۔ بیع میں تنگی کرنا (غیاث) مکاس بکسر میم بیع میں تنگی کرنا اور پریشانی میں ڈالنا (منتخب منتہی الادب)

ترجمہ۔ تم کو دکان (تجارت) سے اور (خریداروں کو تنگ (و پریشان) کرنے سے اور (سارا دن) جھک جھک کرنے سے (جو) لوگوں کو پھسلانے میں (کیا کرتے ہو) ملال نہیں آتا

چوں ز غیبت و اَکل لحم مردماں — شصت سالت سیرئے نامد ازاں

ترجمہ (اور تو) غیبت کرنے اور لوگوں کا گوشت کھاتے کھاتے ساٹھ سال تک اس سے تم کو سیری نہ ہوئی۔

مطلب لوگوں کا گوشت کھانا کنایہ ہے اُن کی غیبت کرنے سے اس آیت کی بنا پر وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ اور تم ایک دوسرے کے پیٹھ پیچھے برا نہ کہو بھلا تم میں سے کوئی یہ گوارا کریگا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے یہ تو (یقیناً) تم کو گوارا نہیں (الحجرات ع ۲) یہاں ایک عجیب نکتہ ہے۔ وہ یہ کہ مولانا اس الزامی جواب میں انسان کے ان افعال مکروہ کا ذکر کر رہے ہیں جو طبعاً یا عادۃً تقریباً سب سے صادر ہوتے رہتے ہیں طبعی افعال جیسے اکل و شراب اور عادی افعال جیسے بیع شرا میں جھک جھک کرنا پس غیبت کو ان مثالوں میں لانا اس بات پر شاہد ہے کہ اس میں بھی تقریباً سب لوگ کسی نہ کسی حد تک مبتلا ہیں اس بنا پر یہاں مولانا کا ہر شخص سے خطاب صحیح ہو سکتا ہے بخلاف اس کے دیگر معاصی مثل زنا۔ قمار قتل وغیرہ کہ یہ نہ عام لوگوں سے صادر ہوتے ہیں۔ نہ افعال مکروہ عادیہ ہیں اس کی مثال لائی جا سکتی ہے۔ نہ مولانا ان کے الزامی ذکر سے عام خطاب فرما سکتے ہیں۔ پس اس سے معصیت غیبت کی ہمہ گیری اور اس کے وسیع ابتلا کا قیاس کرنا چاہئے اللّٰھُمَّ احفظ من آفات اللسان شصت سال سے مراد ساری عمر ہے یعنی ساری عمر تو غیبت سے باز نہ آیا کیونکہ اکثر لوگ اسی عمر تک پہنچتے ہیں۔

شعرہا در عشق قحبہ گفتہ تو — بے ملالت ہمچو گل بشگفتہ تو

ترجمہ (اور تو) تم نے بہت سے اشعار بدکار عورتوں کے عشق میں کہے ہیں اور بلا ملال (اس شعر گوئی سے) تم شگفتہ رہے ہو۔

مدحہا در صیدِ شُلّہ گفتہ تو　　　بے ملالی بارہا بشگفتہ تو

لغات شُلّہ بضم سین معجمہ وتشدید لام للّہ حیض و فرج زن (غیاث)
ترجمہ تم نے بہت سے تعریفی اشعار (کسی عورت کی شرمگاہ کو قابو میں لانے کے لئے کہے ہیں اور بلا ملال بارہا (اپنی اس طبع موزوں سے) تم شگفتہ ہوئے ہو۔

بار آخر گوئیش سوزاں و چست　　　گرم تر صد بار از بارِ نخست

ترجمہ پھر دوسری بار وہی (مدحیہ) اشعار اور زیادہ) پر سوز اور چست کہتے ہو (اور) پہلی بار سے سوگنا سرگرم ہو کر (کہتے ہو)
مطلب غزل گوئی کا ابتلا بھی ان لوگوں میں عام دیکھا گیا ہے جن کی طبیعتوں میں حسن پسندی کے ساتھ موزونیت کلام کا ملکہ جمع ہو جاتے کہ بعض اہلِ علم دار باب تقوٰی کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے آخر عمر میں متنبہ ہو کر اپنے عہد شباب کے ان مشاغل سے جو گویا عہدِ جاہلیت کے اعمال تھے استغفار کی اور غزلیات کے دیوان کو تلف کر دیا اور لیجیے :-

درد دارو ئے کہن را نو کند　　　درد ہر شاخ ملولی خو کند

لغات خو بفتح خائے معجمہ خود رو گھاس جو کھیتوں میں اگ پڑتی ہے -اور کاٹنا د غیاث)
ترجمہ مرض پرانی دوا کو جدید بنا دیتا ہے -مرض ملال کی ہر شاخ کو قطع کر دیتا ہے
مطلب - مریض کو جس دوا سے فائدہ محسوس ہو -خواہ وہ کوئی ناگوار جوشاندہ ہو یا تلخ یا تیز پھیکی ہو یا بدمزہ معجون ہو - اس کے کھانے پینے سے کبھی ملول نہیں ہوتا تو گویا بیماری نے اس کا یہ ملال دور کر دیا - اگر بیماری نہ ہوتی - تو وہ کبھی ان چیزوں کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا - آگے مولانا مرض ظاہر سے درد باطن کے ذکر کی طرف انتقال فرماتے ہیں - ظاہری مرض میں تو علاج سے ملال نہ تھا - یہاں خود درد سے ملال نہیں اور علاج کی پروا نہیں

کیمیائے نو کنندہ دردہاست　　　کہ ملولی آں طرف کو دردخاست

ترجمہ (پرانی چیزوں کو) نئی بنانے والی کیمیا (باطن کے) درد ہیں (پس) جہاں درد پیدا ہو (وہاں دلیری و) ملولی کہاں - صاحب سماء
گر بدر دو داغ روز افزون خود قانع شویم　　　برگِ عیش آمادہ تا روزِ جزا داریم ما

ہیں مزن تو از ملولی آہ سرد　　　درد جُو و درد جُو و درد درد

ترجمہ - خبردار ! تم (درد سے) ملول ہونے کی وجہ سے آہ سرد نہ کھینچو (بلکہ) درد طلب کرو

غزل گوئی کے متعلق

درد کی فضیلت

دردِ طلب کرو درد درد - امیر خسرو رح ؎

چاشنی دردِ دل آنکس کہ بشناسد مقش ۔ دل مجروح خود مرہم شناسد نیش را

صاحب رح ؎ ہیچ اہ صائب بحق نزدیکتر از درد نیست ۔ از طبیباں می کند پرہیز از اں بیمار ما

ولہ ؎ ماحوصلۂ درد ندا ریم دگرنہ ۔ ہر درد کہ قسمت نشود از غیب دوا ہمیست

حافظ رح ؎ عاشق یارم مرا با کفر و با ایماں چہ کار ۔ تشنۂ دردم مرا با وصل و ہجراں چہ کار

اور چونکہ عادتاً مدد طلب پیدا ہونے کا وسیلہ شیخ کامل کی محبت ہے اور ایسے شیخ کی تلاش میں دھوکے کا امکان ہے کہ بعض اوقات کسی ناقص کو کامل سمجھ کر اس سے رجوع کر بیٹھتے ہیں اس لئے آگے اس دھوکہ سے بچنے کی ہدایت فرماتے ہیں:-

خادع درد اند درماں ہائے ژاژ ۔ رہزنند و زرستاناں رسم باژ

لغات خادع دھوکا دینے والا ژاژ - بیہودہ باژ - باج - خراج

ترجمہ بیہودہ معالجات درد (ومرض) کے دھوکا دینے والے ہیں (ایسے معالجہ کے مدعی رہزن ہیں اور برسم خراج روپیہ بٹورنے والے ہیں -

مطلب - جس طرح مرض ظاہرا کا علاج کسی گرسنہ چشم نیم حکیم سے کرانا بالکل دھوکا کھانا ہے - کہ اس سے اضاعت مال اور ازدیاد مرض بلکہ موت کا احتمال ہے اسی طرح درد باطن پیدا کرنے کے لئے کسی شیخ ناقص و مزور کی طرف رجوع کرنا سخت غلطی ہے کہ اس کی صحبت کی نحوست سے عارضہ قوت کے زائل اور دردِ طلب کے پیدا ہونے کی بجائے اور بھی ظلمت باطن اور قسوتِ قلب کے چھا جانے کا اندیشہ ہے +

؎ نگاہدار خدایا مدام جامی را ۔ زشر رزق ریا پیشگانِ ازرق پوش

مولانا نے معالجہ باطن کے مدعیوں کی تشبیہ مدعیان طب ظاہری سے دی ہے بمقتضائے مقام و افادہ عام - یہاں ان مدعیان طب ظاہری کے متعلق چند کلمات حوالہ قلم کرنے ضروری معلوم ہوتے ہیں اگرچہ مقاصد کتاب سے ذرا دور جانا پڑتا ہے یہ لوگ

اطباء کے لباس میں رہزنوں کی ایک جماعت

حکماء و اطباء کے لباس میں گویا رہزنوں کا ایک گروہ ہے کہ خلق اللہ کی جان و مال پر ڈاکا ڈالتا پھرتا ہے - اس گروہ کی تر کتاز زیادہ تر دیہات کے بھولے بھالے لوگوں پر ہوتی ہے کبھی وہ شہروں میں بھی اپنا جال بچھاتے ہیں اور بعض غرض مند عاقل بھی ان کے دام فریب میں پھنس جاتے ہیں +

اس قماش کے بھوکے نیم حکیموں کی چند مخصوص عادات ہوتی ہیں بیمار یا تیماردار جو تنفلابانی کی دھن میں پس و پیش سے بالکل غافل ہوتا ہے ان عادات کو بطور علامات ملحوظ خاطر رکھ کر ان کی گرفت سے بچ سکتا ہے (۱) ایسے حکیموں کے پاس کسی مشہور طبی درسگاہ کی سند نہیں ہوتی نہ وہ کسی نامی گرامی طبی خاندان کے فرد ہوتے ہیں (۲) وہ دینی و دنیاوی علوم میں کوئی معتدبہ پایہ نہیں رکھتے (۳) ان کے قول و فعل میں عموماً مبالغہ، تضاد اور جھوٹ پایا جاتا

(۴) وہ اپنی دوا کی تعریف خود اپنے منہ سے نہایت مبالغہ کے ساتھ کیا کرتے ہیں (۵) وہ اپنی دوا کے گذشتہ کامیاب تجربوں کے قصے سنایا کرتے ہیں (۶) وہ اپنے سابقہ زیر علاج و شفایاب مریضوں سے معقول نذرانے اور گراں بہار انعام پانے کا ذکر کیا کرتے ہیں (۷) وہ بیماری سے پہلے بیمار کی مالی حالت کی تشخیص کیا کرتے اور ان کی نگاہ تجسس بیماری کی نبض سے پہلے اس کی جیب و کیسہ کی طرف جاتی ہے (۸) وہ یا تو نہایت خوش پوش خوش لباس بوٹ سوٹ سے مزین ہوتے ہیں یا فقیرانہ لباس و ہیئت رکھتے ہیں (۹) وہ اپنے بیمار یا بیمار دار سے نہایت خوشامدانہ اور میٹھی باتیں کیا کرتے ہیں بعض اس کے برعکس استغنا و بد دماغی سے پیش آیا کرتے ہیں گو اس کو بھی ایک نانی کمال سمجھا جاتا ہے (۱۰) بعض حریص معالج اپنے مریض یا تیمار داری کی کوئی اچھی چیز مثلاً ٹوپی۔ گھڑی۔ انڈی پینڈنٹ ہولڈر۔ تسبیح چھڑی۔ کتاب وغیرہ ذالک دیکھ کر اس کے لینے کی آرزو ظاہر کیا کرتے ہیں (۱۱) بعض تعجیل استفادہ کے لئے بیمار کے چند مقررہ ایام تک شفایاب ہونے کا قطعی حکم لگا دیا کرتے ہیں۔

اگر جلبِ دولت ہو دل میں کٹی ۔۔۔ طبابت نہیں بلکہ ہے رہزنی
معالج ہیں جب حرص کا ہو مرض ۔۔۔ معالج نہیں ہے مریضِ غرض
جو دل پا کے حق صبر کرتا نہیں ۔۔۔ وہ مٹی بھی کھا کھا کے بھرتا نہیں

آگے ان مدعیان طب ظاہری اور مدعیان معالجہ باطنیہ کے خدع و فریب کی مثال ہے۔

آب شورے نیست درمانِ عطش ۔۔۔ وقت خوردن گر نماید سرد و خوش

ترجمہ۔ کھاری پانی پیاس کا علاج نہیں ہے۔ اگرچہ پینے کے وقت ٹھنڈا اور خوشگوار معلوم ہو

لیک خادع گشت مانع شد ز جُست ۔۔۔ زآبِ شیرینے کزو صد سبزہ است

ترجمہ لیکن اس نے دھوکا دیا اور (دھوکا یہ دیا۔ کہ) وہ آب شیریں کی جستجو سے مانع ہوگیا جس سے (صحت و شفا کے) صدہا سبزے پیدا ہوتے ہیں۔

مطلب۔ جسطرح ظالم نیم حکیم نے محض طمع زر کے لئے مریض کو اپنے دامِ فریب میں پھنسا کر حکمائے حاذق کے علاج سے محروم رکھا اور اس غریب کے مال کے ساتھ اس کی جان کو بھی غارت کیا اسی طرح پیرِ ناقص نے خلقِ خُدا کی کمائی پر گلچھرے اڑانے کے لئے مریدوں کو اپنے مکر کے جال میں پھانس کر اہل اللہ کاملین کے فیض و صحبت سے بے بہرہ رکھا اور ان کے مال کو خورد برد کرنے کے علاوہ ایمان کو بھی خطرہ میں ڈال دیا۔ آگے ایک اور مثال ہے۔

ہمچنیں ہر زرِ قلبے مانع ست ۔۔۔ از شناسِ نقدِ زر ہر جا کہ ہست

ترجمہ۔اسی طرح ہر کھوٹا دینار کھرے دینار کی شناخت سے جہاں بھی وہ ہو مانع ہے
مطلب۔جسطرح مکار نیم حکیم اپنی چاندی کھری کرنے کے لئے مریضوں کو حکمائے حاذق سے متنفر کرتا رہتا ہے۔اسی طرح شیخ مزور اپنے سامان عیش کو تازہ رکھنے کے لئے مریدوں کو شیوخ کاملین کے معتقد ہونے کا مانع رہتا ہے کہ مبادا مریدوں کے ٹوٹ جانے سے اس کا بازار سرد پڑ جائے۔ شہر نابھہ میں پنجاب کے ایک جاہل اور متبرع پیر کی آمدورفت ہوئی جو عموماً رات کے وقت گیس کی روشنی میں اپنے چہرہ گلگوں اور کاکل عنبرین کی نمائش کے ساتھ اس دھوم دھام کے وعظ کہتا کہ صدہا عورتیں اور مرد پروانہ وار اس پر نثار ہوتے اور سلسلہ مریدین میں منسلک ہو جاتے۔اسی علاقہ کے ایک مرد خدا نے اس واعظ کے تخریب اخلاق اور تشویش عقائد کے فتنہ کو توڑنے اور اس کے دجل و فریب کا بھانڈا پھوڑنے کے لئے درس قرآن مجید کا حلقہ قایم کیا جس سے کئی گمراہ راہ راست پر آگئے۔اب واعظ نے اپنے مریدوں کو فہمائش کرنی شروع کی کہ قرآن مجید کے درس میں کبھی شامل نہ ہوں اس کا یہ ضرر ہے یہ نقصان ہے۔ یہ مثال ہے ہر زہر قلب مانعیت کی ایسا پیر مزور اپنی پیری کی دوکان کو سرد بازاری سے بچانے کے لئے مریدوں کو اس طرح قابو میں رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ جسطرح کسی پرندے کو پرواز سے روکنے کے لئے اس کے پر کاٹ دیئے جائیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

بال و پرت را بہ تزویرے برید ۔ کہ مُرادِ تو منم گیر اے مرید

ترجمہ۔اس (پیر مزور) نے تیری ترقی کے بال و پر کو فریب کے ساتھ کاٹ ڈالا اور تجھے اپنا معتقد رکھنے کے لئے تسلی دی) کہ اے مرید تیری مراد (بخشنے والا) میں ہوں (مجھے اپنی مراد) لے (کسی اور کے پاس تجھے جانے کی کیا ضرورت ہے"

گفت دردت چینیم و خود ڈرد بُود ۔ باطناً خار و بظاہر ورد بُود

ترجمہ (اور پھسلانے کے لئے) کہا میں تیرے مرض (باطن) کو چن (چن کر نکال) دونگا حالانکہ خود اس مکّار کا قرب بمنزلہ) مرض تھا وہ (اپنے) باطن کے لحاظ سے (بمنزلہ خار اور ظاہر میں گلاب کا پھول تھا آگے مولانا نصیحت فرماتے ہیں)

رُو ز درمانِ دروغیں مے گریز ۔ تا شود وَردت مطیّب مشک بیز

ترجمہ (اے طالب) جا جھوٹے معالجہ سے بھاگتا رہ۔تاکہ تیرا درد (پاکیزہ) اور) مشک بیز ہو جائے۔

مطلب ورد کا لفظ یہاں دو معنوں میں مشترک واقع ہوا ہے۔ایک درد بمعنی مرض باطن جس کو حجاب غفلت قسوت قلب اور کدورت روح وغیرہ الفاظ سے تعبیر کر سکتے ہیں اور پیرکے

شعر میں وہی مراد تھا جس کو شیخ مزور نے چن چن کر نکال دینے کا وعدہ کیا تھا۔ حالانکہ وہ خود اس مرض میں مبتلا ہے۔ او خویشتن گم ست کرا رہبری کند۔ دوسرا درد یعنی سوز طلب یہ درد مقصود اور محمود ہے اور شیخ کی صحبت سے اس کا پیدا ہونا مطلوب ہے اور اس شعر کے مصرعہ ثانیہ میں یہی مراد ہے۔ فرماتے ہیں کہ شیخ مزور سے مرض باطن کے علاج کی امید نہ رکھو۔ جو کچھ پہلے سے تمہارے اندر سوز طلب موجود ہے وہی غنیمت ہے اس کو کسی شیخ کامل کی صحبت میں ترقی دو۔ اسی پر قرب و وصول اور نسبت مع اللہ کے ثمرات محمودہ مرتب ہوجائینگے آگے عود پھر قصہ کی طرف۔

گفتن عسس خواب خود با غریب　　نشان گنج دادن ہم در خانۂ او

ترجمہ کوتوال کا مسافر کو اپنا خواب سنانا اور خود اس کے گھر میں خزانہ کا پتہ بتانا

گفت دزدی ونے تو فاسقی　　مرد نیکی لیک گول و احمقی

ترجمہ اس (کوتوال) نے کہا مجھے یقین ہے کہ) تو نہ چور ہے نہ بدکار ہے (بلکہ) ایک نیک آدمی ہے لیکن سادہ لوح اور احمق ہے۔

بر خیال خواب چندیں رہ کنی　　نیست عقلت را تسوئے روشنی

ترجمہ تو ایک خواب کی دھن میں اتنا لمبا (راستہ طے) کرتا ہے۔ تیری عقل میں ذرہ بھر روشنی نہیں

بر خیالے ایچنیں راہ دراز　　پیش گیری از سر جہل و آز

ترجمہ تو (محض) ایک خیال (کی بنا) پر اس قدر لمبی مسافت بیوقوفی اور حرص کی رو سے اختیار کرتا ہے

بارہا من خواب دیدم مستمر　　کہ بہ بغداد ست گنج مستتر

ترجمہ میں نے بارہا لگاتار خواب دیکھا ہے کہ بغداد میں ایک مخفی خزانہ ہے

در فلاں کوئے و فلاں خانہ دفین　　بود آں خود نام خانہ و کوئے ایں

ترجمہ جو فلاں محلہ اور فلاں گھر میں مدفون ہے (اور تماشا یہ کہ) وہ خود اسی (شخص) کے گھر اور محلہ کا نام تھا جو اس نے بتایا۔ کوتوال کہتا ہے کہ مجھ سے اسی خواب میں کہا گیا کہ:۔)

ہست در خانہ فلانے رو بجو　　نام خانہ و نام او گفت آں عدو

ترجمہ وہ (خزانہ) فلاں گھر میں (گڑا ہوا) ہے۔ جانتلاش کرو اور) اس حریف اکوتوال نے اسی شخص کے گھر کا نام بتایا

انتباہ۔ عدو بمعنی دشمن مراد نہیں کیونکہ کوتوال نے اس کے ساتھ کوئی دشمن وار بد سلوکی نہیں کی اور ڈنڈے جو مارے تھے۔ تو وہ اس کے فرض منصبی کا مقتضا تھا نہ کہ کسی ذاتی کینہ وبغض کا بلکہ یہاں عدو سے حریف مراد ہے اور یہ بدیں لحاظ کوتوال خزانہ کے معاملہ میں اس شخص کا مدمقابل تھا۔ چنانچہ یہ تو خزانہ کا طالب ہے اور وہ اس کا خواب دیکھتا ہے۔ یہ اس کو پالیتا ہے اور وہ محروم رہ جاتا ہے۔

دیدہ ام خود بارہا ایں خواب من | کہ بہ بغداد ست گنجے در وطن

ترجمہ۔ میں نے خود بارہا یہ خواب دیکھا ہے کہ بغداد میں ایک خزانہ آبادی کے اندر ہے (نہ کہ ویرانہ میں)

ہیچ من از جا نہ رفتم زیں خیال | تو بیک خوابے بیائی بے ملال

ترجمہ۔ میں نے (بار بار خواب دیکھ کر بھی) اس خیال پر کبھی (اپنی) جگہ سے (نقل و) حرکت نہیں کی تو (صرف) ایک خواب (کے دیکھنے) سے بے تکان (دوڑا) چلا آتا ہے۔

خواب احمق لائق عقل وے است | ہمچو او بے قیمت ست ولاشے است

ترجمہ۔ (واقعی احمق کا خواب اس کی عقل کے لائق ہوتا ہے اسی (کی حیثیت) کی مانند بے قیمت اور ناچیز (ہوتا ہے)

خواب زن کمتر ز خواب مرد داں | از پئے نقصان عقل و ضعف جاں

ترجمہ: اسی طرح (تم عورت کے خواب کو (اس کے ناقصۃ العقل ہونے اور اس کی (روحانی کمزوری کے سبب سے مرد کے خواب سے کم رتبہ سمجھو

مطلب حدیث شریف میں آیا ہے ھن ناقصات العقل والدین یعنی عورتوں کی عقل اور دین دونوں ناقص ہیں مصرعہ ثانیہ اس حدیث کی طرف تلمیح روحانی کمزوری کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ صنف نوانی میں اولیاء اللہ بہت کم ہوئی ہیں۔ جس کی وجہ یہی ہے کہ ان میں ضبط نفس، تحمل ریاضت، اور صبر و استقامت نہیں ہوتا جس حصول کمالات کے لئے مبادیات کے لئے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رح کے قبیلہ کی ایک بی بی نے ان سے عرض کیا کہ ہم کو بھی کچھ ذکر و شغل بتا دیجئے۔ انہوں نے فرمایا تم عورتوں سے یہ کام ہونا مشکل ہے نماز روزہ وغیرہ فرائض کی پابندی کافی ہے۔ اس بی بی نے اصرار کیا تو فرمایا اچھا تو پہلے یوں کرو۔ جس قدر کھانا تم ایک وقت کھاتی ہو اس سے آدھا کم کردو۔ اور آدھا کھانا

کھانے پر اکتفا کیا کرو۔ پھر آگے کوئی اور کام بتایا جائیگا۔ بی بی بولی یہ تو ہم سے نہیں ہوسکتا حاجی صاحب نے فرمایا تو پھر تم سے ذکر و شغل بھی نہیں ہونے کا +

خواب ناقص عقل و گول آید کساد ٭ پس ز بے عقلے چہ باشد خواب؟ باد

ترجمہ (جب) ناقص العقل (عورت) اور احمق (مرد) کا خواب نکما ہوتا ہے (جن میں کچھ نہ کچھ تو عقل ہوتی ہی ہے) تو (پھر مجھ جیسے) بے عقل کا خواب کیا ہوگا؟ (محض) باد ہوائی (کوتوال تو اس بغدادی کو ناصحانہ خطاب میں یہ تنبیہ کر رہا ہے مگر بغدادی نے شاید اپنے خزانہ کی دھن میں کوتوال کا ایک لفظ بھی سنا اور سمجھا نہ ہوگا چنانچہ:۔

گفت با خود گنج در گنج من ست ٭ پس مرا آنجا چہ فقر و شیون ست

ترجمہ اس (بغدادی) نے اپنے جی میں کہا خزانہ تو (خود) میرے (گھر کے) کونے میں (مدفون) ہے پھر مجھ کو وہاں کونسی محتاجی اور ماتم (در پیش) ہے

بر سر گنج از گدائی مردہ ام ٭ زانکہ اندر غفلت و در پردہ ام

ترجمہ (باوجود اس کے کہ) میں (خود) خزانہ کے روبرو (بیٹھا ہوں (پھر) گدائی سے مرا جا رہا ہوں اس لئے کہ میں (اس خزانہ کی طرف سے) غفلت اور پردہ میں ہوں۔

زیر لب بشارت مست شد درد تن نماند ٭ صد ہزار الطہر زیر لب بخواند

ترجمہ غرض اس بشارت سے وہ مست ہوگیا (اور اس کو صعوبت سفر تمنائے خزانہ اور کوتوال کی زدو کوب کا کوئی دکھ درد) نہ رہا (اور) لاکھوں شکرانے کے کلمات اس نے چپکے چپکے پڑھے

مطلب۔ چپکے پڑھنے سے یہ مقصد تھا کہ کوتوال اس راز سے آگاہ نہ ہو جائے۔ کہ جو محلہ اور گھر اس نے خواب میں دیکھا تھا۔ اور جس کو اب تک غیر واقعی اور جھوٹا خواب سمجھتا تھا فی الواقع اس نام کا کوئی محلہ اور گھر بغداد میں ہے جس سے ممکن ہے کہ کوتوال کو بھی وہاں خزانہ کے مدفون ہونے کا احتمال ہو جائے اور اس سے کوئی اور جھگڑا بکھیڑا پڑ جائے۔

گفت بد موقوف ایں لت پوت من ٭ آب حیواں بود در حانوت من

لغات لت مارنا۔ کوشار رشیدی میں لکھا ہے کہ اس کے معنی ہیں لات مارنا (اور یہ ہندی لفظ لات کا مخفف ہے (غیاث)

ترجمہ (بغدادی نے اپنے جی میں) کہا میری یہ نعمت لات (اور گھونسا کھانے پر موقوف تھی آبحیات

میری دکان ہی ہیں تھا سعدیؒ ؎

دلارام ور بر دلا رام جوئے　　لب از تشنگی خشک بر طرف جوئے

رو کہ بر لوتِ شگرفے بر زدم　　کورئ آں وہم کہ مُفلس بُدم

ترجمہ: (اے نفس گھر کی طرف) چل کہ ایک عجیب نعمت پر میں نے ہاتھ مارا ہے۔ آنکھیں پھوٹیں اس وہم کی کہ میں مفلس تھا (آگے دل ہی دل میں کو تو اں کو خطاب کرتا ہے)

خواہ احمق داں و خواہی عاقلم　　یافتم ہر چہ کہ میں خواہد دلم

ترجمہ: خواہ تم مجھے احمق سمجھو اور خواہ عاقل۔ میرا دل جس چیز کو چاہتا ہے وہ میں نے پالی

خواہ احمق داں مرا خواہی فرد　　آن من شد ہر چہ منخواہی بگو

ترجمہ: خواہ تم مجھ کو احمق کہو یا فرومایہ کہو۔ وہ خزانہ تو (اب) میری ملک ہو گیا۔ تم جو جی میں آئے کہو۔

من مُرادِ خویش دیدم بیگماں　　ہر چہ خواہی گو مرا اے بد دہاں

ترجمہ: بلا شبہ مجھے اپنی مراد نظر آگئی (اب) اے بد زبان جو کچھ تیرا جی چاہے مجھے کہہ لے

گو مرا پُر درد گوائے محتشم　　پیش تو پُر درد پیشِ خود خوشم

ترجمہ: اے معزز! خواہ مجھ کو مرض کا مارا کہہ لے۔ تیرے سامنے میں مرض کا مارا ہوں اور اپنے نزدیک چنگا بھلا ہوں (کوتوال اس کو بے عقلی و بیوقوفی کے عوارض میں مبتلا کہہ چکا ہے)

وائے گر بر عکس بودے ایں مطار　　پیشِ تو گلزار و پیشِ خویش خوار

ترجمہ: (بڑا) افسوس ہوتا اگر یہ پرواز فکر، کا موقع بر عکس ہوتا (یعنی) تیرے نزدیک (میں فضائل کا گلزار (ہوتا) اور خود اپنی نظر میں (فضائل سے خالی اور) ذلیل ہوتا

مطلب یعنی شکر ہے کہ تو غلط فہمی سے مجھے بے عقل سمجھ رہا ہے اور میں بفضل خدا عقل سے بے بہرہ نہیں ہوں۔ لیکن اگر اس کے بر عکس تو خلاف واقعہ مجھ کو عاقل سمجھتا حالانکہ مجھ میں اپنے اندر عقل و فہم کا کوئی شمہ نظر نہ آتا تو قابل افسوس بات ہوتی کیونکہ اس سے میں بھی غلط فہمی میں پڑ جاتا اور اپنی عقل کے غرور سے دوسرے عقلا کی بات پر عمل نہ کرتا اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ یہاں اپنے فضائل کی رو سے واستحضار کی تعریف کی گئی ہے

جو باعث عُجب و غرور ہے اور تواضع و کسر نفسی کے خلاف ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ من آنم کہ من دانم۔ میں اچھا ہوں یا بُرا اپنے آپ کو خود جانتا ہوں۔ پس کسی کا واقفیت سے زیادہ مجھ کو حقیر سمجھنا مجھے مغموم نہیں کر سکتا۔ آگے اس کی ایک مثال ہے:-

بافقیرے گفت روزے یک خسے　　کہ ترا اینجانمے داند کسے

ترجمہ۔ ایک روز کسی فقیر سے ایک کمینے نے کہا ارے، تجھے یہاں کوئی نہیں جانتا۔

گفت او گر مے نداند عامیم　　خویش را من نیک میدانم کیم

ترجمہ۔ اس نے جواب دیا کہ اگر عام آدمی مجھے نہیں جانتا تو کیا پروا ہے) میں (خود) اپنے آپ کو بخوبی جانتا ہوں کہ میں کون ہوں۔

وائے گر بر عکس بودے درد و ریش　　او بدے بینائے من من کور خویش

ترجمہ افسوس (تو جب تھا کہ) اگر دکھ اور زخم اس کے برعکس ہوتا یعنے وہ میرے احوال کے متعلق بینا ہوتا (اور) میں اپنے (احوال) سے بے بصر ہوتا

مطلب۔ کیونکہ اس صورت میں میں نہ اپنے معائب سے آگاہ ہو کر ان کی اصلاح کر سکتا اور نہ اپنے فضائل و کمالات کے کسی درجہ سے مطلع ہو کر اگلے درجہ کی ترقی کے لئے کوشش کر سکتا ویسی گو یونہی کا مینڈک بنا رہتا۔

احمقم گیر احمقم من نیک بخت　　بخت بہتر از لجاج و روئے سخت

ترجمہ۔ (اجی کوتوال صاحب) تم مجھ کو احمق ہی سمجھ لو (چلو) میں احمق سہی (مگر) خوش نصیب تو ہوں۔ نصیب خصومت اور ترشروئی سے بہتر ہے۔

مطلب اگر اب میں اپنی عقل کا ثبوت دینے اور تمہارے الزام کی تردید کرنے کے لئے بحث کروں۔ تو اس بحث اور تکرار سے کیا فائدہ ہوگا۔ میں عاقل ہوں یا بے عقل بہرحال خزانہ پانے کی وجہ سے خوش نصیب تو ہوں تم جیسے عاقلوں سے ہزار درجہ بہتر ہوں جو خزانہ کا خواب دیکھتے دیکھتے اس سے بے بہرہ رہے اور میں نے اس کو پا لیا سعدی رحمۃ اللہ

کیمیا گر بہ غصہ و رنج　　ابلہ اندر خرابہ یافتہ گنج

ایں سخن بر وفق ظنّت مے جہد　　ورنہ بختم داد عقلم مے دہد

ترجمہ یہ (اپنی بے عقلی کا) اعتراف (میری زبان سے بطور تنزیہ) تیری بدگمانی کے موافق نکل رہا ہے۔ ورنہ میری خوش قسمتی تو میری عقل کی داد دے رہی ہے۔

بازگشتن غریب مصر ببغداد و یافتن گنج را در خانہ

مصر کے مسافر کا بغداد واپس جانا - اور خزانہ کو گھر ہیں پانا -

بازگشت از مصر تا بغداد او　　ساجد و راکع ثنا گو شکر گو

ترجمہ وہ (بغدادی) مصر سے بغداد کو واپس گیا، سجدہ کرتا ہوا رکوع کرتا ہوا ثناء و شکر کرتا ہوا۔

جملہ رہ حیران و مست او زین عجب　　ز انعکاس روزی و راہِ طلب

ترجمہ تمام راستہ (میں) وہ عجیب بات سے (اور) روزی اور اس کے راہ طلب کے الٹے حساب سے حیران و مست (تھا)

کز کجا امیدوارم کردہ بود　　وز کجا افشاند بر من سیم وجود

ترجمہ کہ اس نے مجھ کو امیدوار تو کہاں سے کیا تھا اور مجھ پر چاندی اور بخشش کہاں سے بکھیری

ایں چہ حکمت بود کاں قبلہ مراد　　آدم از خانہ بروں گمراہ و شاد

ترجمہ اس میں کیا حکمت تھی کہ اس قبلہ مرادات نے مجھ کو گھر سے گمراہ اور مسرور نکالا (گمراہ اس لئے کہا کہ خزانہ تو گھر میں تھا اور وہ اسی طلب میں مصر پہنچا اور خزانہ پانے کی امید میں اس گمراہی پر خوش تھا۔

تا شتاباں در ضلالت مے شدم　　ہر دم از مطلب جدا ترمے بدم

ترجمہ - یہاں تک کہ میں (اسی) گمراہی میں دوڑا جاتا تھا (اور) دم بدم (اپنے) مقصود سے (جو گھر ہی میں موجود تھا) زیادہ دور ہوتا جاتا تھا۔

باز آں عین ضلالت را بجود　　حق وسیلت کرد اندر رشد و سود

ترجمہ پھر حق تعالےٰ نے عین اسی گمراہی کو اپنے کرم سے راست روی اور نفع یابی کا وسیلہ بنا دیا (یعنی میں گمراہی میں مصر پہنچا تو مصر ہی سے خزانہ کا سراغ مل گیا۔

بیانِ بعضے عجائب تصرفات الٰہیہ

اللہ تعالےٰ کے بعض عجائب تصرفات کا بیان

مطلب یعنی وہ تصرفات الٰہیہ جن میں وہ بعض اسباب پر غیر متوقع مسببات ترتیب فرماتا ہے۔

اور اس بیان سے مقصود توحید و توکل اور خوف و رجا کی تعلیم ہے اور یہ کہ اسباب پر بھروسہ نہ رکھنا چاہئے بلکہ مسبّب پر نظر رکھیں۔

گمرہی را منہج ایمان کند گرہ روی را مقصد احسان کند

ترجمہ حق تعالےٰ (بعض اوقات) گمراہی کو ایمان کا راستہ بنادیتا ہے (اور کبھی اس کے برعکس اخلاص کا مقصد کجروی کو ٹھیراتا ہے

مطلب۔ ادھر تو وہ گمراہی نیکی بن جاتی ہے اور ادھر اخلاص بدی کا رنگ اختیار کر لیتا ہے پہلی بات کی مثال حضرت عمرؓ کا ایمان لانا ہے جو اپنے بہنوئی اور بہن کے ایمان لانے کی خبر سُن کر ان کو ایذا پہنچانے کے گمراہانہ قصد سے گئے تھے۔ مگر وہاں جانا آیات قرآنیہ سننے اور ان کے اثر سے دولت ایمان کے ساتھ مُشرف ہونے کا باعث ہوگیا دوسری بات کی مثال ابلیس کا ارتداد ہے جس کو اس کی طاعت و عبادت کے عُجب نے برباد کیا آگے ان دونوں حکموں کی بعض حکمتیں بطور لف و نشر غیر مرتب مذکور ہیں۔

تا نباشد ہیچ محسن بے وجا تا نگردد ہیچ خائن بے رجا

لغات۔ وجا بفتح ترس واندہ (غیاث) خائن خیانت کرنے والا اس سے مراد احکام الٰہیہ کی ودیعت میں خیانت یعنی ان کی خلاف ورزی کرنے والا ہے یعنی عاصی اور حق کا نافرمان بطور اطلاق الخاص علی العام

ترجمہ اور حق تعالےٰ ایسا اس لئے کرتا ہے) تاکہ کوئی نیکی کرنے والا بے خوف نہ رہے اور تاکہ کوئی عاصی نا امید نہ ہو۔

اندرون زہر تریاق آں حفی کرد تا گویند ذو اللطف الخفی

ترجمہ اس مہربانی نے زہر (مضر) کے اندر تریاق (مفید کو مضمر) کر رکھا ہے تاکہ لوگ اس کو، چھپی مہربانی والا کہیں ورنہ اگر اس کے تمام الطاف مواقع متوقع ہی سے ظاہر ہوتے تو وہ ذو اللطف تو کہلاتا مگر ذو اللطف الخفی نہ کہلاتا۔

نیست مخفی در نماز آں مکرمت در گنہ خلعت نہد آں مغفرت

ترجمہ (چنانچہ) وہ کرم نماز میں مخفی نہیں ہے (کہ اس کا باعث کرم ہونا ظاہر ہے بلکہ اس کے کرم مخفی کا نمونہ یہ ہے کہ وہ گناہ میں) اس مغفرت کا خلعت رکھ دیتا ہے (اس طرح کہ بعض اوقات گناہ سے اس قدر ندامت ہوتی ہے کہ وہ مغفرت کے لئے کافی ہوتی ہے۔

منکراں را قصد اذلال ثقات ذُل شدہ عزّ و ظہور معجزات

ترجمہ (اس طرح) منکروں کا قصد (انبیا علیہم السلام سے معجزات طلب کرنے سے ان انبیا) مقبولین کو ذلیل کرنے کا تھا (وہی) ذلت جو کفار کو متوقع تھی ان حضرات کے لئے) عزت اور ظہورِ معجزات (کی باعث) بن گئی۔

قصدِ شاں زانکارِ ذُلِّ دیں بُدہ   عینِ ذل عزِّ رسولاں آمدہ

ترجمہ۔ ان کافروں کو (اسلام کا انکار کرنے سے دین کی ذلت مقصود تھی (مگر) عین (وہی ذلت (جو ان کی توقع میں تھی)، رسولوں کی عزت (بن کر ظاہر) ہوئی۔

گرنہ انکار آمدے از ہر بدے   معجزہ و بُرہان چرا نازل شدے

ترجمہ اگر ہر آدمی سے انکار واقع نہ ہوتا تو معجزہ اور برہان کیوں نازل ہوتے (آگے اس کی مثال ہے)

تا نگردد خصمِ تو مصداق خواہ   کے کند قاضی تقاضائے گواہ

ترجمہ۔ جب تک تمہارا فریق مخالف تمہارے سچ کا) ثبوت طلب نہیں کرتا۔ تو قاضی (تم سے) گواہ (پیش کرنے) کا تقاضا کب کرتا ہے۔

معجزہ ہمچوں گواہ آمد زکی   بہرِ صدقِ مُدّعی در بیشکی

ترجمہ پس معجزہ (نبوت کا) دعویٰ کرنے والے کی سچائی کے متعلق شبہ رفع کرنے میں ایک ہوشیار گواہ کی مانند ہے۔

طعنہ چُوں مے آمد از ہر ناشناخت   معجزہ مے داد حق و مے نواخت

ترجمہ جب ہر بے تمیز (کافر) کی طرف سے (نبی کی تکذیب کا) طعنہ آتا تھا تو حق تعالےٰ (اس کی تصدیق کے لئے) معجزہ عطا فرماتا اور (نبی کی عزت افزائی کرتا تھا غرض کفار نے انبیاء کو رسوا کرنے کا سامان کیا وہ خود انہی کے لئے باعثِ رسوائی اور انبیاء کے لئے باعثِ افزائی ہوا)

مکرِ آں فرعون سی صد تو بُدہ   جملہ ذُلّ او و قمعِ او شدہ

ترجمہ۔ چنانچہ اس فرعون کا مکر تین سو گنا تھا جس سے اُس کا مقصود اپنا اعزاز اور موسیٰ کی تذلیل تھی (مگر) سب کا سب اسی کے لئے (باعثِ) ذلت اور (موجب) تباہی ہوا

ساحراں آوردہ حاضر نیک و بد   تا کہ جرحِ معجزہ مُوسےٰ کند

ترجمہ۔ اس کا ایک مکر یہ تھا کہ) اس نے ماہر (و غیر ماہر) جادوگروں کو حاضر کیا تاکہ مُوسےٰ علیہ السلام کے معجزہ

(عصا) میں جرح کرے

تا عصا را باطل و رسوا کند　　اعتبارش را ز دلہا بر کند

ترجمہ: تاکہ عصا (کے معجزہ) کو بکار و خوار کردے (اور) اس کی وقعت کو دلوں سے اٹھادے

عینِ آں مکر آیت موسےٰ شدہ　　اعتبارِ آں عصا بالا شدہ

ترجمہ تو بالکل وہی مکر موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ بن گیا (اور) اس عصا کی وقعت دو بالا ہو گئی (یعنی جب ساحروں کا سحر اس عصا سے مغلوب ہوگیا تو ساحر مسلمان ہو گئے اور موسیٰ علیہ السلام کی شوکت وقعت زیادہ ہو گئی۔

لشکر آرد او پگہ تا حولِ نیل　　تا زند بر موسےٰ و قومش سبیل

ترجمہ (فرعون کا ایک اور مکر یہ تھا کہ) وہ علی الصباح ساحل نیل پر اپنا لاؤ لشکر لاتا ہے تاکہ حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کا راستہ بند کردے۔ تو:۔

ایمنیِ امتِ موسےٰ شود　　او بہ تحت ارض و ہاموں در رود

ترجمہ تو (اس کا یہی مکر موسےٰ علیہ السلام کی قوم کے لئے امن کا باعث ہو جاتا ہے (اور) وہ (مردود غرق ہوکر) زمین اور صحرا کے نیچے پہنچ جاتا ہے (جس سے بنی اسرائیل ہمیشہ کے لئے مطمئن ہوگئے)

گر بمصر اندر بُدے و نامدے　　وہم از سبطی کجا زائل شدے

ترجمہ (ورنہ) اگر وہ مصر ہی میں رہتا اور حضرت موسیٰ کے تعاقب میں نہ آتا) تو بنی اسرائیل کا (خوف و) وہم (اس کی طرف سے کب دور ہوتا (پس اس کا یہ چڑھائی کرکے آنا بنی اسرائیل کے لئے نہ صرف باعث امن بلکہ ہمیشہ کے لئے دافع وہم ہوگیا)

آمد و در سبط افگند او گداز　　کہ بداں کہ امن در خوف ست راز

ترجمہ (چنانچہ وہ تعاقب کرتا ہوا) آیا اور بنی اسرائیل میں (ایک جاں) گداز (دہشت) ڈال دی (جو قدرت الٰہیہ کہتی تھی کہ) یاد رکھو (اس) خوف میں امن مضمر ہے۔

ایں بُود لطفِ خفی کو را صمد　　نار بنماید خود آں نورے بُود

ترجمہ (حق تعالیٰ کی) مخفی مہربانی یہی تو ہے کہ (وہ) بے نیاز (بظاہر) آگ دکھاتا ہے اور وہ (فی الحقیقت) نور ہی ہوتا ہے۔

نیست مخفی مزد دادن در تقا　　ساحراں را اجر بیں بعد از خطا

ترجمہ (اور) پرہیزگاری کا اجر دینا (لطف) خفی نہیں ہے (بلکہ) لطف جلی ہے لطف خفی کا معلوم کرنا ہو تو) ساحروں کے اجر کو دیکھو جو ان کو حضرت موسیٰ کے ساتھ مقابلہ ومعاوضہ کرنے کے) گناہ کے بعد دیا گیا یعنی ساحر موسیٰ علیہ السلام سے مغلوب ہو کر ایمان لائے اور فرعون کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالنے کی دھمکی کے باوجود ایمان پر قائم رہے)

نیست مخفی وصل اندر پرورش ساحراں را وصل داد او در برش

ترجمہ (اسی طرح) پرورش (اور عطا، نعمت میں) وصل مخفی نہیں (بلکہ ظاہر ہے) وصل (مخفی تو وہ ہے جیسے) اس نے ساحروں کو (ہاتھ پاؤں کے) کاٹنے میں بخشا

مطلب۔ بظاہر ان ساحروں کو ہاتھ پاؤں کاٹنے کی اذیت شدید پہنچ رہی تھی تو اس اذیت میں نعمت وصل مضمر تھی یعنی انہوں نے ایمان لانے کے عوض میں جو عذاب برداشت کیا تو اس سے ان کو قرب حق حاصل ہو گیا۔

نیست مخفی سیر با پائے روا ساحراں را سیر بیں در قطع پا

ترجمہ چلتے ہوئے پاؤں سے چلنا (لطف) مخفی ہے (بلکہ لطف ظاہری ہے ہاں لطف مخفی دیکھنا ہو تو) ساحروں کا قطع پا (کی حالت) میں (مراتب قرب میں) چلنا دیکھ لو۔ آگے اس پر ایک تضریع ہے۔

عارفان زانند دائم آمنوں کہ گزر کردند از دریائے خوں

ترجمہ عارف لوگ اسی سبب سے (دنیا کے خطرات سے) بےخوف ہیں کیونکہ وہ خطرات کے دریائے خون سے عبور کر چکے ہیں۔

امنِ شان از عینِ خوف آمد پدید لاجَرَم باشند ہر دم در مزید

ترجمہ ان کا امن عین خوف سے ظاہر ہوا ہے اس لئے وہ ہر دم (امید لطف کی) ترقی میں ہیں۔

امن دیدی گشتہ در خوفے خفی خوف بیں ہم در امیدائے صفی

ترجمہ تم نے (ابیاتِ بالا میں) خوف کے اندر امن مخفی دیکھ لیا (اگلے اشعار میں اے برگزیدہ خوف کو بھی امن کے اندر مضمر دیکھ لو

آں امیر از مکر بر عیسیٰ تند عیسیٰ اندر خانہ رو پنہاں کند

ترجمہ (دیکھو) وہ (یہودی) امیر مکر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درپے ہوتا ہے (اور)

عیسےٰ علیہ السلام (اس سے بچنے کے لئے) ایک گھر میں روپوش ہو جاتے ہیں

مطلب اس میں یہودی حکومت کی اس سازش قتل کا مجملاً ذکر ہو رہا ہے۔ جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے خلاف کی گئی تھی تفصیل اس کی یہ ہے کہ حضرت عیسےٰ کے زمانے میں بنی اسرائیل کا کوئی حاکم بڑا ظالم اور سرکش تھا حضرت عیسےٰ رضؓ نے اس کو دین الٰہی کی بہت ہدایت کی مگر وہ راہ راست پر نہ آیا۔ بلکہ حضرت عیسےٰ کے قتل کے درپے ہو گیا۔ اس لئے وہ ایک مکان میں روپوش ہو گئے۔ اور انھوں نے اپنے حواریوں کو بلا کر وصیت کی کہ میرے بعد قبیلہ قریش سے ایک عربی نبی پیدا ہوگا۔ تم اپنی اولاد کو نسلاً بہ نسل وصیت کرتے جاؤ کہ جو کوئی اس نبی کے وقت میں موجود ہو۔ وہ اس پر ایمان لائے۔ حضرت عیسےٰ کا ایک حواری جس کا نام یہودا تھا ان سے برگشتہ ہو گیا۔ اور اس نے حاکم کے پاس جا کر کہا کہ اگر میں عیسےٰ کا پتہ بتادوں تو مجھے کیا انعام ملے گا۔ حاکم نے کہا تیس درم پر وہ راضی ہو گیا۔ اور تیس درم لیکر حضرت عیسےٰ کا پتہ بتادیا۔ یہودی لوگ تو حضرت عیسےٰ کے دشمن تھے ہی۔ انھوں نے ان کو سولی پر چڑھانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ حاکم مطلق کے حکم سے حضرت جبرئیل فرشتہ نازل ہوا اور وہ حضرت عیسےٰ کو آسمان پر لے گئے۔ ادھر کیا تماشا ہوا کہ مخبر کی شکل خدا کے حکم سے ہو بہو حضرت عیسےٰ کی سی ہو گئی۔ جب مخبر نشان دہی کے لئے سرکاری آدمیوں کے آگے آگے اس مکان میں پہنچا۔ حضرت عیسےٰ رضؓ روپوش ہوئے تھے تو حضرت عیسےٰ کے دھوکے میں خود ہی گرفتار ہو گیا۔ یہودی لوگ اس کو حضرت عیسےٰ سمجھ کر گھسیٹتے ہوئے حاکم کے پاس لے گئے اور راستے میں بھی حقارت کرتے گئے کوئی منہ پر تماچے مارتا تھا۔ کوئی سر پر کانٹے رکھ دیتا تھا کوئی کہتا تھا کہ تم مُردے زندہ کرتے تھے۔ اب ہم سے اپنے آپ کو کیوں نہیں چھڑا لیتے یہودا نے ہر چند قسمیں کھا کھا کر کہا کہ میں عیسےٰ نہیں ہوں بلکہ یہودا ہوں مگر وہ کب ماننے والے تھے۔ آخر کشاں کشاں لیجا کر یہودا کو سولی پر چڑھا دیا پھر حضرت کے ایک رشتہ دار نے اس کی لاش کو حکومت سے مانگ کر دفن کر دیا یہ روایت اسلام کے صحیح عقیدہ کے عقیدہ کے مطابق ہے۔ اس میں دو باتیں محل بحث ہیں ایک حضرت عیسےٰ کا آسمان پر چلے جانا دوسرا حضرت عیسےٰ کے دھوکے میں یہودا کا سولی پر چڑھنا۔ نصاریٰ اسلام کے ساتھ پہلی بات میں متفق اور دوسری میں مختلف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ سولی پر یہودا نہیں بلکہ حضرت عیسےٰ کو چڑھایا گیا اور ان کی موت اسی سے واقع ہوئی پھر ان کی لاش کو دفن کر دیا گیا۔ تین دن کے بعد ان کی قبر خالی پائی گئی کیونکہ وہ زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے فرقہ مرزائیہ قادیانیہ اس عقیدہ اسلام سے پہلی بات میں مختلف اور دوسری بات میں متفق ہے۔ اس لئے نزدیک فی الواقع حضرت عیسےٰ کی بجائے مخبر ہی سولی پر چڑھایا گیا۔ مگر حضرت عیسےٰ آسمان پر نہیں گئے بلکہ روپوشی کی حالت میں کسی دوسرے ملک کی طرف نکل گئے اور پھر وہیں وفات پائی۔ غرض مولانا فرماتے ہیں

اندر آید تا شود او تاجدار   خود ز شبہِ عیسےٰ آمد تاج دار

حضرت عیسےٰ کے خلاف حکومت کی سازش قتل کا قصہ

ہونے کے متعلق نصاریٰ اور فرقہ مرزائیہ کا اختلاف اسلام سے

ترجمہ وہ (یہودی مخبر) اندر آیا تاکہ (اس کارگزاری کے عوض میں عزت کا) تاج حاصل کرے (مگر حضرت عیسٰے کا ہم شکل بن جانے سے خود سولی پر چڑھ گیا

مطلب اوپر کے شعر میں اس مخبر کو امیر کہا ہے شاید وہ کوئی صاحب حیثیت اور جاگیردار ہو ایسے لوگوں کو عرفاً امیر کہتے ہیں۔ یا شاید حاکم نے مخبری کے عوض نقد انعام کے علاوہ کوئی عہدہ اور یہودیوں کی کسی جماعت کی سرداری بھی دیدی ہو اس لحاظ سے اس کو امیر کہدیا۔ پہلے مصرعہ میں تاجدار سے مراد معزز ہے اور سرکار و دربار میں ایسی جھوٹی عزت عموماً ان غرض پرست لوگوں کو مل جایا کرتی ہے جو اکابر قوم کے خلاف ظالم حکومت کو مدد دیا کرتے ہیں۔ دوسرے مصرعہ میں تاجدار مرکب اضافی ہے بمعنی بالائے دار اس میں تاج بمعنی بالا مراد ہے بطور تسمیہ الظرف باسم المضروف

ہیں میاویزید من عیسٰے نیم من امیرم بر جہوداں خوش پیم

ترجمہ (اب وہ مخبر چلاتا چیختا ہے کہ) اے ہے! (مجھکو) دار پر نہ چڑھاؤ میں عیسٰے نہیں ہوں (دارے) میں تو یہودیوں کا سردار ہوں (اور حاکم کی نظر میں ایک) مبارک قوم (آدمی) ہوں (جس کے ذریعے عیسٰے کا سراغ ملا)

زو ترش بردار آویزید کو عیسٰے ست از دست ما تخلیص جو

لغات زو ترش بمعنی زود تر اور تخلیص بمعنی خلاص و نجات

ترجمہ (مگر لوگ کہتے ہیں کہ) اس کو جلدی دار پر چڑھاؤ۔ کیونکہ وہ عیسٰے ہے اور بہانہ کرکے ہمارے ہاتھ سے خلاصی چاہتا ہے۔

چند لشکر مے رود تا برخورد برگ او برگردد و بر سر خورد

ترجمہ (اسی طرح) بہت مرتبہ لشکر (کہیں) جاتا ہے تاکہ (فتح ممالک سے) بہرہ مند ہو مگر اس کا سامانِ (غلبہ) انقلاب پذیر ہو جاتا ہے اور وہ (دشمن سے الٹا اپنی) سرکوبی کرا لیتا (اور مغلوب ہو جاتا ہے)

چند بازرگاں رود بر بوئے سود عید بندارد بسوزد ہمچو عود

ترجمہ (اسی طرح) بسا اوقات سوداگر نفع کی امید پر (کسی ملک میں) جاتا ہے (اور حصول نفع کے آنے والے دن کو عید سمجھتا ہے (مگر اس دن کے آنے سے پہلے) عود کی طرح جلنے لگتا ہے

مطلب ایسی صورتیں مال تجارت کے لٹ جانے یا کشتی کے غرق ہو جانے یا کسی اور آفت یا کسی جنس کا بھاؤ مندا پڑ جانے سے پیش آیا کرتی ہیں جس میں بعض سوداگر خودکشی کرتے ہیں پچھلے دنوں سنہ ۱۹۳۸ء میں ہردوار پر ہنود کا عظیم الشان میلا تھا بازار میں آگ لگ گئی ہندو سوداگروں کا مال خاکستر

ہوگیا۔ بعض سوداگر اس صدمہ کی تاب نہ لاکر دریائے گنگا میں کود کر مر گئے +

چند در عالم بود در عکس ایں　　زہر پندارد بود آں انگبیں

ترجمہ (بخلاف اس کے) بہت دفعہ دنیا میں اس کے برعکس (بھی) ہوتا ہے (چنانچہ کسی چیز کو کوئی) زہر سمجھتا ہے (حالانکہ) وہ شہد ہوتا ہے (مثلاً ایک دیرینہ بیمار شدت سے تنگ آکر خودکشی کے قصد سے زہر کھا جاتا ہے جو مہلک مقدار میں نہیں ہوتا اور وہی زہر مرض کے لئے دوا ثابت ہوتا ہے اور مریض شفایاب ہو جاتا ہے۔ ایسے یا اس کے قریب قریب واقعات سنے گئے ہیں)

بس سپہ بنہاد دل بر مرگ خویش　　روشنیہا و ظفر آید بہ پیش

ترجمہ بہتیری افواج کو اپنی تباہی کا یقین ہوگیا (کہ اچانک ان کو سلامتی کے) انوار اور فتح مندی (کی چمک) پیش آتی ہے

مطلب جیسے امیر تیمور کو ایک مرتبہ اپنی تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ ایک دشمن کی فوج گراں کے پنجہ سے بچ نکلنے کا موقعہ ملا وہ اپنی شکست خوردہ ودل باختہ جماعت کے ساتھ صبح کی تاریکی میں بھاگا تو آرہا تھا۔ اور اس کے تعاقب میں دشمنوں کا ڈل ہر طرف سے مارا مار کرتا آرہا تھا۔ سوء اتفاق سے یہ جماعت ایک ایسی وادی میں آپہنچی جس کے سامنے پہاڑ کا دامن پھیلا ہوا تھا آگے پہاڑ پیچھے دشمن۔ راہ گریز مسدود تھی اور بچنے کی کوئی آس نہ تھی امیر کو کیا سوجھی کہ فوراً اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ گھوڑوں سے اتر کر ان کو میدان میں چھوڑ دیں فوجی نشانات کو چھپالیں اور سب کے سب چادریں اپنے اوپر تان کر اطمینان کے ساتھ لیٹ جائیں۔ جب دشمن کی فوج پاس سے گذری تو صبح کی روشنی پھیل چکی تھی یہی معلوم ہوتا تھا کہ کوئی قافلہ رات سے سویا پڑا ہے۔ کسی کو بھی یہ شبہ نہ ہوا کہ یہی ہمارے حریف میدان ہیں۔ اس کی ایک نظیر ارشاد ہے کہ خوف میں سامان جمعیت پیدا ہو جاتا ہے اور وہ آگے پھر ابیات بالا کے اس مضمون کی بھی نظیر ہو سکتی ہے کہ کفار نے اہل اللہ کی تذلیل کا قصد کیا مگر وہ ان کے اعزاز کا باعث ہوگیا اور وہ ابرہہ حاکم یمن کا قصد ہے جس نے کعبہ کو منہدم کرنے کا قصد کیا تھا مگر اس قصد سے اس کی آن بان کا قصر منہدم ہوگیا اور کعبہ کی عزت اور دوبالا ہوگئی ہے یہ قصہ کئی بار اسی شرح میں گذر چکا ہے۔

ابرہہ با پیل بہر ذل بیت　　آمدہ تا افگند مے را چو میت

ترجمہ (اسی طرح) ابرہہ ہاتھی لے کر کعبہ کو ڈھانے اور) بے وقعت کرنے کے لئے آیا۔ تاکہ (بیت اللہ کے) زندہ (خادموں) کو مردوں کی طرح (مار) گرائے (دوسرے مصرعہ کا یوں ترجمہ بھی ہو سکتا ہے کہ تاکہ اس تعمیر کو جو گویا ایک زندہ وجود ہے ڈھاکر مردے کی طرح گرا دے

تا حریم کعبہ را ویراں کند　　جملہ را زآنجائے سرگرداں کند

لغات حریم احاطہ۔ بدیں لحاظ کہ گھر کی حرمت اس سے محفوظ کی جاتی ہے۔ کعبہ شریف کے لئے یہ لحاظ اور بھی مرجح ہے +

ترجمہ تاکہ کعبہ کے حریم کو ویران کر دے (اور) سب (خادموں اور زائروں) کو وہاں سے نکال کر سرگرداں (و پریشان) کرے (جس سے اس کا مقصد یہ تھا نہ کعبہ رہے نہ مکہ زیارت گاہ ہو۔

تا ہمہ زوار گردِ او تنند کعبۂ او را ہمہ قبلہ کنند

ترجمہ تاکہ (پھر) تمام (جہان کے) زائرین (کعبہ سے مایوس ہو کر) اس (کعبہ ڈھانے والے) کی طرف رجوع کریں (اور) اور سب اس کے کعبہ کو اپنا قبلہ بنالیں۔

مطلب اس بدبخت نے یمن میں ایک کعبہ بنا رکھا تھا اور چاہتا تھا کہ لوگ مکہ کو چھوڑ کر میرے کعبہ کی زیارت کو آیا کریں مگر جب کسی نے اس کے کعبہ کو نہ پوچھا بلکہ بعض لوگوں نے اس کو آگ لگا دینے کی بھی کوشش کی۔ تو اس کو کچھ انتقاماً اور کچھ اپنے کعبہ کو ترقی دینے کے لئے انتظاماً یہ شیطنت سوجھی۔ اس شعر میں اس کے انتظام کی طرف اشارہ ہے اگلے شعر میں انتقام کی صراحت ہے:-

وز عرب کینہ کشد اندر گزند کہ چرا در کعبہ ام آتش زنند

ترجمہ اور (علاوہ ازیں اس) مارِ دھاڑ میں عربوں سے انتقام بھی لے کہ کیوں میرے کعبہ میں آگ لگاتے ہیں۔

عین سعیش عزّتِ کعبہ شدہ موجبِ اعزازِ آلِ بیت آمدہ

ترجمہ تو اس کی بالکل وہی کوشش (جو وہ کعبہ کی بے عزتی کے لئے کر رہا تھا) کعبہ کے لئے باعثِ عزت بن گئی۔ اور اس بیت اللہ کے اکرام کی موجب ثابت ہوئی

مکیاں را عز یکے بُد صد شدہ تا قیامت عزّ شاں ممتد شدہ

ترجمہ (اور اگر بالفرض) مکہ والوں کی عزّت (اس سے پہلے) ایک (حصہ) تھی تو (اب) سو (حصّہ) ہو گئی (اور) قیامت تک (کے لئے) ان کی عزّت پائدار ہو گئی۔

اُو و کعبہ او شدہ مخسوف تر از چہ است ایں؟ از عنایاتِ قدر

ترجمہ (وہ ظالم خود) اور اس کا کعبہ (اور بھی) زیادہ خاک میں مل گئے۔ یہ کس وجہ سے ہے؟ تقدیر الٰہی کی عنایت سے (ابرہہ اور اس کی فوج جب وادی مکہ میں تباہ ہو گئی تو اس کا بہت سامال و اسباب اہل مکہ کے ہاتھ آیا آگے اس کا ذکر ہے)

از جہازِ ابرہہ خیلِ عرب گشتہ مستغنی ز فضہ و ذہب

ترجمہ ابرہہ کے سروسامان سے (جو چاندی سونے (وغیرہ اموال و اجناس) سے (تھا) جماعت عرب مالدار ہوگئی۔ (جماعت عرب سے مراد قریش ہیں کہ وہی متولی کعبہ تھے اس مہم میں وہی ابرہہ کی زد پر تھے۔ اور وہی اس کے مال غنیمت کے حقدار آگے بھی مولانا لطف و ذوق میں اسی مضمون کو دہرا رہے ہیں)

از جہازِ ابرہہ ہمچوں دوہ ایں فقیرانِ عرب منعم شدہ

ترجمہ ابرہ جو (اپنی خونخواری و مردم آزاری میں) مثل درندہ تھا اس کے سروسامان سے وہ عرب کے محتاج مالدار ہو گئے۔

از جہازِ ابرہہ دُونِ دنی ایں فقرانِ عرب گشتہ غنی

ترجمہ فقیرو کمینہ ابرہہ کے سروسامان سے یہ عرب کے محتاج غنی ہو گئے۔

او گماں بُردہ کہ لشکر مے کشد بہرِ اہلِ بیت او زر مے کشد

ترجمہ اس کو گمان تھا کہ میں (مکہ پر) لشکر کشی کر رہا ہوں (مگر فی الحقیقت) وہ بیت اللہ والوں کے لئے (مال و) زر لا رہا تھا (اب آگے تتمیم ہے قصہ بغدادی کی)

اندریں فسخِ عزائم ویں ہمم در تماشا بود در رہ ہر قدم

ترجمہ (غرض وہ بغدادی جب وطن کو واپس چلا تو) تو راستے میں ہر قدم پر (اپنے) ان ارادوں کو فسخ کرنے اور (کبھی از سرِ نو) ارادوں کو مضبوط کرنے) کے مطالعہ میں مصروف تھا (یعنی وہ سوچتا تھا کہ میں کسطرح مصر میں خزانہ جوئی کے قصد سے گیا پھر اس قصد کو فسخ کر کے گھر کی طرف جا رہا ہوں۔

خانہ آمد گنج را او باز یافت کارش از لطفِ الٰہی ساز یافت

ترجمہ وہ گھر میں آیا اور) اس نے (کوتوال کی نشاندہی کے مطابق زمین کو کھودا (تو) خزانہ کو پالیا خداوند تعالےٰ کی مہربانی سے اس کا کام بن گیا۔

تا بدانی حکمتِ فردِ حکیم ایمنی ہا مے نہد در خوف و بیم

ترجمہ (یہ قصہ ہم نے اس لئے بھی بیان کیا ہے کہ) تاکہ تم (اس خداوند) حکیم یکتا کی حکمت کو سمجھ جاؤ۔ کہ وہ خوف و خطر میں بہت سے امن (مرکوز رکھتا ہے (یعنی جسطرح کوتوال پہلے بغدادی

کے لئے باعثِ خوف تھا مگر پھر ذریعہ مراد مندی بن گیا۔ آگے شہزادوں کے قصے کی طرف رجوع ہیں)

یادم آمد قصۂ شہزادگاں گوشِ ہوش آور بمن بشنو بیاں

ترجمہ (اب) مجھ کو شہزادوں کا قصہ یاد آگیا۔ تم (اپنا گوش ہوش میری طرف لگاؤ اور مجھ سے بیان سنو۔

مکرر کردن برادراں پند برادر بزرگ راو قبول ناکردن او و بیطاقتی او

(دونوں) بھائیوں کا (اپنے) بڑے بھائی کو دوبارہ نصیحت کرنا اور اس کا نہ ماننا اور اس کا بے بس ہو جانا

وخود راے دستوری بدربار بادشاہِ چنیں انداختن

اور اپنے آپ کو بلا اجازت شاہ چین کے دربار میں لا ڈالنا

آں دو گفتندش کہ اندر جان ما ہست پاسخہا چو نجم اندر سما

ترجمہ ان دو (بھائیوں) نے کہ ہمارے دل میں بہت سے جواب ہیں جیسے آسمان میں ستارے بکثرت ہیں (ستارے کثیر بھی ہوتے ہیں اور درخشاں بھی۔ لہذا جوابات کو ان کے ساتھ تشبیہ یا تو ان جوابات کے روشن ہونے کے لحاظ سے ملی ہے یا اُن کے کثیر ہونے کے اعتبار سے)

گر نگوییم آں نیاید راست نرد ور بگوئیم آں دلت آید بدرد

ترجمہ (لیکن مشکل یہ ہے کہ) اگر ہم (ان کو) نہ کہیں تو (تمہاری) بازی راست نہیں آتی اور ہم کہتے ہیں۔ تو تمہارا دل دکھتا ہے (چونکہ وہ جوابات اس کے مانع عزم تھے۔ اس لئے اس کو ان کا سنانا ناگوار ہوتا اور نہ کہنے سے وہ گمراہی میں رہتا یہی مطلب ہے اس کی بازی راست نہ آنے کا)

ہمچو چغزیم اندر آب از گفت الم وز خموشی اختناق ست و سقم

لغات از گفت الم میں بضرورت وزن الم کا الف ساقط ہے۔ از گفتنم پڑھنا چاہئے

ترجمہ ہماری حالت مینڈک کی مانند ہے (جو) پانی میں (ہو۔ کہ اس کو) بولنے سے دکھ محسوس ہوتا ہے) اور خاموش رہنے سے گھٹن اور بیماری ہے (گویم مشکل وگر نگویم مشکل)

گر نگوییم آتشے را نور نیست ور بگوئیم آں سخن دستور نیست

ترجمہ (غرض) اگر ہم نہیں کہتے (تو معاملہ روشنی میں نہیں آتا جیسے پھونک مارے بدون) آگ

روشن نہیں ہوتی اور اگر وہ بات کہیں تو مصلحت کی) اجازت نہیں ہے۔

در زماں برجست کائے خویشاں وداع انما الدنیا وما فیہا متاع

ترجمہ (بڑا بھائی) فوراً اٹھ کھڑا ہوا (اور بولا) کہ اے بھائیو رخصت! بس دنیا اور دنیا کی سب چیزیں (چند روزہ) سامان ہے (اشارہ بمضمون آیت انما ھذہ الحیوۃ الدنیا متاع (سورہ المومن)

پس بروں جست او چو تیرے از کماں کہ مجال گفت کم بود آں زماں

ترجمہ پر وہ اس طرح نکل چلا جسطرح کمان سے تیر۔ کیونکہ اس وقت بات چیت کی گنجائش کم تھی۔

اندر آمد مست پیش شاہ چیں زود مستانہ ببوسید او زمیں

ترجمہ وہ مستی میں (بیخود ہو کر) شاہ چین کے حضور میں آیا اور جلدی مستانہ انداز میں اس نے زمین کو بوسہ دیا (جو بادشاہوں کے حضور میں جانے والوں کا دستور ہے)

شاہ را مکشوف یک یک حال شاں اول و آخر غم و زلزال شاں

ترجمہ بادشاہ (چونکہ ایک عارف کامل تھا اس لئے اس) پر ان (بھائیوں) کا ایک ایک حال اور اول سے آخر تک غم اور اضطراب (بذریعہ کشف) معلوم (ہو چکا) تھا

میش مشغول ست در مرعائے خویش لیک چوپاں واقف ست از حال میش

ترجمہ (جیسے) بھیڑ اپنی چراگاہ کے اندر (چرنے) میں مشغول ہے لیکن گڈریا بھیڑ کے حال سے واقف ہے (گو بھیڑ کو گڈریے کی اس آگاہی کی خبر نہیں)

کلکم راع بداند از رمہ کہ علف خوار ست کہ در ملحمہ

لغات کلکم راع اشارہ بحدیث کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ یعنی تم سے ہر شخص راعی ہے اور تم میں سے ہر شخص اپنی رعیت کے بارہ میں جوابدہ ہے ملحمہ بفتح میم وحائے حطی جنگ عظیم (غیاث)

ترجمہ (وہ گڈریا بحکم) کلکم راع (بخوبی) جانتا ہے کہ ریوڑ میں سے کونسی (بھیڑ بکری) گھاس چرنے والی ہے کونسی لڑائی میں (مشغول) ہے (اسی طرح شیخ کامل اپنے متولین کی نگرانی رکھتا ہے)

گرچہ در صورت ازاں صف دور بود لیک چوں دف درمیان سور بود

ترجمہ اگرچہ (شاہ چین) بظاہر (شہزادوں کی صف سے (جس میں وہ باہم راز کی گفتگو کرتے تھے)

دور تھا۔ لیکن و براہ کشف، دف کی طرح مجلس شادی کے اندر تھا۔

واقفِ از سوز و لہیبِ آں وجود مصلحت آں بد کہ خشک آوردہ بود

لغات لہیب بفتح اول آتش شعلہ زن (غیاث) خشک آوردہ بمعنی خاموش (غیاث)

ترجمہ وہ اس جماعت کی باطنی سوزش و آتش سے واقف تھا مصلحت یہی تھی کہ خاموش ہو رہا تھا۔

درمیانِ جانِ شاں بود آں سمی لیک قاصد کردہ خود را اعجمی

ترجمہ وہ عالی جاہ (اسکے ضمائر سے اسطرح آگاہ تھا گویا) ان کی جان کے اندر (بیٹھا) تھا مگر قصداً اپنے آپ کو بے خبر بنا رکھا تھا۔

صورتِ آتش بود پایانِ دیگ معنیٔ آتش بود در جانِ دیگ

ترجمہ (دیکھا آگ کا ظاہر وجود) دیگ کے نیچے (اور اس سے خارج) ہوتا ہے (اور) آگ کی (تپش جو اس کی) روح ہے دیگ کی جان میں (پیوست) ہوتی ہے۔

صورتش بیروں و معنے اندروں معنے معشوق جاں در رگ چو خوں

ترجمہ (پس) اس (آگ) کی صورت تو خارج ہے اور اس کے معنی (دیگ میں) داخل ہے (اسی طرح جان جو گویا) معشوق ہے اس کے معنی رگ (رگ) میں خون کی طرح (دورہ کرتا) ہے۔

مطلب جسطرح آگ کا ظاہری وجود دیگ سے خارج ہونے کے باوجود اس کی روح دیگ کے اندر ساری ہوتی ہے اور روح انسانی بوجہ تجرد بدن سے خارج ہونے کے باوجود اس کی رگ رگ میں اپنا تصرف رکھتی ہے اسی طرح بادشاہ اپنی پسند حکومت میں بیٹھا ہوا ان شہزادوں سے حال و مقال سے آگاہ ہو رہا تھا۔

شاہزادہ پیشِ شہ زانو زدہ وہ معرّف شارحِ حالش شدہ

لغات معرّف بضم میم (و) رائے مشدد و مکسور وہ شخص جو امرا و سلاطین کی مجلس میں لوگوں کو درجہ بدرجہ بٹھاتا ہے اور جب بادشاہ کے حضور میں کوئی اجنبی شخص ہو۔ تو وہ بادشاہ سے اس کا تعارف کراتا ہے (غیاث) وہ معرّف یعنی کا معرّف مقامی معرّف بکذا فی الکلید بکسر الدال وفلاں صاحب المنہج عشرہ معارف فی انہ ظن بفتح الدال واللہ اعلم

ترجمہ شاہزادہ بادشاہ کے سامنے زانوئے ادب تہ کر کے جا بیٹھا اور مقامی نقیب اس شہزادہ کے حال کی شرح کرنے لگا۔

گرچہ شہ عارف بُد از کُل پیش پیش لیک میکردے معرّف کارِ خویش

ترجمہ اگرچہ بادشاہ بہت پہلے سے سب (شہزادوں) کو پہنچا تا تھا لیکن نقیب اپنا کام کرتا رہا (آگے مولانا کا مقولہ ہے)

دردرُوں یک ذرہ نور عارفی   بہ بودِ از صد معرّف اے صفی

ترجمہ شناخت کا ذرہ جو اپنے باطن میں ہو وہ برگزیدہ ہے وہ سو نقیبوں کے ذکر و تعریف سے بہتر ہے (جناب کلید فرماتے ہیں یہاں اس سے یہ مراد ہے کہ شیخ کے طالبین کی حالت کو نور بصیرت سے پہچاننا ضروری ہے محض راویوں کے بیان پر اعتماد نہ کرنا چاہئے)

گوش را رہنِ معرّف داشتن   ایت محجوبی ست و ضرو ظن

لغات ضرر بفتح حائے مہملہ وسکون زائے معجمہ اور آخر میں راء تخمینہ لگانا۔

ترجمہ کان کو نقیب (کے بیان اور عوام کی روایت) پر موقوف کردینا اپنے محجوب ہونے اور تخمینہ ظن (پر مدار رکھنے) کی علامت ہے (یعنی ایسا کرنے والا غیر مبصر ہے اس میں کمال کا شمہ نہیں

آنکہ او را چشم دل شد دیدباں   دید خواہد چشم او عین العیاں

ترجمہ جس (صاحب بصیرت) کے دل کی آنکھ نگراں ہو گی اس کی آنکھ (طالب کو) بالکل بطور معائنہ دیکھے گی۔

با تواتر نیست قانع جانِ او   بل ز چشم دل رسد ایقان او

ترجمہ افواہ عام پر اپنی جان قانع نہیں ہوتی بلکہ چشم دل سے اس کا یقین (اس درجہ کو) پہنچتا ہے (کہ اس پر عمل کرنا جائز سمجھے)

پس معرّف پیش شاہ منتجب   در بیان حالِ او بکشود لب

ترجمہ تو نقیب نے شاہ برگزیدہ کے سامنے اس (شہزادہ) کا حال بیان کرنے میں لب کشائی کی۔

گفت شاہا صید احسان تو است   بادشاہی کُن کہ او آنِ تو است

ترجمہ (اور بولا اے بادشاہ (یہ شہزادہ) حضور کے احسان کا شکار (ہو چکا) ہے حضور اس کے ساتھ) بادشاہانہ سلوک کریں کہ یہ حضور کا ہو چکا ہے

دست در فتراک ایں دولت زدست   بر سر سر مست او میماں دست

لغات فتراک۔ شکاربند یہ ایک رسی ہوتی ہے جو گھوڑے کی زین کے دائیں بائیں لٹکتی رہتی

ہے جس سے شکار کو باندھتے ہیں دست در فتراک کسے زدن کنایہ ہے اپنے آپ کو کسی کے ساتھ وابستہ کر لینے سے اگر دولت کو سوار فرض کر لیں تو اس کے فتراک میں ہاتھ ڈالنے والا اپنے آپ کو خادمانِ دولت کے سلسلہ میں شامل کرنیوالا ہے۔

ترجمہ اس نے اس دولت کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کر لیا اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرئے۔

گفت شہ ہر منصبے و ملکتے کالتماسش ہست یابد آں فتے

ترجمہ بادشاہ نے (اس ظاہری بیان کے جواب میں یوں ظاہری) جواب دیا کہ جس منصب اور حکومت کی اس کو خواہش ہو وہ اس جوان کو ملے گی۔

بیست چنداں ملک کو شد زاں بری بخشمش اینجا و من خود بر سری

لغات برسری بمعنی علاوہ اس میں لغوی مناسبت یہ ہے کہ اگر ایک بڑی گٹھڑی کے اوپر چھوٹی سی گٹھڑی رکھدیں تو وہ چھوٹی گٹھڑی بڑی کے علاوہ ہوتی اور وہ گویا بار برسر بار ہے۔ اسی کا مخفف برسری ہے

ترجمہ جس ملک سے وہ دست بردار ہوا ہے اس سے بیس گنا زیادہ ملک میں یہاں بخشدونگا اور میں خود (جو اس کا جانبدار رہونگا تو یہ اس عطا کے) علاوہ (ہے)

گفت تا شاہیت در وے عشق کاشت جز ہوائے تو ہوائے کے گذاشت

ترجمہ (نقیب نے) کہا جب سے آپ کی شاہی نے اس کے (دل کے) اندر عشق کا بیج بویا ہے۔ تو آپ کی محبت کے سوا (ملک و منصب وغیرہ کی) محبت کہاں چھوڑی ہے (جو یہ اس کی خواہش کرے

بندگیِ تُش چناں درخورد شد کہ شہی اندر دل او سرد شد

لغات۔ بندگیِ تُش یعنی بندگی تو اورا۔ بندگی مضاف تا ضمیر خطاب مضاف الیہ ضمیر منصوب بمعنی اورا

ترجمہ۔ حضور کی غلامی کو اس کے ساتھ کچھ ایسی مناسبت ہو گئی۔ کہ بادشاہی تک) سے اس کا دل سیر ہو گیا۔

شاہی و شہزادگی در باختہ است از پئے تو در غریبی ساختہ است

ترجمہ۔ اس نے بادشاہی اور شہزادگی نیاگ دی ہے۔ حضور کے لئے بیوطنی پر قناعت کی ہے۔

صوفیے کانداخت خرقہ وجد در　　کے رود او بر سرِ خرقہ دگر

ترجمہ جو صوفی وجد کے اندر (اپنا) خرقہ (اتار کر) پھینک چکا اور قوال وغیرہ کسی مستحق نے اس کو اٹھالیا) تو وہ صوفی اس خرقہ کے واپس لینے پر کب مائل ہوتا ہے

میل سوئے خرقۂ داوہ وندم　　آنچناں باشد کہ من مغبون شدم

ترجمہ دے ہوئے خرقہ کی طرف مائل ہونا اور (اس کو دینے سے) پچھتانا ایسا ہے (گویا وہ صوفی یہ کہہ رہا ہے) کہ میرا نقصان ہوگیا۔

باز دہ آں خرقہ ایں سوئے قریں　　کہ نیرزید آں بعنی بدیں

ترجمہ (اور گویا یہ کہہ رہا ہے کہ) کہ اے ہم نشیں وہ خرقہ (جو میں نے غلطی سے دیدیا تھا ادھر مجھے) واپس دیدے کیونکہ وہ کوئی اتنی سی قیمت کا نہیں یعنی اس وجد کے عوض میں (بلکہ اس سے زیادہ قیمت کا ہے)

مطلب۔ یہ اوپر کے تین شعر مولانا کا مقولہ ہے جنہیں اس بات کے ثبوت کے لئے کہ شہزادہ کو بادشاہی سے دست بردار ہو کر دوبارہ اس پر مائل نہیں ہونا چاہئے۔ صوفی کو خرقہ دے کر واپس لینے کی اہمیت کو بطور نظیر پیش کیا ہے صاحب بھید فرماتے ہیں کہ اگر یہ خرقہ کسی کو دیا تھا۔ بشرطیکہ دیتے وقت باوجود غلبہ حال کے اتنا شعور (مقصد ہو کہ شرعاً اس کے تصرفات صحیح ہوں تب تو پھر شرع تجیب کے بھی خلاف ہے۔ اور اگر صرف اتار دیا تھا اور کسی نے رسم کے طور پر اٹھالیا تو اس وقت اس کو اتار پھینکنے اور اس سے روگردانی کے بعد کہ علامت ترک ہے واپس مانگنا کہ نشان حرص ہے باوجود اباحت زہد کے خلاف ہے پس یہ ذم اقالہ ایک کلی مشکک کے طور پر باختلاف درجہ دونوں کے ساتھ متعلق ہو سکتی ہے (انتہی) آگے مولانا اسی اقالہ کی مذمت فرماتے ہیں:۔

دور از عاشق کہ ایں فکر آیدش　　ور بیاید خاک بر سر بایدش

ترجمہ عاشق سے (یہ بات بعید ہے کہ یہ (برکات وجد پر خرقہ کی ترجیح کا خیال اس کے دل میں گذرے اور اگر گذرے تو اس کے سر پر خاک ڈالنی چاہئے۔

عشق ارزد صد چو خرقہ کالبد　　کہ حیاتے دارد و حس و خرد

ترجمہ۔ عشق کی قیمت میں تو جسم انسانی کے خرقہ کی مثل سینکڑوں (بھی ہوں تو بھی تھوڑے) ہیں (وہ جسم) جو زندگی اور حس اور عقل (بھی) رکھتا ہے۔

خاصہ۔ **خرقہ ملک دنیا کا بتر ست　　پنج وانگ ہستیش ور دِ سر ست**

لغات - دانگ ایک وزن قلیل اور نقد کم مقدار ہے ۔ پنج دانگ سے مراد کم قیمت جیسے ہمارے محاورہ میں کہتے ہیں. یہ دو پیسے کا مال ہے یا تین کوڑی کی چیز ہے

ترجمہ خصوصاً ملک دنیا کا خرقہ جو بالکل ہی ناقص ہے اس کی ہستی کے پانچ پیسے (بھر سرمایہ کی طلب تو) سراسر دردِ سر ہے ۔

ملکِ دنیا تن پرستاں را حلال — ما غلامِ ملکِ عشقِ بے زوال

ترجمہ - دنیا کی بادشاہی تن پرست لوگوں کو نصیب ہو - ہم تو عشق بے زوال کی بادشاہی کے دلدادہ ہیں (آگے پھر نقیب کا قول چلتا ہے)

عاملِ عشق ست معزولش مکن — جز بہ عشقِ خویش مشغولش مکن

ترجمہ - یہ تو عشق (کی حکومت) کا عہدہ دار ہے اس کو (اس عہدہ سے) معزول نہ کیجئے اپنے عشق کے سوا (کسی اور کام میں) اس کو مشغول نہ کیجئے (اسی طرح سالک دنیا کی مشغولی سے بچتا ہے)

منصبے کانم ز رویت محجب ست — عین معزولی ست نامش منصب ست

ترجمہ - یہ شہزادہ اگر زبان سے نہیں تو دل سے ضرور کہہ رہا ہے کہ) جو عہدہ مجھے حضور کے دیدار سے حجاب میں رکھنے والا ہے وہ بالکل معزولی ہے (اگرچہ بظاہر اس کا نام (عہدہ و) منصب ہے (یعنی شہزادہ کی مراد تو یہ ہے کہ ہمیشہ حضور میں حاضر اور دولت دیدار سے متمتع رہے اگر کسی ملک کا حاکم بنا کر بھیجدیا گیا تو اس دولت سے محروم ہو جائیگا اسی طرح سالک کہتا ہے کہ اگر میں دنیا کی مردات میں مستغرق ہوگیا تو حق سے غافل ہو جاؤنگا

موجبِ تاخیر اینجا آمدن — فقدِ استعداد بود و ضعفِ تن

ترجمہ (اس کے) یہاں آنے میں دیر کرنے کا سبب یہ تھا کہ (اس میں ابھی حضوری کی) استعداد (پیدا) نہ (ہوئی) تھی اور (ساتھ ہی) جسم کی کمزوری (بھی) اس تاخیر کا باعث ہوئی)

مطلب - یعنی ایک تو اس شہزادی میں ابھی وہ لیاقت پیدا نہیں ہوئی تھی جو حضور کی بارگاہ کے حاضر باش کے لئے لازم ہے۔ دوسرے اس درس گاہ کے حاضر باش کے لئے خدمات کی بجاآوری میں جو جسمانی طاقت درکار ہے وہ ابھی تکمیل کو نہیں پہنچی تھی اس لئے تاخیر ہوئی لہذا حضور یہ شبہ نہ فرمائیں کہ اگر یہ ہمارا ایسا عاشق تھا تو اب تک حاضر کیوں نہ ہوا؟ آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ ہر کام کا مدار استعداد پر ہے ۔:۔

بے ز استعداد بر کانے روی — بر یکے حبہ نگردی محتوی

ترجمہ (حصول جواہرات کی استعداد کے بدون تم کسی کان (جواہرات) پر جاؤ (تو) جواہرات تو رہے الگ تم ایک حبّہ پر بھی تو قابض نہ ہو سکو گے۔

مطلب۔ جواہرات کے حصول کے لئے ایک تو کان کی شناخت کا ملکہ ہونا چاہئے کیونکہ کان ہیں پتھر اور جواہر ملے جلے ہوتے ہیں۔ عام لوگ نہیں پہچانتے کہ یہاں جواہرات ہیں دوسرے جواہرات کو نکالنے کی استعداد لازم ہے۔ کہ یہ ہی ایک فن ہے جو بدون استعداد نہیں آتا اس میں یہ سبق مرکوز ہے کہ طالب کو پہلے اپنے اندر استفادہ کی استعداد پیدا کرنی چاہئے جس کے معنی طلب اور شوق کے ہیں پھر عارفین کی طرف رجوع کرے کیونکہ حصولِ فیض کے لئے طلب و شوق کا ہونا شرط ہے۔ ورنہ حرماں لازم۔ گو وہ حضرات جواہر کمالات کے معدن ہیں۔ لیکن فاقد الاستعداد جو طلب و شوق سے خالی ہے ان سے کیا متمتع ہو سکتا ہے آگے کامیابی کے لئے استعداد کے شرط ہونے اور فاقد الاستعداد کے محروم رہنے کی چند مثالیں ہیں:

ہمچو عِنّینے کہ بکرے را خرد ۔۔۔ گرچہ سیمیں تن بود کے برخورد

لغات۔ عِنّین بکسر عین و کسر نون مشدد وہ جوان جو جماع پر قادر نہ ہو عرف میں نامرد کو کہتے ہیں (غیاث)

ترجمہ (بے استعداد آدمی) نامرد کی مثل ہے) جو کسی باکرہ (کنیز) کو خرید لے اگرچہ وہ (کنیز) سیم اندام ہو (جس کے ساتھ مباشرت کی رغبت ہر جوان کو طبعاً ہوتی ہے) تو وہ کب (اس سے) لذت اندوز ہو سکتا ہے جب کہ اس میں اس کی استعداد ہی نہیں)

چوں چراغ بے زیت و بے فتیل ۔۔۔ نے کثیر ستش ز نور و نے قلیل

ترجمہ (اور اس بے استعداد کی مثال ایسی ہے) جیسے ایک (خالی چراغ جس میں نہ تیل ہے نہ بتی تو اس میں نور نہیں ہو سکتا نہ کم نہ زیادہ (کیونکہ اس کی استعداد ہی اس میں نہیں)

در گلستاں اندر آید اخشمے ۔۔۔ کے شود مغزش ز ریحاں خرمے

لغات۔ اخشم وہ شخص جس کی قوت شامہ فاسد ہو۔

ترجمہ (اور) جیسے وہ شخص جس کی سونگھنے کی قوت نہ ہو۔ باغ کے اندر آئے تو اس کا مغز پھول (کی خوشبو) سے کب خوش ہو گا جبکہ اس میں سونگھنے کی استعداد نہیں)

ہمچو خوبے دلبرے مہمانِ غر ۔۔۔ بانگ چنگ و بربطے در پیش کر

ترجمہ (اور) جیسے ایک حسین دلبر (عورت) جو کسی نامرد کی مہمان ہو جس میں لذت صحبت کی استعداد نہیں اور جیسے سرنگی اور بربط کی (سریلی) آواز بہرے کے آگے۔ (جس میں اس کو سننے کی استعداد نہیں)

ہمچو مرغِ خاک کاید در بحار ۔۔۔ زاں چہ یابد جز ہلاک و جز خسار

ترجمہ (اور) جیسے خشکی کا پرندہ جو دریاؤں میں آپڑے۔ تو اس سے اس کو سوائے ہلاک اور ضرر کے کیا ملیگا (کیونکہ وہ تیرنے کی استعداد نہیں رکھتا۔

ہمچو بے گندم شدہ در آسیا ۔۔۔ جز سفیدی ریش و مو نبود عطا

ترجمہ (اور) جیسے وہ شخص جس کے پاس گیہوں نہ ہوں (اور وہ خالی خولی) چکی گھر میں جائے تو (اس کو آٹے کے غبار سے) داڑھی اور بالوں کے سفید ہو جانے کے سوا کچھ نہیں ملیگا

آسیائے چرخ بر بے گندماں ۔۔۔ مو سپیدی بخشد و ضعفِ میاں

ترجمہ آسمان کی چکی ان لوگوں کو جو استعداد و صلاحیت کے) گیہوں سے خالی ہیں (صرف) بالوں کی سفیدی اور ضعف کمر بخشتی ہے (یعنی وہ عدم استعداد کی وجہ سے وہ کوئی کمال وحس نہیں کرتے جسے کہ بڑھاپا آجاتا ہے بال سفید اور کمر خم ہو جاتی ہے)

لیک با با گندماں ایں آسیا ۔۔۔ مُلک بخش آمد دہد کار و کیا

ترجمہ لیکن یہ چکی گیہوں والوں کو بادشاہی بخشنے والی ہے اور عہدہ و عظمت عطا کرتی ہے (اہل استعداد کو طرح طرح کے کمالات حاصل ہو جاتے ہیں)

اوّل استعدادِ جنت بایدت ۔۔۔ تا ز جنت زندگانی زایدت

ترجمہ۔ پہلے تم میں بہشت (میں جانے) کی استعداد چاہیے۔ تاکہ جنت (کی استعداد) سے تمہاری (ابدی) زندگی پیدا ہو۔

طفلِ نو را از شراب و کباب ۔۔۔ چہ حلاوت از قصور و از قباب

ترجمہ نوزائیدہ بچے کو شراب و کباب سے کیا لذت (اور محلوں اور گنبدوں سے دکیا دلچسپی۔ جبکہ اس میں ان چیزوں کی پسندیدگی کی استعداد ہی نہیں ہے

حد ندارد ایں مثل کم جو سخن ۔۔۔ تو برو تحصیلِ استعداد کن

ترجمہ یہ مثالیں تو (کوئی) انتہا نہیں رکھتیں تم (تمثیلات و نظائر کی) تقریروں کے طالب نہ ہو بلکہ جاؤ استعداد پیدا کرو (جو مقصود تقریر ہے آگے پھر قصہ چلتا ہے)

بہر استعداد تا اکنوں نشست ۔۔۔ شوق از حد رفت و آں نامد بدست

ترجمہ (حضور، یہ تو اب تک استعداد کے حصول کے لئے بیٹھا رہا، مگر اب) شوق حد سے گزر گیا اور وہ (استعداد پوری طرح اب بھی) حاصل نہیں ہوئی (ناچار غلبہ شوق سے مجبور ہو کر اسی حالت میں حاضر ہو گیا)

گفت استعداد ہم از شہ رسد بے ز جاں کے مستعد گردد جسد

ترجمہ اس نے (اپنے جی میں) کہا استعداد بھی بادشاہ ہی سے مل جائیگی (اور) روح کے بدون جسم کب بار استعداد ہوتا ہے (بادشاہ کو روح سے اور شہزادہ کو جسم سے تشبیہ دی ہے)

لطفہائے شہ غمش را در نوشت شد کہ صید شہ کند و صید گشت

ترجمہ حضور کے الطاف نے اس کے غم کو تہ کرد کے رکھ) دیا۔ آیا تھا حضور کو مسخر کرنے کے لئے یہ (خود ہی) مسخر ہو گیا

ہر کہ بود در آشکار چوں تو صید شد صید را نا کردہ قید او قید شد

ترجمہ (اور کیوں نہ ہو) جو شخص (بھی) حضور جیسے شکار کی گرفت کے لئے گیا ہوگا وہ شکار (مطلوب) کو گرفت میں لائے بدون خود گرفتار ہو گیا۔

مطلب۔ یہ شہزادہ اس لئے حاضر ہوا تھا کہ اپنی اعلٰے خدمات سے حضور کو اپنی محبت کے دام میں ڈالے مگر حضور کا دیدار کرتے ہی الٹا خود ہی دام محبت میں گرفتار ہو گیا یہی معاملہ اہل اللہ کا ہوتا ہے خادم۔ مخلص ان کے لطف و عنایت کو اپنی طرف جذب کرنے کے لئے بیش از بیش خدمات بجالاتا ہے مگر جوں جوں خدمات بجالاتا ہے خود ان کی زنجیر محبت میں منجذب ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک نقیب کا مقولہ تھا آگے مولانا اس تقیید و تقید محمود سے جو اہل اللہ کا معاملہ ہے تقیید و تقید مذموم کے ذکر کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ جو اہل دنیا کا شیوہ ہے:۔

ہر کہ جویائے امیری شد یقیں پیش از آں او در اسیری شد رہیں

ترجمہ۔ جو شخص امیری (و سرداری) کا طالب ہوا یقیناً وہ اس (کے حصول) سے پہلے (خود اس کے) شوق کی قید میں مقید ہوا اور یہ ظاہر ہے کہ اگر وہ اس کے شوق کا مقید نہ ہوتا تو اس کو طلب ہی کیوں کرتا۔ پس ارادہ تو کرتا ہے اسکو مسخر کرنے کا اور خود اس کا مسخر ہو جاتا ہے۔

عکس میداں نقش دیباجہ جہاں نام ہر بندہ جہاں خواجہ جہاں

ترجمہ (پس جب امیری کے لئے اسیری لازم ہے تو) تم چہرہ جہاں کے نقش کو الٹا سمجھو (یعنی) ہر غلام جہاں کا نام آقائے جہاں ہے۔

مطلب۔ جو امیر مسند امارت پر متمکن نظر آتا ہے وہ اس امارت کے حصول سے پہلے اس کی طلب میں اسیر رہ چکا ہے پس یہ وہ آقا ہے جس کے ماتھے پر داغ غلامی موجود ہے گویا ایک غلام کو آقا کہا جاتا ہے اور چونکہ اس غلامی و اسیری کا اثر روح پر بھی ہوتا ہے اور اسیری اسی اصل فطرت کے خلاف ہے اس تقریب سے آگے یہ مذکور ہے کہ روح نفس و بدن کو بطور شکوہ خطاب کرتی ہے۔ جس سے اس اسیری کے مضر و مذموم ہونے پر تنبیہ مقصود ہے۔

اے تن کژ فکرت و معکوس رو　صد ہزار آزاد را کردی گرو

ترجمہ (روح کہتی ہے کہ) اے جسم (اور نفس) جو الٹے خیال اور الٹی چال والا ہے تونے لاکھوں آزاد (روحوں) کو مقید کر رکھا ہے۔

مطلب الٹا خیال یہ کہ اسیری کو امیری سمجھتا ہے۔ اور الٹی چال یہ کہ اسیری کے حصول کی کوشش کرتا ہے۔ پہلا وصف قوت علمیہ کا نقص ہے۔ اور دوسرا وصف قوت عملیہ کا نقص ہے۔ اور دوسرا وصف قوت عملیہ کا فعل ہے۔ ہرچند کہ نقص و خلل کا باعث نفس ہے مگر بدن سے خطاب اس لئے کہ نفس کے آلات معاصی یہی اعضائے بدنیہ ہیں۔

مدتے بگذار ایں حیلت پزی　چند دم پیش از اجل آزاد زی

ترجمہ (ارے) کچھ مدت کے لیے تو اس ہتھکنڈے بازی کو چھوڑ دے۔ چند دم موت سے پہلے (اس شیوہ مذموم کی قید سے) آزاد ہو کر زندگی گزار دے (حیلت پزی سے مراد مکر و فریب اور کذب و دغا ہے جو جاہ و مال کے حصول کے لئے کرتا ہے)

ور در آزادیت چوں خر راہ نیست　ہمچو دلوت سیر جز در چاہ نیست

ترجمہ اور اگر گدھے کی طرح تجھکو آزادی کی طرف راستہ نہیں ملتا جو ہمیشہ بوجھ اٹھانے اور ڈنڈے کھانے میں مقید ہے اور) ڈول کی طرح تیری سیر سوائے (تاریک) کوئیں کے اور کہیں نہیں ہے تو:۔

مدتے رو ترک جان من بگو　رو حریفے دیگرے جز من بجو

ترجمہ (تو خدا کے لئے) جا ایک مدت کے لئے میری جان چھوڑ۔ جا کوئی اور ہمراہی میرے سوا تلاش کر۔

نوبتِ من شُد مرا آزاد کُن دیگرے را غیرِ من داماد کُن

ترجمہ۔ میری باری گذر چکی (اب) مجھ کو آزاد کر اور کسی دوسرے کو میرے سوا (اپنا) داماد بنا۔

اے تنِ صد کاوہ ترکِ من بگو عمرِ من بُردی کسے دیگر بجو

ترجمہ اے سینکڑوں فریب والے بدن! مجھ کو چھوڑ کہ میری عمر تو نے برباد کی (اب) کسی اور کو ڈھونڈ۔

رفع اشتباہ: یہاں مدعائے بیان ظاہر ہے۔ کہ رُوح بدن کی قید سے اپنی آزادی چاہتی ہے۔ جس کے اعضائے جوارح سے نفس کام لے کر فیض معاصی و منہیات کا ارتکاب کرتا ہے اور روح اس سے ملوث ہو کر مستوجب عذاب ہوتی ہے۔ ممکن ہے کوئی علتی یہاں کہے کہ ان اشعار سے تناسخ کے عقیدہ کی تائید ہوتی ہے کہ روح ایک جسم سے آزاد ہونا اور اس جسم کو دوسری روح کے لئے چھوڑ جانا چاہتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مولانا کے کسی کلام سے ان کے مذہب کے خلاف کوئی بات ثابت کرنے کی کوشش کرنا خود اپنے جہل کا ثبوت پیش کرنا ہے جس کو ہم اس شرح میں کئی جگہ شرح و بسط کے ساتھ سپردِ قلم کر چکے ہیں۔ اشعار زیر نظر کے متعلق اتنا کہنا کافی ہے کہ ان سے کسی طرح بھی تناسخ کے خیال کا احتمال پیدا نہیں ہوتا۔ تناسخ کی صورت تو یہ ہے کہ روح ایک جسم سے نکل کر دوسرے جسم میں مقید ہو جائے۔ حالانکہ یہاں روح کلی آزادی کی تمنا کر رہی ہے۔ اور "مرا آزاد کن" کہہ رہی ہے۔ اگر اس کو یہ نظر آتا کہ میرے انسان کے جسم سے نکلنے کے بعد اب گدھے یا کتے کا جسم میری مقیدکے لئے تیار ہے تو ہرگز اس جسم سے نکلنے کی آرزو نہ کرتی۔ اگر کرتی۔ تو وہ آزاد کن کا مصداق نہ ہوتی بلکہ "مرا و رقید بدتر ازیں مقید کن" کا مصداق ہوتی اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی آزادی کی آرزو نہیں دوسرے یہاں روح کہہ رہی ہے "کسے دیگر بجو" یعنی اے جسم اب میری بجائے کسی اور روح کو تلاش کر جو تیرے اندر میری طرح مقید ہو کر رہے۔ اور تناسخ کی یہ صورت نہیں ہے کہ ایک روح کسی ایسے جسم میں چلی جائے جس میں پہلے کوئی اور روح رہ چکی ہے۔ بلکہ یہ بروز کی صورت ہے جس کا نہایت مفصل و مبسوط تذکرہ ہم نے جلد میں کیا ہے اور بروز کوئی ایسا اہم مذہبی عقیدہ نہیں ہے جس کی تائید یا تردید کی ضرورت ہو۔ تناسخ کی صورت تو یہ ہے۔ کہ روح ایک جسم سے نکل کر کسی ایسے جسم میں چلی جائے جو خاص اسی کے لئے کسی جاندار کے رحم میں ابھی تیار ہوا ہے اور پہلے اس جسم سے کسی روح کا تعلق نہیں ہوا۔ ان اشعار میں یہ صورت کسی طرح بھی پیدا نہیں ہوتی۔ باقی رہا یہ سوال کہ روح نے یہ کیوں۔ کہا کہ کسے دیگر بجو یعنی اے جسم اب تو کسی اور روح کو تلاش کر۔

جو میرے بجائے تجھ سے متعلق ہو کر رہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ روح کا یہ قول اظہار بیزاری کے پیرایہ میں ہے۔ جیسے ایک ظالم و بدخو آدمی اپنی بیوی کو بے جا ستاتا اور اس کی تحقیر کرتا ہو کہ بدصورت ہے مفلس گھر کی بیٹی ہے۔ تو وہ بچاری تنگ آ کر اس کو کہے۔ مجھے طلاق دیدے اور میری بجائے کسی شہزادی کو بیاہ لا۔ ظاہر ہے۔ کہ اس کا شہزادی کے بیاہ لانے کو کہنا کوئی مقررہ تجویز نہیں ہے۔ بلکہ اس کے طنز کا ایک جواب ہے۔ جس کے ساتھ اپنی بیزاری کا اظہار بھی مقصود ہے۔ اسی طرح روح کا یہ کہنا کہ تو کسی اور روح کو میری بجائے اختیار کرے کسی اور واقعی کی تحریک نہیں ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ اے بدن اگر تو ایسا ہی روح کو اپنے پنجے میں گرفتار رکھنے کا شائق ہے۔ تو یہ شوق کسی دوسری روح کے لئے رکھ چھوڑ مجھے آزادی دے اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی مشورہ یا تحریک نہیں کیونکہ اس روح کے نکلنے کے بعد کسی دوسری روح کا خاص اسی جسم سے متعلق ہونا دنیا کے کسی مذہب کے نزدیک کبھی ممکن نہیں بلکہ جسم کا اس روح کے نکلتے ہی لقمہ نار یا طعمہ مور و مار ہو جانا ایک امر بدیہی ہے پس روح کسی محال و ناممکن امر کی تحریک کیونکر کر سکتی تھی آگے روح کے اس قول کی تائید میں کہ دیگرے را غیر من داماد کن ایک قاضی کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔ جس کو ایک مکار عورت نے فریب دیا تھا۔ کچھ مدت کے بعد وہ پھر اس کو فریب دینے کی غرض سے گئی اور قاضی نے اس کو پہچان لیا۔ تو کہا اب میری بجائے کسی اور کو اُلّو بنا

قصہ زن جوحی و عشوہ دادن او قاضی را و بمکر و حیلہ در صندوق کردن و شرح آں

جوحی کی عورت کا قصہ اور اس کا قاضی کو فریب دینا اور مکر و حیلہ سے اس کو صندوق میں بند کرنا اور اس کی تفصیلات

(جوحی ایک مسخرہ کا نام ہے جو نہایت ظریف تھا مثنوی میں پیچھے بھی کئی بار اس کا ذکر گذر چکا ہے ایک جگہ اسے بچپن میں اپنے باپ کو ایک یہ تمسخر آمیز بات کہی تھی کہ یہ رونے والا جس قبر کو رو رہا ہے وہ شاید ہمارا ہی گھر ہے ایک جگہ وہ زنانہ لباس بدل کر عورتوں کی ٹولی میں جا بیٹھا اور کسی بہانہ سے ایک عورت کا ہاتھ اپنی ازار میں ڈلوا لیا۔ عورت کو جب ہاتھ کے احساس سے معلوم ہوا کہ یہ مرد ہے تو اس نے چیخ ماری اب یہاں جوحی اور جوحی کی بیوی دونوں مل کر اس سے بھی زیادہ دلچسپ گل کھلاتے ہیں)

ہر زماں جوحی زد رویشی بغن ... رُو بزن کردے کہ اے دلخواہ من
چوں سلاحت ہست رو صیدے بگیر ... تا بدوشانیم از صید تو شیر

ترجمہ۔ جوحی تنگدستی سے مجبور ہو کر ہر وقت مکر کی غرض سے اپنی بیوی کی طرف متوجہ ہوتا (اور کہتا) کہ اے میری چاہتی (بیوی) جب تیرے پاس (ناز و عشوہ کا) ہتھیار ہے

تو جا کوئی شکار پکڑ لا، تاکہ ہم تیرے شکار سے دودھ دوہیں دیعنی اس سے کچھ مال لوٹیں،

قوسِ ابرو تیرِ غمزہ، دامِ کید بہرِ چہ دادت خدا؟ از بہرِ صید

ترجمہ خدا نے تجھے یہ ابرو کی کمان، غمزہ کا تیر اور مکر کا جال کیوں دیا ہے؟ شکار مارنے کے لئے (ہی تو دیا ہے پھر کیوں بیکار بیٹھی ہے)

رو پے مرغے شگرفے دام نہ دانہ بنما لیک در خوردش مدہ

ترجمہ۔ جا کسی موٹے مرغ کے لئے جال لگا۔ (اس کو) دانہ دکھلا مگر، اس کے کھانے کو نہ دے (یعنی اس کو اپنے وصل کا لالچ دے مگر وصل کی نوبت نہ پہنچنے دے خوب! جوحی صاحب باہر دغا ہونے کے ساتھ غیرت مند بھی ہیں۔ بیوی کو اغیار کے پاس بھیجتے ہیں اور اس کی عصمت کی بھی فکر ہے)

کام بنما و کن او را تلخ کام کہ خود دانہ چو شد در حبسِ دام

ترجمہ اس کو (وصل کی) مراد دکھا اور (اس کے حصول سے) ناکام رکھ (اتنے میں اس کو گرفتار دام کر لے۔ پھر) جب دام کا مقید ہو گیا تو دانہ کہاں کھائیگا (یعنی یہ احتیاط رکھنا کہ وہ آغاز ملاقات ہی میں تجھ پر ہاتھ نہ ڈال دے کہ یہ امر مضر عصمت ہے بلکہ اس کو فوراً کسی مصیبت کے پھندے میں ڈالنے کی کوشش کر پھر اس کو اپنی پڑ جائے گی اور تجھے کچھ نہ کہیگا)

شد زنِ او نزدِ قاضی در گلہ کہ مرا افغاں ز شوئے دہ دلہ

لغات۔ قاضی منصف۔ جج۔ احکام دین کے مطابق مقدمات کا فیصلہ کرنے والا۔ حاکم عدالت اسلامی حکومت میں یہ ایک عظیم الشان عہدہ دار ہوتا تھا جس کی عدالت میں ہر فرد رعایا کو بادشاہ تک کے خلاف دعویٰ دائر کرنے کا حق ہوتا تھا۔ پھر بادشاہ کو ایک فریق مقدمہ کی حیثیت سے قاضی کی عدالت میں حاضر ہونا اور کھڑے کھڑے بیان دینا پڑتا تھا۔ اسلام کی حکومت ضعیف ہو گئی۔ اور یہ محکمے نہ رہے تو لوگ نکاح طلاق، شرائط جمعہ و عید، شرائط ذبیحہ طلوع ہلال وغیرہ فروعات کے فیصلوں کے لئے مقامی علماء کی طرف رجوع کرنے لگے یعنی لوگوں نے تراضیاً خود قاضی قرار دے لیا۔ دیہات میں علماء شاذ و نادر ہوتے ہیں۔ وہاں یہ منصب مسجدوں کے ملاؤں کے سر پر آپڑا جن کے محکمہ قضا میں عموماً احکام شرعیہ کی بجائے اغراض نفسانیہ کا عمل دخل ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی لڑکا غلطی سے چاروں چوہڑوں کا پانی پی گیا تو اس کے گھر والوں سے ڈنڈ بھروا لیا۔ بقرعید آئی تو لوگوں کے بکرے ذبح کر دئے اور کھالیں آپ رکھ لیں۔ کسی مطلقہ عورت کا نکاح عدت گزرنے سے پہلے پڑھوانے کا تقاضا کیا گیا تو دگنا ہدیہ لے کر پڑھ دیا۔ محلہ کا کوئی منچلا کسی کی منکوحہ عورت کو بھگا لایا اور اپنے ساتھ اس کا نکاح

پڑھوانے کی درخواست کی۔ تو اس کے زندہ خاوند کو مفقود فرض کر کے نکاح پڑھ دیا۔ اور اپنے اس مفتی پن کا معقول نذرانہ وصول کر لیا۔ جن دیہات میں ایسے ملاں بھی نہیں وہاں تکیے کا فقیر گاؤں کا قاضی بلکہ "کاجی" ہے کیونکہ وہ اپنے منصب قضا کے ساتھ تکیہ کا حقہ نوش پارٹی کی چلم بھر دینے اور اسی قسم کے دوسرے "کام کاج" کر دینے کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے اس "کاجی" کے احکام قضا سن کر کبھی ہنسی اور کبھی رونا آتا ہے: اَللّٰهُمَّ ارحم امۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس سے ظاہر ہے کہ قاضی کا لقب جو کسی زمانہ میں سرمایہ افتخار تھا آج کل علماء کے لئے کیوں باعث ننگ و عار ہے۔ دَہ دِلہ بمعنی بہادر و شجاع بدیں خاطر کہ اس کا ایک ایک دل عزم و ہمت میں دس دلوں کے برابر ہے اور بمعنی تذبذب و پریشان خاطر بایں اعتبار کہ وہ کسی ایک ارادے پر قائم رہنے والا نہیں گویا اس کے سینے میں کئی دل ہیں کوئی دل کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے یہاں دوسرے معنی مراد ہیں:-

ترجمہ تو اس کی عورت قاضی کے پاس (اس کی عدالت میں) شکایت لے کر گئی کہ متلون مزاج شوہر سے میری فریاد ہے (جس کا دل اِدھر اُدھر مائل رہتا ہے اس طرف توجہ نہیں کرتا نہ مجھے نان نفقہ دیتا ہے)

قاضیوں کے قصّے زبان زد عام ہونے کی وجہ

مطلب۔ آگے بیان ہوگا کہ یہ دونوں میاں بیوی قاضی کو اُلّو بنائینگے اور اس کی خوب حجامت کرینگے۔ واضح رہے کہ قاضیوں کی سادگی یا عاشق مزاجی اور شہوت پرستی یا بددیانتی وغیرہ کے جو قصّے بکثرت مشہور ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ان میں حقیقت کا کوئی شمہ ہو پس خواہ ہندوستان کا قاضی جونپور ہو یا فارس کا قاضی ہمدان۔ یہ سب محفل آرائی کے لئے فرضی شخصیتوں کے مفروضہ قصّے تیار کئے ہوئے ہیں پڑھنے سننے والوں کو ان قصوں سے اس منصب جلیل کی بیوقعتی اور ان منصبداران عالیجاہ کی تحقیر کا تصور دل میں نہ لانا چاہئے باقی رہا یہ سوال کہ پھر دیگر اہل علم و ارباب مناصب کو چھوڑ کر صرف قاضیوں پر یہ نظر عنایت کیوں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جسطرح پیشہ ور اقوام میں سے نائی میراسی اور جولاہے کو خصوصیت کے ساتھ پر لطف حکایات کے موضوع بنایا گیا ہے کیونکہ نائی کی نکتہ رسی میراسی کی بذلہ سنجی اور جولاہے کی سادہ لوحی میں سامان تفریح نسبتاً زیادہ ہے۔ اسی طرح قاضی کا منصب ملکہ عدل۔ توازن مزاج، فہم معاملات، اور دین و دیانت کے لحاظ سے تمام مناصب سے زیادہ اہم اور ذمہ دارانہ ہے۔ اس لئے اس منصبدار کی بے عدلی۔ غلبہ طبع سوءِ فہم اور بددیانتی جسقدر موجب مضحکہ ہونی چاہئے اور کسی منصبدار کی نہیں ہو سکتی+

قصّہ کوتہ کُن کہ قاضی شُد شکار   از مقال و از جمال آں نگار

ترجمہ (غرض عورت نے بہت باتیں کیں کہاں تک بیان ہوں) قِصّہ کوتاہ کر (اور مطلب کی بات کہو) کہ قاضی اس معشوقہ کے (فتنہ انگیز حسن) اور (دلفریب) گفتگو سے (متاثر ہوا اس کے دام عشق میں) گرفتار ہو گیا۔

گفت اید رمحکمہ است و غلغلہ　　من نتانم فہم کردن ایں گلہ

ترجمہ (اور) بولا اس وقت تو عدالت کی کارروائی ہو رہی ہے اور شور برپا ہے۔ میں اس شکایت کو (کما حقہ) سمجھ نہیں سکتا۔

گر بخلوت آئی اے سرو سہی　　وز ستمگاری شوہر شرح دہی

فہم آں بہتر کنم بدہم سزاش　　آنچہ حق باشد تو زیں غمگیں مباش

ترجمہ اے سیدھے سرو کے سے قد والی پیاری) اگر تو خلوت میں (میرے پاس) آئے اور اپنے) شوہر کے ظلم کا حال مجھے سنائے تو میں اس کو اچھی طرح سمجھ سکوں (اور) اس کو وہ سزا دوں جو مناسب ہو تو غمگین نہ ہو

مر مرا معلوم گردد حال تو　　شوہرت را مزم سازم بے عتو

لغات عتو بضم عین وتاء مثناۃ وتشدید واو بمعنی سرکی یہاں واو کی تخفیف کے ساتھ درج ہے۔ بے عتو کے معنی سرکشی سے خالی جس میں حکم عدولی ونا فرمانی نہ ہو ترجمہ میں محاورہ ملحوظ ہے۔

ترجمہ (خلوت میں) مجھ کو تیرا حال (بخوبی) معلوم ہو جائیگا (پھر) میں تیرے خاوند کو ایسا نرم اور سیدھا کر دونگا (کہ اس میں) کوئی بل نہیں (رہے گا)

مطلب۔ سادہ لوح قاضی نے عورت کے مکر کو محسوس نہ کیا۔ اور سمجھا کہ فی الواقع وہ اپنے خاوند کی روکھائی اور بے اعتنائی سے نالاں ہے اب وہ اس کی فریاد رسی کے بدلے سے چاہتا ہے کہ اس کو اپنی خلوت عیش میں لے جاکر اس کے گلستان حسن سے گلچینی کرے ادھر یہ چالاک عورت قاضی کے دام فریب میں پھنسنے کی بجائے خود اس کو اپنے مکر کے پھندے میں پھانسنے کی کوشش کرتی ہے۔ چنانچہ:۔

گفت زن در خانۂ تو نیک و بد　　ہر دم از بہر گلہ آیند رود

ترجمہ عورت نے کہا جناب کے گھر میں تو ہر وقت بھلے برے لوگ (اپنی اپنی) شکایت (عرض کرنے) کے لئے آتے جاتے رہتے ہیں۔

گفت خانہ تو زہر نیک و بدے　　باشد از بہر گلہ آمد شدے

ترجمہ (اور) اس نے (دوبارہ کہا کہ) کہا کہ جناب کے گھر میں تو ہر نیک و بد آدمی کی آمد و رفت شکایت (عرض کرنے) کے لئے رہتی ہے۔ (آگے مولانا ایک ارشادی عنوان

کی طرف انتقال فرماتے ہیں جس میں انسان کے دماغ وقلب کو جو غیر اللہ کے مقید ہیں قاضی کے گھر سے تشبیہ دی ہے)

خانہ سر جملہ پُر سودا بود ۔۔۔ صدر پُر وسواس و پُر غوغا بود

ترجمہ (اس طرح ہر دنیا دار کے) سر کا گھر بالکل سودا (و خبط) سے پر ہوتا ہے (اور) سینہ (بھی) وسواس وغوغا سے لبریز رہتا ہے۔

باقی اعضا ز فکر آسودہ اند ۔۔۔ واں صدور از صادراں فرسودہ اند

لغات صدور جمع صدر بمعنی بالانشین وصاحب منصب (غیاث) یہاں اس سے اعضائے رئیسہ مراد ہیں یعنی دماغ وقلب جن کے محل یعنی سر و سینہ کا ذکر اوپر گذر چکا ہے یہاں اشارہ محل سے مافی المحل مراد ہے صادراں جمع صادر بمعنی رونده و باز گرونده۔ یہاں آنے جانے والے مراد ہیں

ترجمہ باقی (تمام اعضاء دست و پا وغیرہ) سوچ (بچار) سے آسودہ ہیں اور وہ اعضائے رئیسہ آنے جانے والے افکار و خیالات) سے (تھک کر) چور ہو رہے ہیں)

ہمچو شاخ از برگ و از میوہ کہن ۔۔۔ گرد خالی تا رسد از امر کن

برگہا و میوہائے نور غیب ۔۔۔ از پے آں کہنگی بے ہیچ ریب

ترجمہ (پس، تم پرانے (دنیوی خیالات کے) پتوں پھلوں سے (سوکھی) ٹہنی کی طرح خالی ہو جاؤ تاکہ اس کہنگی کے بعد (خداوند تعالےٰ کے) امر کُن سے نور غیب کے پتے اور پھل بلاشبہ پیدا ہوں (یعنی تم علوم و معارف اور اصول و مواجید سے متمتع ہو)

در خزان و باد خوف حق گریز ۔۔۔ آں شتا لقہائے پارین را بریز

ترجمہ تم (فکر عقبےٰ کی خزاں اور خوف حق کی ہوا میں جا پہنچو (اور غفلت و دنیا طلبی کے) ان سابقہ گل ہائے لالہ کو جھاڑ دو۔

مطلب افکار دنیویہ کو گل لالہ سے تشبیہ دی ہے۔ بایں مناسبت آج جسطرح گل لالہ خوبصورت ہوتا ہے۔ اسی طرح مرادات دنیویہ کے خیال پر لطف ہوتے ہیں زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ۔ چونکہ فکر عقبےٰ اور خوف حق بیں دنیا اور مرادات دنیویہ سے دل سیر ہو جاتا ہے اس کو خزاں سے تشبیہ دی ہے یعنی خوف حق میں مرادات دنیاوی سے اسطرح زائل ہو جاتی ہیں جس طرح خزاں سے درختوں کے پتے جھڑ جاتے ہیں یہ خیال رہے کہ خوف حق اور فکر عقبےٰ کو صرف دنیا کے خیالات کے لئے خزاں کہا ہے۔ ورنہ وہ لذاتہا بہترین بہار ہیں

آگے بر بنیز کی علت ارشاد ہے:-

کیں شقائق منع نو اشگوفہاست ۔ کہ درخت دل برائے آں نما بست

ترجمہ اس لئے کہ یہ سابقہ گل ہائے لالہ (خیالات معاد کے اُن) نئے شگوفوں کے مانع ہیں جن کے (نشو و) نما کے لئے (یہ) درخت دل (بنا) ہے (یعنی خطرات معاش خیالات معاد کے مانع ہیں جو اصل مقصود ہیں) سعدیؒ ؎

شب چو عقد نماز بر بندم ۔ چہ خورد بامداد فرزندم

خویش را در خواب کن زیں افتکار ۔ سر ز زیر خواب در یقظت برار

ترجمہ اپنے آپ کو (ماسوی اللہ کے) اس فکر سے (یکسو کر کے محویت کے) خواب میں ڈال دو (اور اس خواب کے معنی باعتبار حقیقت کے یہ ہیں کہ) سر خواب (غفلت کی چادر) کے نیچے سے بیداری کی طرف نکالو۔

ہمچو آں اصحاب کہف اے خواجہ زود ۔ رو بہ اَیْقَاظًا کہ تَحْسَبُهُمْ رُقُوْد

ترجمہ۔ پس اے خواجہ جلدی ان اصحاب کہف کی طرح ایسی نیند کی طرف جاؤ کہ لوگ تم کو مخلوق کی طرف بیدار سمجھیں اور تم (اس کی طرف سے سو رہے ہو۔

مطلب یعنی تم یاد حق میں ایسی حالت اختیار کرو کہ لوگ تم کو خلق سے باخبر سمجھیں اور تم خلق بیخبر ہو۔ خلق سے بے خبر ہونا مشغول بحق ہونے کے لازم ہے اور لوگ جو اس کو خلق سے باخبر سمجھیں گے تو اس میں مصلحت یہ ہے کہ اس کا کمال محویت لوگوں سے مخفی رہے گا۔ تو وہ خارج اوقات نہ ہوں گے۔ اور خود اس میں بھی کوئی شائبہ ریا پیدا نہ ہوگا دوسرے مصرعہ کے الفاظ میں اس آیت کریمہ کی طرف تلمیح ہے جو اصحاب کہف کے قصے میں وارد ہے تَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۔ یعنی تم ان کو جاگتے سمجھو حالانکہ وہ سو رہے ہیں۔ مصرعہ میں آیت کے کلمات پس و پیش واقع ہوئے ہیں اور الفاظ کی اس ترتیب میں ترجمہ خلاف مقصود ہوتا ہے۔ پس یہ کلمات جو بضرورت وزن اس ترتیب سے درج ہوئے ہیں۔ صرف تلمیح کا کام دیتے ہیں ان کا ترجمہ بایں ترتیب مقصود نہیں آگے پھر قصہ چلتا ہے:-

گفت قاضی اے صنم تدبیر چیست ۔ گفت خانہ ایں کنیزک بس تہی ست

ترجمہ۔ قاضی نے کہا پیاری! تو پھر اس کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے وہ بولی اس کنیزک کا گھر بالکل خالی ہے (قاضی صاحب کو کنیز کے لفظ میں جو مزہ آیا ہوگا وہ انہیں کا دل جانتا ہے)۔

خصم در دِہ رفت و حارس نیز نیست   بہر خلوت سخت نیکو مسکنے ست

ترجمہ (میرا) خصم گاؤں گیا ہے - اور (کوئی) رقیب بھی (موجود) نہیں خلوت کے لئے نہایت عمدہ جگہ ہے (اس تجویز نے قاضی صاحب کے دل پر جو اثر کیا ہوگا وہ محتاج توضیح نہیں ؎

جب جوش پہ آئے مستی عہد شباب   اور عیش کے ہوں سارے میسر اسباب
محبوب ہو سازگار غائب ہو رقیب   تقویٰ کا جہاز ہے میانِ گرداب

امشب ار امکاں بود آنجا بیا   کارِ شب بے سمعہ ست و بے ریا

ترجمہ آج کی رات اگر ممکن ہو تو وہاں تشریف لائیے - رات کا کام بے شہرت اور بلا اظہار ہوتا ہے (عورت نے قاضی کے دل پر یہ کس بلا کا تیر پھینکا ہے جس کی کوئی روک تھام نہیں)

صاحب حاجتِ دامِ کمندے نیست در تسخیر ما   التفاتِ یار باشد حلقۂ زنجیرِ ما

جملہ جاسوساں ز خمرِ خواب مست   زنگیٔ شب جملہ را گردن زدہ ست

ترجمہ (اس وقت) تمام مخبر نیند کی شراب سے مست ہوتے ہیں کیونکہ (زنگیٔ شب) سب کی گردن اڑا دیتا ہے -

خواند بر قاضی فسونہائے عجب   آں شکر لب وانگہانے از چہ لب

ترجمہ غرض اس شکر لب (عورت) نے قاضی پر عجیب افسون پھونکے اور کیسے لب سے (جن کا جادو خالی جانے والا نہ تھا)

چند با آدم بلیس افسانہ کرد   چونکہ حوا گفت خور آنگاہ خورد

ترجمہ (اور عورت کی بات میں اثر بھی ہوتا ہے چنانچہ) ابلیس نے ہر چند آدم علیہ السلام کے ساتھ (دانہ کھانے کے لئے) اصرار کیا (مگر انہوں نے نہ کھایا - اور) جب حوا نے کہا کھاؤ تو اس وقت فوراً کھا گئے -

مطلب شیطان کے اصرار سے حضرت آدم کے دل میں ایک تردد پیدا ہو گیا تھا کہ دانہ کھاؤں یا نہ کھاؤں - پھر جب شیطان نے حضرت حوا کو بھی وہی ترغیب دی تو عورتیں چونکہ کوتہ اندیش ہوتی ہیں وہ اس کے فریب میں آ گئیں - اب حوا نے حضرت آدم کو دانہ گندم کھانے کو کہا تو وہ ان کے قول سے متاثر ہو کر کھا گئے - اس میں عورتوں کی باتوں کے مؤثر ہونے کی نظیر مقصود ہے آگے عورتوں کے باعث فساد ہونے کی ایک نظیر بیان ہوتی ہے - جیسے مشہور رہے کہ زر زن زمین تینوں بواعث نزاع ہیں -

اولیں خوں در جہانِ ظلم و داد از کفِ قابیل بہرِ زن فتاد

ترجمہ۔ اس ظلم و عدل کے عالم میں سب سے پہلا خون (جو واقع ہوا تو) قابیل کے ہاتھ سے عورت کے لئے واقع ہوا (جس کا مفصل قصہ کسی گذشتہ جلد میں گذر چکا ہے۔ آگے عورتوں کی فساد انگیزی و شرارت پسندی کی دو نظیریں مذکور ہیں)

نوح بر تا وہ چو بریاں ساختے واہلہ بر تابہ سنگ انداختے

لغات تابہ توا (غیاث)، واہلہ حضرت نوح ؑ کی گمراہ بیوی کا نام ہے۔

ترجمہ حضرت نوح علیہ السلام جب (قوم کو دعوت سلام دینے کے لئے وعظ کا طعام خوشبولی کے) توے پر پکاتے تو (ان کی گمراہ بیوی) واہلہ توے پر پتھر پھینکتی (یعنی ان کے وعظ و تقریر میں قسور مچا دیتی)

مکرِ زن بر فنِ او چیرہ شدے آبِ صافِ وعظِ او تیرہ شدے

ترجمہ تو عورت کا یہ مکر ان کے فن (وعظ) پر غالب آجاتا اور ان کے وعظ کا صاف پانی مکدر ہو کر لوگوں کے لئے نا خوشگوار اور غیر موثر) ہو جاتا۔

قوم را پیغام کردے از نہاں کہ نگہدارید دیں از گمرہاں

ترجمہ (اور وہ اسی ظاہری مخالفت پر ہی اکتفا نہ کرتی بلکہ) در پردہ (بھی قوم کو پیغام پہنچاتی کہ ان گمراہوں سے (اپنے سابقہ دین کو محفوظ رکھو

عورتوں کا مکر و شر ہونا

لوط را زن ہمچنیں بد کافرہ خواندہ باشی قصۂ آں فاجرہ

ترجمہ۔ اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام کی عورت بھی کافرہ تھی اس بری عورت کا قصہ تم نے پڑھا ہوگا۔

مطلب۔ فاجرہ کے معنوی معنی بدکار ہیں چونکہ انبیا کی ازواج بدکاری سے منزہ ہیں۔ اس لئے یہاں اس لفظ سے مطلق گنہگار و بد اعمال مراد ہے اس کا یہ قصہ یوں ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم میں فعل خلاف وضع فطری عام تھا۔ حضرت لوط ہر چند ان کو سمجھاتے مگر وہ باز نہ آتے تھے ان کی عورت بھی گمراہ تھی اور بدکار قوم کی حمایت کا دم بھرتی تھی۔ آخر حق تعالےٰ کا غضب ان پر نازل ہوا حضرت جبرائیل ان لوگوں کو سزا دینے کے لئے بھیجے گئے جو ایک خوبصورت نوجوان کی شکل میں حضرت لوط کے گھر میں وارد ہوئے حضرت لوط ان کو دیکھ کر اپنے مہمان عزیز کی عزت کے خیال سے بہت پریشان ہوئے ان کو کیا معلوم تھا کہ یہ وہ ہستی ہے جو دشمنوں کا تختہ الٹ دینے کی طاقت رکھتی ہے حضرت لوط کی عورت نے

حسب عادت خبث اپنی قوم کو مطلع کر دیا۔ کہ ایک حسین جوان ہمارے گھر آیا ہے بدکار لوگ اس جوان کی طلب میں دوڑے آئے۔ حضرت لوط رضؑ ان کی منت سماجت کرنے لگے کہ میرے مہمان کی تذلیل کا ارادہ نہ کرو۔ مگر وہ باز آنے والے نہ تھے۔ حضرت جبرئیل نے اندر سے کہا اے نبی تم کچھ پروا نہ کرو ان کو اندر آنے دو۔ جب وہ لوگ اندر آئے۔ حضرت جبرئیل نے اپنے بازو کے پروانہ کو ہوا میں حرکت دی۔ جس سے سب لوگ اندھے ہو گئے۔ پھر حضرت لوط کو حکم ہوا کہ آپ راتوں رات اپنے اہل و عیال سمیت اس بستی سے نکل جائیں اور کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔ حضرت جبرئیل نے علی الصباح بدکاروں کی بستی کا تختہ زمین اوپر اٹھایا۔ اور بلندی پر لیجا کر وہاں سے نیچے گرا دیا۔ اور اوپر سے ان لوگوں پر پتھر برسے ادھر حضرت لوطؑ حضرت لوط اپنے عیال سمیت بستی سے باہر نکل گئے تھے اور ان میں سے کسی نے پیچھے مڑ کر نظر نہ کی مگر ان کی بیوی اپنی پاداش عمل سے سلامت نہ رہ سکی چنانچہ اس نے پیچھے کی طرف نظر کی تو ایک پتھر اس کے بھی آکر لگا جس سے وہ ہلاک ہو گئی۔ حضرت لوطؑ کے نام کی نسبت سے ان کی امت کا ہر آدمی لوطی کہلاتا ہے۔ مگر چونکہ وہ لوگ مذکورہ شیوہ کے عادی تھے۔ اس لئے پھر ہر اس شخص کو جو اس فعل کا عادی ہو لوطی کہنے لگے خواہ وہ کسی قوم سے ہو اور اس فعل کے مصدر کے لئے اواطت کا لفظ وضع ہو گیا۔ آگے عورتوں کے مکر و فریب کی نظیر مذکور ہے :-

یوسف از کید زلیخائے جواں ماند در زنداں برائے امتحاں

ترجمہ۔ اسی طرح یوسف علیہ السلام جوان عورت یعنی) زلیخا کے فریب سے امتحان کے لئے قید خانہ میں رہے۔

مطلب امتحان سے یا تو یہ مراد ہے کہ زلیخا اس قید سے یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ یوسف جبر و تشدد کی کسی حد تک اس کے لئے رام ہو سکتے ہیں یا خدائی امتحان مراد ہے یعنی اس رنج و عنا پر صبر و استقامت اختیار کرنے سے ان کے مراتب کی ترقی مقصود تھی مذکورہ نظائر میں عورتوں کے چار فتنے ثابت ہوتے ہیں (۱) عورتوں کے کلام کی تاثیر (۲) عورتوں کا باعث فساد ہونا (۳) عورتوں کا خود فساد برپا کرنے کی کوشش کرنا (۴) عورتوں کا مکر و فریب مولانا کا مقصد یہ ہے کہ جوحی کی عورت ان چاروں فتنوں کا مجموعہ تھی۔ یعنی اس کی باتوں نے قاضی کو مسخر کر لیا (۲) اس کا حسن قاضی کے لئے باعث مصیبت ہوا (۳) اس نے قاضی کو مالی نقصان پہنچانے کی تدبیر کی (۴) اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے قاضی کو فریب دیا۔ آگے مولانا جوحی کی عورت کے ان ہتھکنڈوں کی مثال اکثر صنف نسواں کے مایہ فساد ہونے کا فیصلہ فرماتے ہیں

ہیلہ کاندر جہاں بینی عیاں باشد از شومیِ زن در ہر مکاں

دنیا کی اکثر بلاؤں کا باعث عورت ہے

ترجمہ۔ جو بلا تم جہاں میں عیاں دیکھو وہ ہر جگہ عورت ہی کی برائی سے دو واقع ہے۔

مطلب۔ مولانا یہ قول اس حدیث مرفوع کی ترجمانی کر رہا ہے جو متفق علیہ ہے کہ مَا تَرَکْتُ بَعْدِیْ فِتْنَۃً اَضَرَّ عَلَی الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ یعنی میں نے اپنے بعد کوئی ایسا فتنہ (پیچھے) نہیں چھوڑا۔ جو لوگوں کے لیے عورتوں (کے فتنے) سے بڑھ کر مضر ہو (مشکوٰۃ) یہ بالکل حق ہے اور امین و صادق کے قول کے حق ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔ ہماری آنکھوں کے سامنے عورتوں کی وجہ سے بڑے بڑے خاندانوں کی مٹی پلید ہو چکی ہے۔ لوگوں میں خون خرابے ہو گئے ہیں ان کے جان و مال کی تباہی مچ چکی ہے۔ ریاستیں اور حکومتیں زیر و زبر ہو چکی ہیں سلطنتوں کے تخت الٹ گئے ہیں۔ دور جدید کے زن پرست لوگ اگر اس کو مبالغہ سمجھیں تو ان کی یہ خوش فہمی ان کو مبارک!

نظامیؒ: اگر نیک بودے سرانجام زن　-　زناں را مزن نام بودے نہ زن

جامیؒ: زن از پہلوے چپ شدہ آفریدہ　-　کس از چپ راستی برگزیدہ

آگے پھر قصہ چلتا ہے:-

رفتنِ قاضی بخانہ زنِ جوحی و حلقہ زدنِ جوحی کہ تندی و خشم

قاضی کا جوحی کے گھر میں جانا اور جوحی کا تندی و غصہ کے ساتھ دروازہ کا

بر درِ گریختن قاضی در صندوق

کنڈا کھٹکھٹانا اور قاضی کا دوڑ کر صندوق کے اندر چلے جانا۔

مکرِ زن پایاں ندارد۔ رفت شب　　قاضی زیرک سوئے زن بہرِ دب

لغات: قاضی کو زیرک طنزاً کہا ہے۔ یعنی وہ اپنی زیرکی کے زعم میں عورت کو اپنے قابو میں لانے کی کوشش کر رہا ہے اور الٹا خود عورت کے دامِ فریب میں مقید ہونیوالا ہے۔ دب بفتح دال طوالت و ادغام (غیاث)، یہاں مطلق بدکاری مراد ہے۔

ترجمہ: عورت کے مکر کو کہاں تک بیان کیا جائے اس) کی انتہا نہیں (اب اصل قصہ سنو کہ) قاضیِ دانا رات کے وقت عورت کی طرف اس کی لذت) صحبت (سے متمتع ہونے) کے لیے چلا۔

زن دو شمع و نُقل مجلس راست کرد　　زاں نوازش شاد شد قاضی خرد

لغات: نقل بضم نون شراب کے بعد کھانے کی اشیاء و پھل شرینی کباب وغیرہ۔

ترجمہ: عورت نے جب قاضی کی خاطر مدارت کے لیے (شمع اور کچھ پھل شیری وغیرہ قرینے سے) سجا کر رکھے تو قاضی یکتا اپنی اس عزت افزائی سے خوش ہوا۔ اسے کیا معلوم کہ یہ دام کے اوپر دانہ پاشی ہے)

چونکہ بنشستند باہم ساعتے تا برآسایند اندر خلوتے

ترجمہ: جب وہ تھوڑی دیر کے لیے اکٹھے تاکہ تنہائی میں (دل کے ولولے نکالنے کے لیے لوگوں کی مزاحمت سے) آسودہ ہوں۔

چوں نشست او بپہلوئے زن بامراد گشت جانِ پرغمش زاں وصل شاد

ترجمہ (اور) جب وہ (قاضی) عورت کے پہلو میں بامراد ہو کر بیٹھا (اور) اس وصل سے اس کی جان خوش ہو گئی۔ تو:-

اندراں دم جوحی آمد در بزد جست قاضی مہربے تا در خزد

لغات: مہرب رسم ظرف از ہرب جائے گریز۔ ترتیب کلام یوں ہے تا در مہربے خزد

ترجمہ: تو اسی وقت جوحی آپہنچا (اور) اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ قاضی (اپنی فضیحت کے خوف سے فوراً) اٹھا تاکہ کسی جائے گریز میں جا گھسے۔

غیر صندوقے ندید او خلوتے رفت در صندوق از خوف آں فتے

ترجمہ: تو (ایک) صندوق کے سوا (جو وہاں موجود تھا) اس کو کوئی چھپنے کی جگہ نظر نہ آئی۔ وہ اس جوان (جوحی) کے خوف سے صندوق میں داخل ہو گیا۔

اندر آمد جوحی و گفت اے حریف اے وبالم در ربیع و در خریف

من چہ دارم کہ فدایت نیست آں کہ زمن فریاد داری ہر زماں

لغات: حریف۔ مقابل۔ دشمن۔ مخالف۔ ربیع ایام بہار موسم خزاں

ترجمہ: جوحی اندر آیا اور (عورت سے مخاطب ہوا) بولا اری بیرن! اس بہار و خزاں میں میری وبال! میرے پاس کیا ہے جو تجھ پہ فدا نہیں (پھر) جو تو ہر وقت میری شکایت کرتی ہے۔ (تو اس کی کیا وجہ ہے)

مطلب: ایام بہار سے بہار مراد خوشحالی و فارغ البالی ہے اور موسم خزاں سے مقصود تنگدستی و مفلسی۔ یعنی اے عورت تو ہمیشہ ناشکری کرتی اور مجھے ستاتی رہتی ہے نہ خوشحالی میں شکر کرتی ہے اور نہ تنگی میں صبر و قناعت۔

گفت شخصے نزد قاضی رفتۂ　　در حقم ناگفتنیہا گفتۂ

ترجمہ: ایک شخص نے (مجھے) بتایا ہے کہ تو قاضی کے پاس گئی ہے (اور) میرے حق میں تو نے وہ باتیں کہی ہیں جو نہ کہنے کے لائق ہیں۔

بر لب خشکم کشادستی زباں　　گاہ مفلس خوانیم گہ قلتباں

لغات: قلتبان بفتح قاف۔ دیوث۔ بیغیرت۔ یعنی وہ شخص جو اپنی عورت کی بدکاری پر آگاہ ہو کر چشم پوشی روا رکھے۔ لب و زبان کی مناسبت پر لطف ہے۔

ترجمہ: میرے (خاموش) خشک لب رہنے کے باوجود تو نے (میرے خلاف) زبان کھولی ہے۔ کبھی مجھے مفلس کہتی ہے (کہ میں تیرے اخراجات پورے نہیں کرتا اور) کبھی مجھے دیوث بتاتی ہے جس سے تیرا مطلب یہ ہے کہ میں یہ گوارا کر لیتا ہوں کہ تو اپنے اخراجات کی ہمرسانی کے لیے غیر مردوں کے پاس جائے)

ایں دو علت گر بودے جانِ مرا　　آں یکے از تست و دیگر از خدا

ترجمہ: اے جان اگر (فی الواقع) یہ دو عیب مجھ میں نہیں۔ تو وہ ایک (یعنی میری بے غیرتی) تیری طرف سے (پیدا ہوئی) ہے اور دوسری (یعنی میری مفلسی، خدا کی طرف سے ہے)۔

مطلب: یعنی جب تو خود بدکاری پر آمادہ ہوئی تو مجھے اپنی کمزوری سے بیغیرت بننا پڑا۔ ورنہ میں بے غیرت کیوں ہوتا۔ قاضی صاحب صندوق کے اندر بیٹھے یہ ساری باتیں سُن رہے ہیں۔ ابھی تک ان پر میاں بیوی کے اس پُر فریب کھیل کا راز ظاہر نہیں ہوا ہوگا۔ وہ تو یہی سمجھتے ہوں گے کہ واقعی مفلسی کی وجہ سے ان میاں بیوی میں ان بن ہے اور بیوی تنگی کے سبب عصمت فروشی پر آمادہ رہتی ہے اور دل میں کہتے ہوں گے کہ سعی کا تیر تو ہدفِ مراد پر پڑا تھا مگر کم بخت جوحی عین موقع پر آمرا۔ مگر آگے چل کر ان کی آنکھیں کھلیں گی۔

من چہ دارم غیر ایں صندوق کاں　　ہست مایۂ تہمت و پایۂ گماں

ترجمہ: (جوحی کہتا ہے) میں اس صندوق کے سوا اور کیا (چیز) رکھتا ہوں کہ (یہی تیرے حق میں (خطائے زر کی) تہمت کا مادہ اور (میرے خلاف لوگوں کی) بدگمانی کی بنیاد ہے۔ (صندوق کی طرف جوحی کی توجہ معلوم کر کے قاضی کا کلیجہ دھک دھک کرنے لگا ہوگا)

خلق پندارند زر دارم دروں　　داد و گیرند از من زیں ظنوں

ترجمہ: لوگ سمجھتے ہیں کہ میں (اس صندوق کے) اندر نقد مال رکھتا ہوں۔ اپنی بدگمانیوں سے (وہ) اپنے عطیات مجھ سے روک رکھتے ہیں (اور کہتے ہیں یہ خیرات کا مستحق نہیں)

صورتِ صندوق بس زیباست لیک ۔ از عروض و سیم و از زر خالی نیک

ترجمہ: صندوق اوپر سے تو بڑا خوبصورت ہے۔ لیکن مال و متاع اور سیم و زر سے بالکل خالی ہے۔

چوں تنِ زرّاق خواب باوقار ۔ اندراں سلّہ نیابی غیرِ مار

لغات: زرّاق بفتح زاء معجمہ و تشدد راء مہملہ مکار۔ ریاکار سلّہ ٹوکرا۔

ترجمہ: جیسے ریاکار کا جسم جو خوشنما اور شاندار ہے (مگر) اس ٹوکرے میں تم سانپ کے سوا کچھ نہ پاؤگے (ریاکار کے اندر نفس امّارہ اپنا کام کر رہا ہے لوگ سمجھتے ہیں۔ بڑا عابد و پارسا ہے یہی حال میرے صندوق کا ہے اوپر سے گلزار اندر سے پرخار)

من برم صندوق را غروا بکوے ۔ پس بسوزم درمیانِ چار سوے

ترجمہ: میں علی الصباح (اس) صندوق کو کوچے میں لے جاؤنگا۔ پھر (اس کو) چوراہے میں (رکھ کر) آگ لگادوں گا (یہ گفتگو رات کے وقت ہو رہی ہے۔ لہٰذا فردا سے مراد علی الصباح ہے نہ کہ اگلا دن کیونکہ ایسے اہم کام کے لیے ایک دن کا توقف کوئی معنے نہیں رکھتا)

تا بہ بینند مومن و گبر و جہود ۔ کاندریں صندوق جز لعنت نبود

لغات: لعنت نیکی اور رحمت سے محروم کرنا یہاں مطلق محرومی و تہیدستی مراد ہے۔ یہ نسخہ ہمارے نسخے اور منہج القوی کے موافق ہے۔ بعض نسخوں میں اس لفظ کی بجائے لعبت بجلے موحدہ درج ہے جس کے معنی کھیلنے کی چیز مثلاً پتلی یا گڑیا کے ہیں چونکہ یہ چیزیں بچوں کے ساتھ خاص ہیں اور بڑوں کے لیے متلزم بیہودگی ہیں۔ اس لیے یہاں اگر یہ نسخہ اختیار کیا جائے تو گویا ملزوم بول کر لازم مراد لیا ہے یعنی بیہودگی۔

ترجمہ: تاکہ مسلمان و کافر اور یہودی (و عیسائی وغیرہ ہر قوم اور فرقہ کے لوگ) دیکھ لیں کہ اس صندوق میں سوائے محرومی یا بیہودگی کے کچھ نہ تھا (دوسرا مصرعہ قاضی صاحب کے لیے حق میں کس قدر ہتک آمیز ہے مگر یہاں تو جان کے لالے پڑ رہے ہیں ہتک کا احساس کہاں ہوگا)

گفت زن ہے درگزر اے مرد زیں ۔ خورد سوگنداں کہ نکنم جز چنیں

ترجمہ: عورت نے کہا خبردار ارے مردوے! ایسا مت کر۔ جوحی نے قسم کھالی کہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کرنے کا۔

بارسن صندوق را در دم ببست خویشتن را کردہ بُد مانندِ مست

ترجمہ: اسی وقت صندوق کو رسی سے باندھ لیا (اور اس کام میں اس نے اپنے آپ کو دیوانوں کی مانند بنا لیا تھا۔

مطلب: اپنے آپ کو دیوانہ وار اس لیے بنایا کہ دیکھنے والے سمجھیں کہ واقعی جوحی جوش میں بھرا ہوا ہے یہ اس کی کوئی بناوٹ نہیں۔ صندوق کو رسی سے اس لیے باندھا کہ بندھی ہوئی رسیوں ہاتھ ڈال کر اُٹھانا آسان ہوتا ہے۔ یا شاید اس لیے باندھا ہوگا کہ نقل وحرکت میں اس کی کوئی تختی وکواڑی نہ کھل جائے۔ یا جوحی کا یہ فعل صندوق کو اپنے قبضہ تصرف میں لے لینے کا گویا اعلان تھا۔ تاکہ میں جو چاہوں اس کے ساتھ کروں گا۔ عورت اب اس پر قابض نہیں ہو سکتی۔

از پگہ حمّال آورد اُو چُو باد زُود آں صنُدوق بر پُشتش نہاد

ترجمہ: صبح ہی سے وہ ہوا کی طرح (لپک کر) ایک قلی کو (بلا) لایا (اور) فوراً وہ صندوق اس کی پشت پر رکھ دیا (یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چو باد حمال کی صفت ہو یعنی وہ قلی جو ہوا کی طرح تیز رفتار تھا)

اندراں صندوق قاضی از نکال بانگ میزد کاے حمّال وائے حمّال

ترجمہ: (اب تو) قاضی (کی جان پر بنی اور وہ) اس صندوق کے اندر سے مصیبت کے پکارنے لگا کہ او قلی! ارے او قلی!!

کرد آں حمّال پیش وپس نظر کز چہ سُو در میرسد بانگ وخبر

ترجمہ۔ اس قلی نے آگے اور پیچھے کی طرف نظر کی کہ یہ آواز اور خبر کدھر سے آئی ہے

ہاتف ست ایں داعی من اے عجب یا پری ام مے کند پنہاں طلب

لغات: ہاتف بکسر تا رشناہ از ہتف بمعنی آواز دادن۔ ہاتف کے معنی پکارنے والا۔ عام استعمال میں اس سے مراد وہ فرشتہ ہے جو کسی کو غیب سے پکارے۔ پری جن۔ عرف حال میں جنات کی عورتوں کو پری کہتے ہیں جو نہایت خوبصورت ہوتی ہیں۔

ترجمہ: ارے تعجب ہے کہ یہ میرا پکارنے والا کوئی ہاتف ہے۔ یا کوئی جن مجھ کو خفیہ بلا رہا ہے۔

چوں پیاپے گشت آں آواز بلیش گفت ہاتف نیست باز آمد بخویش

ترجمہ: جب لگاتار وہ آواز بڑھتی گئی تو (قلی نے دل میں) کہا (یہ) ہاتف (کی آواز) نہیں (اور اب تعجب کے رفع ہو جانے سے) اس کے ہوش بجا ہوئے۔

عاقبت دانست کاں بانگ وفغاں بُد ز صندوق وکسے در وے نہاں

ترجمہ: آخر اس نے سمجھ لیا کہ وہ آواز و فریاد صندوق (میں) سے (آتی) تھی۔ اور کوئی (آدمی) اس کے اندر چھپا ہوا (ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں)

عاشقے کو در غمِ معشوق رفت گرچہ بیروں ست در صندوق رفت

ترجمہ: (اور صندوق کے اندر بند ہونے میں کوئی قاضی کی تخصیص نہیں بلکہ) جو عاشق (مجازی) معشوق (مجازی) کے غم میں مبتلا ہو گیا۔ اگرچہ (بظاہر) وہ باہر ہے (مگر معنی) صندوق کے اندر (مقید) ہو گیا۔

عمر در صندوق بُرد از اندُہاں جز کہ صندوقے نہ بیند در جہاں

ترجمہ: اس (عاشق مجازی) نے (ان) غموں کے سبب سے (جو عشق میں پیش آتے ہیں) اپنی عمر صندوق کے اندر گزار دی وہ دنیا میں سوائے صندوق کے کچھ نہیں دیکھتا (آگے اور تعمیم کرتے ہیں)

آں سرے کہ نیست فوقِ آسماں از ہوس اورا دراں صندوق داں

ترجمہ: (اس عاشق مجازی کی بھی تخصیص نہیں) جو سر (فکر معاد میں) آسمان پر (اپنا خیال) نہیں (لے جاتا) اس کو (دنیا طلبی کی) ہوس سے اس صندوق کے اندر (مقید) سمجھو۔

چوں ز صندوقِ بدن بیروں رود او ز گورے سوئے گورے میشود

ترجمہ: جب صندوقِ بدن سے باہر (نکل کر قبر میں) جائے گا تو (یوں سمجھو کہ) وہ ایک گور سے دوسری گور کی طرف جا رہا ہے۔

مطلب: یعنی یہ قبر اس کے لیے کوئی نئی چیز نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی وہ قبر ہی میں تھا کیونکہ جب اس کا قالب ایک ایسے مُردہ قلب پر مشتمل تھا جس میں تعلقاتِ دُنیا اور شغف ماسوائے روحانی حیات باقی نہیں رہنے دی تھی تو گویا وہ قالب اس قالب کے لیے بمنزلہ گور تھا صائب؟ ؎

نیست فرق از تن دل افسردۂ خود کام را رنگ برگِ خویش باشند میوہائے خام را

ایں سخن پایاں ندارد قاضیش گفت اے حمّال وائے صندوق کش

ترجمہ: اس مضمون کی تو انتہا نہیں اب قصہ سنو کہ) قاضی نے اس (حمال) کو کہا اے حمال! اور اے صندوق کو اُٹھا کر لے جانے والے!

ازمن آگہ کن درون محکمہ نایبم را زود تر با ایں ہمہ

ترجمہ: بہت جلد محکمہ (قضا) میں (جا کر) میرے نائب کو اس سارے (واقعہ) سے آگاہ کر دے۔

تا خرد ایں را بزر زیں بے خرد ہمچنیں بستہ بخانہ ما برد

ترجمہ: تاکہ وہ اس (صندوق) کو اس بیوقوف (جوحی) سے بعوض قیمت خرید لے (اور اس کو) اسی طرح بندھا بندھایا ہمارے گھر لے جائے۔

مطلب: سادہ لوح قاضی اب تک یہ سمجھتا ہے کہ جوحی اصل واقعہ سے بے خبر ہے اور یہ ساری کارروائی جو وہ کر رہا ہے تو محض عورت کی شکایت سے ناراض ہو کر کر رہا ہے۔ اس لیے وہ جوحی کو بیوقوف کہتا ہے۔ اس کو یہ معلوم نہیں کہ عیار جوحی خود تجھے بیوقوف بنا رہا ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں:۔

اے خدا بگمار قوم رحم مند تا ز صندوق بدن مارا خرند

ترجمہ: الٰہی! احمدی لوگوں کو (اس کام پر) مقرر کر دے کہ وہ ہم کو صندوق جسم سے چھوڑ دیں۔

مطلب:۔ یعنی جس طرح یہ قاضی جوحی اور اس کی عورت کے فریب سے صندوق میں مقید ہو گیا اور اب وہ اس صندوق سے نکلنے کی کوشش کر رہا ہے اور اس کے لیے اپنے نائب سے مدد چاہتا ہے اسی طرح ہم بھی نفس و شیطان کے فریب سے مقتضیات جسم اور لذات نفسانیہ کے صندوق میں بند اور اس قید سے نکلنے کے آرزو مند ہیں۔ الٰہی تو اپنے کرم سے ہم کو اہل ارشاد کی نظر توجہ سے متمتع فرما تا کہ اُن کے فیض سے ہمارا قلب تعلقات ماسوائے اللہ سے پاک ہو جائے۔ آگے اس قوم رحم مند کی تعیین کرتے ہیں:۔

خلق را از بند صندوق فسوں کہ خرد جز انبیاء و مرسلوں

ترجمہ: (اولیا) مخلوق کو فریب کے صندوق سے سوائے انبیاء مرسلین (اور ان کے سچے وارثوں) کے کون چھوڑ سکتا ہے (آگے ان گرفتاران تعلقات ماسوائے اللہ کے جہل کا ذکر کرتے ہیں

از ہزاراں یک کسے خوش منظر ست کہ بداند کو بصندوق اندر ست

ترجمہ: (باوجودیکہ یہ لوگ صندوق تعلقات میں مقید ہیں مگر پھر بھی) ہزاروں میں سے کوئی ایک ہی شخص خوش نظر ہے جو یہ جانے کہ وہ صندوق کے اندر ہے۔

آنکہ داند تو نشانش ایں شناس لو زوح ایں جہاں دارد ہراس

ترجمہ: جو شخص (اپنی قید صندوق کو) محسوس کرتا ہے۔ تم اس کی علامت یہ سمجھو کہ وہ اس عالم کی راحت سے متوحش ہوتا ہے (یعنی یہاں کے سامان راحت سے اس کو دلچسپی نہیں بلکہ نفرت ہے)

او جہاں را دیدہ باشد پیش ازاں تا بداں ضد ایں ضدش گردو عیاں

ترجمہ: (پس) اس (شخص) نے اُس جہان کو اس سے پہلے دیکھ لیا ہوگا جتے کہ اس ضد کے سبب سے یہ ضد اس پر ظاہر ہوگئی۔

مطلب: جس طرح صندوق کی تنگی کو وہی شخص محسوس کر سکتا ہے۔ جس نے عالمِ فراخ دیکھا ہے۔ اسی طرح تعلقات دنیا کی تنگی و ناگوارائی کا احساس اسی شخص کو ہو سکتا ہے۔ جو اپنی بصیرت باطن سے عالم بالا کو دیکھ چکا ہے۔ روشنی دیکھ کر تاریکی کا احساس ہوتا ہے۔ خوشبو سونگھ کر بدبو کی برائی محسوس ہوتی ہے۔

زیں سبب کہ علم ضالہ مومن ست عارفِ ضالہ خودست و موقن ست

ترجمہ: (اور) اس سبب سے کہ علم مومن کی گم شدہ چیز ہے۔ وہ اپنی گم شدہ چیز پہچاننے والا ہے اور (اپنی اس شناخت کے صحیح ہونے پر) یقین رکھتا ہے۔

مطلب: پہلے مصرعہ میں اس حدیث کی طرف تلمیح ہے الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن فحیث وجدھا فھو احق بھا یعنی پر حکمت بات مسلمان کی گم شدہ چیز ہے پس وہ اس کو جہاں پائے اس کے لینے کا حق دار ہے اس حدیث کے مشہور الفاظ یہی ہیں مگر مشکوۃ میں ضالۃ المومن کی بجائے ضالۃ الحکیم منقول ہے۔ غرض جس طرح مالک اپنی چیز کو یقین کے ساتھ پہچان لیتا ہے۔ اسی طرح یہ سعادتمند لوگ انبیاء و مرسلین کی زبان سے اس عالمِ وسیع کا تذکرہ سنتے ہی اس کو پہچان لیتے ہیں گویا کبھی پہلے اس کو دیکھ چکے ہیں اور دنیا کے موجبات غفلت نے ان کے دل سے بھلا دیا تھا اور اب اس یاد دہانی سے فوراً ان کو یاد آگیا اور اس عالمِ فراخ کے پیش نظر ہوتے ہیں ان کو یہ عالم تنگ بمنزلہ صندوق دکھائی دینے لگا۔ آگے ان لوگوں کا ذکر ہے۔ جن کو یہ احساس نہیں۔

آنکہ ہرگز روزنِ نیکو خود ندید او دریں روبارِ کے خواہد طپید

ترجمہ (بخلاف اس کے) جس شخص نے کوئی اچھا دن ہرگز دیکھا ہی نہیں (اور عالم بالا کی فراخی کا اس کو احساس نہیں ہوا) وہ اس (دنیوی) ادبار (اور تعلق ماسوائے اللہ) میں کب بے قرار ہوگا (بلکہ اس کی حالت تو یہ ہوگی کہ وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا اور وہ اس دنیا کی زندگی سے خوش ہیں اور اس پر مطمئن ہیں (یونس ع ۱)

یا بہ طفلی در اسیری اوفتاد یا خود از اول ز مادر بندہ زاد

ترجمہ: (ایسا شخص) یا تو بچپن سے قید میں پڑ گیا ہے یا وہ اوّل ہی سے ماں (کے پیٹ) سے (نفس کا) غلام پیدا ہوا ہے (یعنی یا تو ماحول کی بری تاثیرات نے اس کو بگاڑا ہے۔ یا اس کی فطرت ہی فاسد ہے)

ذوقِ آزادی ندیدہ جانِ او - ہست صندوقِ صُوَر میدانِ او

ترجمہ: اس کی جان نے آزادی (و حریت) کا مزا نہیں چکھا (تو پھر اس کو صندوق میں مقید ہونا کیوں ناگوار ہونے لگا بلکہ) تصویروں کا صندوق تو اس کا میدانِ تفریح ہے۔

دائما محبوس عقلش در صُوَر از قفص اندر قفص دارد گزر

ترجمہ: اور ہمیشہ اس کی عقل تصویرات میں مقید رہے گی اور وہ (ہمیشہ ایک) پنجرے سے (نکل کر دوسرے) پنجرے میں داخل ہوتا رہے گا۔

مطلب: ان اشعار میں صندوق سے مراد تعلقات ماسوائے اللہ کی قید اور تصویرات سے عجائبات ماسوائے اللہ ہیں جن کے تماشا و تفریح میں دنیا دار منہمک رہتا ہے۔ چنانچہ وہ ایک دینوی مراد سے لطف و لذت اٹھا کر دوسری مراد میں مشغول ہو جاتا ہے۔ پھر تیسری میں، اُس کے بعد چوتھی میں از قفس اندر قفس سے یہی مراد ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ وہ دنیا بھر کی منازل میں مارا مارا پھرتا رہتا ہے۔ اس سے باہر نہیں جاتا ؎

اہل دنیا نتواند بعقبیٰ پرداخت غیر مراد قفصہا میرود از جا بجا

منفذش نے از قفص سوئے عُلا در قفصہا میرود از جا بجا

ترجمہ: اس کے لیے (دنیا طلبی کے) پنجرے سے عالم بالا کی طرف (کوئی) موری نہیں (کھلی) وہ پنجروں ہی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ (بھٹکتا) پھرتا ہے (یعنی اس کی تمام تگ و دو اور کود پھاند دنیا طلبی کے لیے ہے) کما قیل ؎

ہر صبح کہ درہائے فلک باز کنند
مردم قانونِ گفتگو ساز کنند
قوالِ فلک بدست گیرد دفِ مہر
دنیا طلباں پا زدن آغاز کنند

در نبی اِنِ اسْتَطَعْتُمْ فَانْفُذُوْا — ایں سخن با جن و انس آمد زہُو

ترجمہ: قرآن مجید میں (یہ مضمون کہ) اگر تم سے ہو سکے تو نکل جاؤ جن و انس کے ساتھ (مخاطب کے طور پر) حق تعالےٰ کی طرف سے آیا ہے۔

گفت منفذ نیست از گردوں شاں — جُز بسُلطان و بوحیِ آسمان

ترجمہ: (اور اس کے بعد حق تعالےٰ نے) فرمایا ہے کہ آسمانوں سے اُن کے لیے کوئی موری نہیں۔ سوائے قوت اور آسمانی وحی کے۔

مطلب: یہ اس آیت کی طرف اشارہ ہے:۔ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ۔ اَے گروہ جن و انس اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے (ہو کر کہیں کو) نکل بھاگو تو نکل دیکھو مگر بجز ایسا ہی زور ہو تو نکلو۔ (الرحمٰن ع ۲)

اوپر یہ تقریر جاری تھی کہ دنیادار تعلقات دنیا کے پنجرے سے نکل نہیں سکتا۔ اب اس آیت کے ایراد سے یہ مقصود ہے کہ تعلقات دنیا کی قید سے نکلنے کی کوشش ضرور کرنی چاہیے اور یہ کوشش روحانی قوت کے حصول اور پیغمبری تعلیمات پر عمل کرنے سے ہو سکتی ہے۔ واضح رہے کہ یہ اس مضمون کی تفسیر نہیں ہے۔ بلکہ آیت کا اصل مدعا جن و انس کے عجز و ضعف کا اظہار ہے۔ یہاں اس آیت سے محض بطور اعتبار مضمون مذکور کی تائید مقصود ہے۔

گر ز صندوقے بصندوقے رود — او سمائی نیست صندوقی بود

ترجمہ: اگر وہ (تعلقات دنیویہ کا صندوق نشین ایک) صندوق سے (دوسرے صندوق) میں جاتا ہے۔ تو عالم بالا سے نسبت نہیں رکھتا بلکہ (اسی) صندوق سے لگاؤ رکھتا ہے۔

فرجۂ صندوق نو نو مُسکِرست — در نیابد کو بصندوق اندرست

لغات: فرجہ بمعنی تفرج و تفریح استعمال ہُوا ہے۔ مسکر بضم میم و کسر کاف نشہ آور مست کر دینے والا

ترجمہ: (دنیوی دلچسپیوں کا) نئے سے نیا صندوق مست کر دینے والا ہے (اس لیے دنیادار اپنی ہستی میں یہ محسوس نہیں کرتا کہ وہ (ایک) صندوق میں مقید ہے (جس کی دلیل یہ ہے کہ:-)

گر نشد غرّہ بدیں صندوقہا ہمچو قاضی جوید اطلاق و رہا

ترجمہ: اگر وہ ان (تعلقات دینویہ کے) صندوقوں پر فریفتہ نہ ہوتا (بلکہ ان سے متنفر ہوتا) تو قاضی کی طرح (ان سے) خلاصی اور رہائی طلب کرتا (مگر جب وہ ان سے رہائی طلب نہیں کرتا بلکہ ان میں مقید رہنے پر خوش ہے تو ضرور ان پہ فریفتہ ہے)

آنکہ داند ایں نشانش آں شناس کو نباشد بے فغان و بے ہراس

ترجمہ: (بخلاف اس کے) جو شخص اس (قید) کو قید سمجھتا ہے۔ اس کی نشانی یہ سمجھو کہ وہ بے فغاں اور بے خوف نہ ہوگا (بلکہ ہر دم اس قید سے تنگ آکر فریاد کرے گا اور اس کے بُرے نتائج سے خائف و ہراساں رہے گا)

ہمچو قاضی باشد او در ارتعاد کے شود زاں غم دلش یک لحظہ شاد

ترجمہ: وہ قاضی کی طرح لرزہ میں (مبتلا) رہے گا اس غم سے اس کا دل ایک لحظہ بھی کب شاد ہوتا ہے (آگے قصہ چلتا ہے)

رہروے را گفت آں حمّالِ شاد کہ برو در محکمہ قاضی چو باد

ترجمہ: حمال نے جو (اس وقت) خوش تھا کسی رہرو کو کہا کہ (جلدی) ہوا کی طرح (تیز رو ہو کر) قاضی کے محکمہ میں جاؤ۔ (حمال کے خوش ہونے کی وجہ ہم آگے بیان کرینگے

نائبش را گوے کیں شد واقعہ بر سرِ قاضی بیامد قارعہ

ترجمہ: اس کے نائب کو کہو کہ یہ واقعہ (ظہور پذیر) ہو گیا ہے۔ قاضی کے سر پہ ایک مصیبت آگئی ہے

شغل را بگذار زود اینجا بیا تو بخر سر بستہ صندوق را

ترجمہ: کام کو چھوڑ (اور) جلدی یہاں آ (اور) اس شخص سے اس صندوق کو سربستہ خریدیے۔

مطلب: حمال غالباً اس لیے شاد ہوگا۔ کہ اس کو ہاتف یا جن کی آواز کا جو خطرہ تھا۔ وہ رفع ہو گیا۔ یا اس لیے کہ قاضی نے اس سے کچھ انعام کا وعدہ کیا ہوگا یا اِسلیے کہ اس کو کبھی قاضی سے کچھ اذیت پہنچی ہوگی۔ لہذا اب خوش ہوگا۔ کہ قدرت نے قاضی سے میرا یہ انتقام لیا ہے کہ اس کو صندوق میں مقید کر دیا۔ اب اگر اس کی جان سلامت رہی تو مالی نقصان سے سلامت نہیں رہ سکتا۔ اگر اس احتمال کی تردید میں کہا جائے کہ پھر تو

حمال قاضی کی بات تک نہ سنتا اور نہ اس کے نائب کو اطلاع پہنچاتا۔ اس کا جواب یہ ہے قاضی کی اذیت اس قدر شدید نہ ہوگی کہ اس کے انتقام میں حمال اس کی جان کو خطرہ میں ڈالنا پسند کرتا۔ بلکہ اس کے لیے یہ قید صندوق کی ذلت اور نقصان کافی سمجھا ہوگا علاوہ حمال کو یہ یقین ہوگا کہ اگر میں نے قاضی کی یہ فرمائش پوری نہ کی اور اس نے کسی اور وسیلہ سے خلاصی پائی تو پھر میری خیر نہیں

چونکہ رہرو شد رسالت را رساند ہر کہ زو بشنید ایں خیرہ بماند

ترجمہ: جب وہ رہرو (محکمہ قضا میں گیا اور نائب قاضی کو یہ پیغام پہنچایا تو (اہل محکمہ میں سے) جس نے اس سے یہ سُنا وہ حیران رہ گیا (کہ قاضی صاحب اور صندوق میں مبتلا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بُرد القصہ خبر صندوق کش نائب قاضی حسن را از غمش

لغات: بُرد بمعنی از جابرد۔ بےچین کر دیا۔ بیقرار کر دیا۔ ترکیب: بُرد فعل خبر صندوق کش مرکب اضافی بلکہ اضافت اس کا فاعل نائب قاضی حسن مفعول ہے از غمش متعلق فعل۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہوئی القصہ مبتدائی —

ترجمہ: القصہ صندوق کش (قلی) کی (اس) خبر نے (جو رہرو کے ذریعہ سے محکمہ میں پہنچی) قاضی حسن کے نائب کو اس کے غم کی وجہ سے بیقرار کر دیا (اس کو غم یہ تھا کہ نہ معلوم بیچارے قاضی صاحب کس کار خیر اور کس مبارک مہم میں کہاں گئے ہونگے اور کس طرح صندوق میں مقید ہوئے اور اب ان کا کیا حشر ہونے والا ہے)

آتشے بر کردہ جوحی از ملا کہ بخواہم سوخت ایں صندوق را

ترجمہ: (ادھر) جوحی (کا حال سُنو کہ اس) نے مجمع سے (نکل کر) الاؤ لگایا (اور بولا) میں اس صندوق کو پھونک ڈالوں گا۔

بر سر بازار جوشش عامہ۔ چیست جوحی مے نہد ہنگامہ

ترجمہ: بازار میں عوام الناس کا ایک (ہجوم اور) جوش ہے (کہ یہ) کیا (قصہ) ہے کہ جوحی ایک ہنگامہ برپا کر رہا ہے (یہ دو شعر نہ ہماری اصل کتاب میں ہیں نہ منہج القوی میں اور نہ قلمی نسخے میں صرف کلید مثنوی میں ہیں۔ ممکن ہے الحاقی ہوں)

آمدن نائب قاضی میان بازار و خریداری کردن را از جوحی

قاضی کے نائب کا بازار میں آنا اور جوحی کے ساتھ صندوق کا سودا کرنا

نائب آمد گفت صندوقت بچند؟ گفت نہصد بیشتر زر می دہند

ترجمہ: (قاضی کا) نائب (بازار میں) آیا (اور جوحی سے مخاطب ہو کر) بولا تیرا صندوق کتنے کا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ نوسو دینار سے زیادہ دے رہے ہیں۔

من نمے آیم فروتر از ہزار گر خریداری گشا کیسہ، بیار

ترجمہ: (مگر) میں ایک ہزار دینار سے نیچے نہیں اتروں گا۔ اگر تم خریدار ہو تو تھیلی کھولو (اور نقد بقدر قیمت) لاؤ (قاضی صاحب نے جب سنا ہوگا کہ جوحی چار روپے کے صندوق کی قیمت ایک ہزار مانگتا ہے تو اب ان کی آنکھیں کھلی ہوں گی۔ کہ جوحی کوئی بیوقوف آدمی نہیں بلکہ ایک مکار و عیار آدمی ہے۔ جس نے اپنی بیوی کے ساتھ سازش کر کے مجھے اُلو بنایا اور صندوق میں مقید کیا ہے۔

گفت شرمے دار اے کوتہ نمد قیمتِ صندوق خود پیدا بود

لغات: کوتہ نمد وہ شخص جس کا لباس کم قیمت اُون کا ہو اور وہ بھی ناکافی مراد مفلس و محتاج۔

گفت شرمے دار از اہلِ خرد کس بدیں مقدار ایں را کے خرد

ترجمہ: (پھر) کہا عقلمند لوگوں (کے روبرو ایسی بات کرتے) کچھ تو شرم کر (کہ وہ ایک کنگال کے منہ سے یہ امیرانہ قیمت سن کر کیا کہیں گے۔ ارے) کوئی اس (ٹکے سے صندوق، کو اتنے (گراں مول) میں کب خریدنے لگا۔

مطلب: نائب بھی جوحی کے ساتھ اس انداز سے کلام کر رہا ہے کہ گویا جوحی صندوق سمجھ کر بیچ رہا ہے اب جوحی نائب کی اس غلط فہمی کو رفع کرتا ہے۔ جس سے قاضی صاحب کا شک بھی جو اُن کو جوحی پر تھا مبدل بیقین ہو جائے گا۔

گفت بے رویت شرے خود فاسدے ست - بیعِ ما زیرِ گلیم ایں راست نیست

ترجمہ: (جوحی نے) کہا دیکھے بدوں (کسی چیز کی) خریداری نادرست ہے۔ ہمارا سودا یوں (چوری چھپے) کمبل کے نیچے ٹھیک نہیں۔

بر کشایم گر نمے ارزو مخر - تا نباشد بر تو حیفے اے پدر

ترجمہ (اچھا) اے بزرگوار میں (اس صندوق کو) کھولتا (اور تم کو دکھاتا) ہوں (کہ اس کے اندر کس قدر گراں قیمت اور قابل قدر مال پنہاں ہے۔ پھر) اگر

اتنے کا نہ ہو۔ تو نہ خریدنا۔ تاکہ تم پر (کسی پُر نقصان سودے کا) ظلم نہ ہو۔
مطلب: مکار جوحی جانتا تھا کہ اس وقت صندوق کے کھولنے کا قصد کرنا نائب کے گلے پر چھری رکھنے کے برابر ہے۔ اس ترکیب سے صندوق کی جو قیمت میں جو چاہوں گا اس سے منوالوں گا۔ نائب بھی جوحی کا یہ فقرہ سنتے ہی سمجھ گیا کہ جوحی جو کچھ کر رہا ہے۔ دیدہ دانستہ کر رہا ہے۔ اب پردہ داری کے ساتھ قاضی کی رہائی باتوں سے نہیں۔ بلکہ صرف روپیہ کے زور سے ہو سکتی ہے۔ ورنہ بھانڈا چوراہے میں پھوٹ کر رہے گا۔ درحقیقت یہ سودا صندوق کا نہیں بلکہ قاضی کی عزت و آبرو کا تھا۔ چنانچہ نائب تو قاضی کے آبگینہ عزت کو سستے داموں خرید کر اپنی حفاظت میں لانا چاہتا ہے اور جوحی اس کی قیمت کو چڑھانے کے لیے لوگوں کے سامنے سے چکنا چور کرنے کی دھمکی دیتا ہے۔ اس تکرار میں دونوں کی نوک جھوک اشاروں میں ہوتی ہے۔ مجمع دونوں کے مونہوں کو تک رہا ہوگا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔

گفت اے ستار بر مکشائے راز - سر بہ بستہ مے خرم با من بساز

ترجمہ: نائب نے کہا اے پردہ پوش! راز کو مت کھول۔ میں (اس صندوق کو) بند کا بند خریدتا ہوں میرے ساتھ (سودا) بنالے۔

مطلب: یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ پہلا مصرعہ دعائیہ ہو۔ یعنی نائب جوحی کی سختی کو دیکھ کر حق تعالےٰ سے دعا کر رہا ہو۔ کہ یا اللہ خیر کیجیو قاضی کا پردہ فاش نہ ہو جائے پھر دعا کے بعد دوسرے مصرعہ میں جوحی سے معاملہ کے متعلق کہا ہو۔

ستر کُن تا بر تو ستاری کنند - تا نہ بینی ایمنی بر کس مخند

ترجمہ: (پھر اس نے جوحی کو کہا) تُو (لوگوں پر) پردہ پوشی کر۔ تاکہ لوگ تجھ پر بھی پردہ پوشی کریں۔ جب تک تو (خود عیوب کی آلودگی سے) امن میں نہ ہو۔ کسی دوسرے کے عیوب پر ہنسی نہ اُڑا۔ سعدی رح

همہ حمال عیب خویشتند | طعنہ بر عیب دیگراں مزنید

بس دریں صندوق چوں تو ماندہ اند - خویش را اندر بلا بنشاندہ اند

ترجمہ: تجھ سے بہتیرے لوگ اس (قسم کے عیوب کے) صندوق میں گرفتار ہو رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے آپ کو بلا کے پھندے میں ڈال رکھا ہے (پس تجھ کو پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھنا چاہیے۔ دوسروں کی عیب گیری پر تو اس شدّ و مد کے ساتھ آمادہ کیوں ہو رہا ہے)

آنچہ بر تو خواہ آں باشد پسند - بر دگر کس آں کُن از نفع و گزند

ترجمہ: جس نفع اور نقصان کی خواہش تجھ کو (اپنے لیے) پسند ہو، دوسرے شخص پر بھی اسی کو عمل میں لا:

آنچہ تو بر خود روا داری ہماں مے بکن از نیک واز بد باکساں

ترجمہ: جس اچھی اور بری بات کو تو اپنے حق میں روا رکھتا ہے لوگوں کے حق میں بھی وہی کر

آنچہ نہ پسندی بخود از نفع وضر برکسے مپسند ہم اے بے ہنر

ترجمہ: اے بے ہنر! جو نفع یا نقصان تو (خود) اپنے لیے پسند نہیں کرتا (اسکو) کسی (دوسرے) پر (بھی) پسند نہ کر (آنچہ بر خود نہ پسندی بر دیگراں مپسند) اور یہ مضمون اس حدیث کا ہے کہ وان تحب للناس ما تحب لنفسك وتكره لهم ما تكره لنفسك او كما قال

زانکہ بر مرصاد حق اندر کمیں مے دہد پاداش پیش از یوم دیں

لغات: مِرصاد بکسر میم وصاد مہملہ راہ فراخ (غیاث۔ بحر العلوم) وہ جگہ جہاں دشمن کا انتظار کریں (منتہی الادب)

ترجمہ: کیونکہ حق تعالےٰ گھات کی جگہ پر (یعنی) کمین گاہ میں سے قیامت سے پیشتر بھی (احیاناً) سزا دیتا ہے۔

مطلب: جزائے اعمال کا عام موقع اور بڑا مقام تو آخرت ہے۔ مگر دنیا میں بھی کبھی کبھی بندوں کو ان کے اعمال کی جزا و سزا مل جاتی ہے اس بنا پر فرمایا ہے: مَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۔ یہ آیت مع ترجمہ پیچھے کئی بار گزر چکی ہے۔ مصرعہ اولیٰ میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ. یعنی بے شک تمہارا پروردگار نافرمانوں کی تاک میں (رہتا) ہے (سورہ فجر ع ۱)

آں عظیم العرش عرش او محیط تختِ دلوش بر ہمہ جانہا بسیط

ترجمہ: وہ بڑے عرش والا ہے۔ اس کا عرش (تمام کائنات پر) محیط ہے۔ اس کے انصاف کا تخت تمام مخلوق پر کشادہ ہے۔ (یعنی اس کا عدل و انصاف سب کے لیے وسیع ہے۔ ہر شخص اس کے قانون عدل کے نیچے سزا و جزا پاتا ہے)۔

گوشۂ عرشش بتو پیوستہ است ہیں مجنباں جز بدیں و داد دست

ترجمہ: اس کے عرش کا گوشہ تیرے ساتھ (بھی) متصل ہے۔ خبردار (اس گوشے کی

سوائے دین و عدل کے حرکت مت دے۔

مطلب: یعنی تو جس کے ساتھ جو معاملہ کرے اس میں دین اور انصاف کو ملحوظ رکھ ورنہ اگر تجھ سے بے انصاف اور احکامِ دین کی مخالفت عمل میں آئی تو حق تعالیٰ کا عدل تیری سزا کے لیے حرکت میں آئے گا۔ آگے تفریع ہے۔ یہاں سزا ملنے پر:-

تو مراقب باش بر احوالِ خویش　　نوش بیں در داد و بعد از ظلم نیش

ترجمہ: (پس) تو اپنے احوال پر نگراں رہ (اور) عدل میں شہد (کا مزا) چکھ لے اور ظلم کے بعد ڈنک (کا دکھ لے)

پس ہمیں جا خود جزائے نیک و بد　　میرسد با ہر کسے چوں بنگرد

ترجمہ: پس جب (انسان) غور کرے تو (اگر) نیک و بد اعمال کی جزا ہر شخص کو اسی جگہ مل جاتی ہے۔

واں جزا کانجا رسد در یوم دیں　　ہیچ آں با ایں نماند نیک بیں

ترجمہ: اور وہ جزا جو وہاں روز قیامت میں ملے گی وہ (اس قدر سخت ہے کہ) اس (دنیاوی سزا) کے ساتھ کچھ بھی مشابہ نہیں خوب سمجھ لے۔

بے عدد و بے حد بود آنجا جزا　　دوزخ و نار ست جائے ناسزا

ترجمہ: وہاں بے شمار اور بے حد سزا ہو گی۔ نالائق کا ٹھکانا دوزخ اور آگ (ہیں) ہے۔

گفت آرے آنچہ کردم استم است　　لیک ہم میدان کہ بادی اظلم ست

ترجمہ: (جوحی نے اس کے جواب میں) کہا مانا کہ میں نے جو کچھ کیا وہ ظلم ہے۔ لیکن یہ بھی جان لو کہ ابتدا کرنے والا زیادہ ظالم ہے۔

مطلب: دوسرے مصرعہ میں اس مشہور قول کا ترجمہ ہے کہ البادی اظلم اور اس میں جوحی کا یہ اشارہ ہے کہ میری عورت تو قاضی کے پاس محض ایک شکایت لے کر گئی تھی اور یہ کوئی برا فعل نہ تھا۔ مگر قاضی نے اُس کو بدنظری سے دیکھا اور اس کے ساتھ فعلِ قبیح کا قصد کیا تو ظلم کا آغاز قاضی کی طرف سے ہُوا۔ پس وہی زیادہ ظالم ہے۔

گفت نائب یک بیک ما با دِ ئیم　　با سوادِ تو چہ اندر شادئیم

ترجمہ: نائب نے (اس کی تردید میں) کہا (اگر غور کرو تو) ہم (سب) ایک ایک کرکے ابندار کرنے والے ہیں (کسی خاص شخص کو الزام نہیں دے سکتے پس اپنی) روسیاہی کے باوجود ہم (کسی دوسرے کی لغزش پر) کیا خوش ہو رہے ہیں۔

مطلب: نائب کا مدعا یہ ہے کہ اس معاملہ میں تم لوگوں کی نیت بھی صاف نہ ہوگی تم خود کسی ناجائز مقصد کے لیے اپنی جنگ زرگری کا قصہ قاضی کے پاس لے گئے ہوگے تو اس کی نیت بھی ڈانواں ڈول ہوگئی۔ بس ابندار کرنے والے تم بھی ہوئے۔ صرف قاضی نہیں۔ فرق صرف اتنا ہی ہے کہ تمہاری ابندار پردہ خفا میں تھی اور قاضی کی ابندا منصہ ظہور پر نمایاں ہوگئی۔ مگر اپنے اپنے رنگ میں بادی برابر ہے نائب نے اس تردیدی جواب کو اپنے حسن لیاقت سے جمع متکلم کے صیغے میں ایک اصولی قاعدے کی شکل میں ادا کیا ہے کہ مبادا بصیغہ خطاب سرزنش کرنے سے جوحی بگڑ جائے اور معاملہ طے ہو نارہ جائے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس میں جوحی اور اس کی بیوی کی ابندار بالخصوص مراد نہ ہو۔ کیونکہ نائب کو اس کا علم بھی نہ ہوگا۔ بلکہ یہ عام بات مراد ہو۔ کہ ایک قاضی پر کیا منحصر ہے ہر شخص کسی نہ کسی قصور و گناہ میں ابندار کرنے کا مجرم ہے اور خود روسیاہ ہوکر دوسروں کی روسیاہی پر ہنسنا بے انصافی ہے۔

ہمچو زنگی کو بود شاداں و خوش … او نہ بیند غیر او بیند رُخش

ترجمہ: جیسے زنگی جو (اپنی خوبصورتی کے زعم میں) خوش و خرّم ہے (اور اس کی وجہ یہ ہے کہ) وہ اپنی صورت نہیں دیکھتا۔ دوسرا شخص اس کے منہ کو دیکھتا ہے۔

ماجرا بسیار شد در مَنْ یَّزِیْد … داد صد دینار و آں از وَے خرید

لغات: من یزید کون زیادہ قیمت دیتا ہے۔ یعنی اتنا مول تو ملتا ہے اب اس سے زیادہ کون دیتا ہے تاکہ اس کے ساتھ سودا کیا جائے۔ یہ ایک خاص قسم کی بیع ہے۔ جس میں بائع یا اس کا وکیل ہر بار مول کا اعلان کرتا ہے اور گاہک پر اضافہ کرتے جاتے ہیں اُردو میں اس کو نیلام کہتے ہیں۔ یہاں مطلق اضافہ قیمت مراد ہے۔ کیونکہ یہاں گاہک صرف نائب تھا۔

ترجمہ: (غرض) قیمت کی زیادتی میں بہت تکرار ہوئی (حتےٰ کہ نائب نے) سو دینار دے کر وہ صندوق اس سے خرید لیا (اور قاضی اسلام کو جتنا میں پڑ کر ہندو کی موت مرنے سے بچا لیا آگے مولانا بطور انتقال فرماتے ہیں)

ہر دمے صندوقیی اَے بد پسند … ہاتفاں و غیبیانت مے خرند

ترجمہ: اے برے (کاموں) کو پسند کرنے والے (اسی طرح) تو (بھی) ہر دم (محال

بدلے) صندوق کا (مقید) ہو رہا ہے (جس کا نتیجہ تیری ہلاکت ہوتی لیکن) تجھ کو (اس نائب کی طرح) ہاتف اور غیبی ہستیاں خرید کر چھڑا رہی ہیں (ہاتفوں اور غیبی ہستیوں سے مراد اہل اللہ ہیں جو طالبوں کو گمراہی سے بچاتے اور صلاح و تقویٰ کی تعلیم دیتے ہیں)

ایں بقیں میدان کا سیر و بندۂ — زانکہ در صندوقِ غمہا ماندۂ

ترجمہ: اس (بات) کو یقین (کے ساتھ) یاد رکھ کہ تو مقید اور غلام (بن رہا) ہے کیونکہ تو (علائق دنیویہ کے غموں کے صندوق میں پڑا رہ گیا ہے (کاسیر کو کسیر باسقاط الف)

بندِ ہر چہ گشتۂ از نیک و بد — ہر یکے بر تو چو صندوقے ست سد

ترجمہ: (دنیا کی) جس خوشنما و بدنما چیز کے تم دلدادہ ہو رہے ہو (ان میں سے) ہر چیز تمہارے لیے بمنزلہ صندوق (ہے۔ جو فضائے قدس کی طرف جانے سے) سد راہ ہے

تا نگردی زیں ہمہ آزاد تو — کے شوی اے جاں زغم دلشاد تو

ترجمہ: تو اے جان جب تک تم ان سب سے آزاد نہ ہو گے تو غم کے سبب سے کب دلشاد ہو گے؟ (آگے اس آزادی کی مدح اور تعریف ایک حدیث سے مستنبط فرماتے ہیں)

دربیانِ حدیث نبوی مَن کُنتُ مَولَاہُ فَعَلِیٌّ مَولَاہُ

اس حدیث کے بیان میں کہ جس کا مولا میں ہوں پس اس کے مولا علی ہیں۔

زیں سبب پیغمبرِ با اجتہاد — نامِ خود و انِ علی مولا نہاد

ترجمہ: (چونکہ آزادی اچھی ہے) اس سبب سے پیغمبر صاحب اجتہاد اپنا اور حضرت علی کا نام مولا رکھا (مولا کے معنی ہیں آزاد کرنیوالا۔ با اجتہاد کے معنی کوشش کرنے والا جس میں یہ اشارہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم امت کو عذاب آخرت سے آزادی دلانے کی کوشش فرماتے ہیں)

گفت ہر کو را منم مولا و دوست — ابن عمِ من علی مولائے اوست

ترجمہ: (چنانچہ) آپ نے فرمایا ہے کہ (اس امت میں) جس کا میں مولا اور دوست ہوں میرے عم زاد (بھائی) علی (بھی) اس کے مولا ہیں۔

کیست مولا آنکہ آزادت کند — بندِ رقیت ز پایت بر کند

ترجمہ: (اور) مولا کون (ہوتا) ہے (مولا) وہ (ہوتا ہے) جو تجھ کو آزاد کرے اور

غلامی کی قید تیرے پاؤں سے دور کر دے۔
مطلب: مولا کے کئی معنی ہیں۔ جن میں سے ایک معنی دوست کے بھی ہیں اور ایک معنی آزاد کنندہ کے ہیں۔ حدیث مذکور میں پہلے معنی مشہور ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص مجھ کو دوست رکھتا ہے۔ اس پر واجب ہے کہ حضرت علی کو بھی دوست رکھے۔ اور اس حدیث کے اگلے کلمات اسی معنے و مطلب کی تائید کرتے ہیں۔ چنانچہ آگے یہ کلمات ہیں اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ یعنی الٰہی تو اس شخص کو دوست رکھے لیکن مولانا نے مولی بمعنی آزاد کنندہ قرار دے کر مقصود مقام پر استدلال کیا ہے۔ جس کی رُو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اور آپ کے اتباع میں مشائخ کاملین کا آزادی دہندہ ہونا ثابت ہُوا اور اسی سے آزادی کی مدح اور ترغیب بھی مفہوم ہوئی۔ آگے آپ کے اولاً اور آپ کے وارثین کے تبعاً آزادی دہندہ ہونے پر بطور تفریع فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو اس آزادی کے حصول پر مسرور ہونا چاہیے:۔

چُوں بآزادی نبوّت ہادی ست مومناں را ز انبیا آزادی ست

ترجمہ: جب (انبیاء علیہم السلام کی نبوت (تعلیماً) آزادی کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ (اور) مومنوں کو انبیاء علیہم السلام سے آزادی (حاصل ہوتی) ہے تو:۔

اے گروہِ مومناں شادی کنید ہمچو سرو و سوسن آزادی کنید

لغات: سرو۔ اس درخت کو آزاد اس کے کہتے ہیں کہ وہ پھول پھل سے آزاد ہے۔ یا اس لیے کہ وہ سیدھا ہوتا ہے کسی طرف جھکنے اور مائل ہونے سے آزاد ہے یا اس کو بلحاظ لغت آزاد کہتے ہیں کیونکہ لغت میں آزاد کے معنی راست کے ہیں۔ غیاث میں سراج سے منقول ہے کہ سرو کو آزاد اس لیے کہتے ہیں کہ اس پر خزاں کی دسترس نہیں۔ سوسن ایک آسمانی رنگ کے پھول کا نام ہے۔ غیاث میں اس کو آزاد کہنے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس کے پتے سیدھے ہوتے ہیں کیونکہ آزاد کے معنی راست کے ہیں اور سوسن سفید کو اس لیے آزاد کہتے ہیں کہ وہ رنگ کی قید سے آزاد ہے انتہیٰ۔
ترجمہ: تو اے مومنوں کی جماعت خوشی مناؤ اور سرو و سوسن کی طرح آزادی کرو۔

لیک میگوئید ہر دم شکرِ آب بے زباں چُوں گلستانِ خوش خضاب

ترجمہ: لیکن رسمی خوشی نہیں بلکہ حقیقی خوشی مناؤ۔ اس طرح کہ) ہر وقت (اپنے مربی کی) آب (رسانی) کا شکر کرو (اور وہ شکر صرف) زبان سے نہیں (بلکہ عملاً ہو) جیسے خوش رنگ باغ (زبان حال سے شکر ادا کر رہا ہے۔ مطلب یہ کہ اپنے شیخ مربی کا شکر نہ صرف قولاً بلکہ عملاً بھی کرو۔ یعنی دل سے اس کے معتقد رہو اور جوارح سے خدمت بجا لاؤ۔

بے زبان گویند سرو و سبزہ زار شکرِ آب و شکرِ عدلِ نوبہار

ترجمہ: (چنانچہ) سرو اور سبزہ زار زبانِ قال کے بدول، پانی اور نوبہار کے انصاف کا شکر ادا کر رہے ہیں نوبہار کا انصاف یہ کہ اس کے ذریعہ ہر درخت اور پودے کو اسکے ذریعہ پھل پھول عطا ہوتا ہے۔

حُلّہا پوشیدہ و دامن کشاں مست و رقّاص و خوش و عنبر فشاں

ترجمہ: (چنانچہ) وہ (اظہارِ شکر کے لیے ہری بھری) پوشاکیں پہنے ہوئے (ناز سے) دامن کھینچے ہوئے ناچتے خوشی مناتے اور خوشبو پھیلاتے ہیں۔

جُزو جُزو آبستن از شاہِ بہار جسمِ شاں چُوں دُرج پر دُرِّ ثمار

ترجمہ: ان کا ہر برگ و ریشہ شاہ بہار (کے فیض) سے باردار ہے (یعنے) ان کا جسم ڈبہ کی طرح پھلوں کے موتیوں سے پُر ہے۔

مریماں بے شوئے آبست از مسیح خامشاں بے لاف و گفتارے رجیح

لغات: آبست مخفف آبستن بمعنے حاملہ

ترجمہ: (وہ درخت گویا) مریمیں ہیں جن کے شوہر نہیں (ہیں اور پھلوں کے) مسیح سے حاملہ ہیں (وہ) خاموش (ہیں۔ اور کسی قسم کی) لاف و گفتار کے بغیر خوشگوار (ہیں اور اپنی اس خاموشی کے متعلق یوں کہہ رہے ہیں کہ:-)

ماہِ ما بے نطق خوش بر تافتہ است ۔ ہر زبان نطق از فرِ او یافتہ است

ترجمہ: ہمارا (موسم بہار کا) چاند (جس سے ہم نے سر سبزی کا نور حاصل کیا ہے) بلا نطق خوب درخشاں ہے (اور) ہر زبان نے اس کے اقبال سے نطق حاصل کیا ہے۔

مطلب: یعنی اگر ہم زبان مقالی سے شکر ادا نہیں کر سکتے۔ تو کیا مضائقہ ہے۔ خود ہمارا مربی یعنی موسم بہار بھی تو غیر ناطق ہے اور وہ بے نطق ہی کافی افادہ کر رہا ہے۔ پس جس طرح اس کے عدم نطق سے اس کے افادہ میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی اس طرح ہمارے عدم نطق سے بھی ہمارے ادائے شکر میں کوئی نقصان لازم نہیں آتا۔ دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ موسم بہار کے فیضان سے مختلف غذائیں پیدا ہوتی ہیں۔ جو انسان کو طاقت بخشتی اور محرکِ نطق ہوتی ہیں۔ پس نطق میں بہار کا دخل بالواسطہ ہے۔ آگے اس ذریعہ نطق کی مثل ہے۔

نطقِ عیسٰے از فرِ مریم بُود نُطقِ آدم پرتوِ آں دم بود

ترجمہ :- (دیکھو) عیسےٰ علیہ السلام کا (مہد کے اندر) ناطق ہونا حضرت مریمؑ کی برکت سے ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کا نطق اس نفخ کا پرتو ہے

مطلب : آں دم سے اشارہ اس ارشاد خداوندی کی طرف ہے کہ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي یعنی میں نے آدمؑ میں اپنی روح پھونکی (سورہ الحجر ع ۳) مطلب یہ کہ مریم علیہا السلام خود خاموش تھیں جیسے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔ فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنسِيًّا ۝ یعنی اے مریم تم (اشارہ سے) کہدینا کہ میں نے خدائے رحمٰن کے لیے روضے کی منت مان رکھی ہے تو میں آج کسی آدمی سے بات نہیں کر سکتی (مریم ع ۲) اور آدم علیہ السلام میں روح پھونکنے والا یعنی حق تعالےٰ اس نطق متعارف سے منزہ ہے پس ان دونوں پیغمبروں کا نطق غیر ناطقوں کے فیض سے تھا۔ اسی طرح مشبہ میں سمجھو ۔ آگے اس تاکید شکر کا تتمہ ہے ۔

## تازیادت گردد از شکر اے ثقات		بس نباتِ دیگرست اندر نبات

ترجمہ : (تم نے اپنے مربی آفادی بخش کا شکر کرتے رہو) تاکہ اے معتبر لوگو! شکر سے (اس فیض میں) زیادتی ہو ۔ (کیونکہ یہاں فیوض و برکات کی) بہت سی دوسری نباتات درنباتات ہیں (آگے اسی سلسلے میں طلب مزید کی ترغیب ہے)

## عکس آں اینجاست ذَلَّ مَنْ قَنَعْ		اندریں طورست عَزَّ مَنْ طمع

ترجمہ : یہاں (دینی نعمتوں میں) اس (قول مشہور عَزَّ مَنْ قَنَعَ) کا عکس (یعنی) ذَلَّ مَنْ قَنَعَ (صحیح) ہے اور اس طرح اس قول کا دوسرا حصہ ذَلَّ مَنْ طَمَعَ کا بھی عکس یعنی) عَزَّ مَنْ طَمَعَ (صحیح) ہے ۔

مطلب : یہ قول جو مشہور ہے کہ عَزَّ مَنْ قَنَعَ وَذَلَّ مَنْ طَمَعَ یعنی جس نے قناعت کی اُس نے عزت پائی اور جس نے طمع کی اُس نے ذلت اُٹھائی تو یہ فوائد دنیا کے متعلق ہے فوائد دین کا معاملہ اس سے برعکس ہے ۔ وہاں قناعت بُری اور طمع اچھی ہے ۔ اس لیے وہاں اس قول کا عکس یعنی ذَلَّ مَنْ قَنَعَ وَعَزَّ مَنْ طَمَعَ درست ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ قناعت کرنیوالا ذلیل اور حرص کرنیوالا معزز ہے ۔ مدعا یہ ہے کہ ان مربیوں کی اطاعت کرو ۔ اپنے آپ کو کامل سمجھ کر ان سے مستغنی نہ ہو :-

## در جوالِ نفسِ خود چندیں مرو		از خریدارانِ خود غافل مشو

ترجمہ : اپنے (غرورِ) نفس کی گون میں (جو تجھ کو مقید کرنے میں قاضی کے صندوق کی مانند ہے) ۔ اس قدر نہ چلو (اور) اپنے بیعت کرنے والوں (مربیوں) سے غافل نہ رہو (بلکہ اُن کی اطاعت کرو کہ یہی ان کا شکر ہے آگے پھر قاضی کا قصہ چلتا ہے)

بازآمدن زنِ جوحی سالِ دیگر نزدِ قاضی وشناختنِ اُو

جوحی کی عورت کا اگلے سال پھر قاضی کے پاس آنا اور اس کا پہچان لینا۔

بعد سالے باز جوحی از محَن ۔۔۔ رُو بزن کرد و بگفت اے چسپت زن

آں وظیفہ پار را تجدید کُن ۔۔۔ پیشِ قاضی از گلہ من گو سخن

ترجمہ: ایک سال کے بعد جوحی پھر (افلاس کی) تکلیفوں سے (مجبور ہو کر) عورت کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا (اے) چالاک عورت اس پارسال کی کارروائی کو تازہ کر اور قاضی کے پاس (جا کر) میری شکایت پر لب کشائی کر۔

زن بہِ قاضی در آمد با زناں ۔۔۔ مر زنے کرد آں زن ترجماں

تا نہ بشناسد ز گفتن قاضیش ۔۔۔ یاد ناید از بلائے ماضیش

ترجمہ: عورت (اپنے شوہر کے حکم کی تعمیل میں) عورتوں کے ہمراہ قاضی کے پاس آئی (اور) اس عورت نے ایک خاص عورت کو اپنا حال عرض کرنے کے لیے مقرر کیا تاکہ قاضی (اس کی) گفتگو سے اس کو پہچان نہ لے (اور) اسے (اپنی) سابقہ مصیبت (جو قید صندوق کی صورت میں اس کو پیش آئی تھی) یاد نہ آ جائے۔

ہست فتنہ غمزۂ غمّازِ زن ۔۔۔ لیک آں صد تو شود ز آوازِ زن

ترجمہ: (گو) عورت کا چلتا ہوا ناز و انداز (بھی) ایک فتنہ ہے۔ لیکن (اگر اس کو گفتگو کا موقع ملے تو) وہ (ناز و انداز) عورت کی آواز سے سو گنا ہو جاتا ہے۔

چوں نمے تانست آوازے فراشت ۔۔۔ غمزۂ تنہائے زاں سودے نداشت

ترجمہ: (مگر) چونکہ وہ (اپنی شناخت کے خوف سے) آواز نہیں نکال سکتی تھی۔ (اس لیے) عورت کا خالی ناز و انداز (جس کے تیر تُکّے اُس نے بہت چلائے) کچھ سُود مند نہ ہُوا (عورت گئی تو تھی اس اُمید پر کہ قاضی اُس کے تیرِ غمزہ سے گھائل ہو کر اُس کے دامِ فریب میں گرفتار ہو جائے گا۔ مگر یہاں قاضی نے اُلٹا باقاعدہ عدالتی کارروائی شروع کر دی چنانچہ:)

گفت قاضی رَو تو خصمت را بیار ۔۔۔ تا دہم کارِ تُرا با او قرار

ترجمہ: قاضی نے کہا جاتو اپنے فریق ثانی کو لے آتا کہ اس کے ساتھ تیرے معاملہ کو طے کروں

جوحی آمد قاضیش نشناخت زود / کہ بوقت لقیہ در صندوق بود

ترجمہ: (غرض) جوحی حاضر (عدالت) ہُوا تو قاضی اس کو فی الفور پہچان نہ سکا کیونکہ (قاضی جوحی کی پہلی) ملاقات کے وقت صندوق میں (بند) تھا (اس کی صورت دیکھنے کا موقع اُسے نہیں ملا تھا۔ اس لیے اب اسے پہچاننا ناممکن تھا)

زو شنیدہ بُود آواز از بروں / در شرا و بیع و در نقص و فزوں

ترجمہ: (وہاں) باہر سے (صرف) اس کی آواز سُنی تھی (جو صندوق کی) خرید و فروخت میں اور (اور اس کی قیمت کی) کمی بیشی (کے تکرار) میں (نکلتی تھی۔ مگر صرف آواز شناخت کے لیے کافی نہ تھی)

گفت نفقہ زن چرا ندہی تمام / گفت از جان شرع را ہستم غلام

لیک اگر میرم ندارم من کفن / در قمارم مفلس و شش پنج زن

لغات: شش و پنج کنایہ ہے قمار سے اور شش پنج بازی کنایہ ہے مکر و فریب سے۔

ترجمہ: قاضی نے (جوحی سے) کہا (کیوں بھئی) تو عورت کا پورا نان و نفقہ کیوں نہیں دیتا (جو شرع میں واجب ہے) وہ کہنے لگا میں شرع کا تو دل و جان سے غلام ہوں (نفقہ دینے سے مجھے انکار نہیں) لیکن (میں مفلسی سے مجبور ہوں حتےٰ کہ اگر میں مر جاؤں تو میرے پاس کفن (کے لیے کپڑا) بھی نہیں اس لیے میں (گزر اوقات کی) بازی میں مفلس ہوں۔ اور مکر و دغا سے کام لینے والا ہوں۔

زیں سخن قاضی مگر بشناختش / یاد آورد آں دغل واں باختش

ترجمہ: (جوں ہی جوحی کے منہ سے مکر و دغا کا لفظ نکلا تو) قاضی (چونک پڑا جیسے کچھ یاد آگیا ہو اس) نے شاید اسی لفظ سے اس کو پہچان لیا اور اسے اس کا وہ فریب اور بازی یاد آگئی

گفت آں شش پنج با من باختی / پار اندر ششدرم انداختی

ترجمہ: (اور جوحی سے مخاطب ہو کر) بولا وہ مکر و دغا تونے میرے ساتھ ہی

کیا تھا - پارسال تو نے مجھے حیرانی میں ڈالا تھا

نوبت من رفت امسال آں قمار — باد گرکس باز و دست از من بدار

ترجمہ: میری باری گزر چکی امسال وہ باری کسی اور کے ساتھ کھیل اور مجھ سے دست بردار ہو۔

انتباہ: آگے مولانا قاضی کے اس مرتبہ دھوکا نہ کھانے اور جوحی کے فریب سے بچ جانے کے ذکر سے یہ ارشادی سبق دیتے ہیں کہ اسی طرح عارف لوگ علائق دینویہ کے پھندے سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتے ہیں۔

از شش و از پنج عارف گشت فرد — محترز گشت ست زیں شش پنج نرد

ترجمہ: شش اور پنج سے عارف علیحدہ ہو گیا اور اس (تحصیل دنیا کی) بازی کے شش و پنج سے بھی پرہیز کرنے والا بن گیا (آگے اس شش اور پنج کی تفسیر فرماتے ہیں جو مصرعہ اولیٰ میں ہے)

رست او از پنج حس و شش جہت — از ورائے آں ہمہ کرد آگہت

ترجمہ: وہ پانچوں حواس اور شش جہت (کی محسوسات کے تعلقات) سے چھوٹ گیا (اس لیے) ان سب کے ماوراء (وہ فوق) سے تجھ کو آگاہ کر دیا۔

مطلب: یعنی اس کا ماوراء عالم محسوس اور مافوق العالم سے خبر دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کو عالم علوی سے تعلق حاصل ہے اور یہ علامت ہے اس کے عالم سفلی سے خلاصی پانے کی - کہ اس کے بدوں وہ تعلق حاصل نہیں ہوتا - پس یہ آگاہ کردں اس رستن پر مبنی ہے (کلید)

شد اشارتش اشارات ازل — جاوز الاوہام طرا واعتزل

ترجمہ: (اس کا یہ آگاہ کرنا کسی کسبی سے علم نہیں بلکہ) اس کے اشارات (حکماً) اشارات ازلی ہیں وہ تمام وہمیات (پر مبنی ہونے والے علوم) سے آگے گزر گیا اور یکسو ہو گیا - (یعنی اس کا علم حق تعالےٰ کے علم کا فیض وہی ہے اس لیے اب اس کو اکتسابی وظنی علوم کی حاجت نہیں)

زیں چہ شش گوشہ گر نبود بروں — چوں برآرد یوسفے را از دروں

ترجمہ: اگر وہ (عارف) اس (عالم شش جہت کے) چھ گوشے والے کنوئیں سے باہر نہیں ہے تو (طالب مقید مثل) یوسف کو (اسکے) اندر سے کیونکر نکال لاتا ہے۔

مطلب :- کیونکہ جو شخص خود کنویں کے اندر مقید ہو۔ وہ کسی دوسرے کو کنویں سے نہیں نکال سکتا۔ اسی طرح جو شخص خود تعلقات ماسوائے اللہ میں آلودہ ہو اس کی تعلیم و تربیت اور قرب و صحبت میں عادۃً یہ اثر نہیں ہوتا کہ کوئی دوسرا اس سے متاثر ہو کر ان تعلقات سے نفرت کرنے لگے

ع اُو خویشتن گم ست کرا رہبری کند

وارِدے بالائے چرخ بے ستُن جسمِ اُو چوں دلو در چہ چارہ کُن

لغات: وارِد وہ شخص جو کنویں یا چشمے پر پانی لینے کی غرض سے آئے۔ سقّا بہشتی۔

ترجمہ: (پس) وہ (باعتبار روح کے) چرخ بے ستوں سے باہر (کنویں پر) وارد (ہونے والا) ہے (اور) اس کا جسم ڈول کی طرح چاہ (دنیا) میں (یوسف کو نکالنے کی) تدبیر کر رہا ہے۔

مطلب: حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں یہ آیت آئی ہے۔ وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ ۚ وَأَسَرُّوهُ بِضَاعَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ۝ اور اتفاق سے (اس کنویں پر جس میں یوسف علیہ السلام مقید تھے) ایک قافلہ آیا اور انہوں نے اپنے سقّے کو (پانی لانے کے لیے) بھیجا تو جونہی اس نے اپنا ڈول لٹکایا (یوسف اس میں ہو بیٹھے) ڈول نکالا تو سقّا پکار اٹھا آہا یہ تو لڑکا ہے اور قافلے والوں نے یوسف کو مالِ تجارت قرار دے کر چھپا لیا اور جو تدبیریں یہ لوگ کر رہے تھے اللہ کو خوب معلوم تھیں (سورہ یوسف ع۲) اس شعر میں اسی قصہ کی طرف تلمیح ہیں۔ یعنی جس طرح سقّے نے کنویں پر جا کر ڈول اس میں ڈالا اور ڈول حضرت یوسف کے کنویں سے نکلنے کا ذریعہ بنا۔ اسی طرح عارف اپنی رُوح کے اعتبار سے چاہ دنیا کے اوپر یعنی عالم غیب میں ہے اور اس کا جسم بمنزلہ دلو چاہ دنیا کے اندر طالبوں کو جو حضرت یوسف ع کی طرح اس کنویں میں مقید ہیں۔ نکالنے کی تدبیر کر رہا ہے۔

یوسفاں چنگال در دلوش زدہ رستہ از چاہ و شہِ مصری شدہ

ترجمہ: یوسفوں (یعنی طالبوں) نے اس کے ڈول کو پکڑ رکھا ہے اور وہ کنویں سے نکل کر شاہ مصر بن گئے (یعنی وہ علائق دنیویہ سے رستگار ہو کر کمالات باطن کے مراتب پر فائز ہو گئے)

دلوہائے دیگر از چہ آب جو دلوِ او فارغ ز آب اصحاب جو

ترجمہ: (دوسرے ڈول تو کنویں سے پانی ڈھونڈتے ہیں۔ اس (عارف) کا ڈول پانی

سے بے نیاز ہے (اور) یاروں کو ڈھونڈتا ہے۔

دلوہا غوّاصِ آب از بہرِ قوّت - دلوِ او قوت و حیات جانِ حُوت

ترجمہ: (دوسرے) ڈول غذا حاصل کرنے کے لیے پانی میں غوطہ لگاتے ہیں۔ (اور) اس کا ڈول خود مچھلی کی جان کے لیے غذا اور زندگی ہے۔

مطلب: ان دو شعروں میں دوسرے ڈولوں سے مراد عوام الناس کے اجسام ہیں اور پانی سے مراد مطلوبات دنیویہ یعنی اور لوگ دنیوی تمتعات کے طالب ہیں۔ یہ شخص ان کو اس آلودگی سے بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ مچھلی سے مراد طالب حق ہے جو اس گندے اور متعفن کنویں میں محبوس ہے۔ پھر ڈول یعنی عارف کے فیض صحبت کی بدولت نکل کر دریائے قرب میں جا پہنچتا ہے۔

دلوہا وابستۂ چرخِ بلند - دلوِ او را صبعین زورمند

ترجمہ: (دوسرے) ڈول تو چرخ بلند سے وابستہ ہیں اور اس کا ڈول صاحب قوت تعالٰی شانہٗ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔

مطلب: جس طرح ڈول کا تعلق کنویں کی چرخی کے ساتھ ہوتا ہے اس طرح عامۃ الناس کے اجسام کا تعلق آسمان کے ساتھ ہے جو اپنے دور و گردش کے لحاظ سے چرخی سے مشابہ ہے اور آسمان کے ساتھ تعلق ہونے کے یہ معنی ہیں کہ یہ اجسام عناصر سے ہیں اور فلکیات کے تصرفات عناصر پر مسلم ہیں۔ بخلاف اس کے عارف کا جسم گو عنصری ہے مگر وہ ان تصرفات سے آزاد ہے اس کا تعلق جس سے طاعات کا جوارح سے صادر ہونا مراد ہے حق تعالٰی کے ساتھ ہے۔ جیسے قرب نوافل اور قرب فرائض کی حدیث میں وارد ہے کہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ اور چرخی اور اس کے ساتھ مفہوماً تشبیہ دی ہے۔ آگے ان مثالوں کا ناقص ہونا بیان فرماتے ہیں:-

دلو چہ و حبل چہ و چرخ چی - ایں مثالِ بس رکیک ست اے اخی

ترجمہ: ڈول کیا چیز ہے اور رسّی کونسی شے ہے؟ اور چرخی کیا ہے؟ اے بھائی یہ مثال تو بالکل مہمل ہے (یعنی اس سے مماثلت من کل الوجوہ نہ سمجھ لینا۔ یہاں ممکن ہے کوئی کہے کہ پھر کوئی مثال تام پیش کی ہوتی۔ آگے اس کا جواب ہے)

از کجا آرم مثالِ بے شکست - کفوِ او نے آید و نے آمد ست

ترجمہ: میں بے نقص مثال کہاں سے لاؤں (کیونکہ) اس (عارف) کی مثل تو (ان اشیائے محسوسہ کے اندر) نہ (وجود میں) آئے گی اور نہ (ابھی وجود میں) آئی ہے۔

مطلب: یہ بالکل ظاہر ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے خصوصاً روح جو عارف کی اصل ہے۔ وہ خود غیر محسوس ہے اور خصوصاً جب اس میں نسبت مع اللہ کا لحاظ کیا جائے۔ پس غیر اشرف میں اشرف کا مماثل اور محسوسات میں غیر محسوس کا مماثل اور متعلقات اللہ میں متعلق مع اللہ کا مماثل کہاں پایا جائے گا۔ پھر مثال کے تام و کامل ہونے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ جب بھی کوئی مثال پیش کی جائے گی تو لامحالہ وہ رکیک و ناقص ہی ہوگی (کلید) آگے اس روح عارف کی افضلیت کا ذکر جو لوپر کے شعر میں مجملاً ہوا تھا تفصیلا فرماتے ہیں:-

صد ہزاراں مرد پنہاں در یکے　-　صد کمان و تیر درج ناوکے

لغات: ناوک اسم تصغیر ہے ناو سے اور ناو ایک کھوکھلی لکڑی کا نام ہے۔ جس سے تیر بناتے تھے۔ پھر تیر کو ناوک کہنے لگے۔ (غیاث)

ترجمہ: (وہ عارف ایسا بزرگ قدر اور جامع صفات ہے کہ گویا) لاکھوں مرد (اس) ایک (شخص) میں پنہاں ہیں (اور گویا) سو کمانیں اور تیر ایک ناوک میں درج ہیں —

مطلب: جس طرح اکیلا ایک تیر لاکھوں کمانوں اور تیروں کا کام کرتا۔ اسی طرح یہ عارف بذاتِ واحد لاکھوں مردوں کی طاقت رکھتا ہے۔ ناوک کے کھوکھلے ہونے سے یہ احتمال نہ کیا جائے کہ اس کے جوف میں لاکھوں کمانوں اور تیروں کا رکھا جانا مراد ہے کیونکہ اس طرح تو تیر ترکش میں رکھے جاتے ہیں۔ بلکہ یہاں ایک تیر میں لاکھوں تیروں کی سی طاقت ہونا مراد ہے چنانچہ کہا گیا ہے ؎

لیس علی اللہ بمستنکر	ان یجمع العالم فی واحد
اللہ تعالیٰ کے لیے یہ مشکل نہیں	کہ سارے جہان کو ایک شخص میں جمع کر دے

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا (النحل ع ۱۶)

مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ فتنۂ　صد ہزاراں خرمن اندر حفنۂ

ترجمہ: (وہ عارف) مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ (کا مصداق ہے اور) ایک امتحان (الٰہی) ہے (اور گویا وہ) لاکھوں خرمن (کے برابر ہے جو) ایک لپ میں (ہوں)

مطلب: آیہ مارمیت کا ترجمہ و تفسیر اور اعتبار و تاویل کئی مرتبہ پیچھے گزر چکی ہے مجملاً یہ کہ یہ آیت غزوہ بدر کے اس واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مٹی کی ایک مٹھی کفار کی طرف پھینکی تو آپؐ کا یہ فعل بطور معجزہ کفار کی شکست کا باعث ہوا اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فعل جو تم نے کیا تھا۔ تو فی الحقیقت ہم نے کیا تھا۔ یہاں یہ مراد ہے کہ اس عارف کے اکثر افعال منجانب اللہ ہوتے ہیں۔ جو لوگوں کے لیے ایک امتحان ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وجعلنا بعضکم لبعض

فتنہ اور امتحان اس طرح ہیں کہ لوگ اس کو اپنا مثل سمجھ کر انکار و اعتراض سے پیش آتے ہیں اور اس کی روحی جانب کو نہیں دیکھتے جو اُن کی محرومی کا باعث ہے ؀

آفتابے در یکے ذرّہ نہاں ناگہاں آں ذرّہ بکشاید دہاں

ترجمہ: (اور وہ گویا) ایک آفتاب ہے جو ایک ذرّہ میں نہاں ہے (اور اگر) ناگہاں وہ ذرّہ (جس میں آفتاب نہاں ہے) منہ کھول دے (جس کے کھولنے سے اس آفتاب کی شعاعیں پھیلنے لگیں) تو:-

ذرّہ ذرّہ گردد افلاک و زمیں ۔ پیش آں خورشید چوں جست از کمیں

ترجمہ: تو (سب) افلاک و زمین اس آفتاب کے سامنے جبکہ وہ (ذرہ کی) کمیں گاہ سے نکل پڑے (تاب انوار نہ لاکر) ریزہ ریزہ ہو جائیں ۔

مطلب: یعنی اگر کبھی عارف کی زبان اظہارِ واردات اور القاے افادات کے لیے کھلتی ہے ۔جس سے اس کا روحانی فیض پھیلنے لگتا ہے تو اس وقت تمام عالم ہیچ اور بیقدر معلوم ہونے لگتا ہے ۔ خود اس کی اپنی عظمت کے سامنے بھی اور اس لیے بھی کہ اس کے کلام سے دوسرے عالم کی عظمت ظاہر ہوتی ہے (کذا فی الکلید) یہاں تک جو تشبیہات مذکور ہوئیں یعنی صدہزاروں مردوں کا ایک مرد میں جمع ہونا اور صدہزاراں کمان و تیر کا ایک ناوک میں مندرج ہونا اور آفتاب کا ذرہ کے اندر پنہاں ہونا تو یہ سب تشبیہات روح کی وسعت اور جسم کی تنگی کے اعتبار سے ہیں۔ آگے روح کے مقابلہ میں جسم کا لاشے محض ہونا اس غرض سے بیان فرماتے ہیں کہ اہل اللہ کو صرف جسمیت کی حیثیت سے نہ دیکھا جائے:-

ایں چنیں جانے چہ درخورد تن ست ہاں بشوائے تن ازیں جاں ہر دو دست

ترجمہ: ایسی روح جسم عنصری کے لائق کہاں ہے ۔ہاں اے جسم! تو اس روح سے دونوں ہاتھ دھولے ۔

اے تن گشتہ وثاق جاں بس ست چند تاند بحر در مشکے نشست

ترجمہ: اے جسم جو روح کا گھر بن رہا ہے ۔ (جتنا عرصہ تو نے روح کو اپنے اندر رکھا ہے اسی قدر) کافی ہے (بس اب) کہاں تک دریا (کا دریا) مشک کے اندر سما سکتا ہے

مطلب: اس سے یہ مقصود نہیں کہ جسم کو روح سے دست بردار ہونا اور اسے چھوڑ دینا چاہیے ۔ بلکہ ایک شاعرانہ پیرایہ میں دونوں کا باہم متناسب نہ ہونا ظاہر کیا ہے یعنی روح ایک اعلےٰ جوہر ہے اور جسم ایک ادنےٰ و اخس مخلوق ہے ۔ اور پر جسم عارف سے

خطاب کیا تھا اب اس کے مقابلہ میں عارف کی روح سے خطاب کرتے ہیں :-

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر   اے مسیحان نہاں در جوفِ خر

ترجمہ : اے (روح عارف جو گویا) ہزاروں (ارواح طیبہ کے) جبرئیل انسان (کے جسم) میں (پنہاں ہیں) اے روح عارف جو گویا ارواح لطیفہ کے بہت سے) مخفی مسیح (جسم عنصری کے) شکم خر میں (بند ہیں)۔

اے کلیم اللہ نہاں اندر نمد   واقف از خوف ورست از نیک وبد

ترجمہ : اے (روح عارف جو گویا ایک) کلیم اللہ (موسیٰ ثانی) کمبل کے اندر چھپے ہوئے ہیں، جو منازل دنیا و عقبیٰ کے) خوف (وخطر) سے آگاہ (بھی) ہیں۔ اور (دنیا کے) بھلے برے وتعلقات) سے رستگار (بھی) ہیں (یعنی ان کو علم بھی ہے اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں)

اے حبیب اللہ نہاں در غارِ تن   گنجِ ربّانی نہاں در مارِ تن

ترجمہ : اے روح عارف جو گویا) اللہ کا (ایک) محبوب جسم (عنصری کے) غار میں مخفی ہے (اور گویا) ایک خدائی خزانہ جسم کے سانپ میں (چھپا ہوا) ہے (غار کے ذکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تین دن تک غار ثور میں مخفی رہنے کی طرف اشارہ ہے۔ گنج کے ساتھ مار کا ذکر اس خیال کی بنا پر مناسب واقع ہوا ہے جو عام مشہور ہے کہ خزانے پر کوئی نہ کوئی سانپ ضرور رہتا ہے۔

اے ہزاراں کعبہ پنہاں در کنیس   اے غلط انداز عفریت وبلیس

ترجمہ : اے (روح عارف جو گویا) ہزاروں کعبہ ایک کنیسہ میں پنہاں ہیں (ہوں) اے دیو و ابلیس کو غلطی میں ڈالنے والی (روح)"

مطلب : ظاہر ہے کہ ان اشعار میں اے حرفِ ندا سے روح عارف کو ندا کی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں اے کا استعمال بغرض تعجب ہوا ہو۔ جس سے ایک عظیم الشان وجود کے ایک حقیر محل میں پنہاں ہونے پر اظہار تعجب مقصود ہو۔ اور حرف اے کا تعجب کے لیے استعمال محاورہ میں شائع ہے۔ جس طرح اردو میں ارے حرف ندا بھی تعجب کے لیے مستعمل ہے۔ جیسے میر سوز کہتے ہیں ؎

گئے گھر سے جو ہم اپنے سویرے   سلام اللہ خاں صاحب کے ڈیرے
وہاں دیکھے کئی طفل پریرو   ارے رے رے ارے رے رے ارے ارے

اسی بنا پر صاحب منہج نے شعر ؎ اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر الخ کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ یا عجبی الوف جبرائیل فی البشر الخ علاوہ ازیں شعر ؎

اے کلیم اللہ نہاں اندر نمد واقف از خوف ست ورست از نیک و بد

میں کلمہ است ورست بھی اس احتمال کے موید ہیں کیونکہ اگر اے حرف ندا ہوتا تو ان کلموں کی بجائے ہستی و رستی خطاب کے صیغے ہوتے۔ مگر مضمون کا سیاق اور خصوصاً اوپر کے شعر کا دوسرا مصرعہ ان کلمات کے حرف ندا ہونے کا مرجح ہے

سجدہ گاہِ لامکانی در مکان مر بلیساں را ز تو ویراں دکان

ترجمہ: (اے روح عارف کہ تو) مکان میں لامکانی (مخلوق) کا سجدہ گاہ ہے۔ شیطانوں کی دکان تجھ سے ویران ہو گئی

مطلب: یعنی عارف کی روح وجود آدم علیہ السلام کے ضمن میں ملائکہ کی مسجود ہوئی۔ ملائکہ کو لامکانی بمقابلہ مکان عنصری کے کہا ہے اور سکان کے معنی اس صورت میں مناسب ہیں کہ فی الارض کے لیے جائیں جیسا کہ ایک قول مشہور ہے کہ سجدہ قبل دخول جنت کے ہؤا تھا اور اس پر اگر یہ شبہ ہو کہ پھر شیطان کو سجدہ سے انکار کرنے پر کہا گیا تھا فاخرج منھا جس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ جنت میں ہوا تھا۔ اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ اہل سماوات سے سجدہ وہاں ہی کرایا گیا ہو۔ اور اسے انکار کی وجہ سے سموات سے نکل جانے کا حکم ہوا ہو۔ (کلید) ابلیس نے سجدہ سے انکار کرتے ہوئے کہا تھا۔

کہ چرا من خدمتِ ایں طیں کنم - صورتِ دوں را لقب چوں دیں کنم

ترجمہ: کہ میں اس مٹی (کے پتلے) کی تعظیم کیوں کروں؟ اور ادنے درجہ کے مجسمہ کا لقب دیں (کی سجدہ گاہ) میں کیوں لاؤں؟ (آگے مولانا فرماتے ہیں:-)

نیست صورت چشم را نیکو بمال تا بہ بینی شعشع نورِ جلال

ترجمہ: (ارے احمق ابلیس!) یہ کوئی خالی خولی مجسمہ نہیں ہے (اپنی) آنکھ کو اچھی طرح مل تاکہ تو (اس کے اندر) جلال (خداوند) کے نور کی شعاع دیکھے

انتباہ: آگے پھر عود ہے قصہ کی طرف۔ اور اس مقام کو بیان سابق کے ساتھ یہ پرلطف ربط بھی ہے کہ اوپر روح عارف کی ایک عظیم الشان ہستی کا ایک حقیر جسم میں مستور ہونا مذکور تھا۔ اب یہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ یہی کیفیت شہزادہ کے پیش نظر تھی کہ اس نے شاہ چین کی ہفت افلاک کے برابر وسیع روحانیت کو اس کے وجود ظاہری کی مشتِ خاک میں پنہاں پایا۔

باز آمدن بقصۂ شاہزادہ و ملازمتِ او بخدمت شاہ

شاہزادہ کے قصہ کی طرف رجوع اور اس کا بادشاہ کی خدمت میں ملازم ہو جانا۔

شاہزادہ پیشِ شہ حیرانِ ایں ہفت گردون دیدہ دریک مشت طین

ترجمہ: شاہزادہ بادشاہ کے سامنے اس (امر) میں حیران تھا کہ (اسے (وہاں بادشاہ کے وجود کی) ایک مشت خاک میں (روحانیت کے) سات آسمان (سمائے ہوئے) دیکھے۔

ہیچ ممکن نے بہ بحثے لب کشود لیک جان با جان دمے خامش نبود

ترجمہ: (اس مشاہدہ عجیب سے جو سوالات اس کے دل میں پیدا ہوتے تھے۔ ان کے متعلق) بحث کے لیے لب کشائی کرنا بالکل ممکن نہ تھا۔ لیکن (شاہزادہ کی) جان (بادشاہ کی) جان سے (اس قسم کے سوال کرنے سے) ایک لمحہ کے لیے خاموش (بھی) نہ تھی۔

مطلب: شاہزادہ کے دل میں ایک سوال پیدا ہوتا تھا۔ جس پر بادشاہ مطلع ہو جاتا تھا۔ یہ معنی ہیں شاہزادہ کے خاموش نہ ہونے کے۔ پھر خواہ بادشاہ نے اپنے تصرف سے کوئی جواب شاہزادہ کے قلب پر القا کیا ہو۔ مثلاً وہی جواب جو مولانا آگے نقل کریں گے تو اس صورت میں جان با جان دمے خامش نبود۔ دونوں طرف سے ہو جائے گا۔ یا نہ کیا ہو اور ظاہر یہی ہے۔ بقرینہ عدم نقل۔ تو اس صورت میں جان با جان دمے خامش نبود ایک جانب سے ہوگا اور مولانا کا جواب دینا باقتضائے مقام ہو جائیگا (کلید) آگے شاہزادہ کے اس قلبی سوال کا ذکر ہے۔

آمدہ در خاطرش کیں بس خفی ست اینہمہ معنے ست پس صورت زچیست

ترجمہ: اس کے جی میں آئی کہ (یہ) بات) تو بڑی مخفی (اور ناقابل فہم) ہے کہ یہ (بادشاہ) سراپا روحانیت ہے پھر (اس کا) ظاہری وجود کس غرض سے ہے؟ (جبکہ روحانیت کی صفت میں صورت کو کوئی دخل نہیں یہ سوال تھا آگے مولانا جواب دیتے ہیں)

صورتے از صورتت بیزار کن خفتہ مر خفتہ را بیدار کن۔

ترجمہ: (اے شہزادے یہ) ایک صورت ہے تم کو صورت سے بیزار کرنے والی (گویا) ایک سونیوالا دوسرے سونیوالے کو بیدار کرنے والا ہے۔

مطلب: ظاہری وجود کو اس کی جمادیت کی وجہ سے خفتہ کے ساتھ تشبیہ دی کیونکہ اس میں حس و حرکت ذاتی نہیں بلکہ بواسطہ روح ہے۔ یہاں اس وجود عنصری کا فائدہ بیان کیا ہے۔ یعنی روح کامل سے جو فیض عوام کو پہنچتا ہے۔ وہ بواسطہ جسم ہی پہنچ سکتا ہے۔ اگر روح مجرد ہوتی تو بوجہ عدم مناسبت کسی کو یہ فیض نہ پہنچ سکتا۔

آں کلامت مے رہاند از کلام وآں سقامت مے جہاند از سقام

ترجمہ: وہ کلام (جو اس کی صورت سے بغرض ارشاد صادر ہوتا ہے) تجھ کو دلایعنی کلام سے بچاتا ہے (ورنہ روح کا کلام کہاں سنا جاتا)، اور وہ مرض (عشق جو اس کے جسم کو لاحق ہوتا ہے) تجھ کو مرض (روحانی) سے نجات دلاتا ہے۔

مطلب: جس عشق سے دوسرا شخص متاثر ہوتا ہے وہی ہے جسکے آثار کا دوسرے کو بھی ادراک ہو۔ مثل غلبہ مواجید و احوال اور اس میں بوجہ ان کے صفات نفس ہونے کے جسم کے بھی شرکت ہوتی ہے۔ بخلاف روح محض کے کہ اس کا عشق اور اس کے آثار ازبس لطیف ہیں چنانچہ کاملین پر جب اس کا غلبہ ہوتا ہے تو عوام اس حالت میں ان کے کمال کو نہیں پہچان سکتے۔ پس اگر ہمیشہ یہی حالت ہوتی تو لوگ مستفید بھی نہ ہوتے (کلیۃ) یہاںتک شہزادے کے سوال کا جواب ہے آگے اس شبہ کو دفع فرماتے ہیں کہ کیا عشق کوئی بیماری ہے جیسے کہ آپ نے فرمایا ہے۔ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ گو ظاہراً وہ بیماری ہے جیسے کہ اطبا کہتے ہیں لیکن وہ بڑی بڑی روحانی بیماریوں کے لیے نوید شفا ہے:۔

پس سقامِ عشق جانِ صحت ست رنجہا یش حسرتِ ہر راحت ست

ترجمہ: پس عشق کی بیماری (اپنے اس اثر کے اعتبار سے) تندرستی کی جان ہے (کیونکہ تندرستی سے اصلی غرض راحت ہے اور اس (مرض) کے دکھ بھی)، ہر راحت کیلئے (باعث) رشک ہیں۔

مطلب: چنانچہ مشاہدہ بھی ہے کہ جسقدر تعلق مع اللہ بڑھتا جاتا ہے راحت میسر ہوتی ہے۔ جامی ؒ

ے مبیں بچشم ترحم بحالم اے خواجہ کہ رنج و محنت عشاق راحت آمیز ست

پس اس غایت کے اعتبار سے وہ مرض صحت سے افضل ہوا۔ پس اگر کسی فن کی اصطلاح پر اس کو مرض کہا جائے تو کیا مضر ہے آگے بطور تفریع جسم محجوب کو خطاب ہے:۔

اے تن اکنوں دستِ خود از جاں بشو ورنمے شوئی جز ایں جانے بجو

ترجمہ:۔ اے جسم اب اپنا ہاتھ روح سے دھولے (اور اس کو اپنا مت سمجھ) اور اگر نہیں دھوتا تو اس کے سوا اور جان تلاش کر۔

مطلب: یہ وہی مضمون ہے جیسے سرخی سے آٹھ شعر قبل کہا تھا ے

ایں چنیں جانے چہ در خوردِ تن ست ہیں بشو اے تن از یں جاں ہر دو دست

یہاں مطلب یہ ہے کہ جو جسم اس روح عالی کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا وہ اس کی معیت کے لائق نہیں اور اگر روح کی معیت پر اس کو اصرار ہی ہے۔ تو وہ کسی ایسی روح کو اپنے لیے تلاش کرے جو اس کے ساتھ مناسبت رکھتی ہو۔ آگے پھر قصہ چلتا ہے :-

در بیان نوازش واحترامِ شاہ چین شاہزادہ غریب را

شاہ چین کا پردیسی شاہزادہ کی خاطرداری اور عزت افزائی کرنا

حاصلِ آں شہ نیک اورا مے نواخت　　　او ازاں خورشید چوں مہ میگداخت

ترجمہ : غرض وہ بادشاہ اس (شاہزادہ) کی بڑی خاطرداری کرتا تھا۔ وہ اس آفتاب (عشق کی آتش) سے (جس کو نہ ظاہر کر سکتا تھا نہ برداشت کر سکتا تھا۔ روز بروز) چاند کی طرح گھٹتا جاتا تھا (جس طرح چاند آفتاب کے طلوع سے بے نور ہو جاتا ہے)

آں گدازِ عاشقاں باشد نمو　　　ہمچو مہ اندر گدازش تازہ رو

ترجمہ : (مولانا عشق حقیقی کے خواص بیان فرماتے ہیں کہ) عاشقوں کا وہ (ظاہراً) گھٹنا (باطناً) بڑھنا ہے۔ وہ چاند کی طرح گداخت میں بھی تازہ رو ہیں (جس طرح چاند زوالِ نور سے گھبراتا نہیں ہے کہ پھر بدر ہو جاتا ہے)۔

جملہ رنجوراں دوا دارند امید　　　نالد ایں رنجور کم افزوں کنید

لغات : کم بکسر کاف مخفف کہ مرا

ترجمہ : تمام بیمار (مرض کے ازالہ کے لیے) علاج کی امید رکھتے ہیں (مگر) یہ بیمار (عشق) روتا ہے کہ مجھے زیادہ (مرض میں مبتلا) کرو۔ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ
کنند خلقے دعائے صبر عاشق　　　ولیکن عاشقاں آمیں نگویند

جملہ رنجوراں دوا جویند و ایں　　　رنج افزوں جوید و رنج و حنین

ترجمہ : سب مریض (مرض سے شفایاب ہونے کے لیے) دوا (کرانا) چاہتے ہیں۔ (اور) یہ عاشق اور بھی (زیادہ) دکھ اور تکلیف اور کراہنا چاہتا ہے۔ جامی رحمۃ اللہ علیہ
یاد مرہم بر دلِ من بخت مے آید چو تیر　　　تا انان ابرو کماں با زخم پیکاں خو گرفت

خوشتر زیں سم ندیدم شربتے　　　زیں مرض خوشتر نباشد صحتے

ترجمہ : میں نے اس زہر (عشق) سے بہتر کوئی شربت نہیں دیکھا (اور) اس بیماری

سے زیادہ اچھی کوئی تندرستی نہیں دیکھی ۔

زیں گنہ بہتر نباشد طاعتے سالہا نسبت بدیں دم ساعتے

ترجمہ: (منکر کی نظر میں اگر عشق گناہ ہے تو چلو گناہ سہی مگر) اس گناہ سے بہتر کوئی طاعت نہ ہوگی (عمر کے) برسوں اس سخن (عشق) کی نسبت ایک ساعت (کے برابر ہیں)

مطلب: دم سے مراد سخن عشق یا افسوں عشق ہے اور اس لفظ میں ایہام تناسب ہے۔ بایں وجہ کہ دم بمعنے وقت قلیل بھی آتا ہے جو سالہا کے ساتھ مناسب ہے یعنی اگر عشق میں برسوں بھی گزر جائیں تو وہ عدم سیری کی وجہ سے ایک ساعت معلوم ہوتے ہیں حافظ رح سے

یک قصہ بیش نیست غم عشق واین عجب کز ہر کسے کہ مے شنوم نا مکرر ست

مدتے بد پیش آں شہ زیں نسق دل کباب و جاں نہادہ بر طبق

لغات: جان بر طبق نہادن جان کو طشت پر رکھنا اس سے بطور کنایہ مرنے کے لیے تیار ہونا مراد ہے۔ جس طرح اردو میں کہتے ہیں فلاں اپنی جان ہتھیلی پر رکھے پھرتا ہے۔ یعنی جان دینے پر آمادہ ہے ۔

ترجمہ: غرض وہ (شہزادہ اسی حال میں مدت تک بادشاہ کے پاس رہا (اس کا) دل کباب (تھا) اور وہ جان دینے پر آمادہ تھا ۔

گفت شاہ از ہر کسے یک سر برید من ز شہ ہر لحظہ قربانم جدید

ترجمہ: اس نے (اپنے دل میں) کہا کہ بادشاہ نے ہر شخص کا (جو اس کی بیٹی کا خواستگار ہوا صرف) ایک (مرتبہ) سر کاٹا مگر میں بادشاہ (کے ہاتھ) سے ہر لحظہ از سر نو ذبح ہوتا ہوں (یعنی حسرت و ناکامی میں میرا ہر لحظہ گزرنا بمنزلہ موت ہے تو یوں میں ہر لحظہ از سر نو ذبح ہوتا ہوں آگے شہزادہ کی زبان سے عاشق حقیقی کا مقولہ ہے)

من فقیرم از زر و از سر غنی صد ہزاراں سر خلف داد آں سنی

ترجمہ: میں زر (وسیم) سے تہیدست ہوں اور سر (دینے) میں غنی ہوں (اور اس کے لیے اپنا سر قربان کیوں نہ کروں کہ) اس صاحب نور نے مجھ کو (اس قربانی کے) عوض میں لاکھوں سر عطا فرمائے ہیں (عاشق کے سر دینے سے مجاہدہ و فنا مراد ہے اور محبوب حقیقی کے عوض بخشنے سے مشاہدہ و بقا مقصود ہے ۔

با دو پا در عشق نتواں تاختن با یکے سر عشق نتواں باختن

ترجمہ (یہاں عشق میں لاکھوں سر و پا کی ہی ضرورت ہے کیونکہ صرف) دو پاؤں کے ساتھ عشق (کے رستہ میں ۔ نہیں دوڑ سکتے (اور صرف) ایک سر کے ساتھ عشق بازی نہیں کر سکتے ..

ہر کسے را خود دو پا و یک سر ست با ہزاراں پا و سر تن نادرست

ترجمہ: (عام طور پر) ہر شخص کے دو پاؤں اور ایک سر ہے (اور) ہزاران پاؤں اور سر کے ساتھ کوئی بدن (شاذ و) نادر ہے (اس نادر کا مصداق عاشق ہی ہے۔ آگے اس پر تصریح ہے کہ :-)

زیں سبب ہنگامہا شد کُل ہَدر ۔ ہست ایں ہنگامہ ہر دم گرم تر

لغات: ہدر بفتحتین۔ بے کار۔ رایگاں مراد بے رونق گرم تر زیادہ پُر رونق

ترجمہ: اسی (فرق مذکور کے) سبب سے تمام ہنگامے بے رونق ہو گئے (مگر) یہ ہنگامہ (عشق) ہر وقت زیادہ پُر رونق ہے -

مطلب: اُوپر کے شعر میں دو پا و یک سر سے جسم و جسمانیت مراد تھی۔ اب فرماتے ہیں کہ عشق مجازی کے ہنگامے جن کا تعلق جسمانیت سے ہے جسم کے مضمحل اور جسمانی قوائے کے بے کار ہونے اور حسن کے رو بزوال ہو جانے سے سرد پڑ جاتے ہیں۔ مگر وہ عشق جو خاص روح سے متعلق ہے اور روح بمقابلہ جسم کے گویا ہزار پاؤں رکھتی ہے اور اس کو عشق حقیقی کہتے ہیں۔ اس کو زوال نہیں وہ ہر دم متزاید رہتا ہے۔ آگے بتاتے ہیں کہ اس کے ہر دم گرم تر اور متزاید رہنے کی کیا وجہ ہے ؟

معدنِ گرمی ست اندر لامکان ہفت دوزخ از شرارش یک دخان

ترجمہ: (اس) گرمی کا معدن لامکان ہے۔ (اور وہ گرمی عشق ایسی ہے کہ) ساتوں دوزخ اس کے شرارہ کا ایک دھواں ہیں -

مطلب: اس گرمی عشق کا تعلق حضرت حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ ہے جس کا جمالی تغیر زائل ہے اور روح اس کا ادراک کرتی ہے - جس میں ذہول نہیں۔ یا یہ کہ وہ گرمی لامکان اور عالم غیب سے بلا انقطاع عطا ہوتی ہے۔ اس لیے وہ متزاید ہے اور اس کی شدت کا یہ عالم ہے کہ نار دوزخ بھی اس کے آگے ماند ہے۔ چنانچہ آگے حدیث سے یہ بات ثابت فرماتے ہیں -

دربیان حدیث جُزْ یَا مُؤْمِنُ فَاِنَّ نُوْرَكَ اَطْفَاَ نَارِیْ

اس حدیث کے بیان میں کہ دوزخ کہے گی اے مومن (پلصراط سے جلدی) گزر جا کیونکہ تیرے نور نے میری آگ بجھا دی

انتباہ: مقاصد حسنہ میں یہ حدیث بدیں الفاظ منقول ہے تقول النار للمومن یوم القیامۃ جز یا مؤمن فقد اطفأ نورک لہبی یہ روایت کبیر طبرانی اور کامل ابن عدی اور نوادر الاصول حکیم ترمذی میں ہے۔ اس کا ایک راوی منصور بن عمار ہے جس کے بارہ میں بعض محدثین نے کہا ہے کہ لیس بالقوی اور بعض نے کہا ہے وہ منکر الحدیث ہے۔ بعض نے اس حدیث کے بارہ میں کہا کہ مجھے اس کے صحیح ہونے کی امید ہے (کلید)

ز آتش مومن از رُو اے صفی — مے شود دوزخ ضعیف و منطفی

ترجمہ: اسی سبب سے اے برگزیدہ! مومن کی آتش (عشق) سے دوزخ بھی کمزور اور بجھنے کے قریب ہو جائے گی (جبکہ وہ پلصراط پر سے گزر رہا ہو گا)

گویدش بگذر سبک اے محتشم — ورنہ ز آتشہائے تو مُرد آتشم

ترجمہ (دوزخ) اس سے کہے گی اے معزز آدمی جلدی سے گزر جا۔ ورنہ تیرے (عشق کے) شعلوں سے میری آگ بجھ جائے گی۔

کفر کہ کبریت دوزخ اوست بس — بیں چہ مے پخساند او را ایں نفس

لغات: کبریت گندھک آج کل دیا سلائی کو بھی کبریت کہتے ہیں پخساند بہائے فارسی و خائے معجمہ و سین مہملہ فرو نشاند (بجر)

ترجمہ: (اور کیوں نہ ہو دنیا میں بھی دیکھ لو کہ) کفر جو دوزخ کی دیا سلائی وہی ہے اور بس دیکھ لو کہ اس کو اس وقت کونسی چیز بجھاتی ہے (یہی مومن کا نور)

مطلب: جس طرح آگ کی محرک دیا سلائی ہے اسی طرح دوزخ کا یہ اشتعال کفر ہے اور ایک کافر جو مظہر کفر ہونے کے لحاظ سے گویا مجسم دوزخ ہے جب کسی مومن کامل کی صحبت سے مستفید اور اس کی نصائح سے متاثر ہوتا ہے تو اس کی آتش کفر بجھ جاتی ہے۔ پس جب دنیا میں ایمان کے نور کا آتش کفر پر یہ اثر ہے۔ تو آخرت میں کیوں نہ ہو گا۔ آگے بھی یہی ارشاد ہے:-

کفر کاں کبریت نارِ دوزخ ست — بیں کہ چوں میرد ازو اے خود پرست

ترجمہ: اے خود پرست دیکھ لے کہ (مومن کے اس نور سے) کفر جو دوزخ کی آگ کے لیے (بمنزلہ) کبریت ہے کس طرح بجھ جاتا ہے (آگے اس سے ایک فائدہ اخذ کر کے اس پر متفرع فرماتے ہیں

زود کبریت بدیں سودا سپار — تا نہ دوزخ بر تو تازد بے شرار

ترجمہ: (اے مخاطب) تم فوراً اپنے (سوء اعتقادات کے) آتشین مادے کو اس طرف (جہاں اہل معرفت و اہل عشق تشریف فرما ہیں) سپرد کر دو۔ تاکہ دوزخ تم پر تعدی نہ کرے نہ (کوئی اس کی) چنگاری (یعنی ان حضرت کے فیض صحبت سے تمہارے کفریہ خیالات کی اصلاح ہو جائے اور تم کو دوزخ سے نجات مل جائے)

گویدش جنت گذر کن ہمچو باد ۔۔۔ ورنہ گردد ہرچہ دارم من کساد

ترجمہ: (اور نہ صرف دوزخ بلکہ جنت (بھی) اس کو بزبان حال کہے گی (کہ) تو مجھ سے ہوا کی طرح گزر جا۔ ورنہ میں جو کچھ رکھتی ہوں وہ (سب) بے رونق ہو جائے گا

مطلب: دوزخ مومن سے اس لیے ضرر محسوس کرے گی کہ اس کی نار میں اور مومن کے نور میں ضدیت ہے اور ان دونوں ضدوں کے مقابل سے نار نابود ہو جاتی ہے۔ جس کی مثال آگ اور پانی کی ضدیت ہے۔ اور جنت میں اور مومن کے نور میں ضدیت نہیں بلکہ جنسیت ہے۔ مگر جنت کے انوار مومن کے نور کے مقابلہ میں ضعیف ہیں۔ جس کی مثال کواکب اور آفتاب کی سی ہے کہ منور ہونے میں دونوں ہم جنس ہیں۔ مگر آفتاب کی درخشاں کواکب کی تابانی سے بڑھ کر اور اس کو مغلوب کرنے والی ہے۔ پس دوزخ کا تضرر اس کی نار کے نابود ہونے سے ہے اور جنت کا تضرر اس کے انوار کے مغلوب ہونے سے ہیں۔ چنانچہ آگے نور مومن اور انوار جنت کی جنسیت اور انوار جنت کے ضعف کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے:۔

کہ تو صاحب خرمنی من خوشہ چین ۔۔۔ من بتے ام تو ولایتہائے چین

ترجمہ: تیرے سامنے میرے موجودات کے بے رونق ہو جانے کی وجہ یہ ہے) کہ تو کھلیان والا ہے۔ میں خوشہ چین ہوں (اور) میں ایک بت ہوں تو ممالک چین (کی مانند) ہے جس میں بتوں کا حد و شمار نہیں)

مطلب: ظاہر ہے کہ خرمن اور خوشہ کی جنسیت ایک ہے مگر خوشہ چین کا سرمایہ ایک خرمن کے آگے کیا حقیقت رکھتا ہے۔ اسی طرح بت اور بت کدہ متجانس ہیں۔ مگر جو اقلیم اس سرے سے اُس سرے تک ساری بتکدہ ہو وہاں ایک بُت کو کون پوچھتا ہے پہلے مصرعہ میں جو کہا ہے کہ مومن کی مثال صاحب خرمن کی سی ہے اور بہشت گویا اُس کی خوشہ چین ہے۔ اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ جس طرح خوشہ چین کا سارا انتفاع کسی خرمن کی بدولت ہوتا ہے۔ اسی طرح بہشت کے تمام اشجار و انہار اور حُور و قصُور مومنوں کے اعمال حسنہ کے نتائج ہیں۔ اخلاقِ جلالی میں لکھا ہے "وچوں نزد عظماء حکماء و اساطین اولیا مقرر ست کہ امور اخروی کہ بآں مخبر صادق وعدہ وعید فرمودہ تماماً صور اخلاق و اعمال ست کہ در موطن معاد بحکم مرتبہ بآں صور بر انسان ظاہر خواہد شد

چنانچہ فرمودہ الناس نیام فاذا ماتوا انتبھوا بیداراں اناں معنی آگاہی میدہد واین معنی در مواضع متعددہ از کتاب وسنت بتصریح وتلویح موذی شدہ است وماده آں صور خواه از غائب باشد وخواه از مکاره اعمال واخلاق سبب کہ دریں نشأ اندوختہ باشد۔ چنانچہ مخور سے کریمہ وان جھنم لمحیطۃ بالکافرین و حدیث نبوی کہ فرمودہ الذی یشرب فی آنیۃ الذھب والفضۃ انما یجرجر فی بطنہ نار جھنم وان ارض الجنۃ قیعان وغراسھا سبحان اللہ افصاح ظاہر ازاں مے نماید (انتہی)

ہشت لرزاں زو جحیم وہم جناں نے مراین را نے مرا ورا زو اماں

ترجمہ: (غرض) اس (مومن) سے دوزخ بھی لرزاں ہے اور بہشت بھی۔ اس سے نہ اس کو اماں ہے نہ اس کو (دوزخ وبہشت کے مذکورہ قول سے مراد اپنے عجز اور مومن کی عظمت کا اظہار ہے۔ آگے پھر قصہ چلتا ہے)

وفات یافتن برادر بزرگ آں شاہزادگاں

ان شہزادوں کے بڑے بھائی کا وفات پا جانا

رفت عمرش چارہ را فرصت نیافت صبر بس سوزاں بُد و جاں بر نتافت

ترجمہ: اس کی عمر (جس قدر مقدر تھی) گزر گئی اس نے (وصال محبوبہ کے ذریعہ اپنے عشق کا) علاج (کرنے) کا موقع نہ پایا (فراق پہ) صبر (کرنا) سخت پھونک ڈالنے والا تھا اور جان (اس کو) برداشت نہ کر سکی۔

مدتے دنداں کناں ایں میکشید نارسیدہ عمر او آخر رسید

لغات: دنداں کناں بضم کاف عجز والحاج اور زاری کرتے ہوئے۔ ڈرتے ہوئے (غیاث)

ترجمہ: ایک مدت (دراز) تک زاری کرتا ہوا اس (مشقت) کو جھیلتا رہا (مراد کو) پہنچے۔ بدوں اس کی عمر خاتمہ کو پہنچ گئی۔

صورت معشوق زو شد در نہفت رفت و شد با معنئ معشوق جفت

ترجمہ: معشوقہ کی صورت (عاشق کی موت کی وجہ سے) اس سے (اس طرح) مخفی ہو گئی (کہ دیدار کا جو امکان تھا وہ بھی نہ رہا) وہ (عالم بالا کی طرف) چلا گیا اور معشوق کے معنے سے یقین ہو گیا۔

مطلب: یہ عاشق چونکہ صبر و سکون پر قائم رہا اور کوئی حرکت خلافِ عفت اس سے سرزد نہیں ہوئی اس لیے بفحوائے حدیث مَنْ عَشِقَ فَعَفَّ فَکَتَمَ فَصَبَرَ فَمَاتَ فَهُوَ شَهِيْدٌ وہ شہید ہوا اور شہیدِ حق تعالےٰ کا مقبول اور واصل ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ وہ اگرچہ معشوقہ کے دیدار سے محروم رہا۔ مگر مرنے کے بعد اس محبوبِ حقیقی کے قرب سے متمتع ہوگیا۔ جس کی شان معشوقانِ مجازی کے حسن و جمال میں جلوہ گر ہے۔ مولانا کا مقصود معنے معشوق سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان مظاہر میں سے اس کی شان ظاہر ہے کما قال مولانا جامی رحمہ

ز ذرات جہاں آئینہا ساخت

ز روے خود بہر یک عکس انداخت

حدیث مذکور مَنْ عَشِقَ الخ کا ترجمہ یہ ہے جو شخص عاشق ہوگیا پھر اُس نے پرہیزگاری اختیار کی۔ پھر اپنے عشق کو چھپایا۔ پھر صبر کیا پھر مرگیا تو وہ شہید ہے اس حدیث کے متعلق تمیز الطیب میں لکھا ہے کہ یہ سوید بن سعید کے طریق سے ابن عباس سے مرفوعاً مروی ہے۔ ابن معین نے اس کو منکر قرار دیا ہے۔ مگر وہ بعض دیگر طریق سے بھی مروی ہے جن کی سند صحیح ہے اور ابن خرم نے اس کو بطریق احتجاج مذکور کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں ے

فان اهلك هوى اهلك شهيدا   وان تمنن بقيت قرير عين

روى هذا لنا قوم ثقات   نأوا بالصدق عن كذب و مين

یعنی اگر میں عشق میں مرگیا تو شہید ہو جاؤں گا اور اگر تو مجھ پر احسان کرے تو میں راحت کی زندگی بسر کروں گا۔ اس بات کو معتبر لوگوں نے ہم سے روایت کیا ہے جو سچائی کی بدولت کذب و دروغ سے بری ہیں (انتہیٰ) چنانچہ وہ شہزادہ متوفی کہتا ہے:۔

گفت لبسش گر ز شعرِ ششتر ست   اعتناقِ بے حجابش خوشتر ست

لغات: لبس لباس۔ پوشاک اس کے ساتھ ضمیر مضاف الیہ شامل ہے۔ شعر بعنی پشم و ابریشم و از جامہ پشمینہ ست (بحر) و نوع از جامہ باریک ابریشمی (غیاث) ششتر بضم شین و فتح تاے فوقانی ایک شہر کا نام ہے۔ جس کا ریشمی پارچہ مشہور ہے اور ششتری کہلاتا ہے۔ یہاں وہی مراد ہے اعتناق معانقہ۔

ترجمہ اس (شہزادہ) نے (اپنے جی میں) کہا کہ اگرچہ اس (معشوقِ حقیقی) کا لباس پشمینہ اور پارچہ ریشمی ہی ہو۔ مگر اس کا قرب بلا حجاب زیادہ اچھا ہے۔

مطلب: یہاں لفیس لباس سے مراد معشوقِ مجازی کی صورت ہے۔ جو محبوبِ حقیقی کے جمال کی مظہر ہے اور پشمینہ و ریشم کے اعلےٰ پارچات کے ساتھ تشبیہ دینے سے مقصود یہ ہے کہ وہ صورت بہت ہی دلربا اور جاذبِ نظر ہے۔ مطلب یہ ہے

کہ شہزادہ کو موت کے بعد جب قرب حق حاصل ہوا تو اُس نے تسلیم کیا کہ وہ معشوقہ مجازیہ جس کی صورت محبوب حقیقی کے جمال کی مظہر ہے خواہ کیسی ہی دلپسند ہو مگر محبوب حقیقی سے بلاواسطہ مظاہر واصل ہونا زیادہ اچھا ہے۔ یعنی بمقابلہ اس کے جمال کا مشاہدہ معشوق مجازی کے حسن سے ہو اس کا مشاہدہ بلاواسطہ ہونا زیادہ پُرلطف ہے۔

من شدم عُریاں زتن او از خیال — مے خرامم در نہایاتِ وصال

ترجمہ: میں جسم سے مجرّد ہو گیا اور وہ (محبوب میرے) خیال سے نکل گیا اور بفضلہ تعالیٰ) میں (اب) اعلیٰ ترین وصال (یعنی وصال حق) میں خراماں چل رہا ہوں۔

مطلب: جسمانی زندگی میں عاشق مجبور کی یہ حالت تھی کہ معشوق کا تصور اس کے دماغ میں سمایا رہتا تھا۔ اب جو عاشق وفات پاکر واصل بحق ہو گیا تو وہ کہتا ہے کہ میری روح جسم سے مجرد ہو گئی اور وہ معشوق بھی میرے خیال سے نکل گیا کیونکہ جب جسم نہ رہا اور دماغ کے ساتھ بھی جو ایک جسمانی عضو اور محل خیال ہے تعلق نہ رہا تو اب خیال کہاں اور میں محبوب مجازی کے خیال وصل کی بجائے محبوب حقیقی سے فی الواقع واصل ہو گیا۔ وصل کے ذکر سے مولانا کا ذہن وحدت کے مضمون کی طرف منتقل ہو گیا آگے اس مضمون کے ناقابل بیان ہونے سے متعلق ارشاد ہے۔

ایں مباحث تا بدینجا گفتنی ست — ہرچہ آید زیں سپس بنہفتنی است

ترجمہ: یہ مباحث یہاں تک تو کہنے کے لائق ہیں (کہ اہل ظاہر بھی سمجھتے ہیں اسلیے کسی قسم کے فتنہ کا احتمال نہیں) اس کے بعد جو کچھ (ذہن میں) آتا ہے وہ قابل اخفا ہے (کیونکہ اس کے اظہار سے فتنہ کا خوف ہے علاوہ ازیں وہ اسرار ناقابل فہم بھی ہیں چنانچہ:-

گر بکوشی ور بگوئی صد ہزار — ہست بیکار و نگردد آشکار

ترجمہ (اے سامع اگر تو (اس کے سمجھنے کی) لاکھ کوشش کرے اور (اے متکلم اگر (تو لاکھ) کہے تو (سامع کے فقدان ذوق کی وجہ سے) فضول ہے اور وہ (مضمون کبھی بھی) ظاہر نہ ہوگا۔

تا بدریا سیر اسپ و زیں بود — بعد ازانت مرکب چوبیں بود

ترجمہ: (اور بیان اسرار کے لیے موقع ومحل کا لحاظ مناسب ہے چنانچہ) دریا (کے کنارے) تک گھوڑے اور زین کی سواری سے مسافت طے ہوتی ہے۔ اس کے بعد (دریا کے اندر) کشتی

یعنی) لکڑی کی سواری ہوتی ہے (اللہ تعالیٰ کو خشکی سے اور متکلم کو اسپ وزین سے تشبیہ دی ہے۔ اسی طرح مرتبہ حال کو دریا سے اور ذوق کو کشتی سے تشبیہ دی ہے)۔

مرکبِ چوبیں بخشکی ابتر ست — خاص آں دریائیاں را رہبر ست

ترجمہ: (پس جس طرح) لکڑی کا مرکب خشکی میں (لیجانے کی کوشش کرنا اس کو) خراب (کردیتا) ہے (کیونکہ) وہ خاص دریا (کے اندر جانے) والوں کو لے جایا کرتا ہے (اسی طرح اسرار وحدت بے ذوق لوگوں سے بیان کرنا باعث خرابی ہے کیونکہ وہ خاص اہل ذوق کا حصہ ہیں)

ایں خموشی مرکبِ چوبین بود — بحریاں را خامشی تلقین بود

ترجمہ: یہ خاموشی (یعنی ذوق) لکڑی کا مرکب ہے (جو مرتبہ قال کی خشکی والوں کے لیے بے کار ہے البتہ مرتبہ حال کے) دریا والوں کے لیے یہ خاموشی (بمنزلہ) تعلیم ہوتی ہے۔

ہر خموشی کاں ملولت مے کند — نعرہائے عشق زاں سُو مے زند

ترجمہ: (اہل ذوق کی) جو خاموشی تم کو ملول کرتی ہے۔ وہ ادھر (اہل ذوق کی طرف) سے عشق کے نعرے لگا رہی ہے (یعنی یہ خاموشی اہل ذوق کو وہ فائدہ پہنچا رہی ہے جو تعلیم قالی میں ممکن نہ تھی خموشی معنے دارد کہ درگفتن مے آید

تو ہمے گوئی عجب خامُش چراست — او ہمے گوید عجب گوشش کجاست

ترجمہ: تو کہہ رہا ہے کہ تعجب کی بات ہے یہ خاموش کیوں ہے (اور) وہ کہہ رہا ہے تعجب کی بات ہے اس کا کان کہاں ہے ہر کہ نعرہ ہائے عشق کو نہیں سن سکتا)

من ز نعرہ کر شدم او بے خبر — تیز گوشاں زیں سَمر ہستند کر

لغات: سمر بفتحتین افسانہ قصہ کہانی مجازاً بمعنی سخن و کلام (غیاث)

ترجمہ: میں (تو) نعرہ کی بلند آہنگی سے بہرا ہو گیا (اور) وہ اس سے بے خبر ہے (اسی طرح دوسرے لوگ جو دنیوی معاملات میں) تیز شنوائی والے (ہیں) اس تقریر سے بہرے ہیں (دوسرے مصرعہ کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ میری طرح دوسرے تیز شنوائی والے لوگ بھی اس ذوقی نعرہ کی بلند آہنگی کے اثر سے بہرے ہو رہے ہیں)

آں یکے در خواب نعرہ مے زند — صد ہزاراں بحث و تلقین مے کند

ترجمہ: (اس کی وہی مثال ہے کہ) وہ ایک شخص خواب میں چلا رہا ہے اور لاکھوں بحث وتلقین کر رہا ہے۔

این نشستہ پہلوے او بے خبر　　خفتہ خود آنست و کر زاں شور و شر

ترجمہ: (اور) یہ (دوسرا شخص) اس کے پہلو میں بے خبر بیٹھا ہے (پس حقیقت میں) محو خواب خود وہ (پاس بیٹھنے والا) ہے (جو اس سے بے خبر) اور اس شور وشر سے بہرا ہے (یہاں تک اہل قال و اہل حال کا ذکر تھا۔ آگے اہل فن کا ذکر آتا ہے)

واں کسے کش مرکبِ چوبیں شکست　　غرقہ شد در آب او خود ماہی ست

ترجمہ: (یہ حال تو گھوڑے والوں اور کشتی والوں کا تھا۔ جو مذکور ہوا) اور جس شخص کی کشتی (بھی) ٹوٹ گئی۔ وہ پانی میں غرق ہو گیا (اب) وہ (گویا پانی کی (ایک) مچھلی ہی ہے۔
مطلب: ساحل تک پہنچ کر تو وہ گھوڑے کو ترک کر چکا تھا۔ اب جو کشتی میں سوار ہوا تو منجدھار میں پہنچ کر کشتی بھی ٹوٹ گئی اور وہ غرق ہو گیا۔ یعنی تعبیر و تکلم سے ترقی کر کے وہ ذوق و حال کے درجے پر فائز ہو گیا۔ وہ ذوق بھی قضا ہو گیا۔ اور مشاہدہ میں غرق ہو گیا۔ جس طرح مچھلی پانی میں ڈوب جاتی ہے اور اس کو کشتی کی ضرورت نہیں رہتی۔ اسی طرح اس شخص کو اب توجہ الی المحبوب میں ذوق کے واسطہ کی ضرورت نہیں۔

نہ خموش ست و نہ گویا نادرے ست　　حالِ او را در عبارت نام نیست

ترجمہ: نہ وہ (اہل ذوق کی طرح) خاموش ہے اور نہ (اہل صحو کی طرح قابل فہم) بات کرتا ہے (غرض) ایک عجیب (ہستی) ہے۔ اس کی حالت کا الفاظ میں کوئی نام نہیں

نیست زیں دو ہر دو ہست آں بوالعجب　　شرحِ ایں گفتن بروں ست از ادب

ترجمہ: وہ عجیب آدمی (ایک طرح سے) ان (تکلم و خاموش) دونوں سے نہیں ہے (اور ایک طرح سے ان) دونوں (سے) ہے۔ اس کی تفصیل بیان کرنا ادب کے خلاف ہے۔
مطلب۔ وہ خاموش اس لیے نہیں کہ اس کی خاموشی اہل ذوق کی سی نہیں اور متکلم اس لیے نہیں کہ اس کا تکلم جو ہے وہ بلا قصد و اختیار ہے اور یوں اگر ذوق کا اعتبار اور قصد و اختیار کا لحاظ نہ کیا جائے۔ تو وہ خاموش بھی ہے اور متکلم بھی اور چونکہ عوام الناس اس طرح کے سکوت و تکلم کی تفصیل کو سمجھ نہیں سکتے اس لیے اس کا بیان کرنا باعث فتنہ ہے اور کسی فتنہ کی تحریک آداب شرع کے خلاف ہے

ایں مثال آمد رکیک و بے ورود　　لیک در محسوس زیں بہتر نبود

لغات۔ رکیک کمزور سست ورود آنا۔ داخل ہونا یہاں صادق آنا مراد ہے۔
ترجمہ: یہ مثال کمزور اور (اصل پر) صادق نہ آنیوالی ہے۔ لیکن (عالم) محسوس میں اس سے بہتر (کوئی مثال) نہیں بھی (جو پیش کی جاسکتی)
مطلب: اُوپر کا مضمون ذاتِ حق کو دریا کے ساتھ اور مستغرق مشاہدہ کو مچھلی کے ساتھ تشبیہ دے کر سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ مگر ذاتِ حق تمام تشبیہات سے منزہ ہے اور مستغرق مشاہدہ کی حالت کی تشبیہہ سے ظاہر نہیں ہوسکتی۔ اس لیے یہ مثال مقصود کے تمام پہلوؤں کو ظاہر کرنے سے قاصر ہے۔ مگر عوام کو سمجھانے کے لیے محسوسات کی مثال ہی مفید ہوسکتی ہے اور محسوسات میں اس سے بہتر مثال اور مقصود پر زیادہ سے زیادہ روشنی ڈالنے والی تشبیہہ کوئی نہ تھی۔ اس لیے اسی پر اکتفا کیا گیا۔ آگے اُوپر کے قصہ کا حاصل ارشاد فرماتے ہیں:۔

حاصل آں شہزادہ از دُنیا برفت ۔۔۔ جانش پُر درد و جگر پُر سوز و تفت

ترجمہ: الغرض وہ شہزادہ دنیا سے (ناکام) رخصت ہوا (اس حالت میں کہ) اس کی جان پُر درد تھی اور (اس کا) جگر پُر سوز اور گرم تھا۔

آمدنِ برادرِ میانہ بجنازہ ایں برادر کہ کوچک رنجور بود و لنواختن

منجھلے بھائی کا اس بھائی کے جنازہ پر آنا کیونکہ چھوٹا (بھائی) بیمار تھا (اسلیئے نہ آسکا) اور بادشاہ

بادشاہ اُورا و صد ہزار غنائم غیبی و عینی بدو رسیدن از نظر شاہ

کا اس کی عزّت افزائی کرنا اور اس کو بادشاہ کی نظر (فیض اثر) سے لاکھوں غیبی اور ظاہری غنیمتیں میسر ہونا۔

کوچکیں رنجور بُود و آں وَسَط ۔۔۔ بر جنازہ آں بزرگ آمد فقط

ترجمہ: چھوٹا (بھائی) بیمار تھا اس لیے بھائی کے جنازہ پر نہ آسکا) اور فقط وہ منجھلا (بھائی) اس بڑے (بھائی) کے جنازہ پر حاضر ہوا۔

شاہ دیدش گفت قاصد کیں کیست ۔۔۔ کہ ازاں بحرست و ایں ہم ماہی ست

ترجمہ: بادشاہ نے اس کو دیکھا (اور باوجودیکہ از راہ کشف جانتا تھا تاہم) قصداً (اور مصلحتاً) پوچھا کہ یہ کون ہے (یعنی) کہ کیا یہ بھی) اسی دریا سے ہے؟ (جس سے یہ مرنے والا تھا) اور یہ بھی (دریائے عشق کی) مچھلی ہے؟
مطلب: بادشاہ کے اس تجاہل عارفانہ میں مصلحت یہ تھی کہ اس کے کشف کا راز ظاہر نہ

ہو۔ اور اس سوال کے جواب میں وہ یہ سننا چاہتا تھا کہ یہ بھی اپنے بڑے بھائی کی طرح آپ کا عاشق و محب ہے۔ تاکہ یہ بات اس کی نظرِ عنایت کی تمہید بن جائے۔

پس معرّف گفت پُور آں پدر این برادر زاں برادر خُرد تر

ترجمہ: تو نقیب نے کہا (یہ بھی) اسی باپ کا بیٹا (ہے)، یہ بھائی اس بھائی سے چھوٹا ہے۔

شہ نوازیدش کہ ہستی یادگار کرد اورا ہم بداں پرسش شکار

ترجمہ: بادشاہ نے اس پر نوازش فرمائی کہ تو (اپنے مرحوم بھائی کی) یادگار ہے۔ (اور بڑے بھائی کی طرح اس کو بھی اس شفقت آمیز) دریافت احوال سے (اپنا) گرویدہ بنا لیا۔

از نوازشہائے آں شاہِ وحید در تنِ خود غیرِ جاں جانے بدید

ترجمہ: اس نے اس بادشاہ یکتا کی عنایات سے اپنے جسم میں (موجودہ) جان کے علاوہ ایک اور جان (یعنی حیاتِ قلب بھی) دیکھی۔

در دلِ خود دید عالی غُلغُلہ کہ نیابد صُوفی آں در صد چلہ

ترجمہ: اس نے اپنے دل میں ایک عالی شان غلغلہ دیکھا جس کو صوفی سو چلہ میں (بھی) نہ پائے (جیسے کہ بعض اہل تصرف کی صحبت سے ہوتا ہے گو ایسے انعکاس کو استقرار نہیں ہوتا جب تک کہ خود مجاہدہ سے رسوخ حاصل نہ کرے۔ لیکن اس سے اثار کا مشاہدہ بطور انعکاس ضرور ہوتا ہے۔ کلید)

در دلِ خود یافت عالی عالمے کاں نیابد کس بصد خلوت ہمے

ترجمہ: اس نے اپنے دل میں (احوال و برکات کا) ایک عالی شان عالم دیکھا جس کو کوئی سو خلوت میں (بھی) نہیں پا سکتا۔

عرصہ و دیوار و کوہ و سنگ تافت پیشِ او چُوں نارِ خنداں مے شگافت

ترجمہ: (ان انوار انعکاسیہ سے) میدان اور دیوار اور پہاڑ اور پتھر اس کے سامنے چمک اُٹھے (اور یہ سب) ایک کھلنے والے انار کی طرح پھٹے پڑتے تھے (یعنی ہر چیز حق کے صفات و کمالاتِ مظہر نظر آتی تھی اور اس سے واردات و معارف منکشف ہونے تھے)

ذرہ ذرہ پیشِ او چُوں آفتاب دمبدم مے کرد صد گُوں فتح باب

ترجمہ: ایک ایک ذرہ اس کے سامنے آفتاب کی مانند ہو گیا جو دمبدم سو طرح سے اس پر علوم کا دروازہ کھولتا تھا۔

بابِ گہ روزن شدے گاہے شعاع　　خاک گہ گندم شدے وگاہ صاع

لغات: صاع اناج کو ناپنے کا ایک پیمانہ جس میں ساڑھے تین سیر اناج پڑتا ہے۔

ترجمہ: (اور وہ علم کا) دروازہ کبھی (وہ) روشندان بن جاتا (جس سے شعاع آتی ہے اور) کبھی (خود) شعاع (بن جاتا) خاک کبھی گیہوں ہو جاتی تھی (جو مقصود ہے) اور کبھی پیمانہ (جو مقصود کا ظرف ہے)

مطلب: پہلے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ کبھی تو وہ علم خود مشہور رہتا تھا اور کبھی دوسرے علم کا مبداء انکشاف اور واسطہ ظہور ہو جاتا جس طرح روزن شعاع کے لیے واسطہ ہے۔ دوسرا مصرعہ پہلے مصرعہ کے مضمون کی مثال ہے۔ جس میں شعاع کے لیے گیہوں کی مثال اور روزن کے لیے صاع کی مثال پیش کی ہے۔

در نظرہا چرخ بس کہنہ و قدید　　پیشِ چشمش ہر دمے خلق جدید

ترجمہ: (اس شاہزادہ کی) نظروں میں (بہ ظاہری) آسمان بالکل پرانے اور خشک گوشت (معلوم ہوتے تھے) اس کی آنکھ کے سامنے ہر وقت ایک نئی مخلوق (جلوہ گر تھی۔ یعنی وہ عجائبات ملکوت سیر میں کائنات ناسوتیہ کو بیقدر پاتا تھا۔

رُوحِ زیبا چونکہ وارست از جسد　　از قصاب شک چنیں چشمش رسد

ترجمہ: (اور یہ قاعدہ ہے کہ) رُوح لطیف جب (مقتضیات) جسم سے چھوٹ جاتی ہے تو حکم حق سے بے شک اس کو ایسی آنکھ مل جاتی ہے۔ (یعنی مجاہدہ ریاضت سے جب خواہشات جسمانیہ مغلوب ہو جاتی ہیں تو کشف کی آنکھ روشن ہو جاتی ہے)

صد ہزاراں غیبت پیشش شد پدید　　آنچہ چشمِ محرماں بیند، بدید

ترجمہ: (اسی طرح) لاکھوں امور غیبیہ اس (شاہزادہ) پہ نمایاں ہو گئے اور جو کچھ واقفانِ اسرار کی آنکھ دیکھتی ہے اس نے دیکھا۔

آنچہ او اندر کتب بر خواندہ بُود　　چشم را در صورتِ آں بر گشود

ترجمہ: اس (شہزادہ) نے جو کچھ کتابوں میں پڑھا تھا۔ آنکھ کو اس کی صورت (کے مشاہدہ) میں کشادہ کر دیا (یعنی جو باتیں پہلے دلائل سے معلوم کی تھیں وہ آنکھوں سے دیکھ لیں،

از غبارِ موکبِ آں شاہ نر یافت او کحل عزیزی در بصر

ترجمہ (چین کے) اس سلطان اعظم کے لشکر کے غبار سے اس نے (اپنی) آنکھ میں سرمہ عزیزی پایا۔

مطلب: شاہزادہ کو بادشاہ کے ساتھ یہاں تک حسن عقیدت ہو گئی کہ خود بادشاہ کے ہی نہیں بلکہ اس کے لشکر کے قدموں کے غبار کو بھی اپنا سرمہ چشم سمجھا۔ پھر ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد بہ حسن ارادت اس کے کمالات باطن کا ذریعہ بن گیا۔ عزیزی کے لفظ میں یائے مصدری ہے یعنی عزیز شدن اور عزیز سے مراد صاحب باطن ہے۔

بر چنیں گلزار دامن مے کشید جزو جزوش نعرہ زن ہل من مزید

ترجمہ: وہ (شاہزادہ علوم و احوال باطن کے) ایسے گلزار پر ناز سے چل رہا تھا۔ اس (کے بدن) کی بوٹی بوٹی (شدت اشتیاق سے) دیگر بیارید کا نعرہ لگاتی تھی۔

مطلب: دامن بر زمین کشیدن بر زمین کشیدن کے معنی میں بغرور رفتن کذا فی الغیاث پس مطلب یہ ہوا کہ شاہزادہ ان احوال و مواجید پر پھولا نہیں سماتا تھا اور بہت مست و مسرور تھا صاحب کلید فرماتے ہیں۔ کہ ممکن ہے کہ دامن کشیدن کنایہ ہو نشان محو کرنے سے کہ عادت ہے جب قدم کا نشان محو کرنا چاہتے ہیں تو دامن نوے نیچا چھوڑ دیتے ہیں کہ اس سے وہ نشان مٹتا چلا جائے تو گلزار سے مراد گلزار حسی ہوگا یعنی باغ و بہار دنیا پر وہ جھاڑو پھیرتا چلا جاتا تھا اور گلزار معنوی کے اشتیاق میں ترقی ہوتی جاتی تھی۔ آگے اس گلشن معنوی کی فضیلت بیان فرماتے ہیں:۔

گلشنے کز بقل روید یک دم ست گلشنے کز عقل روید خرم ست

ترجمہ: جو گلشن سبزہ سے پیدا ہو۔ وہ (اپنی ناپائیداری میں گویا) دم بھر کے لیے ہے (اور) جو گلشن (علوم و احوال کی) عقل (عالی) سے پیدا ہو۔ وہ سدا بہار ہے

گلشنے کز گل دمد گردد تباہ گلشنے کز دل دمد وافرحتاہ

ترجمہ: جو گلشن مٹی سے پیدا ہو۔ وہ (جلدی) تباہ (و ویران) ہو جاتا ہے (اور) جو گلشن دل سے پیدا ہو۔ آہاہا (اس کے کیا کہنے) ان دو شعروں کا لفظی جوڑ توڑ نہایت پُر لطف ہے

علمہائے بامزہ دانستہ ماں زاں گلستاں یک دو سہ گلدستہ داں

ترجمہ: (وہ احوال و علوم کا گلزار ایسا ہے) ہمارے ان سیکھے ہوئے مزوّرانہ رسمی) علوم کو ان (معنوی) گلزاروں سے ایک دو گلدستے سمجھو

زاں زبونِ یکدو سہ گلدستہ ایم — کاں درِ گلزار بر خود بستہ ایم

ترجمہ: ہم اسی لیے (علم قلیل کے) چند گلدستوں پر مر رہے ہیں کہ اس گلزار (معنوی) کا دروازہ اپنے اوپر بند کر رکھا ہے (یعنی ان علوم و احوال سے بہرہ ہونے سے ان علوم رسمیہ کو بڑا مایہ افتخار سمجھے ہیں۔ آگے اس دروازہ کے بند ہونے کی وجہ بتاتے ہیں)

آں چناں مفتاحہا ہردم بناں — مے فتد اے جاں دریغا از بناں

ترجمہ: اے جان! افسوس کہ ایسی کنجیاں (جن سے علوم و احوال کے دروازے کھولے جا سکتے ہیں) ہر وقت روٹی (کی حرص) میں سر انگشت سے گر رہی ہیں (یعنی لذت دہن و شہوت بطن میں مشغول ہو کر ان علوم و احوال کو ضائع کر دیا)

ور دمے ہم فارغ آر مذت زناں — گرد چادر گردی و عشقِ زناں

ترجمہ: اور اگر کسی وقت تجھ کو روٹی سے بے فکر کر دیا جاتا ہے۔ تو پھر تو دعور توں کی) چادر اور عورتوں کے عشق کا لٹو ہو جاتا ہے (اوپر کے شعر میں بناں کی اور یہاں زناں کی صنعت تجنیس خوب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شہوتِ بطن سے اطمینان ہوا تو شہوتِ فرج بلائے جان ہوئی اور ان شہوتوں میں کسی خاص حد تک صبر نہیں بلکہ:-)

باز استسقات چوں شد موجزن — ملک و شہرت باید پُرناں و زن

ترجمہ: پھر سبب (ان شہوتوں میں) تیری (طلب) و خواہش موجزن ہوئی تو تجھ کو ایک ملک اور شہر چاہیے جو مطعومات و مستورات سے پُر ہو

مار بُودی اژدہا گشتی مگر — یک سرت بُود ایں زمانے ہفت سر

ترجمہ: (اس شہوی) خواہش سے پہلے) تو سانپ تھا (اب) اژدہا بن گیا (پہلے) تیرے ایک سر تھا اس وقت سات سر ہو گئے)

اژدہائے ہفت سر دوزخ بود — حرص تو دانہ است دوزخ فخ بود

ترجمہ: (اور) سات سروالا اژدہا (کیا ہے؟) دوزخ ہے (پس تو ہفت سر ہو کر دوزخ سے مشابہ ہو گیا اور) تیری یہ حرص دانہ ہے اور دوزخ جال ہے ؟

مطلب: مصرعہ اولیٰ کا مضمون اس آیت سے ماخوذ ہے لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَقْسُومٌ ۝ اس کے (یعنی جہنم کے) سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے (میں داخل ہونے) کے لیے دوزخیوں کی الگ الگ ٹولیاں ہوں گی (الحجر ۴۴) دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح دانہ جال میں گرفتار ہونے کا سبب ہوتا ہے اسی طرح یہ حرص و شہوت دخول دوزخ کی باعث ہے۔

دام را بدراں بسوزاں دانہ را   باز کن درہائے نو ایں خانہ را

ترجمہ: (اب) تو دوزخ (میں لے جانے والے معاصی) کے جال کو پھاڑ ڈال اور (شہوات موجبہ معاصی کے) دانہ کو آگ لگا دے۔ پھر اس علوم و احوال کے، گھر کے نئے دروازوں کو کھول دے۔

چونکہ تو عاشق نیتی اے نر گدا   ہمچو کوہے بیخبر داری صدا

ترجمہ: اے ہٹے کٹے بھکاری چونکہ تو (حق تعالیٰ کا) عاشق (وطالب) نہیں ہے (جو ذوات مذکورہ سے مشرف ہوتا ہے پس اپنے علوم حاصلہ میں جو تو بحث و تکرار کرتا ہے تو گویا) ایک پہاڑ کی طرح بے خبری میں گونج رہا ہے (تیرے دل پر ان علوم کا کوئی اثر نہیں

کوہ را گفتار کے باشد ز خود   عکس غیرست آں صدا اے معتمد

ترجمہ: (چنانچہ) پہاڑ کی آواز خود (اس کی) اپنی طرف سے کب ہوتی ہے۔ وہ تو اے معتمد آدمی! غیر کی آواز کی گونج ہے۔
مطلب: پہاڑ میں کوئی بلند آواز سے بولے تو وہاں اس آواز کی گونج اس طرح سنائی دیتی ہے۔ جیسے پہاڑ بول رہا ہو۔ چونکہ یہ آواز پہاڑ کی خود اپنی نہیں ہوتی بلکہ بولنے والے کی آواز کی گونج ہوتی ہے اس لیے اس کو پہاڑ کی آواز نہیں کہہ سکتے۔ نہ پہاڑ کو اس کا علم ہے۔ یہی حال تیرے علوم کا ہے۔ جن کو دوسروں سے نقل کر لیا ہے اور اپنے حال نہیں بنایا۔ وہ علوم تیرے اپنے نہیں ہو سکتے۔ نہ ان کا تیرے اپنے دل پر کچھ اثر ہے۔ جیسے مولانا پیچھے ایک جگہ فرما چکے ہیں ؎

حرفِ درویشاں بدزدد مرد دوں
تا بخواند بر سلیمے زاں فسوں

آگے اس مضمون میں تعمیم کرتے ہیں کہ جس طرح تیری اقوال غیر سے ماخوذ میں اسی طرح تیرے احوال بھی غیر کا عکس ہیں اور تیرا ان کو اپنے احوال سمجھنا غلطی ہے:-

گفتِ تو زاں رو کہ عکس دیگرے ست   جملہ احوالت بغیر عکس نیست

ترجمہ: جس طرح سے کہ تیری گفتار دوسرے کا عکس ہے۔ اسی طرح تیرے تمام احوال بغیر عکس کے نہیں ہیں۔

خشم و ذوقت ہر دو عکسِ دیگراں   شادیِ قوادہ و خشمِ عواں

لغات: قوّادہ دلالہ۔ کٹنی۔ جو عورتوں کو بہکا پھسلا کر ان کے آشناؤں سے ملائے

ترجمہ: (چنانچہ) تیرا غصہ اور خوشنودی دونوں دوسرے لوگوں کے عکس ہیں۔ جیسے دلالہ کی خوشی اور پولیس مین کا غصہ (دوسروں کے عکس ہوتے ہیں)

آں عواں را آں ضعیف آخر چہ کرد   کہ دہد او را بکینہ زجر و درد

ترجمہ: (دیکھو) اس غریب آدمی نے آخر اس سپاہی کا کیا بگاڑا ہے جس کو وہ غضب کے ساتھ دھکا رہا اور دکھ دے رہا ہے

مطلب: جو غریب کسی ملازم پولیس کے ہتے چڑھ جاتا ہے اس سے وہ محض ظلماً کچھ مال طلب کرتا ہے جس پر اس غریب کو غصہ آتا ہے اور اس کا یہ غصہ بربنائے مظلومیت اصلی اور حق بجانب ہوتا ہے۔ مگر پولیس مین جو اس کو مرعوب و مغلوب کرنے کے لیے لال پیلی آنکھیں دکھاتا ہے تو اس کا یہ غصہ اصلی نہیں ہوتا اور اصلی کیوں ہو۔ جبکہ اس غریب نے اس پر کوئی تعدی نہیں کی جو باعث غصہ ہوتی بلکہ وہ اس غریب کے غصہ کا عکس ہے۔ اسی طرح قوادہ کو اس بات کی خوشی ہوتی ہے کہ کوئی فاسق جال میں پھنسے گا تو مجھے دلالی کا روپیہ ملے گا اور اس کی یہ خوشی عکس ہے فاسق کی شہوانی خوشی کا۔ جس کی خوشی اصل ہے اور وہ اس کے فاسقانہ فعل کی توقع پر مبنی ہے ہذا ما یستفاد من الکلید۔ مگر بحر العلوم سے اس کے برعکس مطلب نکلتا ہے چنانچہ لکھا ہے چنانچہ شادی غیر عاشق عکس دلالہ برد لخشم مرد ضعیف کہ عوان او را رنجایندہ باشد عکس خشم عوام ست ہمچنیں گفتار و جمیع احوال مقلد عکس گفتار و احوال محقق ست انتہی مدعا یہ ہے کہ ایسے عارضی و مستعار علوم و احوال پر مغرور و قانع نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ کوشش کرنی چاہیے وہ تم میں راسخ و مستحکم ہو کر تمہارے جوہر ذات بن جائیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

تا بکے عکسِ خیالِ لامعہ   جہد کن تا گردوت ایں واقعہ

ترجمہ: کب تک یہ عکس (جو جھوٹی) چمک والا خیال ہے۔ (تیرے مدنظر رہے گا) تو کوشش کر کہ یہ (حال) تیرے لیے اصلی بن جائے۔

تا کہ گفتارت زحالِ تو بود   سیرِ تو باپرّ و بالِ تو بود

ترجمہ: تاکہ (پھر) تیرا قال تیرے حال سے ناشی ہو (اور) تیری سیر تیرے (اپنے)

پر و بازو سے ہو (یعنی تیرا کلام خود تیرے اپنے حال اور بصیرت پر مبنی ہو نہ یہ کہ دوسروں کی نقل ہو۔ جیسے کوئی دوسرے کے بازو سے اُڑے آگے اس کی توضیح ایک مثال سے فرماتے ہیں)

صَید گیرد تیر ہم با پرِّ غیر — لاجرم بے بہرہ است از لحمِ طَیر

ترجمہ: (دیکھو) شکار (پکڑنے) کو (تو تیر بھی) غیر کے پر لگا کر پکڑ لیتا ہے (مگر چونکہ اس کو اپنے ذاتی پر نصیب نہیں بلکہ وہ غیر کے پروں کے ساتھ اُڑتا ہے) اس لیے وہ (بطور انعام) پرندوں کے گوشت (کے ساتھ لذت گیر ہونے) سے بے بہرہ ہے۔

تیر کی ماہیت

مطلب: تیر و کمان زمانہ قدیم کے اسلحہ جنگ سے تھے۔ اب تو شاید ان کا نمونہ کسی عجائب خانہ ہی میں ہو تو ہو۔ تیر کسی مضبوط و سخت لکڑی کا ایک سیدھا پتلا دو ڈیڑھ بالشت لمبا قلم سمجھنا چاہیے جس کے ایک سرے پر اس قسم کا آہنی خار نصب ہوتا تھا۔ جیسے مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ اس کانٹے کی نوک کے تو صرف ایک پہلو پر ہر ایک اور الٹے رُخ ابھرا ہوا خار ہوتا ہے۔ تیر کی نوک کے دونوں پہلوؤں پر دو اُلٹے رُخ اُبھرے ہوئے خار ہوتے تھے تاکہ تیر جب دشمن کے جسم میں گڑ جائے تو کھینچنے سے نکل نہ سکے۔ تیر کے ان تین نوکوں والے خار کو پیکان کہتے ہیں۔ دوسرے سرے پر چند پر جمائے ہوتے تھے۔ ان سے یہ فائدہ متصور تھا کہ یہ پر تیر کی پرواز کے مانع ہونے کے سبب سے اس سرے کو پیچھے رکھیں اور پیکان والا سرا سیدھا زور کے ساتھ جا کر لگے۔ ورنہ احتمال تھا کہ تیر اپنی پرواز میں آڑا ہو جاتا اور پیکان اپنا کام نہ کر سکتا۔ حل شعر میں ان پروں کا معاملہ سمجھانے کے لیے تیر کی ماہیت سپرد قلم کرنی پڑی غرض یہ تو تیر کا حال ہے جو مانگے تانگے پروں کے ساتھ اُڑتا ہے۔ بخلاف اس کے:

باز صَید آرد بخود از کوہسار — لاجرم شاہش خورانَد کبک و سار

لغات: سار سارک۔ مرغ زیرک۔ ایک سیاہ رنگ کا پرندہ جس کے پروں کے کناروں پر سفید خال ہوتے ہیں چونچ اور رخسار زرد ہوتے ہیں۔ طرح طرح کی بولیاں بولتا ہے۔

ترجمہ: باز پہاڑ میں سے خود شکار (پکڑ) لاتا ہے۔ اس لیے بادشاہ اس کو (انعاماً) چکور اور سارک کا گوشت کھلاتا ہے۔

باز با پرِّ خود آرد صَیدِ شب — لاجرم شاہش خورانَد لحمِ کبک

ترجمہ: باز اپنے پر کے ساتھ (اڑ کر) جال کے شکار کو (پکڑ) لاتا ہے۔ اس لیے بادشاہ اس کو چکور کا گوشت کھلاتا ہے۔

مطلب: یعنی جو شکار جال کے بدوں نہ پکڑا جا سکے۔ باز اس کو ایک ہی پرواز میں

پکڑ لاتا ہے اور ایک بمشکل قابو میں آنے والے جانور کو پکڑ لانا باز کا اچھا کارنامہ ہے پس نقال نیر کی مانند ہے انعام سے محروم اور صاحب بصیرت باز کی مثل ہے مستحق انعام - اسی طرح آگے علوم بے بصیرت اور احوال بے حقیقت کا نقص بیان فرماتے ہیں،

منطقے کز وحی نبود از ہواست ہمچو خاکے در ہوا و در ہباست

ترجمہ: جو کلام وحی (کے فیض) سے نہ ہو وہ خواہش نفسانی سے ہے (اس لیے) وہ مٹی کی طرح ہوا اور غبار میں ہے (یعنی اس میں ثبوت اور قوت نہیں اور ادلہ شرعیہ یعنی حدیث اجماع قیاس سب وحی کے مدلول میں داخل ہیں)

گر نماید خواجہ را ایں دم غلط ز اوّل وَالنَّجم بر خواں چند خط

ترجمہ: اگر میاں صاحب کو یہ دعوٰے غلط معلوم ہو۔ تو (سورہ) والنجم کے شروع سے چند (آیات کی) تحریر میں پڑھ لے۔

تا کہ مَا یَنْطِقُ مُحَمَّدٌ عَنْ هَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا یُوحٰی احتَوٰی

ترجمہ: (شروع سے لیکر یہاں تک پڑھ لے) کہ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝ اور نہ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں (بلکہ) یہ وحی ہے جو ان پر نازل ہوتی ہے (النجم ع ۱)

مطلب: حاصل استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں حق تعالیٰ نے وحی کے مقابل ہویٰ کو فرمایا ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ جو نطق وحی سے نہ ہوگی۔ وہ اس کے مقابل یعنی ہویٰ سے ہوگا وہو المطلوب۔ مصرعہ اولیٰ میں نام مبارک اور مصرعہ ثانیہ میں لفظ اِحتَوٰی وزن شعر کے لیے بڑھایا ہے۔ احتوٰی بمعنی احاط ہے اور یہ صفت ہے۔ وحی کی اور اس میں عائد الی الوحی جو احتوٰی کا مفعول ہے مقدر ہے یعنی اِحتَوَاہُ اور فاعل احتوٰی کی ضمیر راجع ہے لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف (کلید) شعر کا ترجمہ لفظی یوں ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے وہ تو وحی ہی ہے جس پر وہ حاوی ہیں۔ چونکہ اس پر ظاہراً شبہ ہوتا تھا کہ اس سے تو اجتہاد و قیاس شرعی کا بھی داخل ہویٰ ہونا لازم آیا۔ کیونکہ وہ وحی نہیں ہے۔ آگے اشارۃً اس کا جواب دیتے ہیں۔

احمدا چوں نیست از وحی یاس جسمیاں را دِہ تحری و قیاس

ترجمہ (گویا حق تعالےٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرماتا ہے کہ) اے احمد علیک الصلوٰۃ والسلام جب آپ کو وحی (کے نزول) سے ناامیدی نہیں ہے (اور اس لیے قیاس کی آپ کو ضرورت بھی نہیں۔ تو ظاہر بین لوگوں کو (البتہ اس کی ضرورت ہے۔ ان کو اجتہاد

اجتہاد وقیاس دو وحی کے ساتھ مستند نہیں اس سے غرض نہیں

اور قیاس ہی عطا فرما دیجئے۔

مطلب: اس شعر کے مضمون سے اجتہاد و قیاس کا حکم وحی میں داخل ہوتا دو طرح ثابت ہوتا ہے اول یہ ہے کہ یہ جو فرمایا ہے کہ نیست از وحی یاس یعنی آپ وحی سے مایوس اور قیاس کے محتاج نہیں۔ تو گویا جو لوگ قیاس کے محتاج ہیں ان کے لیے وہ وحی کا بدل ہے والبدل لہ حکم المبدل اس قدس من جانب اللہ حجت ہوا۔ اور ہوی میں داخل نہ ہوا۔ کیونکہ ہویٰ من جانب النفس ہوتی ہے۔ یعنی محض ذاتی رائے اور اٹکل پچو خیال جس کو وحی کے ساتھ کچھ بھی استناد نہیں ہوتا۔ اور قیاس تو محض حکم کو ظاہر کرنے والا ہے اور اس حکمِ قیاسی کا اثبات کرنے والی وحی ہی ہوتی ہے۔ خود قیاس مثبت حکم نہیں۔ پس قیاس ہویٰ میں داخل نہیں۔ دوسرے یہ جو فرمایا جسمیاں را دہ تحری و قیاس۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ اجتہاد و قیاس مجتہد لوگوں کی ایجاد نہیں بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا ہے۔ جس کا ثبوت احادیث کثیرہ سے ملتا ہے قال علیہ الصلوٰۃ والسلام لمعاذ بن جبل حین بعثہ الی الیمن قال بکتاب اللہ تعالیٰ قال فان لم تجد قال بسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال فان لم تجد قال اجتہد برائی فصوبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ علی ما یحب ویرضاہ یعنی رسول اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ بن جبل کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا۔ تو فرمایا معاذ تم کس چیز سے فیصلہ کیا کرو گے۔ اُنہوں نے عرض کیا کتاب اللہ سے فرمایا اگر اس میں حکم نہ ملے۔ عرض کیا تو پھر سنتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے۔ فرمایا اگر اُس میں سے بھی حکم نہ ملے عرض کیا تو پھر میں اپنی رائے سے فیصلہ کرنے کی کوشش کروں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے قول کو صواب ٹھہرایا اور فرمایا شکر ہے اُس خدا کا جس نے اپنے رسول کے رسول کو یہ توفیق دی کہ وہ اس کی پسند اور مرضی کے مطابق کام کرے (اصول شاشی) اور جب اجتہاد و قیاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا ہے تو بحکم وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وہ واجب العمل ہوا مولانا کے اس کلام سے یہ بھی مستنبط ہو سکتا ہے کہ ضرورت کے وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی قیاس کی اجازت ہے۔ کیونکہ یہاں قیاس کے جواز کو وحی سے نا اُمید ہونے کے ساتھ معلل کیا ہے تو جب بوقت ضرورت وحی نہ آئی اور علت پائی گئی تو جواز قیاس کا حکم بھی پایا گیا وعلیہ اکثر العلماء جسمیاں سے یہاں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا باقی سب لوگ مراد ہیں اسلئے کہ وہ مجسمات کو ہی دیکھ سکتے ہیں وحی لانے والے ملائکہ کو بطریق قطعی مشاہدہ نہیں کر سکتے جیسے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم مشاہدہ فرماتے ہیں اور ان میں علماء و مجتہدین اور اولیاء و مکاشفین سب اکابر دین داخل ہیں۔ آگے اس شعر کے مضمون کی مثال ہے :-

بید را اگر میوہ نے باشد ظلال کز ضرورت ہست مُردارے حلال

ترجمہ: درخت بید میں اگر میوہ نہیں تو سایہ تو ہوتا ہے۔ کیونکہ ضرورت کے وقت مردار حلال ہو جاتا ہے۔

مطلب: جس طرح درخت بید میوہ سے محروم ہونے کی صورت میں سایہ سے محفوظ ہوتا ہے اسی طرح غیر نبی وحی سے سرفراز نہیں ہوتا تو اجتہاد و قیاس سے بہرہمند ہوتا ہے جو اس کے لیے جائز بلکہ واجب العمل ہے۔ اور جس طرح حلال غذا کے میسر نہ آنے اور بھوک سے جان پر بن جانے کے وقت مردار حلال بلکہ اُس کا کھانا فرض ہو جاتا ہے۔ اس طرح قیاس ہرچند عقل و رائے پر مبنی ہونے کے لحاظ سے مطلقاً قابل ستایش نہ ہو۔ مگر قرآن و حدیث کا صریح حکم نہ ہونے کی صورت میں وہ جائز بلکہ واجب العمل ہے۔ آگے ایک مسئلہ جزئیہ سے بھی اس کی تائید فرماتے ہیں:۔

گر تحرّی نیست در کعبہ وصال لیک ہست اندر بیابان ضلال

لغات: تحرّی سمت قبلہ معلوم کرنے کے لیے قیاس سے کام لینا وصال بمعنی واصل یعنی واصل بہ نظر ضلال گمراہی یہاں سمت قبلہ معلوم نہ ہونا مراد ہے۔

ترجمہ: اگر کعبہ کے (نظر سے) متصل ہونے (کی صورت) میں جہت قبلہ کو اپنے قیاس سے قائم کرنا (جائز) نہیں لیکن ایسے جنگل میں تو (جائز) ہے جہاں سمت قبلہ معلوم نہ ہو۔

مطلب: یعنی دیکھو ضرورت کے وقت اس تحرّی کی اجازت دی گئی جو کعبہ کے دیکھتے ہوئے جائز نہ تھی سو تحرّی و اجتہاد کی دو قسمیں ہوئیں ایک بضرورت جس کی شریعت نے خاص شرائط کے ساتھ اجازت دی ہے اس کو اگلے شعر کے مضمون کے لحاظ اجتہاد بدی سے ملقب کرنا مناسب ہے اور ایک وہ جو بلا ضرورت ہو یعنی نص کی موجودگی میں وہ اجتہاد غیر بدی یا اجتہاد ہوائی ہے جیسے کہ آج کل مبتدعہ اہل اہوا کا شیوہ ہے۔ اوپر قسم اوّل کا جواز بیان فرما چکے ہیں آگے دوسری قسم کا ابطال کرتے ہیں:۔

بے تحرّی و اجتہاداتِ ہُدے ہر کہ بدعت پیشہ گیرد از ہوئی

ترجمہ: ہدایت (شرعیہ) کے مطابق کام کرنے والے) اجتہاد و قیاس کے بغیر جو شخص ہوائے نفسانی سے بدعت کا پیشہ اختیار کرے۔

ہمچو عادش بر برد باد و کُشد نے سلیمانست تا تختش کشد

ترجمہ: تو اس شخص کو ہوا (قوم) عاد کی طرح برباد کردے گی اور قتل کردے گی وہ سلیمان نہیں ہے کہ وہ (ہوا) اس کے تخت کو اٹھائے پھرے۔

مطلب: یہاں ہوائے نفسانی کو ہوائے عنصری سے تشبیہہ دیکر اس کی طرف کشتن کی اسناد بطور اسناد الی السبب کے کی ہے۔ یعنی وہ اتباع ہوا کے سبب سے ہلاک ہو جائے گا۔ دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اتباع تحری میں منقاد حق ہوتا۔ جیسے تحری ہدیٰ کے اختیار کرنے والے ہیں تو وہ سبب ہو جاتا اس کے ارتفاع رتبہ عند اللہ کا۔ تو تحری مرتبہ کلی میں ایک چیز ہے جس کے دو اثر ہیں ایک اثر اس کی ایک قسم کا دوسرا اثر اس کی دوسری قسم کا۔ مثل ہوا کے کہ عاد کے ساتھ اس کا اور فعل ہے اور سلیمانؑ کے ساتھ اور فعل ہے (کلید) آگے تشبیہہ بہ ہوائے عاد کی مزید توضیح ہے کہ:۔

عاد را باد ست حمّالِ خذول ہمچو برّہ در کفِ مرد اکول

ترجمہ: ہوا (قوم) عاد کو (بھی) اٹھائے لیے پھرتی ہے (مگر وہ ان کے) مخالف (ہے) جیسے بکری کا بچہ (اس کا گوشت) کھانے (کا قصد رکھنے) والے آدمی کے ہاتھ میں (ہو) کما قال السعدیؒ ماغرہ

کہ از چنگال گرگم در ربودی - چو دیدم عاقبت خود گرگ بودی

ہمچو فرزندش نہادہ بر کنار مے برد تا بکشدش قصاب وار

ترجمہ: وہ اس کو فرزند کی طرح آغوش میں لیے جا رہا ہے۔ تاکہ اس کو قسائی کی طرح ذبح کرے (اور کھا جائے۔ اسی طرح قوم عاد کو ہوا اس لیے اٹھاتی تھی کہ ان کو زمین پر پٹخ دے)

عادیاں را باد زِ استکبار بود یارِ خود پنداشتند اغیار بود

ترجمہ: عادیوں کے لیے (یہ) ہوا (کی سزا) تکبر کی وجہ سے تھی (اس ہوا کو) انہوں نے اپنا یار (اور موافق) سمجھا (لیکن وہ (بمنزلہ) اغیار تھی۔

مطلب: یہاں چار باتیں مذکور ہوئی ہیں (۱) عاد کا تکبر و غرور میں مبتلا ہونا (۲) اس جرم کی پاداش میں ان پر ہوا کا عذاب نازل ہونا (۳) ان کا اس ہوا کو اپنے لیے مفید سمجھنا (۴) مگر اس کا ان کے خلاف مراد عذاب شدید ہونا ان باتوں کا ذکر قرآن مجید میں یوں ہے (۱) فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً "تو عاد نے یہ کیا کہ لگے ملک میں ناحق شیخی کرنے اور کہنے لگے۔ بل بوتے میں ہم سے بڑھ کر کون ہے (حم السجدہ ع ۲)

(۲) فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا آخر ہم نے ان پر کئی منحوس دنوں میں زور کی آندھی چلائی تاکہ ہم دنیا کی زندگی میں اُن کو ذلت کا عذاب چکھائیں (حٰم السجدہ ع ۲)

(۳) فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ط جب اُنہوں نے ایک ابر دیکھا جو اُن کے میدانوں پر اُمنڈا آرہا تھا تو کہنے لگے یہ ابر ہم پر برستا معلوم ہوتا ہے

(۴) بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ط رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ بلکہ یہ وہ (عذاب) ہے جس کی تم جلدی مچارہے تھے۔ آندھی ہے۔ جس میں پُردرد عذاب ہے (الاحقاف ع ۳) باد کے معنی نخوت و تکبر کے بھی ہیں کمافی الغیاث لہٰذا

ع عادیان را باد ز استکبار بود الخ

کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ عادیوں کے لیے یہ ہوا کا عذاب ان کی ہوا کے تکبر سے تھا مگر یہ تکلیف سے خالی نہیں

چوں بگردانید ناگہ پوستیں خرد آں بشکست آں بئس القرین

ترجمہ: جب (اس ہوا نے اصلی حالت عذاب کا) پوستیں الٹ (کرنمایاں کر) دیا۔ تو اُس بُرے ساتھی نے ان کو ریزہ ریزہ کرکے توڑ ڈالا (اسی طرح تحری ہوئی والا اول تو دنیا میں ورنہ آخرت میں ضرور اپنے اس اتباع ہوی کی پاداش میں تباہ و برباد ہوگا تکبر سے بچنے کی ہدایت فرماتے ہیں:)

باد را بشکن کہ بس فتنہ است باد - پیش ازاں کت بشکند او ہمچو عاد

ترجمہ: تکبر (و غرور) کو (جو مشابہ باد ہے) شکستہ کردو کہ (یہ) باد سخت فتنہ ہے قبل اس کے کہ وہ تم کو عاد کی طرح شکستہ کردے۔

مطلب: یعنی وقتِ عذاب سے پہلے دار العمل ہی میں اس کی اصلاح کرلو۔ جس کے لیے انقیاد وحی لازم ہے۔ آگے ہوائے نفسانی کے مشبہ یعنی ریح عاد کی طرف عود ہے جس سے یہ اس کے اور فائدہ مستنبط کریں گے کہ اجزائے عالم سب مسخر قدرت ہیں۔ جس کو جس کے لیے جب تک چاہے وہ مفید بنادے یا مضر بنادے چنانچہ فرماتے ہیں:

ہود دادے پند کاے پُرکبر خیل بر کند از دست تاں ایں باد ذیل

ترجمہ: حضرت ہود علیہ السلام (قوم عاد کو) نصیحت کرتے تھے کہ اے پر تکبر جماعت! یہ جماعت! یہ ہوا تمہارے ہاتھ سے (اپنا) دامن چھڑائے گی (یعنی تم سے قطع تعلق کرکے دشمن ہوجائے گی)۔

لشکرِ حق ست بادو از نفاق چند روزے باشما کرد اعتناق

ترجمہ: (کیونکہ یہ) ہوا خدائی فوج ہے اور بناوٹ کے طریق سے اس نے چند روز کے لیے تمہارے ساتھ (دوستانہ) معانقہ کر رکھا ہے۔

او بسر با خالق خود راست ست چوں اجل آید برارد باد دست

ترجمہ: (مگر) وہ باطن میں اپنے خالق کے ساتھ متفق ہے۔ جب (تمہاری ہلاکت کی) میعاد آئے گی تو (پھر یہ) ہوا ہاتھ (پاؤں) نکالے گی۔

ایں ہماں بادست کایمن میگذشت بود ہمچوں جاں و ہمچوں مرگ گشت

ترجمہ: یہ وہی ہوا ہے جو امن (وچین) سے گزرا کرتی تھی (پہلے یہ) مثل جان کے (مرغوب ومحبوب) تھی (اور اب یہ) مثل موت کے (تلخ و ناگوار) ہو گئی۔

دستِ آنکس کو بکردت دست بوس وقتِ خشم آں دست میگردد دبوس

ترجمہ: (اس کی مثال ایسی ہے کہ) جس شخص کا ہاتھ تجھ سے (مصافحہ کر کے) دست بوسی (کا موقع پیدا) کرتا تھا۔ غصہ کے وقت وہی ہاتھ گرز بن جاتا ہے

باد را اندر دہن بیں رہگذر ہر نفس آیاں رواں در کر و فر

ترجمہ: (دور کیوں جاتے ہو ہر جاندار کے) منہ کے اندر ہوا کا گزر (ہوتا) دیکھ لو جو ہر وقت (ایک) کر و فر سے آتی جاتی ہے۔

حلق و دنداں ہا ازو ایمن بود حق چو فرماید بدنداں در رود

ترجمہ: (اور اس آمد و رفت میں) حلق اور دانت اس سے بے خطر ہوتے ہیں (ان کو کوئی اذیت نہیں پہنچاتی مگر) جب حق تعالیٰ حکم دیتا ہے تو وہ دانت کے اندر گھس (کر باعث درد ہو) جاتی ہے۔

کوہ گردد ذرہ باد و ثقیل دردِ دنداں داروش زار و علیل

ترجمہ: ایک ذرہ بھر ہوا پہاڑ (کی سی گراں) اور ثقیل ہو جاتی ہے (جس سے) اس (شخص) کو دانت کا درد ضعیف و بیمار کر دیتی ہے

مطلب: کلید مثنوی میں درد دندان کی وجہ کسی حکیم سے یوں منقول ہے کہ مسوڑھوں میں کوئی مرطوب مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سے بخارات اٹھ کر مستحیل بریاح ہوتے اور اعصاب

ہیں تمدید پیدا کرتے ہیں۔ اس سے درد پیدا ہو جاتا ہے۔ (انتہیٰ)

یارب و یارب برارد او زجاں کہ ببر ایں باد را اے مُستعاں

ترجمہ: وہ (اس وقت (دل و) جان سے یارب یارب (کی فریاد) بلند کرنے لگتا ہے۔ کہ اے وہ جس سے مدد طلب کی جاتی ہے اس باد کو دُور کر دے (آگے ایک اور مضمون کی طرف انتقال ہے۔ یعنی جب سب کائنات مسخر حق ہے تو حق تعالےٰ کی طرف رُجوع کرنا چاہیے)

اَے دَہاں غافل بُدی زیں باد رَو از بنِ دنداں در استغفار شو

ترجمہ: اَے منہ! تو اس ہوا سے غافل تھا (جو امر حق کی مطیع ہے) جا (اور) تہ دل سے استغفار میں (مشغول) ہو (آگے تکلیف کا ایک نفع بیان کرتے ہیں کہ یہ ایسی چیز ہے کہ:-

چشمِ سختش اشکہا باراں کند منکراں را درد اللہ خواں کند

ترجمہ: اس (درد والے) کی سخت آنکھ آنسوؤں کو جاری کر دیتی ہے اور منکروں کو درد اللہ کا نام لینے والا بنا دیتا ہے۔ (آگے فرماتے ہیں کہ تم کو درد سے فائدہ اُٹھانا اور سابقہ غفلت سے پرہیز کرنا چاہیئے

چوُں دمِ یزداں نہ پذرفتی زمُرد وحیِ حق را ہیں پذیرا شو زدرد

ترجمہ: جب تم نے کلام حق کو (مرد) حق سے قبول نہ کیا۔ تو وحی حق کو اس درد کی وجہ سے قبول کر لو (آگے اوپر کے دونوں مضمونوں کا مجموعہ ہے یعنے اجزائے عالم کا مسخر حق ہونا اور حق کی اطاعت کا ضروری ہونا)

باد گوید پیکم از شاہِ بشَر گہ خبر خیر آورم گہ شور و شر

ترجمہ: ہوا کہتی ہے کہ میں مالک انس (و جن) کی طرف سے (مشل) قاصد ہوں۔ کبھی خیر (اور نفع) کی خبر لاتی ہوں اور کبھی شور و شر کی

من چو تو غافل زشاہِ خود کیم زانکہ مامُورم امیرِ خود نیَم

ترجمہ: میں تیری طرح اپنے بادشاہ سے غافل کب ہوں۔ کیونکہ میں حکم کے ماتحت ہوں اپنی حاکم نہیں ہوں۔

گر سلیماں وار بوُدے حال تو چوُں سلیماں گشتمے حمّالِ تو

ترجمہ: اگر تیرا حال (انقیاد و اطاعت میں) سلیمان علیہ السلام کی طرح ہوتا تو میں سلیمان کی طرح تجھے اٹھائے لیے پھرتی (یعنی میں تیرے لیے ہمیشہ مفید ہوتی)

عاریتم گشتمے مِلکِ گفت کردمے بر رازِ خود من واقفت

ترجمہ: (اب تو) میں (دنیاوی ضروریات میں تیرے کام آنے کے لیے) عاریت ہوں (پھر) میں تیری مِلک ہو جاتی (اور) تجھے اپنے راز پہ واقف کر دیتی۔

لیک چوں تو باغیئ من مستعار مے کنم خدمت ترا روزے سہ چار

ترجمہ: لیکن چونکہ تو باغی ہے (اس لیے) میں مستعار طور پر تیری خدمت (دنیوی) تین چار روز تک کرتی ہوں۔

پس چو عادت سرنگونیہا دہم زاسپہِ تو باغیانہ بر جہم

ترجمہ: پھر (قوم) عاد کی طرح تجھ کو سرنگونیاں دونگی۔ تیری (فساد مونکی) جماعت سے باغیوں کی طرح نکل جاؤں گی۔

تا بغیب ایمانِ تو محکم شود آں زماں کایمانت مایہ غم شود

ترجمہ: حتے کہ غیب پر تیرا ایمان پختہ ہو جائے گا (مگر) اس وقت کہ تیرا ایمان لانا مفید نہ ہوگا اور اس کا مفید نہ ہونا) تیرے لیے باعث غم ہوگا۔

مطلب: یہ مضمون کئی آیات قرآنیہ میں آیا ہے منجملہ ان کے ایک آیت یہ ہے:- فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا تو جب انہوں نے ہمارے عذاب کو (آتے) دیکھ لیا تو (اس وقت ان کا) ایمان لانا کچھ بھی سودمند نہ ہوا (مومن ع)

آں زماں خود جملگاں مومن شوند آں زماں خود سرکشاں بر سر روند

ترجمہ: اس وقت تو سب کافر و مشرک مومن ہو جاتے ہیں۔ اس وقت تو تمام سرکش سر کے بل دوڑنے لگتے ہیں

آں زماں زاری کنند و افتقار ۔ ہمچو دزد و راہزن در زیرِ دار

ترجمہ: اس وقت وہ زاری اور اظہار مسکنت کریں گے۔ جیسے چور اور ڈاکو دار کے نیچے (سزائے موت کے وقت کیا کرتے ہیں)

لیک گر در غیب گردی مستوی مالکِ دارین و شحنہ خود توئی

ترجمہ: لیکن اگر (تو دنیا کے اندر) غیب (کی حالت) میں (ایمان پر) ثابت قدم ہو جائے تو تو مالک دارین (بھی) اور شحنہ (بھی) ہو جائے۔

مطلب: مالک سے مراد بادشاہ جس کے حق کے لیے مجرم سزا پاتے ہیں۔ اور شحنہ وہ جو مجرموں کو سزا دیتا ہے یعنی اگر تو اعیاں دار ہو۔ تو پھر سزا پانے کی بجائے دوسروں کی سزایابی کا حکم دینے اور ان الکو سزا دینے کا درجہ حاصل کرے۔

رو نماید بادشاہی مقیم نے دو روزہ مستعارست و سقیم

ترجمہ: (پھر بہشتی زندگی کی) دائمی بادشاہی تیرے لیے رونما ہوگی۔ وہ (بادشاہی) دو روزکی مستعار اور ناقص نہیں ہے (وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّ مُلْکًا کَبِیْرًا)۔

رستی از بیگار و کارِ خود کنی ہم تو شاہ و ہم تو طبلِ خود زنی

ترجمہ: تو (اس وقت) تو (دوسروں کی) بیگار سے چھوٹ جائے اور اپنا کام (خود) کرے۔ تو بادشاہ بھی ہو) اور اپنا نقارہ بھی بجائے (یہ حالت تو ایمان بالغیب کی صورت میں ہے اور اگر اس کے خلاف ہوا اور مجرمانہ حیثیت میں پیشی ہوئی تو مجرم اپنی سزا کے معاینہ کے وقت حسرت سے کہے گا:۔)

چوں گلو تنگ آورد بر ما جہاں خاک خوردے کاشکے حلق و دہاں

ترجمہ: جب (ہمارا یہ) گلو (جس کے لیے لقمہ اندوزی کرتے کرتے ہم ایمان سے بھی محروم رہتے) ہم پر عالم کو تنگ (و تاریک) کر رہا ہے تو کاش (ہمارا یہ) حلق اور منہ۔ (بجائے لذیذ و مرغوب غذا کے) خاک کھایا کرتا (تاکہ ہم لذات میں منہمک ہو کر ایمان سے محروم نہ رہتے)

انتباہ: آگے انتقال ہے اس مضمون کی طرف کہ وہ باغی و مجرم جو حسرت کر رہا ہے کہ کاش میں دنیا میں خاک کھایا کرتا۔ سو واقع میں تو دنیا یہ لوگ ہی کھاتے ہیں۔ مگر اس خاک کی صورت بدل گئی ہے۔ جس سے یہ لذات معلوم ہوتی ہیں اور مقصود اس سے یہ ہے کہ لذات دنیا قابل رغبت نہیں ہیں۔ ان کے آغاز و انجام کو زیر نظر رکھ کر ان سے متنفر رہنا چاہیئے۔

ایں دہاں خود خاک خوارے آمد است لیک خاکے راکہ آں رنگیں شدہ است

ترجمہ: یہ منہ خود مٹی پھانکنے والا ہے لیکن اس مٹی کو دکھاتا ہے) جو (گوناگوں طعام

کے رنگ ہیں) رنگین ہو گئی ہے۔

ایں کباب و ایں شراب و ایں شکر ۔ خاکِ رنگین ست و نقشیں اے پسر

ترجمہ: اے عزیز۔ یہ کباب اور یہ شراب اور یہ شکر (سب) رنگین و نقش مٹی ہے۔
مطلب: تمام اشیائے عالم کی اصل خاک ہے اور سب کا مرجع بھی خاک ہے۔ جس سے بقاعدہ کل شیئ یرجع الی اصلہٖ انکی اصل خاک ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ گو اشیائے عالم کی ترکیب میں دوسرے عناصر بھی داخل ہیں مگر غالب عنصر خاک ہی ہے انکی رنگینی یہ ہے کہ کوئی چیز میوے کی شکل رکھتی ہے کوئی طعام کی۔

چونکہ خوردی وشد آنہا لحم و پوست ۔ رنگِ لحمش داد و ایں ہم خاکِ کوست

ترجمہ: (وہ رنگ تو کھانے سے پہلے تھا اور) جب تم نے (انکو) کھالیا اور وہ چیزیں گوشت اور چمڑا بن گئیں تو (اس وقت) ان کو گوشت (اور چمڑے) کا رنگ دیدیا۔ اور (آخر) یہ بھی کوچے کی مٹی (بن جانیوالی) ہے۔

ہم زخاکے بخیہ بر گِل مے زنند ۔ جملہ را ہم باز خاکے مے کنند

ترجمہ: خاک ہی سے گارے پر بخیہ کرتے ہیں۔ پھر سب کو خاک ہی کر دیتے ہیں۔
مطلب: حیوانات و نباتات کے اجسام خاک سے بنے ہیں۔ پھر مختلف غذاؤں سے کہ ان کی اصل بھی خاک ہے۔ ان اجسام میں نشوونما ہوتا ہے تو گویا ایک خاکی چیز دوسرے خاکی وجود کے ساتھ منضم ہو گئی۔ یہی معنی ہیں۔ خاک سے گارے پر بخیہ کرنے کے۔ خاک سے غذا اور گارے سے جسم مراد ہے اور بخیہ اس کا انضمام ہے۔

ہندو و قبچاق و رومی و حبش ۔ جملہ یک رنگ اند اندر گورِ خوش

لغات: قبچاق بکسر قاف وسکون بائے موحدہ ایک جنگل کا نام ہے جو توران و ترکستان کے مابین واقع ہیں۔ اس جنگل کے ترک بہت خونخوار و مردم آزار ہوتے ہیں ان ترکوں کو بھی قبچاق کہہ دیتے ہیں بطور تسمیہ الحال (غیاث) یہاں یہ لفظ اسی طرح استعمال ہوا ہے۔
ترجمہ: (چنانچہ) ہندی اور قبچاقی اور رومی اور حبشی سب (کے سب) قبر میں ٹھیک ایک رنگ رکھتے ہیں۔

تا بدانی کاں ہمہ رنگ و نگار ۔ جملہ روپوش است و مکر و مستعار

لغات: تا بدانی تاء بمعنی تنبیہ ہے نہ کہ تا برغایت یا علت کما تو ہم جیسے سعدی رحمہ

اس شعر میں ہے ؎

زصاحب غرض تا سخن نشنوی — کہ گر کار بندی پشیمان شوی

ترجمہ: خبردار! یاد رکھ! کہ وہ سب رنگ اور نقش سراسر نظر بندی اور فریب اور عارضی چیز (ہیں)

زانکہ باقی صِبغۃُ اللہ ست وبس — غیر آں بربستہ واں ہمچوں جرس

ترجمہ: کیونکہ باقی (دائم رہنے والا صرف) اللہ ہی کا رنگ ہے اور بس۔ اس کے علاوہ جو رنگ ہے عارضی طور پر چڑھایا ہوا سمجھو جیسے گھڑیال (جو اونٹ سے عارضی طور پر بندھا ہوتا ہے وہ اس سے جدا گانہ ہے۔ جزو جسم نہیں)

مطلب: اسمیں اللہ تعالےٰ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے۔ صِبْغَۃَ اللّٰہِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً (ہم تو) اللہ کے رنگ میں (رنگے گئے) اور اللہ کے رنگ سے اور کس کا رنگ بہتر ہوگا (البقرہ ع ۱۶) صبغۃ اللہ یعنی خدائی رنگ سے مراد اعمال صالحہ ہیں جو گویا روحانی رنگ ہیں۔ دوسرے رنگوں سے مراد صباحت و ملاحت اور فربہی و لغومتِ جسم اور ظاہری خوشی لی جس کا عارضی و ناپایدار ہونا ظاہر ہے۔

رنگِ صدق و رنگِ تقویٰ و یقین — تا ابد باقی بود بر عابدین

ترجمہ: (اور روحانی رنگوں کا زائل نہ ہونا ظاہر ہے چنانچہ) صدق کا رنگ اور تقویٰ و یقین کا رنگ عابدوں پہ ابد تک باقی رہے گا۔

رنگِ شک و رنگِ کفران و نفاق — تا ابد باقی بود بر جان عاق

ترجمہ: (اسی طرح) شک اور کفر اور نفاق کا رنگ بھی نافرمان (بندے) کی روح پر ابد تک باقی رہے گا

چوں سیہ روئی فرعونِ دغا — رنگ او باقی و جسم او فنا

ترجمہ: جیسے فرعون دغاباز کی سیاہ روئی اس کا باقی رہنے والا رنگ ہے اور اس کا جسم فانی (ہے)

برق و فرِّ روئے خوبِ صادقین — تن فنا شد واں بجا تا یوم دین

ترجمہ: صادقین کے اچھے چہرے کی چمک دمک (کے کیا ہی کہنے۔ ان کا) بدن فنا ہوگیا اور وہ (چمک دمک) قیامت تک قائم ہے (بلکہ قیامت کے بعد بھی ابد الآباد تک)

زشت آں زشت ست و خوب آں خوب و بس   دائم آں ضحاک و ایں اندر عبس

لغات: ضحاک صیغہ مبالغہ از ضحک بہت ہنسنے والا۔ عبس ترشروئی۔ بدمزاجی

ترجمہ: (اصلی) بدصورت وہی بدصورت ہے (جس پر کفر و شرک وغیرہ رذائل کا برا رنگ چڑھا ہو) اور (اصلی) خوبصورت وہی خوبصورت ہے (جس پر فضائل کا خدائی رنگ چڑھا ہو) اور بس وہ ہمیشہ (سرور دائم سے خنداں) رہے گا اور یہ ہمیشہ (روحانی اذیت سے) ترشروئی میں۔

خاک را رنگ و فن شنگے دہد   طفل خوباں را بداں جنگے دہد

لغات: شنگ بفتح شین آخر میں کاف فارسی۔ دراصل بمعنی دزد و رہزن ہے۔ مجازاً معشوق کے لیے بولتے ہیں اور بمعنے شوخ و ظریف (غیاث) شنگی کے آخر کی یا یائے مصدری ہے۔ جو بضرورت قافیہ مجہول پڑھنی چاہئے یا شنگ بمعنی شوخ ہے اور یا تنکیر کی ہے)

ترجمہ: (غرض حق تعالےٰ) خاک کو رنگ اور فن اور شوخی دیتا ہے (اور) طفل طبع لوگوں کو اس پر جھگڑا (کرنے کی ترغیب) دیتا ہے۔

مطلب: بچوں کی عادت ہے کہ وہ ایک چیز کے لیے باہم لڑتے اور جھگڑتے ہیں۔ یہ روتا ہے کہ میں لوں گا۔ اسی طرح جو لوگ مال و زر اور جائداد کے لیے باہم تنازع و خصومت کرتے ہیں۔ حتےٰ کہ جو بادشاہ بلاد و ممالک کے لیے باہم جنگ و جدل کرتے ہیں وہ گویا طفل طبع ہیں و نعم ما قال   اسمٰعیل میرٹھی مرحوم سے

یہ قول کسی بزرگ کا سچا ہے   ڈالی سے جدا نہ ہو تو پھل کچا ہے
کھوئی نہیں جس نے حب دنیا دل سے   گو ریش سفید ہو مگر بچا ہے

آگے اس بات کی تائید میں ایک مثال پیش کرتے ہیں کہ لوگ مختلف اشیاء کی مختلف صورتوں پر لڑتے اور مرتے ہیں۔ حالانکہ اصل میں سب اشیاء خاک ہے اگر اصل کو دیکھتے تو لڑنے کی کوئی بات نہ تھی

از خمیرے اشتر و شیرے پزند   کودکاں از حرص آں کف مے گزند

ترجمہ: (جس طرح) آٹے کا اونٹ اور شیر (بنا کر گھی یا تیل میں) تلتے ہیں۔ تو لڑکے ان (کو کھانے) کی حرص سے ہاتھ (تک) چوستے ہیں (یعنی ان کو اس طرح مزے لے کر کھاتے ہیں۔ کہ اگر ان کے کچھ ریزے ہاتھ میں لگے ہوں تو ان کو بھی چاٹ لیتے ہیں)

شیر و اشتر ناں شود اندر دہاں   در نگیرد ایں سخن با کودکاں

ترجمہ: (حالانکہ وہ لاٹ کے) شیر اور اونٹ منہ میں (دبا کر) روٹی کا لقمہ بن جاتے ہیں۔ (لیکن) یہ بات لڑکوں پر اثر نہیں کرتی۔

مطلب: اگر لڑکوں سے کہا جائے کہ یہاں تم آٹے کے شبرو شتر کے ایسے دلدادہ کیوں ہو۔ یہ اسی آٹے سے تو بنتے ہیں۔ جس سے یہ شیرمال پراٹھے اور روغنی روٹیاں پکی ہیں۔ تم یہ کھاؤ جوان سے زیادہ لذیذ ہیں۔ تو وہ اس بات کو کبھی ماننے والے نہیں۔ ان کو جو مزا شیر و شتر کے کھانے میں آتا ہے۔ اور کسی چیز میں نہیں آتا۔ یہی حال دینوی اشیاء پر لڑنے مرنے والوں کا ہے کہ اگر ان کو کہا جائے۔ بھائی یہ سب چیزیں مٹی ہیں

ہیں یہ باغات و محل جتنے بنے سب کھلونے ہیں یہ مٹی سے بنے

تم ان پر کیوں جھگڑتے ہو۔ تو وہ ایک نہیں مانتے۔ غرض ہم اہل دنیا کا یہ حال ہے کہ:۔

دامنِ پُر خاک ما چوں کودکاں رفتہ از سر جہد اسباب و دُکاں

ترجمہ: ہم لڑکوں کی طرح جھولی بھرے ہوئے ہیں (اور اپنے) دماغ سے اسباب (نجات) اور (کسب اعمال کی) دکان کا اہتمام جاتا رہا ہے۔

کودک اندر جہل و پندار و شکے ست شکر بارے قوت او اندکے ست

ترجمہ: (مانا کہ) لڑکا نادانی اور گمان اور شک میں ہے (مگر) خیر شکر ہے کہ اس کی قوت (عملیہ) کم ہے۔

مطلب: قوت عملیہ کی کمی کے سبب سے اس کے نقصان علم و عقل کا کوئی اثر مضر ظاہر نہیں ہوتا۔ چنانچہ وہ کھلونوں پر لڑتے بھی ہیں تو نہ ہتھیار ہے نہ زور ہے نہ تدبیر اور چالاکی ہے۔ یوں ہی معمولی تو تو میں میں ہوئی اور جھگڑا ختم ہوا۔

وائے زاں طفلاں کہ پیری مے کنند سنگ مو رانند و میری مے کنند

ترجمہ: (زیادہ) افسوس تو ان (طبیعت کے) بچوں پر ہے جو بڑھاپے کی زندگی بسر کر رہے ہیں (یہ پیراں نابالغ قابل افسوس ہیں جن کی قوت عملیہ ناقص ہے اور حرص و حسد اور فتنہ و فساد کی عادات سب سے بڑھ چڑھ کر

طفل را استیزہ و صد کوفت ست شکر ایں کو بے فن و بے آلت ست

ترجمہ: (بے شبہ) لڑکے میں لڑائی (کی عادت) اور سو آفت ہے (مگر) اس بات کا شکر ہے کہ وہ تدبیر (فتنہ) سے خالی اور سامانِ (فساد) سے عاری ہے

ولے زیں پیرانِ طفلِ نا ادیب	گشتہ از قوت بلاے ہر لبیب

ترجمہ: افسوس ہے ان بے استاد پیران نابالغ پر جو اپنی قوت (گویائی اور طاقت ہنگامہ آرائی) سے ہر عاقل کے لیے بلا (ے جان) بن رہے ہیں۔

چوں سلاح و جہل جمع آید بہم	گشت فرعونے جہانسوز از ستم

ترجمہ: جب (قوت عملیہ کے) ہتھیار اور جہالت (یعنی قوت علمیہ کا نقص) جمع ہو جائیں۔ تو وہ (شخص) ایک فرعون بن گیا جو ظلم سے جہاں کو پھونک ڈالنے والا ہے

شکر کن اے مردِ درویش از قصور - کہ ز فرعونی رہیدی و ز کفور

ترجمہ: اے محتاج آدمی! تو (قوت و شوکت کے سامان کی) کوتاہی کے لیے شکر کر کہ تو فرعونیت سے اور کفران سے چھوٹ گیا۔

شکر کہ مظلومی و ظالم نۂ	ایمن از فرعونی و ہر فتنۂ

ترجمہ: شکر ہے کہ تو مظلوم ہے اور ظالم نہیں ہے۔ فرعونیت سے اور ہر فتنہ سے امن میں ہے۔

اشکمِ لی لافِ اللّٰہی نزد	کاتشش را نیست از ہیزم مدد

لغات: اشکم شکم بزیادتی الف لی مخفف تہی

ترجمہ: (دیکھو کبھی) کسی خالی پیٹ (والے غریب و محتاج) نے اُلوہیت کا دعویٰ نہیں کیا کیونکہ اس (کے تکبر کے ناپاک مادہ) کی آگ کو (مال و جاہ کے) ایندھن کی مدد نہیں پہنچتی)

اشکمِ خالی بود زندانِ دیو	کش غمِ نان مانع ست از مکر و ریو

ترجمہ: خالی پیٹ شیطان کا قید خانہ ہے (جس میں وہ مقید ہے اور بھوکے آدمی کو بہکا نہیں سکتا) کیونکہ اس شخص کو روٹی کا فکر (شیطان کے سکھائے ہوئے) مکر و فریب (پر عمل کرنے) سے مانع ہے۔

اشکمِ پر لوت داں بازارِ دیو	تاجرانِ دیو را در وے غریو

ترجمہ: بخلاف اس کے طعام سے بھرا ہوئے پیٹ کو شیطان کی منڈی سمجھو جس میں شیطان کے تاجروں کا شور (برپا ہے)

مطلب: خوشحال و آسودہ اور متمول و ذی جاہ لوگوں کا طبقہ گویا طعام سے بھرا ہوا پیٹ ہے۔ یہ پیٹ شیطان کے کاروبار کا مرکز ہے۔ شیاطین الانس جو اس طبقہ کے خوشحال و فارغ البال لوگ ہیں طرح طرح مکر و فریب کے شیطانی داؤ کھیل رہے ہیں کوئی حکومت کی کرسی پر۔ اپنی سیاسی چالوں سے مخلوقِ خدا کا گلا گھونٹ رہا ہے کسی نے مسند تقدس بچھا کر ولایت و نبوت کا جال پھیلایا ہے کوئی اس سے بھی بلند اڑ کر خدائی کا مدعی ہے۔ آگے انہی انسان نما شیطانوں کی مکارانہ کارستانیوں کا ذکر ہے اور چونکہ اوپر ان کو تاجراں شیطاں کہا ہے اس لیے ان کے کارناموں کا ذکر تجارت و سوداگری کے استعارہ میں ہوگا۔

تاجرانِ ساحرِ لاشئے فروش عقلہا را تیرہ کردہ از خروش

ترجمہ: (ان) جادوگر تاجروں نے جو لاشئے کو بیچنے والے ہیں (اپنے) شور سے عقلوں کو پریشان کر رکھا ہے۔

مطلب: مولانا کا مقصود لاشئے فروش سے یہ ہے کہ وہ مکار جس چیز کے سودے میں خریدار کو مونڈتے ہیں وہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں۔ اس کا کوئی وجود نہیں۔ محض نام ہی نام ہے۔ مگر اس شعر کا مضمون ایک لحاظ سے سٹہ بازی کے بازار کا صحیح نقشہ پیش کر رہا ہے۔ جہاں پر اور ہزاروں لاکھوں من اجناس کا کاروبار ہوتا ہے۔ حالانکہ ان اجناس کے ایک دانے کا بھی کہیں وجود نہیں ہوتا اور باوجود اس کے اس کاروبار کے کرنیوالے سوداگروں اور خریداروں اور دلالوں کا وہ ہجوم ہے اور وہ اس قدر شور و غل مچاتے ہیں کہ الامان مخبر صادق صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرہ سو سال پیشتر اس آخری زمانہ کے تجارت نما قمار کا اشارہ فرما دیا اور اس کی حرمت کا حکم دے دیا ہے:

عن حکیم بن حزام قال نھانی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان ابیع مالیس عندی رواہ الترمذی وفی روایۃ لہ ولابی داؤد والنسائی قال قلت یا رسول اللہ یاتینی الرجل فیرید منی البیع ولیس عندی فابتاع لہ من السوق قال لاتبع مالیس عندك حکیم بن حزام سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چیز کے فروخت کرنے سے منع فرمایا جو میرے پاس نہ ہو۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور انہی کی ایک روایت اور ابوداود اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ وہ کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک آدمی میرے پاس آتا ہے اور میرے ساتھ سودا کرنے کا قصد کرتا ہے اور مال میرے پاس ہوتا نہیں تو کیا میں (اس کے ساتھ بیع کر کے) بازار سے اس کو وہ چیز خرید کر دوں۔ آپ نے فرمایا اس چیز کا سودا نہ کرو۔ جو تمہارے پاس موجود نہیں ہے (مشکوٰۃ)

تجارت میں لاشئے فروشی کا رواج

حدیث میں سٹہ بازی کی نفی

آگے ان شعبدہ باز تاجروں کی کارستانیوں کا ذکر ہے:۔

خم زواں کردہ زسحرے چوں فرس   کرد کرباسے زمہتاب و غلس

لغات: کرباس بکسر کاف دبائے موحدہ وسین مہملہ جامہ سفید (غیاث) غلس بفتحتین تاریکی آخر شب (غیاث)

ترجمہ: (ان ساحر تاجروں نے) مٹکے کو گھوڑے کی طرح چلتا کر رکھا ہے (چنانچہ خریدار اس کو گھوڑا سمجھ کر خرید لیتا ہے اور) چاندنی اور اندھیرے سے (سفید اور سیاہ) کپڑا بنا رکھا ہے۔ (جس سے خریدار دھوکا کھا کر دام کھو بیٹھتا ہے)

چوں بریشم خاک را برمے تنند   خاک در چشم ممیز مے زنند

ترجمہ: ابریشم کی طرح خاک کو تن رہے ہیں (خریدار غریب اس کو ریشم سمجھ کر خرید لیتا ہے۔ وہ لوگ (ریشم اور مٹی میں) تمیز کرنے والے کی آنکھ میں (بھی) خاک جھونک رہے ہیں۔

جُندُلے را رنگِ عُودی مے دہند   بر کلوخے ماں حسُودی مے دہند

ترجمہ: پتھر کو عود کے رنگ میں ظاہر کر رہے ہیں: مٹی کے ڈھیلے پر ہم کو رشک دے رہے ہیں (آگے پھر عود ہے اس مضمون کی طرف کہ تمام اشیاء کی اصل خاک ہے)

پاک آں کو خاک را رنگے دہد   ہمچو کودک ماں بر آں جنگے دہد

ترجمہ: پاک ہے وہ (خدا) جو خاک کو رنگ دیتا ہے اور ہم کو اس کے لیے لڑکے کی طرح لڑائی (پر آمادہ کر) دیتا ہے۔

مطلب: اللہ تعالیٰ کی اس صنعت کا ذکر پاکی کے ساتھ کرنے میں شاید ایک شبہ کے دفع کی طرف اشارہ ہو۔ وہ شبہ یہ ہے کہ اگر یہ شیطان سیرت لوگ اس قسم کے تصرفات کرتے ہیں۔ تو وہ مذموم کیوں ہیں۔ جبکہ حق تعالیٰ بھی مٹی سے گوناگوں مخلوق بناتا ہے۔ وجہ جواب یہ ہے کہ ان کا یہ فعل محض خدع و فریب اور نظر بندی ہے۔ اللہ تعالیٰ خدع و فریب سے پاک ہے۔ اس کا مٹی سے مختلف مخلوق پیدا کرنا کوئی نظر بندی اور نمائشی فعل نہیں بلکہ وہ فی الواقع تخلیق ہے۔ وہاں تو مٹکا مٹکا ہی رہتا ہے۔ محض بطور نمائش اس کو گھوڑا دکھایا جاتا ہے۔ یہاں مٹی مٹی نہیں رہتی بلکہ ایک دوسری مخلوق بن جاتی ہے۔ آگے وہی مضمون ہے کہ لوگ ان اشیاء کے لیے جھگڑتے ہیں۔ جن کی اصل خاک ہے۔

دامن پر خاک ما چوں طفلکاں — در نظر ما خاک ہمچوں زر کاں

ترجمہ: ہم ننھے بچوں کی طرح جھولی خاک سے بھرے ہوئے ہیں (اور وہ) خاک ہماری نظر میں (اپنے رنگ و نقش کی وجہ سے) معدن کے (کھرے) سونے کی طرح (قابل قدر ہے)

مطلب: ہم لوگ جو نقد و زر۔ مال و مواشی۔ سامان و اسباب وغیرہ جمع کر رہے ہیں ان سب اشیا کی اصل خاک ہے۔ ان کو جمع کرنا گویا خاک سے دامن پر کرنا ہے آگے ان فریفتگان رنگ اور شیفتگان جنگ کو بطور نصیحت فرماتے ہیں۔

طفل را با بالغاں نبود جدال — طفل را حق کے نشاند با رجال

ترجمہ: (قاعدہ ہے کہ) بچے کو بڑوں کے ساتھ لڑنا (جائز) نہیں ہوتا (کیونکہ) بچے کو حق تعالےٰ مردوں کے برابر کب بٹھاتا ہے۔

مطلب: یعنی عوام الناس جو طفل طبع ہیں اور خاصاں حق جو بمنزلہ بالغین ہیں۔ ہمثال نہیں ہوسکتے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔ پس عوام کو خاصان حق کے ساتھ معارضہ کرنا الجھنا اور جھگڑنا نہیں چاہیے یہ مرتبہ قرب کے بالغ اور خاصان حق عوام کو جب دنیا سے جو منع کر رہے ہیں تو ان کی نصیحت کو مان لینا چاہیئے۔ اگر عوام الناس یہ کہیں کہ ہم بھی تو بالغ ہیں۔ نابالغ نہیں ہیں تو اس کا جواب آگے ایک تشبیہ سے دیتے ہیں:۔

میوہ گر کہنہ شود تا ہست خام — پختہ نبود غورہ گویندش بنام

ترجمہ: میوہ اگرچہ پرانا ہو جائے۔ (لیکن) جب تک کچا ہے (اور) پکنے نہ پائے اس کا نام کچا میوہ (ہی) ٹھیرائیں گے۔

گر شود صد سالہ آں خام و ترش — طفل و غورہ است او بر ہر تیز ہش

ترجمہ: اگر وہ کچا اور کھٹا میوہ سو برس کا بھی ہو جائے تو وہ ہر تیز ہوش کے نزدیک بچہ اور کچا ہی ہے (اسی طرح جس شخص میں عقل کی پختگی اور بالغ نظری پیدا نہیں ہوئی تو وہ جسمی بلوغ کو پہنچ کر بھی ابھی ایک طرح سے نابالغ ہے اور سو برس کی عمر کو پہنچ کر دہی بچے کا بچہ ہے)

گرچہ باشد موئے و ریش او سپید — ہمدراں طفلی و خوف ست و امید

ترجمہ: اگرچہ اس (پیر نابالغ) کے (سر کے) بال اور داڑھی سفید ہو۔ لیکن وہ

اسی بچپن (کی باتوں) اور (اس بچوں کے سے) خوف اور امید میں ہے -

مطلب: بچوں کی عادت ہے کہ موہوم و معدوم اشیاء سے ڈرتے ہیں. اور بلا ضرورت و بلا استحقاق امیدوار بن جاتے ہیں اسی طرح طفل طبع آدمی ادائے اعمال کی مشقت سے ڈرتا ہے اور بلا عمل نجات و فلاح کا امیدوار ہو جاتا ہے - جیسے کہ اکثر غافل و کاہل لوگ جو عبادات و طاعات کی بجا آوری کی ہمت نہیں رکھتے کہا کرتے ہیں - میاں وہ بڑا غفور و رحیم ہے - بلا عمل بھی بیڑا پار کر دیتا ہے - اس کو ہمارے اعمال کی کیا ضرورت ہے وہ بڑا بے نیاز ہے - آگے اسی خوف باطل اور امید خام کی تفسیر فرماتے ہیں :-

ماند خواہم نارسیدہ یا رسم   حق کند با من غضب یا خود کرم

ترجمہ: (وہ اس طفلانہ خوف و امید میں رہتا ہے کہ معلوم نہیں) میں بے پہنچا رہ جاؤں گا یا پہنچ جاؤں گا (اور معلوم نہیں کہ) حق تعالیٰ مجھ پر غضب کرے یا (شاید) کرم ہی کرے (یہ تو خوف باطل کا مضمون تھا آگے امید خام کا مفہوم ہے)

گر رسم یا نارسیدہ ماندہ ام   اے عجب با من کند لطف و کرم

ترجمہ: (مگر وہ بڑا کریم و رحیم ہے اس لیے) اگر میں رسیدہ ہو جاؤں (تو بھی یا) اگر نارسیدہ رہوں (تو بھی) اے (لوگو) عجیب (بات یہ ہے کہ) وہ (دونوں صورتوں میں) میرے ساتھ لطف و کرم (ہی) کرے گا -

باچنیں ناقابلی و دوریے   بخشد ایں غورہ مرا انگوریے

ترجمہ: باوجود ایسی ناقابلیت (کے مجھ سے کوئی عمل نہیں بن آتا) اور (باوجود ایسی) دوری کے (کہ میں ارتکاب معاصی کے سبب سے اس سے دور ہوتا جا رہا ہوں) وہ میری اس خامی کو پختگی بخشدے گا -

نیستم امیدوار از ہیچ سُو   واں کرم میگویدم لَا تَیْأَسُوْا

ترجمہ: میں (حق تعالیٰ کے لطف و کرم پر اس قدر وثوق رکھتا ہوں کہ اس کے سوا اور کسی طرف سے میں امیدوار نہیں ہوں اور (اس کا) وہ کرم مجھ کو کہہ رہا ہے کہ تم مایوس نہ ہو

دائما خاقانِ ما کرد ست طُو   گوشِ ما را مے کشد لَا تَقْنَطُوْا

لغات: طو بالفتح و واؤ معروف معرب تو بواؤ مجہول ترکی میں شادی عروسی کو

کہتے ہیں۔ (غیاث)

ترجمہ: ہمارے بادشاہ (حقیقی تعالےٰ شانہٗ) نے ہمیشہ (عفو عام کا) جشن کیا ہے اسلئے ہم کو عفو غفران کی پختہ اُمید ہے اور ہمارے کان کو لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰه کا مژدہ اُمید واثق کی طرف کھینچ رہا ہے

مطلب: کلمات مقتبسہ قرآن مجید سے ہیں۔ جس کے معنی ہیں اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو اُن پانچ شعروں میں طفل طبع لوگوں کے خوف باطل اور رجاے عاطل کا نقشہ کھینچا ہے وہ اپنی عاقبت کا خوف کرتے ہیں تو بالکل نا اُمید ہو بیٹھتے ہیں۔ جیسے اُوپر کے پہلے شعر کا مضمون ہے۔ ایسا خوف ایمان کے خلاف ہے: اِنَّهٗ لَا يَيْاَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ خدا کی رحمت سے وہی لوگ نا اُمید ہوا کرتے ہیں جو کافر ہیں (یوسف ع ۱۰) اور جب اپنی نجات و فلاح کی اُمید کرنے لگتے ہیں تو خوف و خشیت کا کوئی شمہ قلب میں باقی نہیں رکھتے (جیسے باقی چار شعروں کا مضمون ہے) ایسی اُمید بھی ایمان کے خلاف ہے فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ سو اللہ کے داؤ سے وہی نڈر ہوتے ہیں جو (آخر کار) برباد ہونے والے ہیں (الاعراف ع ۱۲)

آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں رجاء حقیقی کی طرف جس میں باوجود عمل کے اپنے عمل کو ہیچ سمجھنے سے حق تعالےٰ ہی کی رحمت پر نظر ہوتی ہے۔ جیسے کاشتکار باوجود تخم ریزی کے بارش کا اُمیدوار حق تعالےٰ سے رہتا ہے

گرچہ ما زیں نا امیدی در گویم ٭ چوں صلا زد دست اندازاں رویم

لغات: گو بفتح کاف فارسی مغاک یا گڑھا جو زمین میں ہو (غیاث) صلا بفتح صاد کھانا کھلانے کے یا کچھ اور عطا کرنے کے لیے لوگوں کو پکارنا (غیاث)

ترجمہ: اگرچہ ہم (اپنے اعمال بد کو دیکھتے ہوئے) اس نا امیدی سے (جو ہماری حالت سے پیدا ہوتی ہے خوف و خطر کے) گڑھے میں (گرے پڑتے) ہیں۔ (لیکن) جب حق تعالےٰ نے (سلامتی کے گھر کی طرف ہم کو) صلاح دی ہے تو ہم ہاتھ پھینکتے ہوئے چل رہے ہیں

مطلب: حق تعالےٰ کے صلا کا ثبوت اس آیت سے ملتا ہے وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ اور اللہ تعالےٰ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے (سورہ ع) جب آدمی کسی چیز کے اشتیاق میں تیزی سے لپک کر اُس کی طرف جاتا ہے تو ہاتھ بھی ایک خاص انداز سے حرکت کرتے ہیں۔ اسی حرکت کے لحاظ سے دست اندازاں یا ہاتھ پھینکتے ہوئے کہا ہے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ ہم اپنی کوتاہی عمل اور قصور طاعات سے نا امید ہوئے جاتے ہیں۔ مگر چونکہ حق تعالےٰ نے دعوت دی ہے اور دعوت کے مقام کا راستہ عمل ہی ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا

ہے۔ اعملوا فکل میسر لما خلق لہ عمل کیے جاؤ کیونکہ ہر شخص کو اس کام کی آسانی دی گئی ہے۔ جس کے لیے وہ پیدا ہوا ہے (مشکوٰۃ) اس لیے ہم شوق و ذوق سے عمل کرنے اور طاعات اور عبادات بجالانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

دست اندازیم چوں اسپاں سپس   در دویدن سوئے مرعاے اُنس

لغات: سپس پھر۔ بعدازاں مرعیٰ چراگاہ انس بفتح الف و نون مردم قبیلہ جو ایک جگہ مقیم ہو۔ (منتخب) مراد ہم مشرب لوگ۔

ترجمہ (کس طرف چل رہے ہیں؟) ہم اس (صلا) کے بعد دوڑنے میں ہاتھ پھینک رہے ہیں (اپنے) ہم مشرب لوگوں کی چراگاہ کی طرف۔ جیسے گھوڑے (اپنی چراگاہ کی طرف شدت اشتیاق سے دوڑتے ہیں)

مطلب: ہم کیا عمل کر رہے ہیں۔ وہی جس کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی ہے اور جس کو صلحاء لوگ صدیوں سے بجالا رہے ہیں یعنی نماز اور زکوٰۃ باستطاعت حج بشرائط۔ ترک محرمات و مکروہات۔ اداے حقوق العباد و رعایت حقوق النفس وغیرہا۔ ہم ان اعمال کی بجا آوری میں انہی صلحاء کی معیت کی کوشش کر رہے ہیں

گام اندازیم و آنجا گام نے   جام پردازیم و آنجا جام نے

ترجمہ: ہم (عمل کا) قدم رکھتے جاتے ہیں اور (اس مقام میں قدم رکھتے ہیں کہ) وہاں قدم (کا دخل) نہیں ہم (اپنی دانست میں اتیان باعمال کے) جام کو خالی کر (کے اس مینوشی سے فارغ ہو) رہے ہیں۔ اور (واقعہ یہ ہے کہ) وہاں (ان اعمال کے) جام (وے کی کوئی حقیقت) نہیں

مطلب: ہم اعمال حسنہ کی بجا آوری کے لیے ہر چند پوری کوشش کر رہے ہیں مگر اس درگاہِ عالی پایگاہ میں ایسے اعمال کی کچھ بھی وقعت نہیں۔ کیونکہ ان اعمال میں بتقاضائے بشریت کچھ نہ کچھ غفلت اور عدم صفائے توجہ اور عجب وریا وغیرہ خرابیوں کا اشتمال ہوتا رہتا ہے جو ان اعمال کو اس درگاہ عالی کے لائق نہیں رہنے دیتا۔

زانکہ آنجا جملہ اشیا جانی ست   معنے اندر معنے و ربانی ست

لغات: جانی روحانی جسمانیت کی ظلمت سے پاک معنے اندر معنے خالص الخالص۔ لب لباب۔ خلاصۃ الخلاصہ چونکہ معانی الفاظ کا مغز ہیں تو معنے کے معنے گویا مغز کا مغز اور لطیف سے لطیف تر چیز ہوئی

ترجمہ: (یہ اعمال اس درگاہ کے لائق کیوں نہیں اس کی) وجہ یہ ہے کہ وہاں (اسی قسم کی) تمام چیزیں (قابلِ قبول ہیں جو) روحانی ہیں (یعنی) خالص الخاص اور پروردگار کی شان کے لائق ہیں۔

مطلب: وہاں وہی اعمال قابلِ قبول سمجھے جا سکتے ہیں جو ہر قسم کے شوائب نقص سے پاک ہوں اور ان کو محض حق تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لیے بجا لائیں جس سے ان اعمال کو پروردگار عزوجل کی طرف منسوب کر کے ربانی کہنا صحیح ہو پس ہمارے یہ اعمال مشوب بنقائص کیونکر قبول ہوں اور باوجود اس کے جو یہ ناقص اعمال قبول ہو جاتے ہیں۔ جیسے کہ جزاء بما کانوا اس پر شاہد ہے تو اس کی وجہ یہ کہ یہاں خاص رحمت حق موثر ہے غرض حق تعالے کی دعوت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاکید عمل کے مطابق اعمال کی بجا آوری اگر نجات کی اُمید دلا رہی ہے۔ تو اپنے اعمال کے نقص سے عدم نجات کا خوف بھی عارض ہے یہی بین الخوف والرجا ہونا ایمان کی نشانی ہے۔ خوف محض یاس ہے اور رجائے محض حق تعالے کی قہاریت سے بے پرواہی ہے تو یہ دونوں صورتیں ایمان کے خلاف ہیں والیاس من اللہ تعالیٰ کفر والامن من اللہ تعالے کفر (عقائد نسفی) ایمان کی نشانی جو خوف و رجا دونوں کے بقدر مناسب ہونے میں ہے اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایک جوان کے پاس تشریف لے گئے۔ جبکہ وہ نزع کی حالت میں تھا۔ آپ نے فرمایا تجھے اپنی حالت کیسی نظر آتی ہے اس نے عرض کیا یارسول اللہ میں۔ اللہ سے اُمیدوار بھی ہوں اور اپنے گناہوں کی وجہ سے ڈرتا بھی ہوں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ایسے وقت میں جب کسی بندے کے دل میں یہ دو باتیں (یعنی خوف و رجا) جمع ہوں تو اللہ اس کی اُمید پوری کرتا ہے اور جس بات سے وہ ڈرتا ہے اس سے امن بخشتا ہے (مشکوٰۃ) یہ حدیث باصل الفاظ شرح ہذا کی جلد شانزدہم میں درج ہو چکی ہے۔

صاحب کلید مثنوی فرماتے ہیں کہ "چونکہ حاصل اعمال کا سلوک ہے اور حاصل تاثیر رحمت کا جذب حق ہے تو اعمال کے عدم تاثیر اور رحمت حق کی تاثیر کا حاصل سلوک کا عدم تاثیر اور جذب کی تاثیر ہے۔ اس لیے آگے اس جذب کے بعض احکام و آثار مثل فنا و بقا اور ان کے خواص اور ان کی مطلوبیت بیان فرماتے ہیں۔

ہست صُورت سایہ معنےٰ آفتاب ۔۔۔ نُورِ بے سایہ بود اندر خراب

ترجمہ: صورت (تو) سایہ ہے (اور) معنیٰ آفتاب ہیں۔ نور سایہ کے بدون اُجاڑ میں ہوتا ہے۔

مطلب: صورت سے مراد احکام جسمانیہ کا غلبہ ہے۔ جو اعمال کے نقص کا باعث ہوتا ہے اور معنی سے مقصود احکام روحانیہ کا غلبہ ہے۔ جس سے اعمال کا

نفس مبدل بکمال ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ کمال حقوق خداوند تعالیٰ کے شایان شان نہیں بلکہ صرف بندے کے لیے مناسب حال ہو۔ اس سے وہ اعمال روحانی و ربانی بن جاتے ہیں اور یہ غلبہ روحانیت فنا کا اثر ہے کہ فنا میں وہ افعال عبد منسوب بحق ہو جاتے ہیں۔ بمضمون حدیث قدسی فکنت سمعہ الذی یسمع بہ الخ دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ آبادی میں محلات و عمارات کا سایہ پڑنے سے خالص دھوپ نہیں ہوتی۔ بلکہ دھوپ کی روشنی مخلوط بہ سایہ ہوتی ہے۔ بخلاف اس کے ایک لق و دق بیابان میں خالص دھوپ ہی دھوپ ہوتی ہے۔ یہ تمثیل اس بات کی تائید کرتی ہے کہ جسمانیت نور کی مانع ہے اسی طرح احکام جسمانیت کا غلبہ روحانیت کے غلبہ کا مانع اور خالص اعمال کی بجاآوری کے لیے رکاوٹ ہے۔ آگے وہی اجاڑ میں خالص نور ہونے کی وجہ ارشاد ہے:۔

چونکہ آنجا خشت بر خشتے نماند نور مہ را سایۂ زشتے نماند

ترجمہ: جب وہاں (کوئی ایسی عمارت جو) اینٹ پر اینٹ (رکھ کر بنائی گئی ہو نہ) رہی تو چاند (سورج) کی روشنی کو روکنے والا) کوئی مخالف سایہ نہ رہا۔

مطلب: اسی طرح اگر تم احکام روحانیہ کا غلبہ چاہتے ہو۔ جس کے آثار کا ذکر اوپر گزر چکا ہے یعنی اعمال کا خالص ہونا اور منسوب بحق ہو سکنا تو فنائے جسم کو اختیار کرو۔ کہ اس پر دولت بقا مرتب ہوگی جس سے تم متخلق باخلاق اللہ اور خالص الاعمال ہو جاؤ گے

خشت اگر زریں بود بر کندنی ست چوں بہائے خشت وحی و روشنی ست

ترجمہ: (جو اینٹ (چاند اور سورج کی مانع ہو) اگر (وہ) سونے کی بھی ہو تو اکھاڑ پھینکنے کے قابل ہے۔ (خصوصاً) جبکہ (اس) اینٹ (کو اکھاڑ پھینکنے) کا عوض الہام اور نور ہو۔

مطلب: دولت الہام و نور کے آگے زر سیم وغیرہ حطام دنیا کی کوئی وقعت نہیں پس جو فوائد دنیویہ اور حظوظ نفسانیہ ان فضائل روحانیہ کے حصول میں مانع ہوں ان سے دست بردار ہو جانا چاہیے تاکہ وہ فضائل حاصل ہو جائیں۔ وہ دست برداری فنا ہے اور یہ حصول بقا ہے اور اس نور کے حصول کے لیے حظوظ نفسانیہ وجسمانیہ کے فوت ہونے کی پروا نہ کرو کیونکہ یہ نور وہ چیز ہے کہ:۔

کوہ بہر دفع سایہ مندک ست پارہ گشتن بہر ایں نور اندک ست

لغات: مندک بضم میم وکسر دال ریزہ ریزہ ہو جانے والا۔

ترجمہ: کوہ (طور بھی اس نور کو حاصل کرنے اور) سایہ (کی ظلمت) کو دور کرنے کے

لیے ریزہ ریزہ ہو جانا ناپسند کرتا ہے (اور) اس نور کے لیے پارہ (پارہ) ہو جانا تو (اس کے آگے) ایک معمولی بات ہے۔

مطلب: کوہ طور پر جب تجلّی ہُوئی تو اس کی بیرونی سطح کا اس سے منور ہونا تو لازمی تھا۔ لیکن اس کے باطن میں ظلمت موجود تھی جس کو یہاں سایہ سے تعبیر کیا ہے۔ کیونکہ پہاڑ جیسی ٹھوس اور ظلمانی چیز کے باطن میں بیرونی نور نہیں پہنچ سکتا اس لیے پہاڑ نے پاش پاش ہو جانا پسند کیا اگرچہ اس کا یہ پاش پاش ہو جانا اختیاراً نہیں اضطراراً تھا تاکہ باطن میں بھی اس کا ہر جز اس نور سے منور ہو جائے۔ آگے بھی یہی مضمون ہے:-

بر بروں کہ چُو زد نورِ صمد پارہ شد تا در درونش ہم زند

ترجمہ: کوہ (طور) کی بیرونی سطح پر جب خداوند بے نیاز کے نور نے تجلی کی تو وہ پارہ (پارہ) ہوگیا تاکہ (نور) اس کے باطن میں بھی متجلی ہو جائے۔

گُرسنہ چُوں بر کفش زد قرصِ ناں واشگافد از ہوس چشم و دہاں

ترجمہ: (جیسے) بھوکے کے ہاتھ پر روٹی آپڑتی ہے تو وہ ہوس سے آنکھ اور منہ (بھی) پھاڑ دیتا ہے (اسی طرح کوہ طور پر جب تجلی ہوئی تو اسے اپنے باطن کو اس تجلی سے بہرہ مند کرنے کے لیے اپنے وجود کا جزو جزو پھاڑ ڈالا۔ آگے اس فنا کی ترغیب کے لیے جسم کو خطاب کرتے ہیں:-)

صد ہزاراں پارہ گشتن ارزد ایں از میانِ چرخ برخیز اے زمیں

ترجمہ: اس (نور) کے لیے (جسم کے) لاکھوں ٹکڑے ہو جانا زیبا ہے (پس) اے زمین تو آسمان کے بیچ میں سے اٹھ جا (یعنی اے جسم تو فنا ہو جا)

تا کہ نُورِ چرخ گردد سایہ سوز شب زسایۂ تُست اے یاغی روز

ترجمہ: تاکہ آسمان (کے ستاروں) کا نور ظلمت کو مٹا دے (کیونکہ) اے (زمین) دن کی دشمن! رات تیرے ہی سایہ سے ہے (یعنی اے جسم مظلم جو انوار باطن کا حجاب ہے یہ ظلمانیت تیری وجہ سے ہے)

مطلب: یہ مضمون اہل ہیئت کی تحقیق کے مطابق ہے جن کے نزدیک شب کی حقیقت یہ ہے کہ وہ انہیں کا سایہ ہے۔ کیونکہ جس وقت آفتاب اس پہلو سے جس میں ہمارا قیام ہے۔ دوسری طرف ہوتا ہے تو ہماری طرف انہیں کا سایہ جو میں پڑتا ہے وہی شب ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ زمین کے اُٹھ جانے سے ہر وقت جو میں نور ہی

نور ہی رہا کرے۔ اسی طرح اگر جسم فنا ہو جائے یعنی جسم کی مقتضیات کالعدم ہو جائیں تو روح پر نورِ حق کی تجلی رہے۔ پس جب فنا سے یہ گراں قدر فائدہ ہو تو پھر اس کے حصول میں کیوں کوتاہی کی جاتی ہے۔ یہاں تک حصولِ فنا کے اس مانع کا ذکر تھا جو سالک کے خود اپنے نفس سے ناشی ہوتا ہے یعنی لذائذ جسمانیہ کا ترک ناگوار ہونا۔ آگے ان موانع کا ذکر ہے دوسرے مقیدان احکام جسمانیہ یعنی بنی نوع میں سے دنیادار و غفلت شعار لوگوں کی طرف سے پیش آتے ہیں۔

ایں زمین چوں گاہوارۂ طفلکاں　　بالغاں را تنگ میدارد مکاں

ترجمہ: یہ دنیا بچوں کے گہواروں کی مانند ہے جس نے بالغوں کے لیے جگہ تنگ کر رکھی ہے۔

مطلب: چونکہ اکثر اہلِ دنیا طفل طبع و کودک مزاج ہیں جس کا مفصل ذکر اُوپر گزر چکا ہے اس لیے ساری دنیا گویا بچوں کا گہوارہ ہے۔ اگر کسی مکان میں اس مکان کی وسعت کے مطابق ایک بہت بڑا گہوارہ لٹک رہا ہو۔ تو ظاہر ہے کہ بڑے لوگوں کے لیے اس گھر میں چلنا پھرنا اور رہنا سہنا دشوار ہو جائے یا اگر کسی مکان میں بہت سے بچے ہوں اور ہر بچے کے لیے ایک جداگانہ گہوارہ ہو۔ تو گھر کا گھر گویا ایک گہوارہ خانہ ہوگا۔ اس میں بڑے لوگوں کی گزر مشکل ہے۔ اسی طرح یہ دنیا غافل و بداعمال لوگوں سے بھری ہوئی ہے۔ جنہوں نے اپنا اپنا خاص حلقہ اثر اور متفرد ماحول بنا رکھا ہے۔ جس سے اہلِ حق اور کاملین کو مزاحمتیں پیش آتی رہتی ہیں۔ آگے اس کی ایک تائید نقلی پیش فرماتے ہیں:۔

بہرِ طفلاں حق زمیں را مہد خواند　　وا ندروزاں شیر بر طفلاں فشاند

ترجمہ: (دیکھو ان) اطفال (طبع لوگوں) کے لیے حق تعالیٰ نے زمین کو مہد کہا ہے اور (پھر) اس (مہد) میں وہ دودھ (ان) بچوں پر بہا دیا (جس سے مراد لذاتِ دنیویہ ہیں)

مطلب: یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا (اسی نے تو تم لوگوں کے لیے زمین کا فرش بنایا۔ (طہ ع ۲)

گو اللہ تعالیٰ کے قول میں مہد سے مراد مطلق فرش ہے۔ جو گہوارہ کو بھی شتمل ہے۔ مگر چونکہ مقصود اس استدلال پر موقوف نہیں۔ اس لیے مہد کے معنے میں یہ احتمال مقصود میں مضر نہیں۔

خانہ تنگ آمد ازیں گہوارہا　　طفلکاں را زود بالغ کن شہا

ترجمہ: یہ گھر ان گہواروں سے تنگ ہوگیا ہے۔ اے بادشاہ (حقیقی) ان بچوں کو جلدی بالغ کردے۔
مطلب: یعنی ان کے بالغ ہونے سے گہوارے اٹھا دئے جائیں تو بڑے لوگوں کے لیے چلنے پھرنے کی جگہ نکل آئے مطلب یہ کہ طفل طبع لوگوں میں کچھ بصیرت اور عاقبت اندیش پیدا ہو جائیں تو وہ اہل اللہ سے مزاحمت کرنا چھوڑ دیں جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی تھی: اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ آگے خطاب مجازی ہے گہوارہ سے:۔

ہاں مکن اے گاہوارہ خانہ تنگ   تا تواند رفت بالغ بید رنگ

ترجمہ: ہاں اے گہوارہ تو (بھی) گھر کو تنگ مت کر۔ تاکہ بالغ آدمی بلا توقف (گھر میں) چل پھر سکے۔

اے گوارہ خانہ را ضَیِّق مدار   تا تواند کرد بالغ انتشار

لغات: گوارہ مخفف گہوارہ ضَیِّق بفتح ضاد وکسر یائے مشدد تنگ انتشار اِدھر اُدھر پھیل جانا۔ منتشر ہو جانا۔ چلنا پھرنا مراد ہے۔
ترجمہ: اے گہوارہ گھر تو تنگ نہ رکھ تاکہ بالغ لوگ اِدھر اُدھر چل پھر سکیں (آگے رجوع ہے قصہ کی طرف)

در بیان استغنا و عجب شاہزادہ و زخم خوردن از باطن شاہ

شاہزادہ کے استغنا اور خود پسندی اور بادشاہ کے باطن سے زخم کھانے کا بیان

چوں مُسلّم گشت بے بیع و شرے   از درونِ شاہ در جانش جرے

لغات: شرٰی دراصل شرا بالف ممدودہ بمعنے خریدن جرے کے ساتھ ہم قافیہ کرنے کے لیے الف مقصودہ لایا گیا جرے بکسر جیم و فتح را والف مقصودہ وظیفہ و راتبہ (غیاث اللغات از لطائف)
ترجمہ: جب بادشاہ کے باطن سے اس (شہزادہ) کی روح میں (فیوض باطنیہ کا) روزینہ بلا خرید و فروخت (پہنچنا) مقرر ہوگیا۔

قوت مے خورد ے ز نورِ جانِ شاہ   ماہِ جانش ہمچو از خورشید ماہ

ترجمہ: تو اس کی روح کا چاند بادشاہ کی روح کے نور سے (اس طرح) غذا پانے لگا۔ جس طرح چاند سورج سے پاتا ہے (نور القمر مستفاد من نور الشمس)

راتبہ جانی زشاہِ بے ندید دمبدم در جان مستش مے رسید

ترجمہ: (اس) شاہِ بے نظیر کی طرف سے روحانی روزینہ دمبدم اس کی مست جان میں پہنچتا تھا۔

آں نہ کش ترسا و مشرک میخورند زاں غذائے کش ملائک میخورند

ترجمہ: وہ جسمانی روزینہ) نہیں جس کو نصرانی و مشرک (تک بھی) کھاتے ہیں بلکہ اس غذا سے جس کو ملائکہ کھاتے ہیں۔

مطلب: اس میں یہ اشارہ ہے کہ کمالات باطنیہ کفار و مشرکین کا حصہ نہیں ہیں یہ محض اسلام کے ساتھ مختص ہیں۔ باقی فقرائے کفار سے جو کشف وغیرہ خوارق کا ظہور ہوتا ہے تو وہ ان کی ریاضات کا ثمرہ ہے جو کوئی کمال نہیں بلکہ اس قسم کے خوارق خاص خاص مشقوں کے نتائج ہوتے ہیں اور جس قسم کی مشق کی جائے اس سے کوئی خاص ملکہ حاصل ہونا لازمی امر ہے۔ یہ بات ہر فاسق و فاجر کو حاصل ہو سکتی ہے اور ہر ایسے شخص کو حاصل ہو سکتی ہے جو کل مذاہب کے معیار میں بدکار ہو۔ پس اس قسم کے خوارق قرب حق کی دلیل کیونکر ہو سکتے ہیں اور کمال باطنی یا ولایت قرب حق کا نام ہے اور قرب حق کا راستہ محض اسلام ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ بعض جہلا جو کہا کرتے ہیں یہ کہ ہنود وغیرہ دیگر مذاہب کے لوگ اپنے اپنے مذہب کے موافق۔ اس ذریعت و عبادت بجا لاتے ہیں۔ جس میں ان کی نیت بھی خالص ہوتی ہے۔ تو کیا اللہ اس کو قبول نہیں کرے گا سو اللہ تعالے نے اس شبہ کا قلع قمع ان کلمات سے کر دیا ہے۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ○ اور جو شخص اسلام کے کسی اور دین کی تلاش میں ہو تو خدا کے ہاں اس کا وہ دین مقبول نہیں اور وہ آخرت میں زیانکاروں میں ہوگا (آل عمران ع ۹)

دوسرے مصرعہ میں ملائکہ کے لیے خوردن کا اطلاق بطور مشاکلہ کیا ہے۔ ورنہ ملائکہ اکل و شرب سے منزہ ہیں مطلب یہ کہ شہزادہ اس لطیف ترین روحانی فیض سے متمتع ہو رہا تھا جس سے ملائکہ بہرہ مند ہیں۔ کیونکہ وہ خود ارواح ہیں۔ جسم و جسمانیات سے پاک ہیں اور مقرب حق بھی ہیں۔ شہزادہ عروج باطن کی اس بلندی کو پہنچ کر بدقسمتی سے اب گرتا ہے:—

اندرونِ خویش استغنا بدید گشت طغیانے زاستغنا پدید

ترجمہ: اس (شہزادہ) نے اپنے اندر ایک استغنا دیکھا (اس) استغنا سے

کمالات باطنیہ سے کفار و مشرکین محروم ہوتے ہیں فقرائے کفار سے خوارق کوئی کمال نہیں

سے (اس میں) ایک سرکشی پیدا ہوئی -

مطلب: یعنی اس کو اپنے اندر انوار و برکات کا جو احساس ہوا تو وہ اپنے کامل ہونے کا گمان کرنے لگا اور سمجھا کہ مجھے اب بادشاہ سے فیض حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہیں اس سے کچھ کم نہیں ہوں - چنانچہ آگے بھی مضمون چل رہا ہے :-

کہ نہ من ہم شاہ و ہم شہزادہ ام　　چون عنان خود بدیں شہ دادہ ام

ترجمہ: (اس میں یہ سرکشی پیدا ہوئی) کہ کیا میں بھی (اقلیم ولایت کا) بادشاہ اور شہزادہ نہیں ہوں (پھر) کیوں میں نے اپنی باگ اس بادشاہ کے ہاتھ میں دے رکھی ہے -

چوں مرا ماہے بر آمد با لمع　　پس چرا باشم غبارے را تبع

ترجمہ: جب میرا (کمالات کا) ماہِ درخشاں طلوع ہو چکا ہے تو میں ایک غبار کا تابع کیوں ہوں -

آب در جوئے من ست و وقتِ ناز　　نازِ غیر از چہ کشم من بے نیاز

ترجمہ: (کمالات کا) پانی میری (ہستی کی) نہر میں (موجزن) ہے اور (میرے لیے یہ) فخر کا وقت ہے (پھر) میں (جو) بے نیاز (ہوں تو) دوسرے کی نازبرداری کیوں کروں -

سر چرا بندم چو دردِ سر نماند　　وقت روئے زرد و چشم تر نماند

ترجمہ: میں سر کیوں باندھوں جب دردِ سر نہیں رہا اور زرد چہرے اور پُر اشک آنکھ کا وقت نہیں رہا (یعنی جب امراض باطنی زائل ہو گئے. تو شیخ سے استفادہ کیوں کروں جو ان امراض کا علاج تھا)

چوں شکر لب گشتہ ام عارض قمر　　باز باید کرد دُکانِ دگر

ترجمہ: میں جب (حسین کمالات سے خود) شیریں لبوں والا اور چاند کے سے رخسار والا بن گیا ہوں تو دوسری دکان کھولنی چاہیئے (یعنی الگ مسند مشیخت بچھانی چاہیئے)

زیں منی چوں نفس زائیدن گرفت　　صد ہزاراں ژاژ خائیدن گرفت

لغات: منی خودی غرور من ضمیر متکلم کے ساتھ یائے مصدری شامل ہے۔ ژاژ خائیدن ژاژ ایک خاردار بوٹی کا نام ہے۔ ژاژ خائیدن کے معنی خاردار بوٹی چبانا جو کنایہ ہے بیہودہ بکنے سے۔

ترجمہ: جب (شہزادہ کا) نفس اس قسم کی غرور کی باتیں پیدا کرنے لگا تو اس نے (جی ہی جی میں) لاکھوں بیہودہ گوئیاں شروع کیں۔ (آگے مولانا فرماتے ہیں)

صد بیاباں زاں سوئے حرص و حسد تا بدانجا چشم بد ہم مے رسد

ترجمہ: حرص و حسد سے پرے اگر سو جنگل (بھی) ہوں (اور ان جنگلوں سے پرے کوئی صاحب کمال ہو تو وہاں تک بھی (اس کی) نظر بد پہنچ سکتی ہے۔

مطلب: نظر بد کا منشا حرص و حسد ہوتا ہے چنانچہ ایک شخص کا جاہ و منصب غیرت و فضیلت دوسرے کی نگاہ میں اسی لیے کھٹکتی ہے وہ ان خوبیوں کے لیے اس پر حسد کرتا ہے اور خود ان کو حاصل کرنے کی اسے حرص ہے۔ بعض اوقات محض کسی چیز کی پسندیدگی سے نظر بد اثر کر جاتی ہے۔ جیسے ماں باپ کی نظر اپنی اولاد پر یا کسی کی نظر خود اپنے آپ پر لگ جانا حالانکہ وہاں حرص اور حسد نہیں ہوتا۔ شہزادہ پر بھی خود اس کی اپنی نظر بد کارگر ہوئی تھی۔ یہاں حرص و حسد کا ذکر اس لیے کیا ہے۔ کہ اکثر نظر بد کا منشا یہی ہوتا ہے۔ خصوصاً جبکہ نظر والا اور نظر زدہ دو الگ شخص ہوں۔ اس لیے یہاں یہ کہا ہے کہ کوئی خوبی والا شخص خواہ کتنی ہی دور مسافت پر ہو۔ وہاں بھی نظر پہنچ کر اپنا اثر کرتی ہے۔ غرض شہزادہ کے دل میں یہ فضول خطرات گزرے تو:۔

بحر شہ کہ مرجع ہر آب اوست چوں نداند آنچہ اندر سیل و جوست

ترجمہ: (بادشاہ کشف سے اس پر مطلع ہو گیا کیونکہ) بادشاہ کا دریائے قلب) جو ہر (مرید کے) آب (ارادت) کا مرجع ہے اس (پانی) سے کیوں نہ آگاہ ہو جو سیل اور نہر میں (جاری) ہے۔

شاہ را دل درد کرد از فکر او ناسپاسی عطائے بکر او

ترجمہ: بادشاہ کے دل کو اس کے خیال سے تکلیف پہنچی (یعنی) اس کی عطائے جدید کی ناشکری (سے)

مطلب: فکر سے یا تو شاہزادہ کا وسوسہ مراد ہے جس کے کشف سے بادشاہ کا دل رنجیدہ ہوا یا خود بادشاہ کا خیال مراد ہے۔ جو اس کو شاہزادہ کے متعلق ہوا۔

گفت آخر اے خس واہی ادب ایں سزائے داد من بود اے عجب

ترجمہ: (تو) وہ (اپنے دل میں) کہنے لگا اے کمینے بے ادب تعجب ہے کہ آخر میری عطا کا یہی بدلہ تھا (جو تو نے دیا)

من چہ کردم با تو زیں گنج نفیس — تو چہ کردی با من از خوئے خسیس

ترجمہ: میں نے تو تیرے ساتھ اس (روحانی) نفیس خزانے (کی عطا) سے کیا (سلوک) کیا (بخلاف اس کے) تو نے (اپنی) بُری خصلت کے تقاضے سے میرے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔

من ترا ماہے نہادم در کنار — کہ غروبش نیست تا روزِ شمار

ترجمہ: میں نے تیری آغوش میں (انوارِ باطن کا) وہ چاند رکھ دیا جو قیامت تک غروب نہ ہوگا۔

در جزائے آں عطائے نورِ پاک — تو زدی در دیدۂ من خار و خاک

ترجمہ: اس نورِ پاک کے عطیہ کے عوض میں تو نے میری آنکھ میں خار و خاک جھونک دیا۔

من ترا بر چرخ گشتہ نردباں — تو شدہ در حربِ من تیر و کماں

ترجمہ: میں تو تیرے لیے آسمان پر (عروج کرنے کے لیے) زینہ بن گیا تو (الٹا) مجھ سے جنگ کرنے کے لیے تیر و کمان بن گیا۔ سعدیؒ

؎ کس نیاموخت علم تیر از من — کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد

دردِ غیرت آمد اندر شہ پدید — عکسِ دردِ شاہ اندر وے رسید

ترجمہ: (شہزادہ کی اس ناسپاسی و غداری سے) بادشاہ کے دل میں غیرت کا ایک درد پیدا ہوا (اور) بادشاہ کے درد کا عکس اس کے باطن میں پہنچا (اور اس کے اندر ضرر ظاہر ہوا)

مرغِ دولت در عتابش بر طپید — پردۂ آں گوشہ گشتہ بر درید

ترجمہ: (شہزادہ کے) اقبال کا پرندہ اس (شاہ) کے عتاب کے سبب سے تڑپنے لگا (جیسے جان توڑ رہا ہو۔ اور اس کی تڑپ نے) اس کنارہ گیر (شاہزادہ) کی پردہ دری کر دی۔

مطلب : شاہزادہ کی روحانیت یا تو بادشاہ کے فیوض سے مدارج عروج میں مائل بہ پرواز تھی یا یکبارگی وہ مرغ بسمل کی طرح جان توڑ کر رہ گئی۔ جس نے شاہزادہ سے فیوض سلب ہونے کا پردہ فاش کر دیا۔

چوں درونِ خود بدید آں خوش پسر　　　از سیہ کاریِ خود کردہ اثر

آں وظیفہ لطف و نعمت گم شدہ　　　خانۂ شادیِ او پُر غم شدہ

با خود آمد او ز مستیِ عقار　　　زاں گنہ گشتہ سرش خانہ خمار

ترکیب : پہلے دو شعروں کا مضمون شرط ہے تیسرا شعر اس کی جزا

ترجمہ : جب اس اچھے لڑکے نے اپنا باطن اپنی سیاہ کاری سے متاثر دیکھا (کہ) وہ لطف و نعمت کا روزینہ گم ہو گیا (اور) اس کی خوشی کا گھر پر غم ہو گیا۔ تو وہ شراب (غرور) کی مستی سے ہوش میں آیا (اور) اس گناہ سے اس کا سر پُر خمار ہو رہا تھا۔ آگے مولانا بطور عبرت فرماتے ہیں :-

ہر کہ خود بینی کند در راہِ دوست　　　مغز را بگذاشت کُلّی دید پوست

ترجمہ : جو شخص راہ محبوب میں خود بینی کرے اس نے مغز کو چھوڑ دیا اور بالکل چھلکے پر نظر کی (یعنی امور غیر حقیقیہ پر اس کی نظر محدود رہی اور حقیقت اس سے محجوب ہو گئی)

دشمنِ من در جہاں خود بین مباد　　　زانکہ از خود بین نیامد جز فساد

ترجمہ : (خود بینی تو وہ بدترین رذیلت ہے کہ خدا کرے) میرا کوئی دشمن بھی دنیا میں خود بین نہ ہو۔ کیونکہ خود بین سے سوائے خرابی کے کچھ نہیں بن پڑتا)

مے ازاں آمد حرام اندر جہاں　　　کہ خودی خود بین شوی اندر زماں

ترجمہ : شراب اسی لیے تو دنیا میں حرام ٹھیری ہے کہ تم اس کو پی کر فوراً خود بین ہو جاؤ گے۔

بہتر از خود در تصوّر نایدت　　　دیں ہمہ از نفسِ خود بین زایدت

ترجمہ: (پھر) تم کو اپنے سے بہتر کوئی تصور ہی نہیں آئیگا اور یہ سب (خود پسندی کی) باتیں تمہارے اندر نفس خود بین سے پیدا ہوتی ہیں)۔

مطلب: حرمت خمر کی یہ حکمت قرآن مجید سے مستنبط ہو سکتی ہے۔ اللہ فرماتا ہے انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر الآیہ اور عداوت و بغضاء کا منشا اکثر خود بینی ہے کہ اپنے کو اوروں سے زیادہ مال کا مستحق سمجھے یا جاہ کا (کلید) آگے ایک شبہ کا جواب ہے وہ شبہ یہ ہے کہ بعض اوقات اہل اللہ سے بھی کلمات موہمہ عجب و دعویٰ خواہ از قبیل شطحیات یا کسی خاص کے خطاب میں صادر ہوتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ جواب دیتے ہیں کہ منشا دعوے کا ہمیشہ مستی ہوتی ہے۔ لیکن تم اپنی مستی کبر و غرور پرانی کی مستی حال یا مستی غیرت دین کو قیاس مت کرو دونوں میں بڑا فرق ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

ہر کہ با خود مے خورد با خود ست — اینچنیں میخواز خوار و مرتد ست

ترجمہ: جو شخص اپنی (خودی کے) ساتھ (انانیت کی) شراب پیتا ہے وہ بے خود ہے۔ ایسا شراب خوار ذلیل اور (طریقت کا) مرتد ہے (جس طرح شہزادہ شیخ سے برگشتہ ہو کر مرتد طریقت ہو گیا)

ہر کہ با او مے خورد بادش حلال — وانکہ بے او دم زند بادش وبال

ترجمہ (اور) جو شخص اس (محبوب حقیقی) کے ساتھ (انانیت کا) شراب پیتا ہے۔ اس کو حلال ہے اور جو شخص اس (کی معیت) کے بدوں (انانیت کا) دعوے کرے۔ اس کے لیے وبال ہے (مطلب یہ کہ اہل اللہ کا دعوے نفس سے نہیں ہوتا بلکہ وہ ناطق بالحق ہوتے ہیں)

چونکہ با او مے خورد از جام ہو — چشم بکشایم ببینم روے او

ترجمہ: جب وہ اس (کی معیت) کے ساتھ جام حق سے (انانیت کی) شراب پیتا ہے (تو وہ بزبان حال یوں کہہ رہا ہے کہ) میں آنکھ کھولتا ہوں (اور) اس (محبوب) کا جمال دیکھتا ہوں (یعنی تجلیات کا مورد ہو جاتا ہوں)

بعد ازاں از خود بکلی بگسلم — ہم ز مے خوردن شود ایں حاصلم

ترجمہ: اس کے بعد میں اپنے آپ سے بالکل منقطع ہو جاتا ہوں (اور انانیت کی) شراب پینے سے مجھے یہ ثمرہ ملتا ہے (یعنی میرے دعوے انانیت کا حاصل یہ ہے

کہ ہیں مورد تجلیات اور فانی ہوگیا - آگے اس مرتبہ کی ترغیب دیتے ہیں)

ایکہ میخواہی کہ از خود بگسلی تا کے اندر بند ایں جان و دلی

ترجمہ: اے (طالب) جو اپنے آپ سے قطع تعلق کرنا چاہتا ہے. تو کب تک اس جان و دل کی قید میں ہے۔

جاں بجاناں واگزار اے جانِ من تا بہ بینی یارِ دل رنجانِ من

لغات: دل رنجان دل کو رنج پہنچانے والا - دکھ دینے والا یعنی اپنے عشق میں مبتلا کرنے والا -

ترجمہ: پیارے (اپنی) جان محبوب کو سپرد کردے تاکہ تو میرے یار دل آزار کا جمال دیکھے۔

دِل بدِلدارے دہ و آزاد شَو غمخوارِ او باش وازوے شاد شَو

ترجمہ: دل (اپنے) دلدار کو دیدے اور آزاد ہوجا. اس کا غم کھایا کر اور اس سے خوش رہ (حاصل یہ کہ حق کا مطیع و منقاد بدرجہ فنا ہوجا آگے فرماتے ہیں کہ نفس کی اطاعت نہ کر)

نفس خود بر خود مگرداں چیر تو زُود اورا باز گیر از شیرِ تو

ترجمہ: اپنے نفس کو اپنے اوپر غالب نہ کر (اور) جلدی اس کو (لذات دینویہ کے) دودھ سے علیحدہ کر۔

مطلب: جس طرح بچہ دودھ پی کر نشوونما پاتا ہے اسی طرح نفس لذات دینویہ سے قوت پکڑتا ہے - اس کو ان لذات سے علیحدہ کردو تاکہ قوت پاکر تم پر غالب نہ ہوجائے آگے یہ فرماتے ہیں کہ دودھ سے مراد وہ اشیاء ہیں جن سے خود بینی کی مستی پیدا ہو خواہ وہ اشیاء مباح ہوں جیسے شیر و شہد یا غیر مباح جیسے خمر - سب کو چھوڑو یعنی پہلی اشیاء میں انہماک چھوڑ دو اور دوسری کو مطلقاً ترک کردو:-

ہر چہ ہست آں مستیے دارد یقین خواہ شیر و خواہ خمر و انگبین

ترجمہ: جو چیز (مرغوبات نفس کی قسم سے) ہے وہ یقیناً کچھ نہ کچھ مستی رکھتی ہے خواہ (وہ) دودھ (ہو) یا شراب (ہو) اور (یا) شہد (ہو)

مستیِ گندم بداں اے آدمی کہ بگرداں آدمے را اعجمی

ترجمہ: (چنانچہ) اے آدمی یہ سمجھ لے کہ گیہوں کی مستی نے اُن آدم علیہ السلام کو (جو مسجود ملائکہ تھے) ناواقف بنا دیا (آدمے مصرعہ ثانیہ بیاں مجہول ہے اور یہ یائے تفخیم ہے)

خورد گندم حُلّہ زو بیروں شدہ خُلد بروے بادیہ و ہاموں شدہ

ترجمہ: (جونہی) اُنہوں نے گیہوں کا دانہ کھایا تو (بہشتی) لباس ان سے دُور ہو گیا اور بہشت ان کے لیے وشت و صحرا بن گیا۔ آگے پھر شہزادہ کی حالت زار کا ذکر ہے۔

دیدکاں شربت ورا بیمار کرد زہر آں ما و منی ہا کار کرد

ترجمہ: اس (شہزادہ) نے دیکھا کہ اس (خود بینی و غرور کے لذیذ) شربت نے اس کو بیمار کیا ہے۔ اسی خودی و انانیت کا زہر (اپنا) کام کر گیا۔

جانِ چُوں طاؤس در گلزار ناز ہمچُو جُغدے شُد بویرانہ مجاز

ترجمہ: اس کی روح جو (عالم علوی کے تعلق کی بدولت) گویا گلزار ناز میں ایک طاؤس تھی (اب دنیا کے) مجازی ویرانہ کا ایک اُلّو بن کر رہ گئی (یعنی وہ ترقی روحانی سے محروم ہو کر تنزل کے گڑھے میں گر گیا)

ہمچو آدم دُور ماند او از بہشت در زمیں میراند گاوے بہر کشت

ترجمہ: وہ آدم علیہ السلام کی طرح بہشت سے دور رہ گیا۔ جو زمین میں کھیتی کے لیے بیل کو چلاتے تھے (مطلب یہ کہ وہ کیفیات روحانیہ سے علائق جسمانیہ میں آگرا)

اشک میراند او کہ اے ہندوے زاد شیر را کردی اسیرِ دُمّ گاؤ

لغات: ہندو بمحاورہ فارسیاں میں بمعنی دزد و رہزن و غلام مستعمل ہے (غیاث) زاد معمار۔ قوی (غیاث) یہاں دونوں معنی چسپاں ہو سکتے ہیں۔

ترجمہ: وہ آنسو بہاتا (اور اپنے نفس سے کہتا تھا) کہ اے قوی چور تو نے (مجھ جیسے) شیر کو دم گاؤ کا قیدی کر دیا۔

مطلب: دم گاؤ کا قیدی کرنا کنایہ ہے علائق جسمانیہ میں مقید کرنے سے کیونکہ کھیتی باڑی کا کام عام جسمانیت کے بڑے کاروبار سے ہے اور کاشتکار جب ہل چلاتا ہے۔ بیل کی دم اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ نفس کو چور بدن پر اعتبار کہاں کہ وہ انسان کے وجود میں پنہاں ہے۔ اگر زاد بمعنی معمار ہو۔ تو اس سے یہ مقصد

ہوگا کہ اُس نے شہزادہ کے دل میں خیالات فاسد کی ایک بے بنیاد تعمیر بنا کھڑی کی۔

کردہ اے نفسِ بد باردنفس بے حفاظی باشہِ فریادرس

لغات: باردنفس ٹھنڈے سانس والا ۔ مراد سرد مہر۔ بے مروت بے حفاظی حفظ مراتب نہ کر

ترجمہ: اے بُرے (اور بے مروت نفس تو نے (مجھ جیسے) شاہ فریادرس کے کے ساتھ حفظ حق (کا سلوک) نہ کیا۔

دام بگزیدی زحرصِ گندمے بر تو شد ہر گندمِ او کژدمے

ترجمہ: تو نے (لذات دنیا کے) گیہوں کی حرص سے (حرماں کے) جال (میں پڑنا) اختیار کیا تھا کہ تجھ پر گیہوں کا ہر دانہ بچھو بن گیا۔

درسرت آمد ہوائے ما و من مقیدبیں برپائے خود پنجاہ من

ترجمہ: تیرے سر میں خودی و انانیت کی ہوا سماگئی (اب اس کی پاداش میں) اپنے پاؤں پر پچاس سیر (یعنی سو امن کی زنجیر پڑی ہوئی) دیکھ لے (یعنی تیری رفتار ترقی رُک گئی کیونکہ پابزنجیر آدمی چل نہیں سکتا)

نوحہ مے کرد ایں نمط بر جانِ خویش کہ چرا گشتم ضدِ سلطانِ خویش

ترجمہ: (غرض) وہ اسی طرح اپنی جان پر نوحہ کر رہا تھا۔ کہ میں اپنے بادشاہ کے خلاف کیوں ہو گیا۔

آمد او باخویش و استغفار کرد باانابت چیزِ دیگر یار کرد

ترجمہ:- وہ (غرور کے نشے سے اب) ہوش میں آیا اور (اپنے گناہ سے) استغفار کی اور توبہ کے ساتھ ایک اور چیز بھی شامل کی (چیزے دیگر سے مراد یا تو اعمال حسنہ ہیں یا اپنے قصور کا اعتراف۔ بحرالعلوم۔ آگے مولانا فرماتے ہیں)

درد، کاں از وحشتِ ایماں بود۔ رحم کن کاں درد بے درماں بود

ترجمہ: جو درد ایمان کی وحشت سے ہو۔ (اے مخاطب اس پر) رحم کر کیونکہ وہ درد لاعلاج ہوتا ہے۔

مطلب: ایمان سے مراد ایمان کامل یعنے عرفان و فیضان اور وحشت سے مراد وہ وحشت ہے جو اس ایمان کے مقدمہ میں یعنی اس عرفان و فیضان کے سلب سے

عارضی ہوتی ہے اور یہ وحشت اس قدر شدید ہوتی ہے کہ اگر کوئی شیخ کامل فوراً دستگیری نہ کرے تو اختلاف طبائع سے کبھی تو غم خفیف ہو کر حجاب شدید ہوتا چلا جاتا ہے ۔ حتےٰ کہ بعضوں نے ایمان ہی کو جواب دے دیا نعوذ باللہ من الحود العد الکود ۔ حجاب کا اول مرتبہ اعراض اور آخر مرتبہ عداوت ہے اور کبھی نزاع ضعیف نہیں ہوتا تو خودکشی کی نوبت آجاتی ہے اور علاج اس کا عرف شیخ کامل کی تدبیر مناسب ہے (کلید) غرور کمال کے بیان کے بعد آپ غرور مال کا ذکر فرماتے ہیں :-

مر بشر را خود مبا جامہ درست ۔۔۔ چوں رہید از صبر در حیں صدر جست

لغات : مبا مخفف مباد ۔ در حین فوراً صدر نشست کی پر عزت جگہ

ترجمہ : آدمی (کے سامان) کا جامہ درست نہ ہو (تو اچھا ہے ۔ کیونکہ) جہاں وہ (تنگدستی کے) صبر سے چھوٹا تو فوراً (آسودگی پاتے ہی) صدر (کی جگہ) کا طالب ہوا کما قیل ؎

نشہ دولت کا کسی شخص کو جس آن چڑھا ۔ سر پہ شیطان کے اک اور ہی شیطان چڑھا

مر بشر را پنجہ و ناخن مباد ۔۔۔ کو نہ دیں اندیشد آنگہ نے سداد

ترجمہ : آدمی کے پاس تو (قوت کا) پنجہ اور ناخن ہی نہ ہو (تو بہتر ہے) کیونکہ اس وقت وہ نہ دین کا لحاظ رکھتا ہے نہ راست روی کا دیکھنے نا مذہباً برائیوں سے بچتا ہے نا اخلاقاً) کما قیل ؎

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجہ جنوں ۔ رکھ دے گا ورنہ شرم کے بخیے ادھیڑ کر

آدمی اندر بلا کشتہ بہ است ۔۔۔ نفس کافر نعمت ست و گمرہ است

ترجمہ : آدمی (کسی نہ کسی) مصیبت میں مبتلا ہوا اچھا ہے (کیونکہ فراغت کی حالت میں اس کا نفس کافر نعمت اور گمراہ (ہو جاتا) ہے

نفس کافر خود ہمے نہ ہدا ماں ۔۔۔ گشتہ طاغی چونکہ فارغ شد زماں

ترجمہ : ناشکرا نفس یوں بھی چین (سے بیٹھنے) نہیں دیتا (پھر جب) روزی سے فارغ البال ہوا تو (اور بھی) سرکش ہو جاتا ہے ۔

آدمی خود مبتلا بہتر بود ۔۔۔ زانکہ زار و عاجز و مضطر بود

ترجمہ : آدمی تو (فقر و محتاجی میں) مبتلا ہی اچھا ہے ۔ کیونکہ اس وقت وہ کمزور

سب احوال باطنی کی صورت

متنوع شرحاً کمالی

گر نہ کوئی ... شرح ہے

اور عاجز اور مجبور رہتا ہے۔
مطلب: فراغت و رفاہیت کے سامان کی کثرت انسان کو خدا سے باغی وطاغی بنادیتی ہے کما قیل ؎
نشۂ دولت کا کسی شخص کو جس آن چڑھا سر پہ شیطان کے اک اور ہی شیطان چڑھا
جیسے آگے نمرود کا قصہ آتا ہے کہ اُس کی دولت و حکومت باعث طغیان و کفران ہوگئی۔ اسی کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰھٖمَ فِیْ رَبِّہٖٓ اَنْ اٰتٰہُ اللّٰہُ الْمُلْکَ ۘ (اے پیغمبر) کیا تم نے اس شخص (کے حال) پر نظر نہیں کی جو صرف اس وجہ سے کہ خدا نے اس کو سلطنت دے رکھی تھی (شیخی میں آکر) ابراہیم ؑ سے ان کے پروردگار کے بارے میں لگا حجت کرنے (البقرہ ع ۳۵)

خطاب حق تعالیٰ بعزرائیل علیہ السلام کہ ترا رحم بر کہ بیشتر آمد

حق تعالیٰ کا عزرائیل علیہ السلام سے خطاب فرمانا کہ تم کو اس مخلوق میں سے جن کی

ازیں خلائق کہ قبض کردی جانِ ایشاں را و جواب دادن او

جان تم نے قبض کی ہے۔ کس پر رحم زیادہ آیا اور ان کا جواب دادن او

حق بعزرائیل مے گفت اے نقیب ۔ بر کہ رحم آمد ترا از ہر کئیب

ترجمہ: حق تعالیٰ نے عزرائیل سے فرمایا اے سردار تم کو تمام غمزدوں میں سے کس پر رحم آیا

گفت بر جملہ دلم سوزد بدرد ۔ لیکن ترسم امر را اہمال کرد

ترجمہ: اُنھوں نے عرض کیا سب پر میرا دل درد سے سوختہ ہوتا ہے۔ لیکن میں حکم (کی بجا آوری) میں کوتاہی کرتے ہوئے ڈرتا ہوں۔

تا بگویم کاشکے یزداں مرا ۔ در عوض قرباں کند بہر فتا

ترجمہ: یہاں تک کہ میں کہنے لگتا ہوں کہ کاش حق تعالیٰ مجھ کو (اس) جوان (متوفی) کے عوض میں قربان کردے۔

گفت بر کہ بیشتر رحم آمدت ۔ از کہ دل پُرسوز و بریاں تر شدت

ترجمہ: فرمایا تم کو سب سے زیادہ رحم کس پر آیا۔ کس شخص سے تمہارا دل زیادہ پرسوز و بریاں ہوا

گفت روزے کشتئے بر موج تیز مے شکستم زامر تا شد ریز ریز

ترجمہ: اُنہوں نے عرض کیا ایک دن میں نے حکم پاکر ایک کشتی توڑی (جو) تیز موج پر جا رہی تھی) یہاں تک کہ وہ ریزہ ریزہ ہوگئی

پس بگفتی قبض کن جان ہمہ جز زنے و طفلکے را زاں رمہ

ترجمہ: تو آپ نے حکم دیا کہ اس جماعت میں سے ایک عورت اور (اس کے) بچے کے سوا (باقی) سب کی جان قبض کرلے

ہر دو بر یک تختۂ درماندند تختہ را آں موجہا مے راندند

ترجمہ: دونوں (ماں بیٹا) ایک تختہ پر رہ گئے (اور) تختے کو (پانی کی) موجیں بہائے لیے جا رہی تھیں

چوں بساحل اوفگند آں تختہ باد از خلاصِ ہر دو اَم دِل گشت شاد

لغات: اوفگند افگند۔ الف مضموم کے اشباغ سے اوفگند ہوگیا۔ اَم ضمیر متکلم بمعنے من جو دل کا مضاف الیہ مقدم ہے۔ یعنی دل من یا دلم

ترجمہ: جب ہوانے اس تختہ کو دریا کے کنارہ پر لا ڈالا۔ تو (ان) کی نجات سے میرا دل خوش ہُوا۔

باز گفتی جانِ مادر قبض کن طفل را بگذار تنہا زامر کن

ترجمہ: پھر آپ نے فرمایا کہ امرکن سے ماں کی جان قبض کرلے (اور) بچے کو اکیلا چھوڑ دے۔

چوں زمادر بگسلیدم طفل را خود تو مے دانی چہ تلخ آمد مرا

ترجمہ: جب میں نے بچے کو ماں سے جُدا کیا تو آپ خود جانتے ہیں کہ مجھے یہ کس قدر تلخ معلوم ہُوا۔

پس بدیدم دردِ ماتمہائے زفت تلخیِ آں طفل از فکرم نرفت

ترجمہ: تو میں نے (ماں کی جان قبض کرتے وقت اپنے دل میں) ایک درد اور سخت ماتم دیکھے (اور) اس بچے (کی تنہائی) کی تلخی میرے خیال سے دُور نہیں ہوئی۔

گفت حق آں طفل را از فضل خویش موج را گفتم فگن در بیشہ ایش

لغات: در بیشہ ایش بمعنے در یکے بیشہ اُورا۔ بیشہ کے آخر میں جو ہمزہ علامت یائے تنکیر ہے اس ہمزہ بمعنی یار کو شین ضمیر معنوی کے ساتھ ملحق کر دیا گیا۔

ترجمہ: حق تعالیٰ نے فرمایا (لو تم اب اس بچّے کے کرتوت سُن لو) ہم نے اپنے فضل سے اس بچّے کے لیے موج کو حکم دے دیا کہ اسے ایک جنگل میں ڈال دے۔

مطلب: بعض اوقات دریا یا سمندر کے پانی کی موج جب زور کے ساتھ آتی ہے تو ساحل سے میل میل تک یا اس سے بھی زیادہ دور خشکی کی طرف نکل جاتی ہے۔ اور جب وہ موج اپنے اوپر تیرنے والی چیز کو خشکی میں ڈال کر واپس چلی جاتی ہے تو وہ چیز اپنے آپ کو سمندر سے میلوں دور کسی جنگل میں پاتی ہے۔ اسی طرح بحکم حق یہ بچہ دریا سے جنگل میں پہنچا۔ سیاق بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت عزرائیل اس بچے کی ماں کی روح کو قبض کر کے ان سے جدا ہو گئے اور بچے کی بے مادری کا درد اپنے دل میں لے گئے۔ مدت مدید کے بعد جناب باری تعالیٰ سے ان کو خطاب ہوا کہ تم کو قبض ارواح میں کس دردمند پر زیادہ رحم کس پر آیا ہے۔ تو اس بے مادر بچے کا قصہ عرض کیا تو حق تعالےٰ نے اس بچے کا باقی ماندہ حال ارشاد فرمایا۔ جس کا مفاد یہ ہے کہ تم کو تو اس بچہ پر اس قدر رحم آرہا ہے۔ مگر دیکھو وہ بڑا ہو کر سرکش اور کیسا باغی و نافرمان نکلا۔ لو سنو ہم نے اپنی قدرت سے اس کو ایک جنگل میں پہنچا دیا تھا۔

بیشۂ پُر سوسن و ریحان و گل پُر درختِ میوہ دار و خوش اُکُل

لغات: اکل بضم الف میوہ (غیاث)

ترجمہ: (وہ ایک) ایسا جنگل (تھا) جو سوسن اور ریحان اور گل سے پُر تھا اور میوہ دار درختوں اور اچھے میووں سے پُر تھا۔

چشمہائے آبِ شیریں زلال پروریدم طفل را با صد دلال

ترجمہ: (اور اس میں) خالص آبِ شیریں کے چشمے (تھے غرض) میں نے (اس) طفل کو (وہاں) سو ناز سے پرورش کیا (یہ بچہ شیر خوار تھا۔ حق تعالیٰ کی قدرت سے ایک جانور اس کو دودھ پلانے پر مامور ہو گیا۔ جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ پھر جب ذرا بڑا ہوا تو یہ لذیذ میوے کھانے اور شیریں پانی پینے لگ گیا ہو گا: یہاں حق تعالےٰ اس ناز و نعمت کا ذکر فرماتا ہے جس میں اس بچے کی پرورش ہوئی:-

صد ہزاراں مرغ مُطرب خوش صدا۔ اندراں روضہ فگندہ صد نوا

ترجمہ: لاکھوں طرب انگیز و خوش آواز پرندوں نے اس باغ میں سینکڑوں چہچہے بلند کر رکھے تھے۔

بسترش کردم ز برگِ نسترن کردم اورا ایمن از صدمہ فتن

ترجمہ: میں نے نسترن کے پتوں سے اس کا بستر بنایا (اور) اس کو فتنوں کے آسیب سے امن میں رکھا۔

گفتہ من خورشید را کورا مگز باد را گفتہ برو آہستہ وز

لغات: مگز فعل نہی از گزیدن بمعنے لدغ وز فعل امراز وزیدن۔
ترجمہ: میں نے سورج کو حکم دیا کہ اس کو (اپنی دھوپ کی تیزی سے) مت کاٹ اور ہوا کو حکم دیا کہ اس پر آہستہ (آہستہ) چل

ابر را گفتہ برو باراں مریز برق را گفتہ برو مگرائے تیز

لغات: مگرائے صیغہ نہی ہے گرائیدن بمعنے مائل شدن ہے۔
ترجمہ: بادل کو حکم دیا کہ اس پر مینہ مت برسا۔ برق کو حکم دیا کہ اس پر تیزی سے مت جھک۔
مطلب: بادل کو برسنے سے مطلقاً منع کرنا مراد نہیں۔ کیونکہ بارش کے بغیر تو سبزہ زار کی سرسبزی و تازگی ہی ممکن نہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کے سرپر برس کر باعث پریشانی نہ ہو۔ جب وہ کسی پناہ میں ہو تو پھر برسے۔ برق سے بجلی کی چمک مراد ہے یعنی ایسی تیزی سے مت چمکے جس سے اس کی آنکھوں کو تکلیف پہنچے

زیں چمن اے دَے مبر آں اعتدال پنجہ اے بہمن بریں روضہ ممال

لغات: دَے ماگھ کا مہینہ جس میں شدت کی سردی پڑتی ہے یہی خزاں کا موسم ہے جبکہ درختوں کے پتے مرجھا کر گر پڑتے ہیں۔ بہمن پھاگن کا مہینہ جو خزاں سے متصل ہے۔
ترجمہ: (اور موسم کو حکم دیا کہ) اے خزاں کے موسم اس چمن سے وہ اعتدال جو ایام بہار میں ہوتا ہے)۔ زائل نہ کر اور اے بہمن کے مہینے اس باغ پر ہاتھ مت پھیر۔
مطلب: آفتاب ہوا۔ ابر۔ برق موسم خزاں اور ایام سرما وغیرہ تمام عناصر اور دیگر کائنات خدا کے حکم سے اس بچے کے ساتھ خوشگوار سلوک کرتی تھی۔ آگے

اس کی تائید میں دو قصے ارشاد ہیں ایک یہ ذکر ہے۔ کہ بھیڑیوں نے ایک ولی کا لحاظ رکھا دوسرے میں یہ بیان ہے کہ ہوا نے ایک نبی کے حق میں رعایت کی یہی دونوں قصے پہلے دفتر میں بھی درج ہیں

کراماتِ شیخ شیبان راعی قدس اللہ سرہٗ

شیخ شیبان راعی قدس اللہ سرہٗ کی کرامات

ہمچو آں شیباں کہ از گرگ عنید وقتِ جمعہ بر رعا خط مے کشید

لغات: عنید سرکش۔ ستیزہ کار۔ لڑاکا (غیاث) رعا بکسر را رگلہ گوسفنداں (غیاث)

ترجمہ: جیسے وہ شیبان جو سرکش بھیڑیے کے خطرہ سے جمعہ کے وقت (جبکہ ان کو نماز کے لیے شہر میں نماز کے لیے جانا ہوتا تھا) بکریوں کے گلے کے گرد خط کھینچ دیتے۔

تا بروں نایدازاں خط گوسپند نے درآید گرگ و دزدِ با گزند

ترجمہ: تاکہ اس خط سے کوئی بکری باہر نہ نکلے۔ نہ کوئی بھیڑیا اور کوئی نقصان رساں چور داخل ہو۔

برمثالِ دائرہ تعویذ ہودؑ کاندراں صرصرامانِ آل بود

ترجمہ: حضرت ہود علیہ السلام کے دائرہ حصار کی مانند کہ اس صرصر (عذاب) میں (جس سے قوم عاد ہلاک ہو رہی تھی) وہ حصار حضرت ہودؑ کی) امت (مومنہ) کے لیے امن تھا۔

ہشت روزے اندریں خط تن زنید وز بروں مُثلہ تماشا مے کنید

لغات: تن زدن خاموش رہنا۔ مُثلہ بضم میم ناک کان کاٹنا۔ بعض کتابوں میں اس کے معنی کٹے ہوئے اعضا کھچی ہوئی کھال اور نوچے ہوئے بالوں کے لکھے ہیں (غیاث) یہاں دوسرے معنے ملحوظ ہیں

ترجمہ: (اور حصار کے اندر والوں کو حکم ہوا کہ) اس خط کے اندر آٹھ دن تک خاموش (بیٹھے) رہو اور باہر سے (قوم عاد کی) دھجیاں بکھرنے کا تماشا دیکھتے جاؤ۔

بر ہوا بردے فگندے بر حجر تا دریدے لحم و عظم از ہمدگر

ترجمہ: (چنانچہ باد تند ان لوگوں کو) خلا میں (اٹھا) لے جاتی (اور پتھر پہ دے مارتی - یہاں تک کہ (ان کا) گوشت اور ہڈیاں بکھر جاتیں -

یک گرُہ را بر ہوا بر ہم زدے تا چو خشخاش استخواں ریزہ شدے

ترجمہ: ایک جماعت کو وہ (باد تند) خلا میں (لے جاکر) آپس میں ٹکرا دیتی یہاں تک کہ (ان کی) ہڈیاں خشخاش کی طرح ریزہ ریزہ ہو جاتیں -

آں سیاست را کہ لرزید آسمان مثنوی اندر نگنجد شرح آں

ترجمہ: (آہ!) اس (دردناک) سزا (کے بیان) کی مثنوی میں گنجائش نہیں جس (کے ذکر) سے آسمان بھی کانپ اٹھتا ہے (آگے اہل طبیعیات کی تردید ہے جو عناصر کے اس قسم کے افعال کو لازم ذات کہتے ہیں)

گر بطبع ایں مے کنی اے بادِ سرد گردِ خطِّ دائرہ آں ہُود گرد

ترجمہ: اے ٹھنڈی ہوا! اگر تو (قوم عاد کے ساتھ) یہ (ہولناک سلوک خدا کے حکم سے نہیں بلکہ) اپنی طبیعت (کے مقتضا) سے کرتی ہے - تو ذرا حضرت ہود علیہ السلام کے (کھینچے ہوئے) خط دائرہ کے گرد تو گھوم کر دکھا)

مطلب: ہوا اس دائرہ کے قریب پہنچ کر نرم ہو جاتی تھی. اگر ہوا کا وہ فعل جو قوم عاد کے ساتھ کر رہی تھی طبیعی ہوتا تو دائرہ کے پاس بھی وہی فعل کر سکتی - کیونکہ دونوں جگہ اس کی طبیعت یکساں تھی. اس سے ظاہر ہے کہ اس کا یہ فعل طبعی نہیں بلکہ قسری او بامر خداوندی تھا. جس سے ایک قوم کو ہلاک کرنا اور ایک جماعت کو محفوظ رکھنا منظور تھا. یہاں بظاہر ہوا سے خطاب ہے. مگر روئے سخن طبیعی کی طرف ہے -

ور بحرص ایں مے کند گرگِ نژند - گو بیا در خطِ راعی کُن گزند

لغات: نژند بکسر نون و فتح زا، فارسی اندوگیں و پست و خشمگیں (غیاث)

ترجمہ: اور (اسی طرح) اگر ایک غضبناک بھیڑیا (عام بکریوں کے ساتھ) یہ (چیر پھاڑ) کا سلوک گوشت (کی) حرص سے کرتا ہے تو اس سے کہو کہ آ اور (شبان) راعی کے خط میں (داخل ہو کر بھی) نقصان پہنچا -

اے طبیعی فوقِ طبع ایں مُلک بیں یا بیا و محو کُن از مُصحَف ایں

ترجمہ: اسے طبعی! (مقتضیات) طبع (کا جو سبق تو نے رٹ رکھا ہے اس) سے

معجزاتِ انبیاء علیہم السلام اور اہلِ طبیعیات کے نظریہ کی تردید

بالا یہ (قدرت خدا کی) عملداری دیکھ (کہ تمام کائنات کے افعال و آثار طبع سے
نہیں بلکہ حکم الٰہی سے وابستہ ہیں) یا آ اور قرآن مجید سے اس قصہ کو محو کر دے
مطلب: یعنی اس طبیعی اپنے طبعیات کے خبط سے نکل کر قدرت کے کارخانہ
کا مشاہدہ کرو ورنہ قرآن کے اس قصہ کا جواب دو جس میں ہوا کے بامر حق کام کرنے کا
ذکر ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا (حم السجدہ ع ۲) جس سے
ثابت ہوتا ہے ہوا کا عاد کے ساتھ یہ سلوک بامر حق تھا۔ جس نے اسے اسی لیے
اس کو قوم عاد کی طرف بھیجا تھا۔ طبعاً نہ تھا۔ حضرت ہود ؑ کے دائرہ خط کا ذکر اگرچہ
قرآن مجید میں صراحتاً نہیں ہے۔ مگر باد صرصر کی اس تباہ کاری میں ان کا اپنے متعلقین
سمیت سلامت رہنا تو مسلم ہے۔ پس ہوا کا ان کو گزند نہ پہنچانا بھی بامر حق ہوا
ورنہ ہوا کا طبیعی فعل عام ہونا چاہیئے تھا۔ اس میں عاد اور ہود ؑ کا فرق کیوں ملحوظ
رہا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُودًا وَّالَّذِينَ آمَنُوا
مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا (ہود ع ۵) پس ہوا کا ایک گروہ کو تباہ کر دینا اور ایک جماعت
کا بال بیکا نہ کرنا طبیعی کے خلاف کافی حجت ہے۔ جو دائرہ کے ثبوت پر موقوف نہیں
غرض طبیعی کو کہتے ہیں کہ یا قرآن مجید سے اس قصہ کو محو کر دے:-

مقریاں را منع کن بندے بنہ ۔ یا معلم را بمال و سہم دہ

ترجمہ: (اور) قرات والوں کو (قرآن پڑھنے سے) منع کر دے (اور ان کے) بیڑی
ڈال دے، یا قرآن پڑھانے والے کی گوشمالی کر اور (اُسے) خوف دلا۔
مطلب: مولانا فلسفی طبیعی کو الزاماً کہتے ہیں۔ اگر تم مقتضائے طبع کے عقیدہ
سے باہر نہیں جا سکتے تو قرآن مجید کے اس سچے واقعہ کا کیا جواب دو گے جس میں ہوا
نے خلاف طبع کام کیا ہے۔ اگر کچھ اور بس نہیں چلتا تو قرآن کے اس جمال کو جو
تمہارے لیے سوہان روح بن رہا ہے محو کر دو یا پڑھنے پڑھانے والوں کو مقید کر لو
تاکہ تمہارے خلاف اس کی حجیت کا سلسلہ بند ہو جائے اور یہ تمہارا ناطقہ بند کرنے
والے تاریخی حالات نگاہوں کے سامنے نہ آئیں۔

عاجزی وخیرہ کایں عجز از کجاست ۔ عجز تو دانی ازاں روز جزاست

ترجمہ: (مگر) تو (محو قرآن سے) عاجز ہے اور (ساتھ ہی) حیرانی (بھی) ہے کہ یہ
عجز کہاں سے (پیدا ہوا) ہے۔ یاد رکھ تیرا عجز اس روز قیامت (کی تاثیرات پیشین)
سے ہے (جس میں تمام کائنات عاجز و بے بس ہو گی)
مطلب: قرآن مجید کی آیات و بیانات کو محو کرنے کا خیال باطل تو کون کر سکتا
ہے۔ جبکہ خود خداوند تعالیٰ اس کا محافظ ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ

لحافظون ٥ البتہ طبیعی کو یہ حیرت ہے کہ یہ محو کیوں نہیں ہوتا۔ طول زمان گردش دوران تقلب احوال۔ تبدل روزگار۔ انقلاب دول۔ انقراض امم وغیرہ صدہا تغیرات ہیں۔ جو بڑی سے بڑی اشیاء کو محو کر دیتے ہیں۔ زبانیں کچھ سے کچھ ہو جاتی ہیں۔ مراسم کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ تمدن و معاشرت کا رنگ بدل جاتا ہے اور ان تغیرات کا طبعی خاصہ ہے کہ اپنے ساتھ ماحول کی اشیاء کو ملیامیٹ کر دیں مگر قرآن مجید کے ایک حرف تک میں اب تک کوئی فرق نہیں آیا۔ طبیعی متحیر ہے کہ گردش زمانہ نے جہاں اپنی طبعی تاثیر سے لیل و نہار کو بدل ڈالا قرآن مجید کے بارہ میں اس کا طبعی خاصہ کیا ہوا وہ نہ صرف قرآن کو محو کرنے سے ہی عاجز ہے۔ بلکہ گردش زمانہ سے اس کے محو نہ ہونے کی وجہ سمجھنے سے بھی عاجز ہے مولانا فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز تمام مخلوق حکم حق کے آگے عاجز و بے بس ہوگی تیری یہ عاجزی اور بے بسی اسی عاجزی کا اثر پیشین ہے جو قبل از وقت دین میں نمودار ہو رہی ہے۔ صاحب کلید مثنوی نے دوسرے مصرعہ میں کچھ اشکال محسوس کر کے لکھا ہے کہ روز جزاء سے مراد مالک روز جزا ہے۔ یعنی تیرا عجز خدا کی طرف سے ہے۔ مگر یہ سراسر تکلف اور اصل الفاظ میں بے بنیاد تصرف ہے۔ ہم نے جو تشریح اس مصرعہ کی ہے اس کی تائید منہج القوی سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں یہ مصرعہ یوں لکھا ہے۔ "عجز تو تابے ازاں روزِ جزاست" اور اس کا ترجمہ لکھا ہے۔ عجزک من یوم الجزاء۔ غیاث میں تاب کے معنے طاقت و توانائی اور رونق اور روشنی کے لکھے ہیں۔ بس مطلب ظاہر ہے کہ اے طبیعی تیرا یہ عجز اسی عجز کی ایک چمک اور پرتو ہے جو قیامت کے روز تمام مخلوق پر حاوی ہوگا۔ قلمی نسخے میں یہ شعر یوں درج ہے:

؎ عاجزی و حیرہ لیکن از کجاست　　　عجز تو تابے ازاں روز جزاست

اور اس کے حاشیے پر تابے کا بدل عکس لکھا ہے۔ معلوم نہیں کہ یہ اس لفظ کی توضیح کی ہے یا کوئی اور نسخہ ظاہر کیا ہے۔ بہرکیف ان سب شہادات سے ہمارے اختیار کردہ مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ آگے قیامت کے عجز کا ذکر ہے:-

عجزہا داری تو در پیش اے لجوج　　　وقت شد پنہانیاں را نک خروج

ترجمہ: اے جھگڑالو! تجھے بہتیرے عجز درپیش ہیں۔ اب وقت آرہا ہے کہ تو پوشیدہ امور کا ظہور دیکھ لے (جن میں سے ایک مخلوق کا عجز بھی ہے۔ طبیعی کا مذکورہ بالا عجز مذموم تھا آگے عجز محمود کا ذکر ہے)

خرم آنکہ عجز و حیرت قوت اوست　　　در دو عالم خفتہ اندر ظل دوست

ترجمہ: مبارک ہے وہ شخص کہ عجز (محمود) اور حیرت (محمودہ) اس کی غذا ہے (اور) وہ دونوں عالم میں محبوب (حقیقی) کے سایہ (حمایت) میں سو رہا ہے۔

مطلب: عجز مذموم تو یہ تھا کہ حق کی مخالفت میں باوجود کوشش کے ناکامی نصیب ہوئی اور عجز محمود یہ ہے کہ حق کے ساتھ غایت موافقت کے لیے اپنے ارادہ و قدرت اس کے آگے فنا کر دیا جائے اور من کل الوجوہ رضائے حق کے تابع ہو جائیں اسی طرح حیرت مذموم وہ تھی کہ جب افعال اشیاء کا وقوع قدرت حق سے نہیں بلکہ طبع اشیاء کا مقتضا سمجھا تو انہی اشیاء سے خلاف طبع افعال کے صدور کی وجہ سمجھ میں نہ آئی اور حیرانی لاحق ہوئی اور حیرت محمودہ وہ ہے۔ جو سالک پر کثرت علوم اور متواتر تجلّیات سے طاری ہوتی ہے۔

ہم در اوّل عجزِ خود را او بدید — مُردہ شد دینِ عجائز را گزید

ترجمہ: اس کو شروع ہی سے اپنے عجز کا احساس ہے (اور احکام حق کے سامنے) وہ مردہ کی مانند ہو گیا (اور) اس نے بوڑھی عورتوں کا دین اختیار کر لیا۔

مطلب: بوڑھی عورتوں کے دین سے مراد یہ ہے کہ جس طرح بوڑھیوں میں معاملات دینیہ کے متعلق قوت اعتقاد، حسن انقیاد اور کامل استقامت ہوتی ہے۔ وہی روش اس نے اختیار کر لی۔ اس میں اس مشہور حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ علیکمُ بدین العجائز لازم پکڑو تم بوڑھیوں کے دین کے کتاب اللؤلؤ المرصوع میں لکھا ہے کہ حدیث علیکم بدین العجائز موضوع ہے۔ کتاب تمیز الطیب میں لکھا ہے کہ ہمارے شیخ کے نزدیک ان الفاظ میں اس حدیث کی اصل نہیں اور اس کی ہم معنی احادیث وارد ہوئی ہیں وہ بھی ضعف سے خالی نہیں ہیں۔ موضوعات کبیر میں لکھا ہے کہتے ہیں کہ ان الفاظ میں اس حدیث کی اصل نہیں اس کی ہم معنی احادیث وارد ہوئی ہیں جو ضعف سے خالی نہیں ہیں اور زرکشی نے کہا ہے کہ دیلمی نے اس کو ابن عمرؓ سے بدیں لفظ روایت کیا ہے اذا کان اخر الزمان واختلفت الاھواء فعلیکم بدین البادیۃ والنساء یعنی جب آخری زمانہ ہوگا اور خیالات میں اختلاف پیدا ہو تو تم اہل بادیہ اور عورتوں کا سا مذہب اختیار کر لو اور اس روایت کی سند کمزور ہے بلکہ صغانی نے کہا ہے کہ موضوع ہے (انتہی)، آگے دین عجائز کی لفظی مناسبت فرماتے ہیں:-

چوں زلیخا یوسفش بروے بتافت — از عجوزی در جوانی راہ یافت

ترجمہ: (اگر اس نے ایسا کیا تو سمجھ لو کہ) زلیخا کی طرح (اس شخص کا یوسف (مقصود) اس کے آگے جلوہ گر ہو گیا (اور) اس نے بڑھاپے سے (نکل کر) جوانی میں داخل

ہونے کا راستہ پالیا

مطلب: زلیخا کے قصے میں لکھا ہے کہ اس کو حضرت یوسف ع کی دولت نکاح سے بہرہ مند ہونے کا موقع اس وقت میسر ہوا جب وہ بہت بوڑھی ہو چکی تھی۔ تو حضرت یوسف ع کی دعا سے اس کو از سر نو جوانی حاصل ہو گئی۔ اس واقعہ کے استعارہ میں فرماتے ہیں کہ وہ شخص جو احکام حق کے آگے مثل مردہ ہو گیا۔ اس کو فنا کے بعد بقا حاصل ہو گئی۔

زندگی در مُردن و در محنت ست   آبِ حیواں در درونِ ظلمت ست

ترجمہ: (پس جب احکام حق کے آگے مردہ ہونے سے تازہ جوانی ملتی ہے۔ تو ثابت ہوا کہ زندگی (اس) موت (اختیاری یعنے فنا) اور ریاضت میں ہے۔ (جیسے) آب حیات تاریکی میں ہے (آگے پھر عود ہے اس بے مادر بچے کے قصے کی طرف جو بڑا ہو کر نمرود بادشاہ ہوا)۔

قصہ پروردن حق تعالیٰ نمرود را بے واسطہ مادر و دایہ در طفلی

حق تعالےٰ کا نمرود کو ماں اور دایہ کے واسطہ کے بدون طفلی میں پرورش کرنے کا قصہ

حاصل آں روضہ چو جانِ عارفاں   از سموم و صرصر آمد در اماں

ترجمہ: غرض وہ باغ عارفوں کی روح کی طرح (جو ظلمت و کدورت سے پاک ہوتی ہے) لو اور آندھی سے امن میں تھا۔

یک پلنگے بچہ نو زادہ بود   گفتم او را شیر دہ طاعت نمود

ترجمہ: ایک مادہ (تیندوے) نے نیا بچہ جنا تھا۔ میں نے اس کو حکم دیا کہ اس بچے کو دودھ دے تو اس نے اطاعت کی (بعض مترجموں نے پلنگ کو چیتا سمجھا ہے یہ ایک صریح غلطی ہے۔ دیکھو غیاث)

پس بدادش شیر و خدمتہاش کرد   تا کہ بالغ گشت و زفت و شیر مرد

ترجمہ: پس اس کو (تیندوے نے) دودھ دیا اور اس کی بہت خدمتیں کیں۔ یہانتک وہ (بچہ) بالغ اور شیر مرد بن گیا۔

چوں فطامش شد بگفتم با پری   تا در آموزید نطق و داوری

ترجمہ: جب اس کے دودھ چھڑانے کا وقت آیا تو میں نے جنات کو حکم دیا

کہ (اس کو) بولنا اور حکومت کرنا سکھاؤں۔

پرورش دادم مر او را زاں چمن — کہ بگفت اندر نگنجد فنِّ من

ترجمہ: میں نے اس کو اس چمن (کی بود و باش) سے (اس طرح پر تربیت دی کہ میری حکمت عملی بیان میں نہیں آسکتی۔

مطلب: یعنی میری حکمت عملی اس کی تربیت کے متعلق ایسی عجیب و غریب حتیٰ کہ اگر کوئی اس کو بیان کرنا اور سمجھانا چاہے تو یہ ناممکن ہے۔ نطق انسانی اس کے اظہار سے قاصر ہے۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے۔ کہ میرا فن تربیت جو نمرود کے لیے عمل میں آیا وہ ایک عملی امر ہے۔ گفتگو سے اس کو تعلق نہیں۔ یعنی کسی کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یوں کرو اور یوں کرو بلکہ میں عملاً اس فعل کا میلان اس کے اندر ڈال دیتا ہوں جس سے وہ خود بخود اس فعل کو بجالاتا ہے۔ چنانچہ اُوپر کہا ہے کہ میں نے پلنگ کو حکم دیا تو یہ حکم قولاً نہیں بلکہ عملاً تھا۔ یہ مطلب اگلے اشعار کے مضمون کے ساتھ زیادہ مربوط ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر

دادہ من ایوبؑ را مہرِ پدر — بہرِ مہمانیِ کرماں بے ضرر

ترجمہ: (چنانچہ) میں نے ایوبؑ کو کیڑوں کی مہمانی کے لیے باپ کی سی شفقت دے رکھی تھی بجائے (اس کے کہ وہ کیڑوں کو) ضرر (پہنچاتے)

مطلب: جب کسی کے جسم کے کسی حصّے میں کرم پیدا ہو جاتے ہیں تو عام دستور یہ ہے کہ ان کرموں کو ادویہ قاتلہ جراثیم سے ہلاک کیا جاتا ہے۔ مگر حضرت ایوب علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالےٰ نے ان کرموں کے لیے وہ شفقت ڈال دی تھی۔ کہ وہ ان کو اپنے مہمان سمجھتے اور اپنے اجزائے بدن سے ضیافت کھلاتے تھے۔ چنانچہ راقم کو اس قسم کی ایک روایت یاد پڑتی ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے حضرت ایوبؑ کو سلام کیا۔ اُنھوں نے اس کو جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کہا وعلیک السلام۔ پھر بتایا کہ میں فوراً جواب دینے سے اس لیے قاصر رہا کہ ایک کرم میرے لب سے اپنی غذا کھانے لگا تھا۔ میں نے سمجھا اگر جواب میں لب ہلاؤں گا تو کرم کے کام میں رکاوٹ ہوگی۔ اس لیے خاموش ہو رہا اب جو وہ اپنا کام کر چکا تو میں نے جواب دیا۔ واللہ علم

دادہ کرماں را بروِ مہرِ وَلَد — بر پدر من آیتِ قدرتِ ابد

ترجمہ: (ادھر) کیڑوں کو بھی) ان کے ساتھ اولاد کی سی محبت دی (جو اس کو اپنے) باپ کے ساتھ (ہوتی ہے۔ میری) عجیب قدرت (اور) عجیب قدرت تصرف (ہے) کیڑوں کو حضرت ایوبؑ سے محبت ہونے اور پھر ان کے بدن سے غذا کھانے میں

منافاۃ نہیں ہے۔ کیونکہ اوّل تو انسانی بدن سے غذا پانا ان کبوتروں کے لیے ایک فطری امر ہے۔ اس لیے ان کو اس بات کا احساس ہی نہ تھا کہ ایوبؑ علیہ السلام کے بدن کے ساتھ ہمارا یہ سلوک محبت کے خلاف ہے دوسرے اگر بالفرض احساس بھی ہو تو لاڈلی اولاد ماں باپ کو دیدہ دانستہ تکلیف دیا کرتی ہے اور اس کے باوجود اس کو اپنے باپ کے ساتھ وہ محبت ہوتی ہے کہ ایک لمحہ اُن کے بغیر چین نہیں پڑتی۔

مادراں را مہر من آموختم　چوں بُود شمعے کہ من افروختم

ترجمہ: (اور) ماؤں کو (اولاد کے ساتھ) محبت میں نے سکھائی ہے (اور ذرا سوچو کہ محبت کی) جو شمع میں نے روشن کی ہے وہ کیسی (پر نور) ہوگی (چنانچہ کسی منہ بولی ماں کی خود ساختہ محبت حقیقی ماں کی غدا داد محبت کا مقابلہ نہیں کر سکتی)

صد عنایت کردم و صد رابطہ　تا بہ بیند لُطفِ من بے واسطہ

ترجمہ: (غرض) میں نے اس (بچے) پر صدہا عنایات اور (پرورش کے) صدہا (غیبی) اسباب (قائم) کیے تاکہ وہ میری مہربانی کو دیکھے (جو ماں باپ کی شفقت وغیرہ ظاہری) واسطہ کے بدوں (اس کے شامل حال ہوئی ہے)

تا نباشد از سبب در کشمکش　تا بود ہر استعانت از منش

ترجمہ: تاکہ وہ (کسی) سبب (ظاہری کے حاصل ہونے یا نہ ہونے) کی ادھیڑبن میں نہ رہے (اور) تاکہ وہ ہر مدد مجھ سے طلب کرے (کسی اور پر نظر نہ رکھے)

تا خود او ما ہیچ عذرے نبودش　شکوہ نبود ز ہر یارِ بدش

ترجمہ: تاکہ اس کو ہماری طرف سے کوئی عذر ہی نہ رہے (اور) کسی یار بد سے اس کو شکایت نہ رہے۔

مطلب: پہلے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے بلا اسباب ظاہری اس کی پرورش کی اور گوناگوں فوائد بخشے تاکہ وہ یہ عذر نہ کر سکے کہ میں اسباب پر نظر رکھنے کے باعث حق تعالےٰ کو نہ پہچان سکا۔ دوسرے مصرعہ کا مفاد یہ ہے کہ ہم نے اقارب و احباب میں سے کسی شخص کو اس کے پاس نہیں دیا۔ اس کو تن تنہا رکھ کر پرورش دی۔ تاکہ وہ آخر میں یہ نہ کہہ سکے کہ مجھے بُرے لوگوں کی صحبت نے گمراہ کیا۔

ایں حضانت دیدبا صد رابطہ　کہ بپروردم ورا بے واسطہ

ترجمہ: (غرض) اس نے یہ پرورش دیکھ لی جو سینکڑوں (غیبی) اسباب کے ساتھ (ملفی یعنی معلوم کر لیا) کہ میں نے (کسی ظاہری) واسطہ کے بدون اس کی پرورش کی ہے

شکر او آں بود اے بندہ جلیل کہ شد او نمرود سوزندہ خلیل

ترجمہ: (مگر) اے عالیجاہ بندہ (عزرائیل) کیا اس کی طرف سے میری اس عنایت بیغایت کا (شکر یہی (سزاوار) تھا کہ وہ نمرود خلیل علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے والا بن گیا۔ (آگے مولانا فرماتے ہیں

ہمچناں کیں شاہزادہ شکر شاہ کرد از استکبار و استکثار جاہ

ترجمہ (نمرود کی یہ ناشکری اسی قسم کی تھی) جس طرح کہ اس شاہزادہ نے تکبّر سے اور اپنا مرتبہ زیادہ بلند سمجھنے سے بادشاہ کا یہ (الٹا) شکر کیا کہ:۔

کہ چرا من تابع غیرے شوم چونکہ صاحب ملک و اقبالے بوم

ترجمہ: کہ میں کسی اور کا تابع (مطیع) کیوں ہوں جبکہ میں خود ملک و اقبال کا مالک ہوں۔

لطفہائے شہ کہ ذکر آں گذشت از تجبّر بر دلش پوشیدہ گشت

ترجمہ: بادشاہ کی عنایات جن کا ذکر (پیچھے گزر چکا ہے غرور کے سبب سے اس کے دل پر پوشیدہ ہو گئیں۔

ہمچناں نمرود آں الطاف را زیر پا بنہاد از جہل و عمےٰ

ترجمہ: اسی طرح نمرود نے (اللہ تعالیٰ کی) ان مہربانیوں کو (جن میں آپنے پرورش پائی تھی اپنی) جہالت اور کورچشمی سے پاؤں کے نیچے ڈال دیا (یعنی ان کی بے قدری۔ آگے پھر اسی قول کا سلسلہ چلتا ہے جس میں عزرائیل ؑ مخاطب ہیں)

ایں زماں کافر شد و رہ میزند کبر و دعوائے خدائی مے کند

ترجمہ: اب وہ (بادشاہ بن کر) کافر ہو گیا اور (ایمان و دین کی) رہزنی کرنے لگا۔ (ساتھ ہی) تکبر اور خدائی کا دعوے بھی کرتا ہے

رفت سوئے آسمان با جلال با سہ کرگس تا کند با من قتال

ترجمہ: (اور) تین گدھوں کے ساتھ آسمانِ عظیم کی طرف چڑھنے لگا۔ تا کہ

مجھ سے جنگ کرے

صد ہزاراں طفلِ بے تلویم را کُشت وے تا یابد ابراہیمؑ را

ترجمہ: اس نے لاکھوں بچے (بے گناہ و) ناقابل ملامت مار ڈالے تاکہ ابراہیمؑ کو (مقتول) پھوں میں پائے۔

کہ منجم گفت اندر حکم سال زاو خواہد دشمنے بہرِ قتال

ترجمہ: کیونکہ نجومی نے (اس کو ایک خاص) سال کی پیشگوئی میں بتایا تھا کہ تیرا ایک دشمن (تیرے) مقابلہ کے لیے پیدا ہوگا۔

ہیں بکُن در دفعِ آں خصم احتیاط ہر کہ مے زائید مے کُشت از خباط

ترجمہ: (نجومی نے اس کو یہ بھی مشورہ دیا کہ وہ اس دشمن کے دفع میں احتیاط کرو (چنانچہ) وہ ہر اس (بچہ) کو جو پیدا ہوتا تھا (اسی لیے احتیاطی تدابیر کی) دیوانگی سے مار ڈالتا تھا۔

کوری او رَست طفلِ وحی کش ماند خونہائے دِگر در گردنش

لغات: کوری نابینائی بر گوری مراد ہے یعنی اس کی ناکامی کیسا تھا اس کی آنکھوں میں خاک جھونک کر اس کے علے رغم انف وحی کش وحی کو جذب کرنیوالا۔ جالب وحی۔ یعنی پیغمبر جس کی منزلت عند اللہ اس کے مہبط وحی ہونے کی تقضی ہو۔ مراد پیغمبر ہونے والا۔

ترجمہ۔ دیگر، پیغمبر بننے والا بچہ اس کی آنکھوں میں خاک جھونک کر بچ گیا۔ (اور) دوسرے (بیگناہ) بچوں کا خون اس کی گردن پر رہا۔

مطلب: جس طرح فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے متعلق منجموں نے اطلاع دی تھی اور وہ موسےؑ کے خوف سے بنی اسرائیل کے بچوں کو ان کے پیدا ہوتے ہی مروا ڈالتا تھا۔ بالکل یہ فعل اس سے ہزاروں سال پہلے نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کی پیدائش کے خوف سے کیا تھا جس کا مفصل حال شرح ہذا کی جلد ہشتم میں درج ہو چکا

از پدر یابید آں مُلک اے عجب تا غُرورش داد ظلماتِ نسب

ترجمہ: اوے تعجب ہے کیا اس نے وہ بادشاہی باپ سے گزرشتہ میں پائی تھی کہ اس کو (فخر) نسب کے اندھیرے مغرور کر دیا

دیگراں را گر ام واب شد مجیب اوزنا پابید گوہر ہا عجیب

ترجمہ: اگر دوسرے لوگوں کے لیے (جنہوں نے باپ ماں سے دولت ورثہ میں پائی ہے) ماں باپ (غرور کا) حجاب بن گئے تو اس (کم بخت) نے تو (ماں باپ کی تربیت کے بدون خاص) ہم سے (فوائد کے) موتی (حاصل کر کے) جیب میں ڈالے ہیں (آگے مولانا نمرود کی اس سرکشی و شقاوت سے ایک عبرتناک سبق دیتے ہیں):-

گرگِ درّندہ ست نفسِ بد یقین ۔ چہ بہانہ مے نہی بر ہر قرین

ترجمہ: (یہ) نفس بد یقین (جس نے نمرود کو بھی تباہ کیا) ایک پھاڑ کھانیوالا بھیڑیا ہے۔ تو ہر رفیق پر کیا بہانہ رکھتا ہے (کہ مجھ کو ان سے گمراہ کر دیا - درحقیقت تیرے نفس نے تجھ کو گمراہ کیا ہے)۔

در ضلالت ہست صد کل را کُلہ ۔ نفسِ زشتِ کفرناکِ پُر سفہ

ترجمہ: (یہ) سرشت نفس جو کفر سے آلودہ (اور) اوچھے پن سے بھرا ہوا ہے گمراہی میں سینکڑوں گنجوں کی ٹوپی ہے (یعنی جو لوگ جمال دین اور زیور تقویٰ سے عاری ہیں۔ نفس ان کا سرتاج ہے۔ ان کی تمام شرور نفس سے پیدا ہوتی ہیں۔

زیں سبب میگویم اے بندہ فقیر ۔ سلسلہ از گردنِ سگ بر مگیر

ترجمہ: اسی سبب سے اے بندۂ درویش! میں (تجھ سے) کہتا ہوں کہ اس کتے (نفس) کی گردن سے (مجاہدہ کی) زنجیر نہ اتار (اور یہ نہ سمجھ کہ میں نے اس کو مہذب کر لیا اب اس میں شر کا احتمال نہیں بلکہ اس کو قیدِ مجاہدہ میں رکھ

گر معلّم گشت ایں سگ ہم سگ ست ۔ باش ذلّت نفسہٗ کو بد رگ ست

ترجمہ: اگر یہ کتا تعلیم یافتہ بھی ہو گیا تو پھر کتا ہے (جس سے بے فکر رہنا غلطی ہے (یہ مجاہدہ کی تعلیم تھی آگے صحبت شیخ کی ترغیب ہے)

فرض مے آری بجا گر طائفی ۔ بر سہیلے چوں ادیم طائفی

لغات: طائفی پہلے مصرعہ میں بمعنے طائف ہستی اور طائف کے بمعنی طواف کرنے والا آمد و رفت رکھنے والا دوسرے مصرعہ میں طائف کے ساتھ یائے نسبت شامل ہے یعنی طائف کا اور طائف ایک شہر کا نام ہے۔ سہیل ایک ستارہ کا نام ہے جس کی روشنی میں چمڑوں کو رکھتے ہیں تو وہ خوشبودار ہو جاتے ہیں ایسے چمڑوں کو ادیم طائفی کہتے ہیں۔

ترجمہ: اگر تو طائف کے چمڑے کی طرح کسی سہیل کے پاس آمد و رفت رکھتا ہے

نفس کے شر و مفاسد

صحبت شیخ فائدے اس سے

تو (سلوک کا) فرض ادا کر رہا ہے۔

مطلب: یعنی اگر تجھ کو کسی مرشد کے ساتھ تعلق حاصل ہیں۔ تو تہذیب اخلاق اور تزکیہ نفس سے متعلق تو طریقت کا حق ادا کر رہا ہے۔ کیونکہ صحبت شیخ کے بدون محض مجاہدہ سے تزکیہ نفس مشکل ہے۔

تا سُہیلت وا خرد از ننگ پوست　　تا شوی چوں موزہ ہمپائے دوست

ترجمہ: تاکہ (ستارہ) سہیل تجھ کو (کچے) چمڑے کے (جلدی متعفن ہو جانے کے) عیب سے چھڑائے۔ حتیٰ کہ تو (پاکیزہ چمڑہ بن کر) دوست کے پاؤں سے مل جانے والے موزہ کی مانند ہو جائے۔

مطلب: مرشد تم کو مفاسد نفس سے پاک کر دے گا حتیٰ کہ تم دوست کے قرب سے بہرہ مند ہو جاؤ گے۔ آگے پھر خبث نفس کا مضمون ہے۔ جس کی اصلاح کا طریق اوپر مجاہدہ اور صحبت شیخ سے بتایا گیا ہے۔

جملہ قرآں شرح خُبثِ نفسہاست　　بنگر اندر مُصحف آں چشمت کجاست

ترجمہ: تمام قرآن نفسوں کے خبث کی تفصیل (پر مشتمل) ہے۔ قرآن مجید میں دیکھ لے تیری وہ آنکھ کہاں ہے (جس سے مطالب قرآنیہ کا مطالعہ کیا جاتا ہے)

ذکرِ نفسِ عادیاں کالت بیافت　　در قتالِ انبیا مُو مے شگافت

ترجمہ (قرآن مجید میں) قوم عاد کے نفس کا ذکر (پڑھ لے) جس نے (سرکشی کے) سر و سامان کر لیے تھے (اور) وہ انبیاء کے مقابلہ میں (تدابیر کی) موشگافی کرتا تھا)

قرن قرن از نفسِ شومِ بے ادب　　ناگہاں اندر جہاں میزد لہب

ترجمہ: (اسی طرح) ہر قرن میں خبیث و بے ادب نفس (کی شرارت) سے ناگہاں دنیا کے اندر (فساد کا) شعلہ بھڑکتا رہا ہے۔

رجوع بداں قصہ شہزادہ کہ بہ نقصان آمد بداں طغیاں و زخم خورد

شہزادہ کے اس قصہ کی طرف رجوع کہ اسنے اس سرکشی کے سبب نقصان پایا اور

از خاطرِ شاہ و پیش از استکمال فضائل دیگر از دنیا برفت

بادشاہ کے قلب سے زخم کھایا اور مزید فضائل میں کمال حاصل کرنے سے پہلے دنیا سے کوچ کر گیا۔

قصہ کوتہ کن کہ رائے نفسِ کور　　بُرد او را بعدِ سالے سوئے گور

ترجمہ: قصہ کو مختصر کرو کہ نفس بے بصر کی رائے ایک سال کے بعد اس (شہزادہ) کو قبر کی طرف لے گئی۔

شاہ چوں از محو شد سوئے وجود　　خشمِ مریخیش آں خوں کردہ بود

ترجمہ: بادشاہ جب محو (و ہستی) سے وجود (و صحو) کی طرف آیا (تو دیکھا کہ شہزادہ کا) وہ خون اسی کے مریخی غضب نے کیا تھا۔

مطلب: معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کو شہزادہ پر غصہ آنے کے بعد کوئی حالت غالب ہو گئی جس میں غصہ کے نتائج کی طرف التفات نہیں ہوا پھر افاقہ کے بعد معلوم ہوا کہ شہزادہ میرے غصہ کے اثر سے مرا ہے (کلید) مریخ ایک ستارہ کا نام ہے جس کے ساتھ غضب و قہر قتل و غارت اور جنگ و خونریزی منسوب ہے۔ خشمِ مریخی کنایہ ہے سخت غصہ سے۔

چوں بہ ترکش بنگرید آں بے نظیر　　دید کم از ترکشش یک چوبہ تیر

ترجمہ: جب اس بے نظیر (بادشاہ) نے ترکش کو دیکھا۔ تو اپنے ترکش سے ایک عدد تیر کم پایا۔

گفت کو آں تیر و از حق باز جست　　گفت اندر حلقِ او آں تیر تست

ترجمہ: کہنے لگا وہ تیر کہاں ہے اور حق تعالیٰ سے (اس کی) جستجو کی۔ ارشاد ہوا کہ اس شہزادہ کے حلق میں وہ تیرا ہی تیر ہے۔

مطلب: صاحب کلید مثنوی فرماتے ہیں کہ میرے ذوق میں اس کی تقریر یہ ہے کہ ہر کیفیت باطنی ظہور کے شدید ہوتی ہے اور بعد ظہور کے خفیف اور ظہور کبھی اظہار سے ہوتا ہے اور کبھی بلا اظہار اس کے اثر کے نافذ ہو جانے سے پس یہاں جو شاہ کو غصہ پیدا ہوا تھا۔ اس کے بعد غلبہ حال ہونے سے تو اس کے بقاء و زوال کی طرف التفات نہیں ہوا۔ جب شہزادہ کے مرنے کے قریب اس حالت سے افاقہ ہوا۔ تو نفس کی طرف التفات کرنے سے غصہ نہ پایا۔ تعجب ہوا کہ میں نے گو دل میں شہزادہ کی شکایت کی۔ مگر زبان سے ظاہر نہیں کیا۔ پس اظہار تو ہوا نہیں۔ پھر کیا صورت اس غصے کے نہ رہنے کی ہوئی۔ پھر الہام سے معلوم ہوا کہ اس کا ظہور دوسری طرح ہو گیا کہ اس کا اثر نافذ ہو گیا۔ جس سے شہزادہ مرنے کو ہے۔ (انتہیٰ)

عفو کرد آں شاہِ دریا دل ولے — آمدہ بُد تیرِ او بر مقتلے

ترجمہ: اس شاہ دریا دل نے (شہزادہ کا قصور) معاف کر دیا۔ لیکن اس کا تیر مقام قتل پر پہنچ چکا تھا (جس سے شہزادہ مر گیا)

کشتہ شد، در نوحہ اُو مے گریست — اوست جملہ ہم کشندہ ہم ولی است

ترجمہ: (ادہر) شہزادہ مر گیا (اور ادھر بادشاہ) اس کے غم میں روتا تھا وہ (بادشاہ) جامع کمالات ہے (یعنی) مار ڈالنے (کے تصرف) والا بھی ہے (اور) ولی بھی ہے

مطلب: صاحب تصرف ہونا اس سے ثابت ہوا کہ اس کی ناراضگی شہزادہ کی موت کی باعث ہوئی اور ولی ہونے کی دلیل یہ کہ اپنے کفرانِ نعمت کرنے والے سے اس قدر صاف دل ہو گیا کہ اب اس کی موت پر از راہ شفقت و راحت رو رہا ہے یہ کمالِ عفو اور کمال رحم اولیاء کی صفات سے ہیں۔ صرف صاحب تصرف ہونا کوئی کمال نہیں۔ اس قسم کے تصرفات کفار کو بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ آگے یہی یہی فرماتے ہیں:

صاحب تصرفات ہونا کوئی کمال نہیں

ور نباشد ہر دو اوپس جملہ نیست — ہم کشندہ خلق و ہم ماتم کنے ست

ترجمہ: اور اگر وہ دونوں طرح کا نہ ہو (بلکہ صرف صاحب تصرف ہی ہو اور ولی ور حسبم نہ ہو) تو وہ جامع نہیں (بلکہ ناقص ہے اور چونکہ یہ شاہ جامع ہیں اس لیے) وہ کشندہ خلق بھی ہے اور ماتم کرنے والا بھی ہے

مطلب: اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ جامعیت بمعنی کاملیت کے لیے صرف ولایت کافی نہیں۔ اس کے ساتھ صاحب تصرف ہونا بھی ضروری ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جامعیت بمعنی کاملیت میں صرف صاحب تصرف ہونا کافی نہیں۔ بلکہ ولی ہونا ضروری ہے۔ (کلید)

شکر مے کرد آں شہیدِ زرد خد — کاں بزد بر جسم و بر معنے نزد

ترجمہ: (ادھر) وہ شہید (جو اپنے قصور کی ندامت سے) زرد رخسار (ہو رہا تھا) شکر کرتا تھا کہ وہ (عتاب) جسم پر پڑا (جس سے موت واقع ہو گئی) باطن پر نہیں پڑا (جس سے سلب ایمان کا خطرہ تھا)

جسم ظاہر عاقبت خود رفتنی ست — تا ابد معنے بخواہد شاد زیست

ترجمہ: جسم ظاہر تو آخر جانے ہی والا ہے۔ روح ابد تک بمسرت زندہ رہیگی

آں عتاب ار رفت ہم بر پوست رفت — دوست بے آزار سوئے دوست رفت

ترجمہ: وہ عتاب اگر جاری ہوا ہے تو جسم پر ہی جاری ہوا ہے (جس سے ایک) محبّ عذاب (اخروی کا مستوجب ہوئے) بدوں (اپنے) محبوب (حقیقی) کی طرف چلا گیا۔

گرچہ او فتراکِ شاہنشہ گرفت　　آخر از عین الکمال او رہ گرفت

لغات: فتراک وہ رسی جو گھوڑے کے زین کے دائیں بائیں بندھی ہوتی ہے تاکہ اس کے ساتھ شکار کو باندھا جائے فتراک گرفتن کنایہ ہے آسرا لینے سے۔ عین الکمال نظر بد چشم زخم

ترجمہ: اگرچہ اس نے بادشاہ کا آسرا لیا تھا (تاکہ منازل سلوک طے کرے لیکن) آخر وہ (اپنی ہی خود بینی کی) نظرِ بد سے عدم کو کوچ کر گیا۔

واں سوم کاہل ترینِ ہر دو بود　　صورت و معنے بکُلّی او ربُود

ترجمہ: اور وہ تیسرا بھائی پہلے دونوں بھائیوں سے دھیمے مزاج والا تھا (اس لئے) اس نے صورت و معنے کو کلی طور پر حاصل کر لیا۔

مطلب: بڑے شہزادے اور منجھلے شہزادے کا ذکر ختم ہوا۔ اب چھوٹے شہزادہ کا حال آتا ہے۔ وہ ان دونوں کی طرح جلد باز نہ تھا بلکہ اس کے مزاج میں آہستگی متانت اور وقار تھا۔ کاہل ترین سے یہی معنی مراد ہیں۔ اس کے ایک معنے سست کے ہوتے ہیں وہ مراد نہیں ہیں۔ پہلا شہزادہ تو بہت ہی مستعجل و بے صبر اور غیر دور اندیش تھا۔ اس لیے وہ دختر شاہ چین کے عشق ہی میں رہا اور اسی میں گھل گھل کر مر گیا۔ دوسرا شہزادہ گو اس عشق مجازی سے ترقی کر کے عشق حقیقی میں گام زن ہوا۔ مگر اس کو اپنے کامل ہونے کا جلدی زعم ہو گیا۔ اس لیے ایک طرح وہ بھی مستعجل تھا۔ چنانچہ وہ بھی کمال کو پہنچے سے پہلے راہی عدم ہو گیا۔ تیسرا شہزادہ جلد باز نہ تھا بلکہ اس کی رفتار عمل معتدل تھی اس لیے اس نے ظاہراً و باطناً دونوں طرح کامیابی حاصل کی آگے اسی دوگونہ کامیابی کی تفریح ہے:۔

دختر و مُلک و خلافت او گرفت　　مے سزد گر زیں بمانی در شگفت

ترجمہ: (یعنی) اس نے (بادشاہ کی) دختر اور بادشاہی اور خلافت حاصل کی۔ اگر تم اس سے تعجب کرو تو بجا ہے۔

مطلب: تعجب کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ چھوٹے بھائی نے صبر و تحمل کے اس طولانی امتحان میں کامیابی حاصل کی جس میں دو بڑے بھائی ناکام رہے حالانکہ وہ تجربہ و ہمت اور عزم و استقامت میں اس سے بڑھ کر ہونے چاہئیں تھے نے

مولانا عذر فرماتے ہیں :-

من ز طولِ قصّہ گشتستم ملول　　من غریق بحرِ معنے تو عجول

ترجمہ : میں قصہ کی طوالت سے ملول ہو گیا ہوں (کیونکہ) میں دریائے معنے میں غرق ہوں (اور) تو جلدی مچاتا ہے -

مطلب :- یعنی مجھ کو ایراد قصہ سے تعلیم معارف مقصود ہے - اس لیے قصّہ کے اثنار میں بار بار مضامین ارشادیہ کی طرف انتقال ہوتا رہتا ہے اور تم جلدی کرتے ہو کہ میں ان مضامین کو چھوڑ کر قصّہ سناتا جاؤں - اس لیے میں نے ملول ہو کر قصہ ختم کر دیا - مگر ابھی سلسلہ قصہ کا ایک شعر باقی ہے جس کو آگے فرماتے ہیں :-

وانکہ از ذلّت و عجز و نیاز　　یافت مقصود از کریم کارساز

ترجمہ : (اور) اس وقت اس (چھوٹے شہزادہ) نے ذلت اور عجز و نیاز کی بدولت مقصود (حقیقی) کریم کارساز سے پایا -

مطلب : یعنے تین چیزیں تو شرائط طریق بجالا کر بادشاہ سے حاصل کیں - دختر - سلطنت اور بادشاہ کی خلافت باقی رہی رضائے حق اور قرب و قبول - سو وہ اپنی عاجزی و خاکساری کی وجہ سے حق تعالیٰ سے حاصل کی - اس سے ثابت ہوا کہ دولت قرب عطا کرنا شیخ کے بس کی بات نہیں - وہ صرف ہادی الی الطریق ہے - باقی موصل الی المقصود حق تعالےٰ ہی ہے (کلیہ) اوپر جو کہا تھا - تیسرا شہزادہ کاہل نہ تھا آگے اس کی مناسبت سے تین کاہل بھائیوں کی کہانی ارشاد ہوتی ہے - جس میں سے کوئی کاہل محمود تھا جو دنیا کے کام میں کاہل تھا - کوئی کاہل مذموم تھا - جو عقبے کے کام میں کاہل تھا :-

مثل وصیّت کردن آں شخص کہ سہ پسر داشت کہ میراث او

مثال اس شخص کے وصیت کرنے کی جو تین فرزند رکھتا تھا - کہ میری میراث میرے

بکاہل ترین اولاد او دہند

میرے سب سے زیادہ کاہل فرزند کو دیں

آں یکے شخصے بوقتِ مرگِ خویش　　گفتہ بُد اندر وصیّت بیش بیش

ترجمہ : ایک شخص نے اپنے مرنے کے وقت وصیت کے بارہ میں زیادہ مرتبہ کہا تھا -

سہ پسر بودش چو سہ سروِ رواں — وقفِ ایشاں کردہ او جان و رواں

ترجمہ: اس کے تین بیٹے تھے سرو رواں کی طرح (قدآور) جن پر اس نے اپنی روح و جاں وقف کر رکھی تھی۔

گفت ہر چہ کالہ و سیم و زرست — آں برد زیں ہر سہ کو کاہل ترست

ترجمہ: اس نے (بطور وصیت یہ) کہا کہ جس قدر اسباب اور چاندی سونا ہے۔ (اس کو) وہ (بیٹا) ان تینوں میں سے لے جو سب سے زیادہ کاہل ہے۔

گفت با قاضی و بس اندرز کرد — بعد ازاں جامِ شرابِ مرگ خورد

ترجمہ: اس نے (اس وصیت کو) قاضی سے عرض کر (کے اس کے محکمہ میں رجسٹری کرا) دیا اور (اپنے متعلقین کو) بہت نصیحتیں کیں (کہ اس وصیت کے خلاف نہ ہو) اس کے بعد موت کی شراب کا پیالہ نوش کر لیا۔

گفت فرزنداں بقاضی اے کریم — نگذریم از حکمِ او ما سہ یتیم

ترجمہ: فرزندوں نے قاضی سے کہا۔ اے بزرگوار! ہم تینوں بے پدر (بھائی) اس کے حکم سے تجاوز نہ کریں گے۔

انتباہ: یتیم سے یہاں مطلق بے پدر مراد ہیں۔ اگرچہ بالغ ہی ہوں۔ کیونکہ کسی وارث کے لیے وصیت کرنا جیسے اس شخص نے کی۔ اسی صورت میں جائز ہے کہ دوسرے وارث بالغ ہوں اور سب اس وصیت سے راضی بھی ہوں اگر وارث ناراض ہوں یا کوئی ان وارثوں میں سے نابالغ ہو تو ایسی وصیت درست نہیں۔ پس قاضی اس کو کیونکر منظور کر سکتا تھا۔ گو بادی النظر میں ان تینوں لڑکوں کے باپ کے فیصلہ پر راضی ہونے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان میں ہر ایک اپنے آپ کو زیادہ کاہل سمجھتا ہوگا اور بجائے ثلث مال کے کل مال ملنے کی توقع ہو گی۔ مگر اقرب الی الصواب یہ ہے کہ ان تینوں میں سے ایک طالبِ دنیا۔ دوسرا طالبِ عقبیٰ تیسرا طالبِ مولیٰ تھا اور طالبِ دنیا یعنے حقیقی کاہل وہی مالِ دنیا کا زیادہ حق تھا۔ یہی فیصلہ متوقع تھا۔ اور دوسرے دونوں صالح و متوکل لڑکے بھی اسی فیصلہ پر رضامند تھے۔ کیونکہ وہ دنیا کے شائق نہ تھے

سمع و طاعت مے کنیم او راست دست — ہر چہ او فرمود بر ما نافذ ست

ترجمہ: ہم نے (اپنے والد کا) حکم سنا اور مان لیا۔ اس کو اختیار ہے۔ اس نے

جو کچھ فرمایا ہے وہ ہم پر نافذ ہے۔

ما چو اسمٰعیل ز ابراہیم خود سر نہ پیچیم ارچہ قرباں مے کند

ترجمہ: حضرت اسمٰعیلؑ کی طرح (جنہوں نے) اپنے (والد) حضرت ابراہیمؑ (کے حکم) سے (سرتابی نہیں کی) ہم (اپنے والد کے حکم سے) سرتابی نہیں کریں گے۔ اگرچہ وہ (ہم کو بطور) قربانی (ذبح) کر رہا ہے (چونکہ باپ نے وصیت میں یہ نہیں بتایا کہ کاہل تر فرزند کونسا ہے۔ اس لیے اب عطائے ورثہ کے لیے زیادہ کاہل کی تعیین فیصلہ طلب تھی۔ چنانچہ قاضی پہلے اس فرض کو ادا کرتا ہے:-)

گفت قاضی ہر یکے با عاقلیش تا بگوید قصۂ از کاہلیش

ترجمہ: قاضی نے کہا (تم میں سے) ہر ایک اپنی عاقلی سے (سوچ سمجھ کر) اپنی کاہلی کا قصہ بیان کرے

تا بہ بینم کاہلِ ہر یکے تا بدانم حالِ ہریک بے شکے

ترجمہ: تاکہ میں ہر ایک کی کاہلی دیکھوں تاکہ میں ہر ایک کا حال بلا کسی شک کے جانوں (آگے مولانا ایک ارشادی مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں)۔

عارفان از دو جہاں کاہل ترند زانکہ بے شُدیار خرمن مے برند

لغات: شُدیار بضم شین وسکون دال وہ زمین جس کو زراعت کے لیے ہل چلا کر نرم اور زیر و زبر کیا جائے بعض کے نزدیک بکسر شین ہے (غیاث)

ترجمہ: عارف لوگ دونوں جہانوں (میں سب) سے زیادہ کاہل ہیں۔ کیونکہ وہ کھیتی کے بغیر خرمن لے جاتے ہیں۔

مطلب: یہاں کاہلی سے مراد یہ ہے۔ کہ اُنھوں نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر رکھا ہے۔ اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں اور اپنے ارادہ کو اس کی رضا میں فنا کر چکے ہیں، ان باتوں کو عوام بھی کاہلی سمجھتے ہیں۔ آگے ان کی اس کاہلی کی وجہ بتاتے ہیں:-

کاہلی را کردہ اند ایشاں سند کارِ ایشاں را چو یزداں مے کند

ترجمہ: اُنھوں نے (اس) کاہلی کو تکیہ گاہ بنا رکھا ہے جبکہ ان کا کام حق تعالیٰ کر کر دیتا ہے

کارِ یزداں را نمے بینند عام مے نیا سایند از کد صبح و شام

ترجمہ (اور چونکہ) عام لوگ حق تعالیٰ کی کارسازی کو نہیں دیکھتے (اس لیے) محنت سے صبح و شام آسودہ نہیں ہوتے۔

کارِ دنیا را ز کُل کاہل ترند در رہِ عقبےٰ زمہ گوے برند

ترجمہ: (اور وہ عارفین) دنیا کے کام کے لیے تو سب سے زیادہ کاہل ہیں۔ (لیکن) عقبےٰ کے راستے میں چاند سے بھی (سبقت کی) گیند (جیت) لے جاتے ہیں۔

ایں گزیند ہر کہ او باشد رشید ہاں کہ دنیا رفت و عقبےٰ دررسید

ترجمہ: (اور) اس (امر) کو وہی اختیار کرتا ہے۔ جو صاحب رُشد ہو (اور یوں سمجھے کہ) ہاں دنیا تو رخصت ہوئی اور آخرت (قریب) آپہنچی (جیسے ایک حدیث میں اس قسم کا مضمون ہے الا ان الدنیا مدبرۃ الا ان الاخرۃ مقبلۃ او کما قال)

مِہترِیں را گفت قاضی باز گو قصۂ از کاہلی اے مال جو

ترجمہ: سب سے بڑے (فرزند) کو قاضی نے کہا اے مال (میراث) کے طلبگار تو (اپنی) کاہلی کا حال سنا۔

ہیں زحدِّ کاہلی گوئید باز تا بدانم حد آں از کشفِ راز

ترجمہ: ہاں (اس طرح) تم (اپنی اپنی) کاہلی کی حد بیان کرتے جاؤ (کہ تم تینوں میں کہاں تک کاہلی ہے) تاکہ (تمہارے) راز کو نمایاں کر دینے سے میں اس کی حد معلوم کر لوں۔

ہیں زحدِّ کاہلی شرح دہید تا بدانم من بچہ حد کاہلید

ترجمہ: ہاں تم (تینوں اتنی اتنی) حدِ کاہلی کی تفصیل سناؤ۔ تاکہ میں معلوم کروں کہ تم کس (کس) حد تک کاہل ہو۔

انتباہ: آگے بدانم من کی شرح میں ایک مبسوط تقریر چلتی ہے۔ جس میں دوسرے کے مافی الضمیر کو جاننے کے متعلق بہت سے رموز مذکور ہوں گے۔ اس کو قاضی کی تقریر میں قرار دے سکتے ہیں۔ مگر فی الحقیقت مولانا کا ارشاد ہے۔ جس پر اس قصہ کو بے اتمام رکھ کر کتاب کو ختم فرما دیں گے۔

بیگماں خود ہر زباں پردہ دل ست چوں بجنبد پردہ رویت حاصل ست

ترجمہ: بے شبہ ہر زبان (بلحاظ نطق) دل کا پردہ ہی ہے (چنانچہ) جب وہ پردہ (بطق و تکلم کیلئے) حرکت کرتا ہے تو (مافی الضمیر کا) خفا اُٹھ جاتا ہے اور اس کا دیکھنا حاصل ہے

پردۂ کوچک چو یک شرحہ کباب   مے بپوشد صورتِ صد آفتاب

ترجمہ: (وہ) ایک چھوٹا سا پردہ رہے (کباب کے ایک ٹکڑے کی مانند۔ جو (آنکھ کے سامنے رکھنے سے) سو سورج کی صورت کو پوشیدہ کر سکتا ہے۔

مطلب: کباب ایک بریاں کیا ہوا گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے۔ زبان کو اس کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ اس لیے کہ زبان بھی ایک مضغہ گوشت ہے۔ اوپر سوال ہو سکتا تھا کہ اسرار دل تو بے شمار ہیں۔ ایک ذراسی زبان ان پر کیونکر پردہ ڈال سکتی ہے یہاں اس کا جواب دیا ہے کہ دیکھو سورج کا وجود کس قدر عظیم الشان اور پر انوار ہے۔ لیکن اگر ایک آنکھ کو بند کر کے کھلی آنکھ کے آگے کباب کا ایک ٹکڑا رکھ لو تو ایسے سو سورج بھی نگاہ سے مخفی ہو جائیں گے۔ اب اس پر سوال ہو سکتا ہے کہ بعض اوقات آدمی اپنے مافی الضمیر کے خلاف جھوٹ بولتا ہے تو زبان کی وہ حرکت کاشف اسرار کہاں ہوئی۔ آگے اس کا جواب دیتے ہیں:۔

گر بیانِ نطق کاذب نیز ہست   لیک بُوے از صدق و کذبش مخبر ست

ترجمہ: اگرچہ (زبان کی) گویائی کا بیان جھوٹ بھی ہے۔ لیکن اس کی بو اسکی سچائی اور جھوٹ کا پتا دے دیتی ہے۔

مطلب: یہ دعوے نہیں کیا گیا کہ ہر نطق تمام اسرار کا کاشف ہوتا ہے۔ بلکہ دعوے یہ تھا کہ نطق فی الجملہ کاشف اسرار ہے۔ پس جھوٹ بولنے والا اگرچہ خلاف واقعہ بات کہہ رہا ہے۔ اور اس کی بات کا مفہوم و معنی اصل راز کا مظہر نہیں مگر اس کے لب و لہجہ اور انداز بیان اور دیگر قرائن نے اس کا ایک اور راز ظاہر کر دیا وہ یہ کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ آگے لب و لہجہ سے سچ اور جھوٹ کا پتا لگ جانے کی ایک مثال ہے۔

آں نسیمے کہ بیاید از چمن   ہست پیدا از سموم گو لخن

ترجمہ: جو پاکیزہ ہوا چمن سے (پھلوں پھولوں کی خوشبو لیکر) آتی ہے۔ وہ بھٹی کی بھاپ سے الگ پہچانی جاتی ہے (جس میں لید گوبر وغیرہ جل رہا ہے)

بُوئے صدق و بُوئے کذبِ گول گیر   ہست پیدا در نفس چوں مشک و سیر

لغات: گول گرفتن کسی کو دھوکا دینا۔ اُلو بنانا۔ در نفس صاحب کلید نے اس کا

ترجمہ کیا ہے۔ سانس ہیں اور صاحب منہج نے فی الحال لکھا ہے یعنی اسی دم فوراً ہمارے نزدیک نفس سے یہاں مراد نطق و کلام ہو تو بعید نہیں۔ چنانچہ بزرگوں کے کلمات کو انفاس طیبہ کہنا داخل محاورہ ہے۔

ترجمہ: (اسی طرح) سچ کی خوشبو اور (کسی سادہ لوح کو) اُلّو بنانے والے جھوٹ کی بدبو گفتگو میں ظاہر ہے۔ جیسے مشک کھانے والے کے سانس سے مشک کی خوشبو) اور لہسن کھانے والے کے سانس سے لہسن کی بدبو ظاہر ہو جاتی ہے)

بُوئے اِخلاص و نفاقِ بے مزہ   ہست ظاہر ہمچو عُود و انگزہ

ترجمہ: (اسی طرح لب و لہجہ سے) اخلاص کی خوشبو اور نفاق بے مزہ کی بدبو بھی ظاہر ہے۔ عود اور ہینگ کی طرح (اخلاص کو عود کے ساتھ اس کی خوشبو کی وجہ سے اور نفاق کو ہینگ کے ساتھ اس کی بدبو کی وجہ سے تشبیہ دی ہے)

گر ندانی یار را از دہ دِلہ   از مشامِ فاسدِ خود کُن گِلہ

ترجمہ: اگر تو یار (موافق) کو (یار) منافق سے نہ پہچانے (اور اس وجہ سے تجھ کو حکم مذکور میں شک ہو) تو (پھر) تو اپنے دماغ فاسد سے شکوہ کر

ور ندانی تو عجُوز از شاہدے   بیگماں گشت ست چشمت فاسدے

ترجمہ: اور (اسی طرح) اگر تو ایک بوڑھی عورت اور (جوان) معشوق میں فرق نہ کرے تو بے شبہ تیری آنکھ خراب ہو رہی ہے۔

ور تو نشناسی شکر را از صبِر   بے گماں شد حِسّ ذوقِ تو خدِر

لغات: صبر بفتح اوّل و کسر ثانی ایلوا جو ایک تلخ دوا ہے۔ سکون ثانی جائز نہیں۔ مگر بضرورت شعری (غیاث) جیسے سعدی رح نے بسکون ثانی باندھا ہے / ع صبر تلخ ست ولیکن بر شیریں دارد۔ خدر بفتح اول و کسر ثانی سست بے حسّ (غیاث)

ترجمہ: اور اگر تو شکر کو ایلوے سے شناخت نہ کرے تو بے گمان تیری حسّ ذوق بے حسّ ہو گئی۔

ور یکے شد صورتِ بُلبُل با غُراب   ہست بے شک حِسّ سمعِ تو خراب

ترجمہ: اور اگر تیری سماعت میں، بلبل کی آواز کوے (کی کائیں کائیں) کے ساتھ یکساں ہے۔ تو بے شک تیری حس سماعت خراب ہے۔

ور یکے گشتست سمور و خار پشت حسِّ لمس تو بتو ہموار پشت

ترجمہ: اور اگر سمور (کی نرم پشم) اور خار پشت (کی خاردار پیٹھ پر ہاتھ پھیرنے سے) تجھ کو (دونوں) یکساں معلوم ہوتے ہیں تو تیری چھونے کی طاقت تجھے جواب دے گئی۔

بانگِ حیزاں و شجاعانِ دلیر ہست پیدا چون فنِ روباہ و شیر

ترجمہ: (اسی طرح) نامردوں اور دلیر بہادروں کی آوازیں (الگ الگ) ظاہر ہیں جس طرح لومڑی کا داؤ اور شیر کا بے تحاشا حملہ جدا جدا شناخت ہو سکتے ہیں)

چارۂ کارِ حواس خویش کن وانگہے راہِ طلب در پیش کن

ترجمہ:۔ (اگر تجھ سے ان چیزوں میں تمیز نہیں ہو سکتی تو) اپنے حواس کا علاج کر اور اس وقت راہ طلب کو (طے کرنے کے لیے) سامنے رکھ

مطلب: پہلے نفع و ضرر، حق و باطل، اور شیخ کامل و شیخ ناقص کا فرق معلوم کر۔ پھر راہ سلوک میں قدم رکھو۔ اگر کسی شیخ مزور کی رنگیں باتوں میں آگئے اسلیے کہ فریب پیشہ لوگوں کے لب و لہجہ سے ان کے کذب و زور کا سراغ لگانے کی مہارت تم کو نہیں ہے تو پھر اس کے ساتھ حسن ارادت رکھنے اور سلوک میں قدم رکھنے سے دینی و دنیوی دونوں طرح کے نقصان اُٹھاؤ گے۔ اوپر زبان کی تشبیہ پردہ کے ساتھ دی تھی۔ آگے ایک اور تشبیہ ہے:۔

یا زبان ہمچوں سرِ دیگے ست راست چوں بجنبد تو بدانی چہ ابا ست

ترجمہ: یا زبان ٹھیک دیگ کے ڈھکنے کی سی ہے۔ جب وہ (ڈھکنا) سرکتا ہے تو تم معلوم کرتے ہو (کہ اس دیگ میں) کیا سالن ہے۔

از بخارِ آں بداند تیز ہُش - دیگ شیریں را ز سِکباجِ تُرُش

لغات: سکباج بکسر اول و سکون ثانی و باے موحدہ و جیم عربی موب سکبا ایک قسم کی آش ہے جو سرکہ اور چاول سے پکاتے ہیں (غیاث)

ترجمہ: دیگ کا ڈھکنا سرکنے سے دیکھ کر معلوم کرنا تو عام آدمی کا کام ہے اور تیز ادراک والا اس کی بھاپ (کو سونگھنے) سے میٹھی دیگ کو سکباج ترش سے (الگ) پہچان لیتا ہے۔

دست بر دیگِ نوی چوں زد فتیٰ وقت بخریدن بدید اشکستہ

ترجمہ: (یہ تیز ہوش والا) جوان (اس قدر باحس ہے کہ) جب (اس نے) نئی ہنڈیا کو خریدتے وقت اس پر ہاتھ پھیرا تو پھوٹی ہوئی ہنڈیا کو معلوم کرلیا۔ (آگے اسی تفاوت شناختہ پر ایک حکایت ہے)

آں یکے پرسید صاحب دردرا گفت در چندے شناسی مردرا

ترجمہ: ایک شخص نے کسی صاحب درد سے پوچھا (اور) کہا تو آدمی کو کتنی مدت میں پہچان لیتا ہے۔

مطلب:- صاحب درد ہوتے کو اس کے پہچاننے میں اس طرح دخل ہو کہ ایسا شخص سخت دل نہیں ہوتا اور قساوت قلب مانع ہوتی ہے۔ دوسروں کی حالت کی تحقیق سے جیسا ظالموں کی کیفیت دیکھی جاتی ہے کہ خواہ دوسرے کی جان نکل جائے۔ مگر ان کو اس کی بیچارگی کا احساس ہی نہیں ہوتا یا صاحب درد سے مراد صاحب باطن ہو جس کے دل میں صرف دردِ عشق ہو۔ مگر وہ صاحب کشف نہ ہو۔ جیسا دوسرا شخص جس کا ذکر عنقریب آئیگا (کلید)

گفت دانم مرد را در حین پوز ورنگوید دانمش اندر سہ روز

ترجمہ: اس نے جواب دیا کہ میں آدمی کو فوراً منہ سے (بات نکالتے ہی) پہچان لیتا ہوں اور اگر وہ نہ بولے تو اس کو تین روز میں (چال ڈھال سے) پہچان لیتا ہوں۔

واں دگر گفت ار بگوید دانمش ورنگوید در سخن پیچانمش

ترجمہ: اور دوسرے نے کہا (میں چال ڈھال سے نہیں پہچان سکتا البتہ) اگر وہ بولے تو اسے پہچان لیتا ہوں اور اگر نہ بولے تو اس کو (کسی بہانہ سے) باتوں میں الجھا لیتا ہوں (پھر اُس کی باتوں سے اس کو شناخت کرلیتا ہوں)

گفت اگر ایں مکر بشنیدہ بود لب بہ بندد در خموشی در رود

ترجمہ: تو اُس نے (اس دوسرے شخص سے) کہا اگر اس نے یہ تدبیر سنی ہوئی ہو (کہ یوں باتوں میں لگا کر مافی الضمیر معلوم کرلیا کرتے ہیں۔ اور) وہ لب بند رکھے (اور ساچپ چاپ چلا جائے) تو پھر تو اُس کا اندرونی حال کیونکر معلوم کرے گا۔

گفت میرو گوئی تاہفتم زمیں تا ابد پوشیدہ بادم حال زیں

ترجمہ: اس نے کہا اگر جاتا ہے تو جائے اپنی (ایسی تیسی میں) کھدو ساتویں زمیں تک

چلا جائے۔ اس شخص کا حال مجھ پر (پوشیدہ رہتا ہے تو) ابد تک پوشیدہ رہے (مجھے اس کی پروا نہیں)

حالِ یک تن گر ندانم چہ شود وانگہ و نقصانِ دینم چہ بود

ترجمہ: اگر میں ایک شخص کا حال نہ بھی جانوں گا تو کیا ہو جائیگا اور اس سے میرے دین میں کیا کمی آجائے گی۔

مطلب: یہ کہ اگر کوئی مجھ سے ہمکلام ہوا میں اُس کو ہمکلام کر سکوں تو اُس کے دل کا حال میں معلوم کر لیتا۔ لیکن اگر وہ نہ بولے تو نہ سہی مجھے اس کے حال کی ضرورت ہی کیا ہے۔ یہ احتمال نکالنا ہی فضول ہے کہ اگر وہ نہ بولے۔ بلکہ یہ سوال ہی لغو ہے آگے وہ اس سوال واحتمال کی لغویت پر ایک مثال پیش کرتا ہے:۔

آنچنانکہ گفت مادر بچہ را گر خیالے آیدت در شب فرا

لغات: خیال وہ صورت جو خواب میں نظر آئے۔ یا بیداری میں اس کا تصور ہو اور وہ صورت جو پانی یا آئینے میں دکھائی دیتی ہے۔ (غیاث)

ترجمہ: جیسے ایک ماں نے (اپنے) بچے سے (اس کا دل مضبوط رکھنے کے لیے) کہا (بچہ!) اگر رات (کی تاریکی) میں کوئی خیالی شکل تیرے سامنے آجائے۔

یا بگورستان و جائے سہمگین تو خیالِ زشت بینی در کمین

ترجمہ: یا قبرستان میں اور کسی خوفناک جگہ میں تو کوئی بھیانک صورت گھات میں دیکھے۔

دِل قوی دار و بکن حملہ برو او بگرداند ز تو در حال رو

ترجمہ: تو دل کو مضبوط رکھ اور اس پر حملہ کر دے۔ وہ فوراً تجھ سے رُخ پھیر لے گی۔

زانکہ بے ترسے بسُویش ہر کہ رفت آں خیالِ دیوِ وش بگریخت تفت

ترجمہ: کیونکہ جو شخص اس (صورت) کی طرف بے خوف ہو کر بڑھا۔ تو وہ دیو کی سی صورت جلدی (اس کے مقابلہ سے خائف ہو کر) بھاگ گئی

گفت کودک با خیالِ دیو وش ایں چنیں گر گفتہ باشد مادرش

ترجمہ: بچہ بولا اگر اس دیو کی سی صورت کو اس کی ماں نے (بھی) یوں ہی کہدیا ہو

(کہ جب وہ لڑکا سامنے آئے تو اس پر حملہ کر دینا)

حملہ آرد ، اُفتد اندر گردنم ۔ زامر مادر پس من آنگہ چوں کنم

ترجمہ (اور) وہ (اپنی) ماں کے حکم سے (مجھ پر حملہ آور ہو (اور) میری گردن سے لپٹ جائے تو اس وقت میں کیا کروں ؟

تو ہمے آموزیم کہ چست ایست ، آں خیالِ زشت را ہم مادر یست

ترجمہ : تو مجھے سکھاتی ہے کہ جم کر کھڑا رہ (آخر) اس بھیانک صورت کی بھی تو کوئی ماں ہے (کیا اس کی ماں نے بھی اس کو جم کر مقابلہ کرنے کی تعلیم نہ دی ہوگی)

مطلب : خیال کرو کہ کہاں خیالی صورت اور کہاں اس کا کسی ماں کا فرزند دلبند ہونا - یہ بچے کی محض طفلانہ بات تھی جس سے سننے والے کو بے ساختہ ہنسی آتی ہے یہاں ایسا ہی تمہارا سوال طفلانہ ہے آگے مولانا بطور انتقال فرماتے ہیں کہ مسلمانو! کہیں اس نادان بچے کی طرح تم بھی یہ نہ کہنے لگنا - کہ اگر ہم کو خدا کی طرف سے یہ تعلیم ملی ہے کہ مومنوں پر شیطان غالب نہیں آسکتا ۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّہٗ لَیْسَ لَہٗ سُلْطَانٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تو ممکن ہے کسی نے شیطان کو بھی یہ تعلیم دے رکھی ہو کہ تو مومنوں پر غالب رہے گا - پس اگر تم ایسا خیال کرو گے تو یہ تمہاری غلطی ہوگی کیونکہ -

دیوِ مردم را مُلقّن آں یکے ست - غالب از وے گردد از خصم اندکے ست

لغات : دیوِ مردم آدمیوں کا شیطان - حدیث میں آیا ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ ایک شیطان اور ایک فرشتہ تعینات ہے یہ حدیث باصل کلمات معہ ترجمہ مجھ سے گزر چکی ہے - ملقن ۔ تلقین کرنے والا - تعلیم دینے والا - سمجھانے والا ۔ ملقن کسی کو کوئی کام بتانے والا اور اس کے کرنے پر آمادہ کرنے والا ہوتا ہے ۔ لیکن یہاں اس لفظ سے مجازاً موقع دینے والا مراد ہے - کیونکہ جو شخص خود کسی کام پر آمادہ ہو لیکن اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ کو دور کرنے والے اور اس فعل کا موقع دینے والے کو بھی ایک اعتبار سے ملقن کہہ سکتے ہیں - یہاں وہی اعتباری معنی معتبر ہیں -

ترجمہ : آدمیوں کے شیطان کو (مومنوں پر غالب آنے کی غرض سے فریب کرنے کا) موقع دینے والا تو وہی ایک (خداوند تعالیٰ شانہٗ) ہے (اور کوئی نہیں جس کی شان یہ ہے کہ) اگر (شیطان کا) حریف مقابل (یعنی مومن طاقت میں) کم بھی ہو تو اس (کی مدد) سے غالب آجاتا ہے -

تا کدامیں سُوے باشد آں ہراس ۔ اللہ اللہ رو تو ہم آں سُوے باش

لغات: یراش توجہ و نہفت (غیاث)

ترجمہ: حتے کہ اس (مومن ضعیف) کی چڑھائی خواہ کسی طرف ہو (وہ خدا کی مدد سے ضرور فتح پاتا ہے) اللہ اللہ تم بھی جاؤ (اور) اس (واحد کی) طرف (کے ہو کر) رہو۔ (تاکہ شیطان پر غالب آجاؤ)۔

مطلب: یعنی جس طرح بچے کے خیال باطل میں اس کی ماں کے مقابلے میں خیالی صورت کی ماں بھی تھی۔ یہاں مومنوں کی نصرت کے بشارت دینے والے۔ یعنی حق تعالےٰ کے مقابلہ میں شیطان کو غلبہ کی خوشخبری دینے والا کوئی نہیں۔ شیطان کو خود ہی مومنوں پر غالب آنے کا زعم ہے۔ چنانچہ اس نے کہا تھا۔ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ میں ان سب کو گمراہ کروں گا (ص ع ۵) اللہ تعالےٰ نے اس کو یہ موقع بخشدیا کہ وہ جتنا چاہے اپنا زور لگالے۔ چنانچہ فرمایا فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ۵ تجھ کو مہلت دی گئی (ص ع ۵) اور یہ موقع بخشنے والا بھی وہی حق تعالےٰ ہے اور کوئی نہیں جس کی شان یہ ہے کہ جب وہ اپنے مومن بندوں کی مدد کرتا ہے تو خواہ شیطان یا تابعین شیطان کے مقابلہ میں وہ کم ہی ہوں ضرور کامیاب ہوتے ہیں كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ اکثر ایسا ہوا ہے کہ) اللہ کے حکم سے تھوڑی جماعت بڑی جماعت پر غالب آگئی (البقرہ ع ۳۳) ملقن کے لفظ کی تاویل اس لیے لازم ہوئی کہ حق تعالےٰ شیطان کو بمعنی حقیقی شر کی تلقین کرنے والا نہیں ہے۔ بلکہ وہ اس کو شر و فساد کرنے کا صرف موقع بخشتا ہے تاکہ سعید و شقی لوگوں کا امتیاز ہو جائے آگے پھر عود ہے اس قصہ کی طرف کہ سائل نے جو دوسرے شخص سے سوال کیا تھا کہ اگر وہ خاموش ہی رہے تو پھر تو کیا کرے گا اور اس نے جواباً کہا تھا۔ اگر نہ بولے تو نہ سہی مجھے کیا پرواہ ہے۔ اس روکھے جواب سے سائل کو شبہ ہوا کہ شاید اس نے مجھ کو ٹلانے کے لیے یہ جواب دیا ہے کیونکہ اس کو تکیہ کلام پسند نہیں یا میرے طرز خطاب سے ناخوش ہو گیا ورنہ وہ صاحب کشف ہے ضرور دوسرے کا مافی الضمیر بلا تکلم سمجھ جاتا ہے۔ اس لیے وہ دوبارہ وہی سوال کرتا ہے:-

گفت اگر از مکر ناید در کلام | حیلہ را دانستہ باشد آں ہمام
سر او را چوں شناسی راست گو | گفت من خامش نشینم پیش او

ترجمہ: (سائل نے پھر کہا اگر وہ (کسی) حیلہ سے بولنے میں نہ آئے (اس لیے کہ وہ باہمت آدمی حیلہ کو جانتا ہو تو (پھر) آپ اس کے مافی الضمیر کو کیونکہ پہچانیں گے۔ براہ مہربانی اس مرتبہ) سچ سچ بتا دیجئے (پہلی بار کی طرح ٹلائیے نہیں) اس نے جواب دیا کہ میں اس کے آگے خاموش بیٹھ جاتا ہوں۔

صبر را سُلّم کنم سُوے درج تا برایم بر سرِ بامِ فرج

لغات: صبر سے مراد یہاں وقوف قلبی ہے۔ یعنی قلب کو خواطر سے خالی کر کے کچھ دیر تک خاموش اور مراقب ہو کر بیٹھنا ۔ پیچھے دفتر چہارم میں بھی صبر کا لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے ۔

دم بخور در آبِ ذکر و صبر کن تا رہی از فکر و وسواس کہن۔

مفتاح جلد یازدہم میں اس شعر کی شرح قابل ملاحظہ ہے۔ درج بفتحتین جمع درجہ

ترجمہ: اور صبر (یعنی وقوف قلبی) کو میں (اس کے مافی الضمیر کے) مدارج کی طرف (چڑھنے کے لیے) زینہ بنا لیتا ہوں تاکہ میں بام کامیابی پر پہنچ جاؤں

مطلب: جب وہ زبان سے کچھ نہ بولے جس سے اس کے خیالات و خواطر کا پتا لگ سکے تو میں اپنے قلب کو خواطر سے خالی کر کے اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں اس طریق سے اس کے خیالات و خواطر میرے دل پر منعکس ہو جاتے ہیں۔ فی الحقیقت کشف ضمائر اور دائرہ خواطر کا یہی طریقہ ہے۔ جو ایک مشق طلب کام ہے۔ اہل کمال کو یہ ملکہ عموماً بلا مشق حاصل ہوتا ہے اور عوام اس کو مشق سے پیدا کر سکتے ہیں اور ان کے لیے یہ کوئی دلیل کمال نہیں ۔

ہست مر ہر صبر را آخر ظفر ہست روزی بعد ہر تلخی شکر

ترجمہ: (اور صبر ایسی چیز ہے۔ کہ) ہر صبر کا انجام مراد رسی ہے (اور) ہر تلخی کے بعد شکر حاصل ہوتی ہے۔

چوں بجوشد در حضورش از دلم منطقے بیروں ازیں شادی و غم

ترجمہ: (تو) جب اس کی حاضری میں میرے دل سے کوئی کلام (نفسی یا نقلی) جو اس (دنیاوی) غم و شادی سے خارج ہو جوش کرتا ہے تو:-

من بدانم کو فرستاد آں بمن از ضمیرِ چوں سُہیل اندر یمن

ترجمہ: تو میں جان لیتا ہوں کہ یہ اس نے میرے پاس ایسے ضمیر سے بھیجا ہے جو یمن کے (ستارہ) سہیل سے مشابہ ہے ۔

من بزرگیِ ورا گردن نہم منتے ہم بر دل و بر تن نہم

ترجمہ: (پس) میں اس کی بزرگی کے آگے گردن جھکا دیتا ہوں اور تن من سے (اس کا بار) احسان اٹھاتا ہوں ۔

دردلِ من ایں سخن زاں میمنہ است زانکہ ازدل جانبِ دل روزنہ است

ترجمہ: (اور سمجھتا ہوں کہ) یہ بات میرے دل میں اسی بابرکت جانب سے آئی ہے۔ اس لیے کہ (ایک) دل سے (دوسرے) دل کی طرف (باطنی) دریچہ ہے۔

مطلب: خلاصہ جواب یہ کہ جب میں اس کے سامنے متوجہ بقلب ہو کر خاموش بیٹھ جاتا ہوں اور اس وقت کوئی نیک خیال میرے دل میں گزرتا ہے تو میں سمجھ جاتا ہوں۔ کہ بس یہ خیال اسی کے دل سے پیدا ہوا ہے۔ جو میرے دل پر منعکس ہوگیا اور مجھے یقین ہوجاتا ہے کہ وہ کوئی پاک ضمیر و نیک خیال آدمی ہے یہاں ایک خاص نکتہ قابلِ لحاظ ہے وہ یہ کہ ہر شخص کے دل میں اچھے بُرے ہر طرح کے خیالات گزرتے ہیں اور ایک صاحب کشف پر وہ سب ظاہر ہو سکتے ہیں مگر اس جواب دینے والے نے صرف نیک خیالات کے انکشاف کا ذکر کیا ہے۔ بُرے لوگوں کے قلوب سے جو بُرے خیالات منکشف ہوتے ہوں گے ان کا ذکر نہیں کیا۔ اس میں راز یہ ہے۔ کہ کشف ضمائر کا طریقہ ہمیشہ اور قطعی طور پر مفید یقین نہیں کما ھو مسلم عند القوم یہ ممکن ہے کہ کسی کے دل میں کچھ خیال ہو۔ اور صاحب کشف کے دل پر اس کے خلاف کچھ اور منکشف ہو جائے پس کسی بُرے خیال کے انکشاف کو وہ اپنی غلطی کشف پر محمول کر لیتا ہو گا۔ تاکہ کسی بندے پر ناحق بدگمانی رکھنے کا گناہ لازم نہ آئے۔ اس لیے اس کا ذکر نہیں کیا اور نیک خیال کا انکشاف اگرچہ غلط ہی ہو۔ اس کا یقین کر لینا حسن ظن کا باعث ہے اور اس کا فکر بھی داخل خیر ہے۔ اس لیے ذکر کیا۔ آگے مولانا کتاب کو ختم کرتے ہیں اور ختم کتاب کو مضمون بالا کے ساتھ ربط دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

چوں فتاد از روزنِ دل آفتاب ختم شد واللہُ اَعلَمُ بِالصَّواب

ترجمہ: جب روزنِ قلب (کی محاذات) سے (فیضانِ غیب کا) آفتاب (افق) کے نیچے) جاگرا تو (یہ کتاب) ختم ہوگئی اور اللہ ہی خوب معلوم ہے (کہ صواب اور حکمت کس وقت اور کس چیز میں کیا ہے)

مطلب: مجیب کے جواب سے معلوم ہوگیا کہ دل میں روزن ہے جو واردات کے آنے کا منفذ ہے۔ پس اسی طرح اب تک آفتاب القا میرے قلب کے مقابل تھا اور اور اس سے واردات کی شعاعیں روزنِ قلب سے پہنچ رہی تھیں مگر اب بحکمت خداوندی وہ آفتاب افق استتار میں غروب ہوگیا۔ یعنے اب بجائے تجلی کے استتار ہوگیا ہے جیسے کہ عارفین کو دونوں حالتوں میں پیش آتی ہیں اور بعض مصالحہ استتار میں تجلی سے بھی زیادہ ہوا کرتی ہیں۔ لہذا اب کتاب بھی ختم ہوگئی (کلید) کیونکہ کتاب کے مضامین کا ورود الہی تجلیات کے پرتو سے تھا۔ منہج القوی کا خاتمہ اس شعر کی بجائے ان

دو شعروں پر ہوتا ہے ؎

ہست باقی شرحِ ایں لیکن درون	بستہ شد دیگر نمے آید بیروں
چوں بفضلِ حق رسید اینجا کتاب	ختم کن واللہ اعلم بالصواب

تتمہ مثنوی از حضرت مولانا الٰہی بخش کاندھلوی رح

مولانا روم رح نے مثنوی کے چھٹے دفتر میں جو تین شہزادوں کا قصہ نہایت دھوم دھام کے ساتھ شروع کیا تھا اور اس دفتر کا قریباً ثلث حصہ اس پر مشتمل ہے۔ اس کو ناتمام رکھ کر دفتر کو بلکہ کتاب کو ختم کر دیا۔ تیسرا چھوٹا شہزادہ جس کو اس قصہ کا ہیرو سمجھنا چاہیے اور جس کی سرگزشت اس قصے کی روح ہے۔ اس کا حال صرف ایک شعر میں شروع ہو کر اسی پر ختم ہو گیا۔ آخر کتاب میں جو تین کاہل بھائیوں کی کہانی شروع ہوئی اور قاضی ان سے پوچھ رہا ہے کہ بتاؤ تم میں سے زیادہ کاہل کون ہے۔ ابھی وہ اپنے اپنے بیان دینے نہیں پائے اور قاضی کے فیصلہ دینے کی نوبت نہیں آئی کہ قصہ ختم اور قاضی کی عدالت کا نقشہ نظر سے اوجھل ہو گیا۔ بعض مشہور کتابیں مصنف کے ناگہاں رحلت کر جانے سے تو ناتمام رہی ہیں۔ مگر جس کتاب کو مصنف نے اپنی حینِ حیات میں ناتمام رکھ کر اس کی تکمیل سے جواب دیدیا ہو۔ اس کی نظیر ہمکو مثنوی کے سوا کوئی معلوم نہیں مولانا کے فرزند بہاؤ الدین رح ؎ فرماتے ہیں :-

مدتے زیں مثنوی چوں والدم	شد خمش گفتم ورا کاے زندہ دم
از چہ رو دیگر نمے گوئی سخن	بہر چہ بستی درِ علم لدن
قصہ شہزادگاں نامد بسر	ماند بہفتہ دُرِ سیومی پسر
گفت نُطقم چوں شتر زیں پس بخفت	نیستش باہیچ کس تا حشر گفت
ہست باقی شرح ایں لیکن دروں	بستہ شد دیگر نمے آید بروں
ہمچو اشتر ناطقہ اینجا بخفت	او بگوید من بہ بستم لب ز گفت
وقت رحلت آمد و جستن ز جو	کل شیئٍ ھالک الا وجھہٗ
باقی ایں گفتہ آید بے زباں	در دلِ آنکس کہ دارد نورِ جہاں

یعنی "میرے والد نے جب مثنوی کا سلسلہ مدت تک بند رکھا تو میں نے اس کی وجہ پوچھی۔ فرمایا۔ بس اب قوت ناطقہ جواب دے گئی۔ اس کے بعد قیامت تک ہمارے شعر و سخن کا سلسلہ بند رہے گا۔ کیونکہ اب رحلت کا وقت قریب ہے اور قصہ کا بقیہ حصہ کسی ایسے شخص کے دل پر القا ہو گا جس کو باطنی نور حاصل ہے"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے ہاتھ سے اس کام کا ادھورا رہنا۔ کسی غیبی حکمت کا مقتضا تھا۔ ورنہ یہ ناممکن ہے کہ جب مصنف نے کمال غلبہ ذوق سے اور اعلیٰ خوش بیانی سے چھبیس ۲۶ ہزار شعر کہہ ڈالے تو خاتمہ کتاب پر آ کر اس کام سے

دل بستگی نہ رہے اور وہ عموماً اس کو ناقص رکھنا گوارا کر لے معمار نے جس بے نظیر ہنر مندی اور نادرہ کاری سے ایک عمارت کی بنیاد ڈالی۔ اس کے در و دیوار کو فردوس بریں کے نمونے پر اُٹھایا اور دنیا اس عدیم النظیر عمارت کے نظارہ کے لیے امنڈی چلی آئی۔ تو وہ اس کی منڈیر تک پہنچ کر یک دم اس کام سے دل برداشتہ اور اس کی تکمیل سے دست بردار ہو جائے۔ یہ ممکن نہیں۔

آئیے اب اس حکمت کو سمجھنے کے لیے کچھ غور و فکر سے کام لیں۔ خاتمہ کتاب سے ایک شعر اوپر مولانا ایک قائل کا قول نقل فرما چکے ہیں زانکہ از دل جانب دل روزنہ است جس کا مطلب یہ بھی ہے کہ ایک دل سے دوسرے دل کی طرف ایک کھڑکی کھلی ہوئی ہے۔ جس کے ذریعے پہلے دل سے دوسرے دل میں علوم و معارف القا ہوتے ہیں اس کے ساتھ ہی مولانا نے فرمایا ؎

چوں فتاد از روزنِ دل آفتاب ختم شد وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

یعنی چونکہ ہمارے دل کے روزن سے وہ آفتاب نیچے اُتر گیا جس سے علوم و معارف کی شعاعیں نکلتی تھیں۔ اس لیے ہم خاموش ہوتے ہیں اور کتاب کو بند کرتے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا وہ آفتاب پھر طلوع کریگا یا نہیں اور جو قصہ ناتمام رہ گیا وہ پورا ہوگا یا نہیں؟ اس کا جواب خود مولانا نے اپنے فرزند کو دیا کہ ؎

باقی ایں گفتہ آید بے زباں در دلِ آنکس کہ دارد نورِ جاں

یعنی وہ آفتاب کسی اور اہل کمال کے قلب پر طلوع کرے گا اور اسی سے باقیماندہ کام تکمیل پائے گا۔ آخر کچھ اوپر پانچسو سال کے بعد مولانا کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی یعنی وہ آفتاب جس کے پھر کسی کے قلب پر طلوع ہونے کی بشارت مولانا نے دی تھی ایک عارف حق کے قلب سے طلوع ہوا۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ مولانا کی روحانیت نے باقی ماندہ مضامین کا پرتو اس قلب پر ڈالا۔ حتے کہ وہ مضامین قلب سے قلم نے لیکر کتاب کی تکمیل کردی

پس کتاب کا بلا تکمیل ختم ہونا اس غیبی حکمت کا مقتضا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولانا سے اس کی تکمیل کی استدعا کی جائے اور وہ کسی آئندہ وقت پر اس کے تکمیل پانے کی موثق پیشگوئی فرمائیں۔ پھر وہ پیش گوئی بے کم و کاست پوری ہو۔ تو مثنوی کے منجانب اللہ اور الہام حق ہونے پر مہر تصدیق لگ جائے اور یہ قول مبنی بر مبالغہ نہ رہے کہ ع

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

ورنہ یہ کبھی نہیں دیکھا گیا۔ کہ کسی انسانی کام اور بشری کلام کی تکمیل کے لیے یوں غیب سے باوثوق بشارت ملی ہو اور پھر اس بشارت کے من وعن پورا ہونے کے لیے یوں غیب سے سامان ہوئے ہوں۔

جس عارف حق کو مثنوی کے باقی ماندہ کام کو پورا کرنے کا فخر حاصل ہوا - وہ مولانا مفتی محمد الٰہی بخش کاندھلوی ہیں جو حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہٗ کے ارشد ملامذہ سے ہیں اور ہندوستان کے عالی پایا علمار میں شمار ہوتے ہیں - اختتام مثنوی کا ایک عنوان نگار لکھتا ہے :-

"جناب مولوی محمد الٰہی بخش صاحب کہ عارفے کامل و عالمے عامل، پارسائے تصوف پرست و درویشے توحید مست بود شبے در رویتِ صادقہ مشاہدہ نمود کہ حضرت مولانا ارشاد نظم و ختم آں داستان بہ زبانی میفرماید و ایں نکتہ دان دلبستان تادب سر بگریبان تعذرے مے کشید - حضرت مولانا بوعدہ اعانت روحانی و امداد وجدانی دلالت را باستمالت انضمام دادہ امر اقدس را باصرار واجب التقدیم ہبگرداند"

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں جو ولولہ عشق اور جوش مستی ہے ۔ وہ مولانا ہی کے ساتھ خاص ہے - اس وصف خاص میں ان کے کلام کے ساتھ کسی دوسرے کلام کا پورا پیوند بیٹھنا ناممکن ہے - تاہم مولانا کاندھلوی نے تنوعِ انتقالات و تفننِ تمثیلات اور ایراد غور مقص و افاقہ معارف میں مولانا رومی کے نقش قدم پر چلنے کی پوری کوشش کی ہے - مگر دونوں کلاموں کو مقابل رکھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ غلبہ حال میں بلا تکلف اور بے ساختگی کے ساتھ جو کچھ چاہتے ہیں اور جس طرح چاہتے ہیں کہتے چلے جاتے ہیں اور مولانا کاندھلوی بحالت صحو اپنی رفتار سخن میں حزم و احتیاط کی قیود کے ساتھ چل رہے ہیں کہ کوئی قدم مولانا کے انداز سے باہر نکلنے نہ پائے - پہلے مولانا اپنی سخن گستری میں آزاد ہیں - کہیں کلام رنگین کہیں بیرنگ کہیں سلیس کہیں دقیق و عمیق بولتے چلے جاتے ہیں اور کہیں کہیں اشارات و کنایات سے کام لیکر ایک بڑے مضمون کو اس اختصار کے ساتھ ایک آدھ شعر میں کہہ جاتے ہیں

کہ شعر ایک معمے بن جاتا ہے ، مگر دوسرے مولانا کا مقصد یہ ہے کہ مثنوی کے باقیماندہ مضمون کی تکمیل کریں - قصہ کے جس حصے کے لیے سامعین منتظر ہیں وہ پورا کر کے ان کے لیے فہم داستان کی آسانی پیدا کریں اس لیے ان کا طرزِ ادا بالکل صاف سلیس اور عام فہم ہے -

زیادہ مناسب تو یہی تھا - کہ مفتاح العلوم میں اس تتمہ کی شرح بھی اسی استقصا کے ساتھ کی جاتی جس کا اصل مثنوی میں التزام ہوا ہے - مگر چونکہ شرح کا حجم بہت بڑھ گیا اور شارح کی عمر کا ایک معتدبہ حصہ اس کام میں صرف ہو گیا - اگر اس زندگی مستعار میں موقعہ ملا تو اس شرح سے فراغت پا کر کچھ اور کام کرنے کا بھی قصد ہے - اس لیے فرصت اور مصلحت اسی قدر اجازت دیتی ہے - کہ تتمہ میں سے صرف ان اشعار منتخبہ کا ترجمہ لکھ دیا جائے - جو نفسِ قصہ سے متعلق ہیں - تاکہ قصہ اتمام پذیر ہو جائے

اور ناظرین کو ختم کتاب پر قصہ کے ادھورا رہنے سے جو بےلطفی پیش آتی ہے - وہ رفع ہو جائے اور چونکہ اصل قصہ بھی بڑی حد تک عبرت بخش اور سبق آموز ہے - اس لیے ضمنی مباحث کو چھوڑ دینے اور محض قصہ پر اکتفا کرنے سے بھی وہ مقصود اچھی خاصی حد تک حاصل ہو جاتا ہے۔ جو اس مثنوی کا نصب العین ہے -

---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

افتتاح کلام بہ تمہید اختتام سراپا احتشام مثنوی معنوی

کلام کا آغاز اس مثنوی معنوی کے اختتام کی تمہید سے جو سراپا ے عزت ہے

جذب ذوق وشوقِ مولانا حسام ۔۔۔ میکشد مارا بسوے اختتام

مولانا حسام الدین رح کے ذوق و شوق کا جذب ہم کو (مثنوی کا) خاتمہ (لکھنے) پر آمادہ کر رہا ہے -

رُوحِ مولانا جلال الدین روم ۔۔۔ مہرِ برج معرفت بحرِ عُلُوم

پرتوے زد چونکہ بر طُورِ دلم ۔۔۔ گشت نورانی تنِ آب و گلم

مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ جو برج معرفت کے آفتاب ہیں (اور) علوم کے سمندر جب ان کی روح نے میرے دل کے (کوہ) طور پر (اپنا) پرتو ڈالا تو میرا عنصری بدن منور ہو گیا -

ہر زمانم آں مہِ بُرج برین ۔۔۔ میزند چشمک ببامِ دل کہ ہیں

اختتامِ مثنوی آغاز کُن ۔۔۔ نامۂ سربستہ ام را باز کُن

برج بلند کا وہ چاند ہر وقت بام دل پر سے اشارہ چشم کے ساتھ مجھے کہہ رہا ہے کہ مثنوی کا خاتمہ (لکھنا) شروع کرو (اور) میری بند شدہ کتاب کو کھول ۔

آن حکایت گو کہ ناگفتہ بماند ۔۔۔ نظم کن آں دُر کہ ناسفتہ بماند

وہ حکایت بیان کر جو (پوری) بیاں ہونے سے رہ گئی - اس موتی کو پرو دے جو بے بندھا رہ گیا -

زُود در سِلکِ بیاں در کش ورا　　در رسد فیضانِ رُوحانی زما

جلدی اس کو بیان کی لڑی میں پرولے (اسی کام کے لیے) ہماری طرف سے (تجھ کو) روحانی فیض پہنچے گا۔

چونکہ حدِّ خود ندیدم تن زدم　　بر درش از عذر سر را من زدم

ترجمہ: جب مجھے اپنی قابلیت نظر نہ آئی تو میں خاموش ہوگیا بطور عذر ان کے دروازہ پر سر ڈال دیا۔

نقصِ اَمر از کسرِ دُر دُشوار تر　　لاجرم بستم با مرِ او کمر

دیگر حقیقت یہ ہے کہ) حکم کو رد کرنا موتی کو توڑنے سے بھی زیادہ دشوار ہے اس لیے میں ان کے حکم (کی تعمیل) پر کمر بستہ ہوگیا۔

اَے خدائے قادرِ بیچون و چند　　رازہا کردی دُرون سینہ بند

اے خداوند جو قادر ہے (اور کیفیت وکمیت سے پاک ہے تو نے رازوں کو سینے میں بند کیا ہے

ربط دادی سینہ را با سینۂ　　ربطِ ایں آئینہ با آئینۂ

(پھر) سینے کو سینے سے وابستہ کیا ہے (جیسے) اس آئینے کا (دوسرے) آئینے سے تعلق ہو

آب از جوئے بجوئے میرود　　باز یکسو گشتہ تا دریا دود

پانی (ایک) نہر سے (دوسری) میں جاتا ہے پھر اکٹھا ہو کر سمندر میں چلا جاتا ہے۔

رفت چُوں در بحرِ آبِ جوہا　　جملہ یک ذات و یک آب است اَے فتا

جب نہروں کا پانی سمندر میں جا پہنچا تو اے جوان سب ایک ذات ہیں اور ایک پانی ہے۔

با تو رمزے گفتم اَے جاں گوش کن　　جملہ تن جاں باش و جاں را ہوش کن

میں نے تجھ سے ایک رمز کہدی اے (جان) سن لے ہمہ تن جان بن جا اور جان کو (سراپا) ہوش بنالے

رو بسوئے آں وصیّت باز گرد　　ز انتظارِ آں سہ پسر را دِل بدرد

چل اس وصیّت کی طرف واپس چل، ان تین لڑکوں کا دل انتظار کی تکلیف میں ہے

آغازِ داستانِ بیان کردنِ آں سہ پسر کاہلی خود را پیش

ان تین بیٹوں کے اپنی اپنی کاہلی قاضی دانشمند کے سامنے بیان کرنے کی داستان

قاضی دانشور

کا آغاز

گفت قاضی کاہلی خود شما — مر بسر گوئید تفصیلاً بما

قاضی نے دان سے) کہا کہ تم لوگ اپنی اپنی کاہلی کو پوری تفصیل کے ساتھ ہمارے سامنے بیان کرو.

ہر یکے باید کہ گوید حال خویش — تا بدانم کاہلِ کیست بیش

ہر ایک کو چاہیے کہ اپنا حال سنائے تاکہ مجھے معلوم ہو جائے کہ کس کی کاہلی بڑھ کر ہے

حُقہ سر بستہ جانِ آدمی ست — باز مفتاحش زبانِ آدمی ست

آدمی کی جان ایک بند ڈبا ہے پھر اس کی کنجی آدمی کی زبان ہے

اولین گفتا بداں حد کاہلم — کاوستاد و تنبلاں را تنبلم

سب سے پہلے خاص کریں اس حد تک کاہل ہوں کہ (کاہلی میں) استاد ہوں اور بیکاروں کا بیکار ہوں

ہیں تو بشنو حالِ ما را اے سنی — بُد شب باراں و فقدِ روشنی

ہاں! تو اے عالی جاہ ہمارا حال سن لیجئے۔ ایک رات مینہ برستا تھا اور روشنی نہ تھی

برف مے بارید و باراں زمہریر — عالمے مانند یخ بستہ قریر

برف برستی تھی اور بارش (اور) شدت کا جاڑا (تھا) ایک جہاں جمے ہوئے یخ کی طرح ٹھنڈا (تھا)

تشنہ گشتم آتشم پر دود گشت — آتش باطن بزد در کوہ و دشت

اس وقت) مجھے پیاس لگی (وہ) میری (پیاس کی) آگ دھواں دھار ہوگئی (پیاس کی شدت سے یہ نظر آتا تھا کہ میرے) اندر کی آگ پہاڑ جنگل میں جا لگی۔

نفس نالاں درپئے آبے خنک تنبلی ام گفت بنشین سینگنک

(میرا) نفس ٹھنڈے پانی کے لیے رونا تھا (اور میری) کاہلی مجھے کہتی تھی چین سے بیٹھا رہ

از گرانی جامۂ خواب عندرشدم گشتہ کاہل پائے بر بستر زدم

میں سستی سے لحاف میں گھس گیا۔ کاہل بن کر بستر پر جا چڑھا

خواب نامد اندراں عطشا نیم ومبدم افزود سر گردا نیم

اس پیاسے (لیٹے) رہنے میں مجھے نیند نہ آئی دمبدم میری سرگردانی بڑھتی جاتی تھی

آخرش برخاستم بہر وضو قصد کردم جانب آب و سبو

ترجمہ: آخر میں وضو کے لیے اٹھا میں نے پانی اور گھڑے کی طرف قصد کیا۔

یاد من آمد حدیثے از انسؓ اَسْبِغْ امرِ آں رسولِ خوش نفس

تو مجھے ایک حدیث یاد آگئی (جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ) رسول پاک کا حکم (ہے) اَسْبِغْ (یعنی وضو کو مکمل طور پر کرو)

انتباہ: پوری حدیث یوں ہے:- قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَسْبِغِ الْوُضُوْءَ وَخَلِّلْ بَیْنَ الْاَصَابِعِ وَبَالِغْ فِی الْاِسْتِنْشَاقِ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ صَائِمًا یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو کو مکمل طور پر کرو اور انگلیوں کے درمیان خلال کرو اور ناک کے اندر پانی خوب پہنچاؤ۔ مگر جب تم روزے سے ہو انتہی یہ روایت لقیط رضؓ بن صبر سے مروی ہے اور بلوغ المرام میں درج ہے۔ بقول مولانا کسی اور طریق میں حضرت انسؓ سے بھی مروی ہوگی

طالب غرِّ محجّل گشتہ زود در وضو گشتم شتاباں اے ودود

تو اے مہربان میں فوراً روشن پیشانی (والے اور) روشن ہاتھ پاؤں والے لوگوں کی رفاقت) کا طالب ہو کر وضو میں سعی کرنے لگا۔

انتباہ: یہ صحیح مسلم شریف کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ جو ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلے اللہ علیہ وسلم اَنْتُمُ الْغُرُّ الْمُحَجَّلُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مِنْ اِسْبَاغِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ فَلْیُطِلْ غُرَّتَہٗ وَتَحْجِیْلَہٗ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:- تم لوگ وضو کو مکمل کرنے کی بدولت قیامت کے روز روشن پیشانی اور روشن دست و پا ہوگے۔ پس جو شخص تم سے ایسا کر سکے تو وہ اپنی پیشانی اور دست و پا کے نور کو زیادہ کرے۔

کردم اسباغ وضو زاں آب سرد سردی او دست و پا بیکار کرد

(غرض) میں نے اس ٹھنڈے پانی کے ساتھ بھرپور وضو کیا (حتیٰ کہ) اس کی ٹھنڈک نے (میرے) ہاتھ پاؤں بے کار کر دیے

غالب آمد کاہلی بر من چناں کہ نکردم جرعہ زاں اندر دہاں

ترجمہ: مجھ پہ کاہلی اس قدر غالب آئی۔ کہ اس (پانی) سے ایک گھونٹ (اپنے) منہ میں نہ ڈالی۔

از عطش مے مردم و اعضا چو برف برد ظاہر را بباطن کرد صرف

میں پیاس سے مرا جاتا تھا اور اعضا برف کی طرح ظاہری ٹھنڈک کو باطن پر صرف کرتے تھے۔

از کسالت گفتم ایں بردِ وجود حرِّ باطن عاقبت خواہد ربود

میں نے سستی سے (اپنے دل کی تسلی کرتے ہوئے) کہا یہ جسم کی ٹھنڈک آخر باطن کی گرمی کو دور کر دے گی (لہٰذا پانی پینے کی زحمت کون اُٹھائے)

کاہلی از آب خوردن منع کرد آب در دست و بدست اسباب برد

(گویا) کاہلی نے مجھ کو پانی پینے سے باز رکھا (حالانکہ) پانی ہاتھ میں تھا اور (پیاس کو ٹھنڈک (پہنچانے) کا سامان حاصل (تھا)

لیک از سستم وہاں بس دور بود از کسالت گے مرا مقدور بود

لیکن سستی کی وجہ سے میرے ہاتھ سے منہ بہت دور تھا۔ مجھ کو (پانی پینے کی) قدرت کہاں تھی۔

انتباہ: گو برف باراں میں پیاس لگنے کا اتفاق شاذ و نادر ہوتا ہے۔ خصوصاً ایسی پیاس تو اس وقت نا ممکن ہے۔ جس سے احشاء میں ایک آگ سی لگ جائے جیسے اُوپر ذکر ہوا ہے۔ مگر کیا بعید ہے کہ حق تعالےٰ نے برف و باراں میں ہی اس کو ایسی پیاس میں مبتلا کر دیا ہو تاکہ اس شدت کی پیاس میں اس کا پانی نہ پینا راحت دینویہ کے حصول میں کاہلی اور اس سرما و باراں میں اس بارغ وضو کا اہتمام کرنا طاعتِ اخرویہ کی ادا میں پوری مستعدی کا اعلےٰ نمونہ بن جائے اور اس دینوی مستعدی کا دہی صدور یک وقت اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ برف و باراں کے ساتھ شدید پیاس بھی جمع ہونا فہم

گفت رمزے گفتہ ام از کاہلی قاضیا تو فہم کُن گر عاقلی

(پھر اس نے) کہا میں نے (اپنی) کاہلی کے متعلق ایک رمز عرض کردی۔ اجی قاضی صاحب اگر آپ عقل رکھتے ہیں تو (اس رمز کو) سمجھ جاؤ۔ (آگے مولانا فرماتے ہیں)

زاہداں در کارِ دُنیا کاہلند در ادائے بارِ عقبےٰ کاہلند

زاہد لوگ دنیا کے کام میں سست ہیں مگر عقبےٰ کے بوجھ سے سبکدوش ہونے کے لیے کامل ہیں۔

نفس را بکشند بہرِ نان و آب یکدمِ آبے بُود شاں را شراب

وہ نفس کو دانہ پانی کے لیے (بھوکا پیاسا) مارتے ہیں پانی کی ایک گھونٹ (پینا بھی) ان کو شراب کی مانند (ناگوار) ہے۔

بیان نمودن آں پسر دوم حال کاہلی خود با قاضی

دوسرے لڑکے کا اپنی کاہلی کا حال قاضی سے بیان کرنا

دومی گفتا کہ بشنو حالِ من قرعہ میراث زن در حالِ من

دوسرے (لڑکے) نے کہا کہ میرا حال سنو (اور میری فال میں میراث کی قرعہ اندازی کرو۔

نُصرت الداخل نگر در بیتِ مال تا بیابم از پدر مال و منال

بیت المال میں (میرے لیے) نصرت الداخل (کی شکل) دیکھو تاکہ میں (اپنے) باپ (کے ورثہ) سے مال و دولت پاؤں (نصرت الداخل علم رمل کی ایک شکل کا نام ہے)

گفت من تنبل ترم از تنبلاں ہستم از کوہِ گراں تر ہم گراں

اس نے بتایا کہ میں کاہلوں سے زیادہ کاہل ہوں ایک کوہ گرانی سے زیادہ گرانجاں ہوں

گر فتد کوہے نجنبم از مکاں یا برد سیلاب مارا رایگاں

اگر کوئی پہاڑ مجھ پر آگرے تو میں (اپنی) جگہ سے حرکت نہ کروں۔ یا سیلاب ہم کو مفت میں لے جائے (تو بھی کوئی پروا نہیں)

ہمچو اسمٰعیلؑ زیرِ خنجرے بر ندارم من سرِ خود از مرے

ہیں حضرت اسمٰعیلؑ کی طرح خنجر کے نیچے سے از راہ مخالفت سر بلند اٹھاؤں

یا چو ابراہیم اگر آتش بود من نتابم سر از و ہم تا ابد

یا حضرت ابراہیمؑ کی طرح اگر آگ (بھی) ہو تو میں ابد تک اس سے بھی (کبھی) سر نہ پھیروں۔

یا چو زکریا شگافد ارّہٗ برندارم من سرِ خود ذرہ

یا حضرت زکریاؑ کی طرح (مجھ کو) آرہ چیر ڈالے تو میں ہرگز اپنا سر نہ اٹھاؤں۔

اگر بپرّد سُوے من صد تیر راست از کسالت برنگردم چپ و راست

اگر (پورے) سو تیر (بھی) سیدھے میری طرف اُڑتے ہوں تو میں سستی سے دائیں بائیں کو نہ سر کوں گا۔

بر سرِ من آنچہ بپسندی رواست حکم حکمِ تست بندہ خود فناست

(میں تو یہ کہا کرتا ہوں کہ الٰہی) مجھ پر جو (حال وارد کرنا) تو پسند کرے، روا ہے۔ حکم دینا تیرا حق ہے اور بندہ تو فنا ہے۔

جملہ خواہشہا دراں خواہش یکست صُلح و تدبیر و ہمہ چالش یکست

تمام خواہشیں اس خواہش میں ایک ہیں صُلح و تدبیر اور حملہ آوری ایک ہیں۔

چوں جمادم حرکت و خواہش نماند تنبلیم دست از عالم فشاند

جماد کی طرح مجھ میں حرکت اور خواہش نہیں رہی۔ میری کاہلی (تمام) عالم سے دست بردار ہو گئی۔

درمیانِ ہر سہ تن کاہل ترم وز ہمہ نفع و ضرر جاہل ترم

تینوں شخصوں میں زیادہ کاہل میں ہوں اور ہر قسم کے نفع و ضرر سے بے خبر زیادہ تر میں ہوں۔

سُود و نقصانِ دو عالم ہرچہ ہست کاہلیِ من زہر دو برترست

دونوں عالم کا نفع و نقصان جس قدر ہے میری کاہلی دونوں سے بڑھ کر ہے۔

حکایت کردن آں پسر سوم کاہلی خود را پیشِ قاضی کہ

اس تیسرے لڑکے کا اپنی کاہلی کو قاضی کے سامنے بیان کرنا جو دین کے کام میں

کاہل بکار دین وچابک بکار دنیا بود اینست بیکار و

سست اور دنیا کے کام میں چست تھا۔ یہ ہے سچ مچ کا بے کار

کاہل حقیقی

اور کاہل

گفت قاضی آں سوم را کاے فلاں . کاہلی خود بہ پیشم کن بیاں

قاضی نے تیسرے (لڑکے) کو کہا کہ اے فلاں اپنی کاہلی میرے سامنے بیان کر

گفت قاضی تنبلِ من بیشتر ہمچو آتش ہست پر دُود و شرر

اس نے کہا جناب قاضی صاحب! میری کاہلی بہت (بڑی) ہے۔ دھوئیں اور چنگاریوں والی آگ کی مانند ہے۔

در بیانش داستانے میزنم حالِ مخفی بر تو روشن مے کنم

میں اس کے بیان میں ایک (تازہ) واقعہ سناتا ہوں۔ پوشیدہ حال آپ پر ظاہر کرتا ہوں

دوش بُردم سُوئے صحرا گاو را پاسبانی مے نمودم گاو را

کل میں گائے کو جنگل میں لے گیا (اور اس) نجس کے لیے (کہ وہ کہاں تک جاتی ہے) اس کی نگرانی کرتا تھا۔

بر سرِ جُوئے کہ بُد سبزہ رغید گاو خود بگذاشتم او مے چرید

ایک نہر (کے کنارے) پر جہاں خوب سبزہ تھا میں نے اپنی گائے کو چھوڑ دیا وہ چرنے لگی۔

در چرا مے گشت تدریجا بعید سبزہ تر مے یافت ہر جا مے دوید

وہ چرنے میں آہستہ آہستہ دُور ہوتی جاتی تھی۔ جہاں ہرا بھرا سبزہ پاتی دوڑی جاتی

بُود سبزہ پہن صحرائے دراز · میچرید او دُور دُور از راہِ آز

سبزہ پھیلا ہوا تھا اور جنگل لمبا (تھا) وہ حرص سے دُور دُور چرتی چلی جاتی تھی

گاو مے شد دُور و من از کاہلی · مے نمودم در رجُوعش غافلی

گائے دور ہوتی جاتی تھی اور میں سستی سے اس کو واپس لانے میں غفلت کرتا تھا

در تردُّد مے روَم باز آرمش · یا ہمے از دُور پاسے دارمش

(میں اس) تردّد میں (تھا کہ، جاؤں (اور) اس کو واپس لاؤں یا دور ہی سے اس کی نگرانی کروں

میفسردم در تردد سخت سخت · شد دلم از دست تنبل لخت لخت

میں تردد میں سخت افسردہ ہُوا جاتا تھا۔ کاہلی کے ہاتھوں میرا دل پاش پاش ہوگیا

سوال: عنوان میں اس لڑکے کے بارہ میں کہ ہے کہ چابک بکار دنیا بود۔ مگر یہاں وہ خود کہہ رہا ہے کہ میں کاہلی کی وجہ سے اس تردّد میں پریشان تھا کہ گائے کو واپس لاؤں یا چرنے دوں اور اس کی نگرانی کرتا رہوں۔ پس جب وہ دنیا کے کام میں خود اپنے کاہل اور متردد ہونے کا اعتراف کر رہا ہے۔ تو عنوان کا مضمون کہاں صحیح رہا۔

جواب: اس شخص کا یہ تردد جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو کاہل بتا رہا ہے۔ اس کے پورے چابک بکار دنیا ہونے کی دلیل ہے۔ کہ ادھر تو اُسے گائے کے چرنے اور سبزہ سے پیٹ بھرنے کا بھی خیال ہے۔ اس لیے اسے واپس نہیں لاتا۔ دوسری طرف اس کے گم ہونے کی بھی فکر ہے اس لیے اسے دور چھوڑنا بھی گوارا نہیں پس یہ کاہلی نما تردّد۔ دنیوی لحاظ سے عین چستی و چابکی ہے۔ ورنہ اگر وہ فی الواقع سست ہوتا۔ تو گائے کو ایک مرتبہ جنگل میں چھوڑ کر پھر اس کی طرف نگاہ اُٹھا کر نہ دیکھتا کہ جائے اپنی ایسی تیسی میں یا اس کو کسی درخت سے باندھ دیتا کہ کون اس کی طلب میں مارا مارا پھرے۔ بھوکی مرتی ہے تو مرے بلا سے اس شخص کا اپنے مذکورہ تردّد کو پیش کر کے اپنے آپ کو کاہل بتانا ایسا ہے۔ جیسے ایک حریص دنیادار پچاس روپے روزانہ کما کر کہے کہ میاں ہم غریبوں کی کیا خاک کمائی ہے۔ کمائی تو ان لوگوں کی ہے جو شام کو ہزار دو ہزار روپیہ سمیٹ کر اُٹھتے ہیں۔ غرض اس کی یہ کاہلی دنیا کے کام میں تو محض صورۃً کاہلی ہے آگے دین کے کام میں اس کی کاہلی مذکور ہوتی ہے جو حقیقۃً کاہلی ہے چنانچہ وہ کہتا ہے:-

ظہر و عصرِ من دریں غم شد قضا · گر روم در سجدہ گردم زد عملے

میری ظہر (کی نماز) اور عصر (کی نماز) اسی غم میں قضا ہو گئی کہ اگر میں سجدہ میں جاؤں گا تو وہ (گائے) میرے زیر نگاہ نہ رہے گی۔

من شوم گر در نماز و در نیاز ‏ گاو گیرد آں طرف راہِ دراز

اگر میں نماز و دعا میں لگ گیا تو گائے (کہیں اِدھر) اُدھر لمبا راستہ اختیار کر لیگی

آخرش چوں قرص خورشد در غروب ‏ گشت ضو از زندگی ظلمت ہروب

آخر جب سورج کی ٹکیا چھپ گئی۔ تو روشنی ذرا سی تاریکی (کے چھا جانے) سے جاتی رہی (مطبوعہ نسخہ کا لفظ زندگی ہماری سمجھ میں نہ آیا غالباً یہ کاتب کا تصرف ہے۔ ناچار اس کو اٹکڑے سمجھ کر ترجمہ کیا گیا گو پورا اطمینان اس پر بھی نہیں)

چشم من شد خیرہ از دیدار گاو ‏ مے ندیدم ہیچ من ز آثارِ گاو

میری آنکھ گائے کو دیکھنے سے چندھیا گئی مجھے گائے کے آثار سے کچھ نظر نہ آتا تھا

روزِ من شد دیر و گاو از دست شد ‏ سہ نمازِ من قضا چوں مست شد

میرا (سارا) دن ضائع گیا اور گائے (بھی) ہاتھ سے گئی (اور) میری تین نمازیں (بھی) قضا ہوئیں جس طرح (کوئی) بدمست (نشے میں نمازیں قضا کر دے)

انتباہ: گائے کا گم ہو جانا اس شخص کی کاہلی و غفلت پر مبنی نہ تھا۔ کیونکہ اس کی دینوی ہوشیاری و چابکی میں کچھ کسر نہیں تھی۔ بلکہ یہ اس کی تفویتِ نماز کی شامت تھی گائے کو پوری طرح شکم سیر کرنے کے لیے اس کو جنگل میں چھوڑے رکھنا۔ اس کی دینوی ہوشیاری کا مقتضا تھا۔ اگر ترک اطاعت کی شامت جو آئی تو یہ ہوشیاری اعتدال سے آگے بڑھ گئی اور وہ گائے کو غروبِ سورج تک واپس نہ لایا حتےٰ کہ تاریکی چھا گئی اور وہ گم ہو گئی کما قیل

ے اے روشنی طبع تو بر من بلا شدی

عرض نمودنِ آں ہر سہ پسر بجناب قاضی پرہیز و فتویٰ خواستن

ان تینوں لڑکوں کا ہنرمند قاضی کے حضور میں عرض کرنا اور باپ کی میراث میں شرعی

در میراثِ پدر

فیصلہ چاہنا

ہر سہ با قاضی بگفتند اے حمید ‏ حالِ ما اینست کن حکمِ رشید

تینوں (لڑکوں) نے قاضی سے کہا اے ستودہ (صفات قاضی) ہمارا حال یہ ہے (اب ہمارے بارہ میں) پر ہدایت حکم (صادر) فرمائیے)

خلق بہرِ حکم او شد مجتمع ہر یکے ایں ماجرا را مستمع

(ایک) مخلوق اس کے حکم (کو سننے) کے لیے جمع ہو گئی ہر ایک اس واقعہ کو سننے (کی خواہش کرنے) والا تھا

تا بدانند آنچہ قاضی حکم کرد مے چہ گوید اندریں آں مردِ فرد

تاکہ قاضی جو کچھ حکم دے (اس کو) معلوم کریں (کہ) وہ مرد یکتا اس (بارے) میں کیا کہتا ہے۔

گفت قاضی ایں ہمہ مالِ پدر مر سوم را گشت از حکمِ قدر

قاضی نے (اپنے فیصلے میں) کہا باپ کا یہ تمام مال تیسرے لڑکے کا (مملوک) ہو گیا تقدیر کے حکم سے۔

خلق آمد در فغاں زیں ماجرا کمیں سخن را شرح کُن بہرِ خدا

(تمام مخلوق (جو حاضر تھی) اس بات سے چیخ اُٹھی کہ خدا کے لیے اس بات کی (وجہ آپ نے فیصلے میں فرمائی ہے) وضاحت کیجیے۔

گفت قاضی ہست کاہل تر سوم شد فزونتر او ز اوّل وز دوم

قاضی نے کہا زیادہ کاہل تیسرا ہے وہ (کاہلی میں) پہلے اور دوسرے (دونوں) سے بڑھ گیا۔

زانکہ ایں کاہل بکارِ اُخروی ست چُست و چابک در امورِ دنیوی ست

کیونکہ یہ آخرت کے کام میں سست ہے (اور) دنیوی امور میں چست و چالاک ہے

بر گزید او کارِ دنیا بر نماز ایں بود خود کاہلی حرص و آز

اس نے دنیا کے کام کو نماز پر ترجیح دی۔ یہی تو (دنیوی) حرص و طمع کی (وجہ سے) کاہلی ہے۔ (جو دینی امور میں عارضی ہوتی ہے)

کاہلی در کارِ دنیا چستی ست کاہلی از نار و جنت سستی ست

دنیا کے کام میں کاہلی کرنا (ایک معنے میں) چستی ہے (اور) بہشت و دوزخ (کے معاملے) میں کاہلی کرنا (فی الواقع) سستی ہے۔

مردِ کاہل بہرِ حق کاہل بود　　کاہل از دارین بس عاقل بود

خدا کے لیے (دنیا سے) کاہل (ہونے والا) آدمی کاہل ہے (اور خدا کے عشق میں) دونوں جہانوں سے کاہل (رہنے والا) تو بہت ہی عاقل ہے

بہر ذاتِ حق گذارد ہر دو را　　ایں چنیں کاہل بود مردِ خدا

جو ذات حق کے لیے دونوں جہانوں کو چھوڑ دے - ایسا کاہل مرد خدا ہے
(طالب الدنیا جاھل و طالب عقبیٰ عاقل و طالب المولیٰ کامل)

کاہلِ اوّلیں در زہد بُرد　　کرد اسباغ وضو قطرہ نخورد

پہلے (لڑکے) کی کاہلی (اس کو) زہد میں لے گئی (چنانچہ) وضو پر جی کھول کر پانی بہایا (مگر خود پیاس کے باوجود) قطرہ (تک) نہ پیا۔

بر امیدِ جنت او بردے کشید　　نفس را ہم از عطش گردن برید

جنت کی امید پر اس نے (وضو میں) سردی برداشت کی (اور) پیاس (برداشت کرنے) سے نفس کی بھی گردن کاٹ ڈالی۔

واں دُوُم از بہرِ حق کاہل شدہ است　　از متاعِ ہر دو کون غافل شدہ است

اور دوسرا حق تعالےٰ کے لیے کاہل ہوا ہے دونوں جہانوں کے فوائد سے غافل ہوگیا ہے

غیرِ حق را چُوں ندید او ہیچ قدر　　کاہلی اوست از چستی و مکر

جب کہ اس نے ماسوی اللہ کی کوئی قدر نہ دیکھی (پس) اس کی کاہلی (فی الحقیقت) چستی اور حیلہ گری (کی قبیل) سے ہے۔

واں سوم کو کارِ حق را خوار کرد　　بہرِ گاوے شد فدا روزش بدرد

اور وہ تیسرا جس نے ایک گائے کے لیے خدا کی عبادت کی بیقدری کی اس کا دل (مفت کی) مصیبت پر قربان ہوگیا۔

کاہل و جاہل ز جُملہ ایں کس ست　　دولتِ دُنیا مر اینکس را بس ست

سب سے زیادہ، کاہل اور جاہل یہ شخص ہے دولت دنیا خاص اسی کا حصہ ہے

واں دو را عقبےٰ وایں را دولت ست　　نیست ایں دولت بپایاں دولت است

اور ان دونوں کے لیے عقبےٰ اور اس کے لیے دولت ہے۔ یہ دولت انجام کار (اور کچھ) نہیں (محض) دولاتیں (جو طالب دولت کے سر پڑتی ہے)۔

زیں سبب فرمود پیغمبر مگر　　اَنَّهٗ لَوْ کَانَ لِلدُّنْیَا قَدْرٌ

مَا سَقٰے مِنْهَا لِکَافِرٍ شَرْبَۃً　　بلکہ مے انداخت بروے صد محن

شاید پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے فرمایا ہے۔ کہ اگر (اللہ کے نزدیک) دنیا کی کچھ وقعت ہوتی تو وہ اس میں سے کسی کافر کو ایک گھونٹ تک نہ پلاتا بلکہ اس پر سو مصیبتیں نازل کرتا۔

انتباہ: حدیث کے کلمات یہ ہیں لَوْ کَانَتِ الدُّنْیَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰہِ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ مَا سَقٰے کَافِرًا مِنْهَا شَرْبَۃَ مَاءٍ یعنی اگر دنیا اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر برابر بھی وقعت رکھتی تو وہ اس میں سے کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ نہ پینے دیتا (جامع صغیر للسیوطی رح)

رجوع بحکایت شاہزادہ سوم کہ از پادشاہ شرف قرابت و

تیسرے شہزادہ کی حکایت کی طرف رجوع جس نے بادشاہ سے قرابت کا شرف اور

عز و جاہت یافت و بمنزلگاہ زَوَّجْنَاهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ شتافت

وجاہت کی عزت پائی اور وہ اس (آیت کے مفہوم کی) منزلگاہ میں پہنچا کہ ہم نے حور عین کو اس کی بیویاں بنا دیا۔

اے حسام الدین شہ ملک یقین　　حالِ شہزادہ سوم برگو تو ہیں

اے ملک یقیں کے بادشاہ حسام الدیں ہاں آپ تیسرے شہزادہ کا حال بیان فرمائیں

حاضر آمد در حضورِ پادشاہ　　طالبِ مقصود خود با درد و آہ

وہ درد و آہ کے ساتھ اپنے مقصود کو طلب کرتا ہوا بادشاہ کے حضور میں آیا۔

پس معرف گفت بہرِ مصلحت　　کیں سوم بیش ست جائے مرحمت

توفیق نے مصلحتاً (بادشاہ کے حضور میں) عرض کیا کہ یہ (ان دونوں سے) زیادہ مستحق رحم و کرم ہے۔

ہر دو بازوئیش بعشقِ تو شکست مرشکستن راجبیرہ بستن ست

اس کے دونوں (بھائی جو بمنزلہ) بازو (تھے) حضور کے عشق میں (مرگئے گویا اس کے بازو) ٹوٹ گئے (اور بازو کے) ٹوٹنے کے لیے کھپچیاں باندھنا (لازم) ہے (یعنی اس شہزادہ کو اپنے دونوں بھائیوں کے مرجانے سے جو صدمہ اور شکستگی خاطر عارض ہوئی ہے حضور کے رحم و کرم سے وہ رفع ہونی چاہیے)۔

شاہ رحمت کرد و اورا پیش خواند وز تلطف بر سریر خود نشاند

بادشاہ نے مہربانی کی اور اس کو آگے بلایا اور ازراہ عنایت اپنے تخت پر بٹھایا

گرچہ میدانست حالش رابکشف جملہ مے پرسید بارائے ژشگرف

اگرچہ وہ بذریعہ کشف اس کا حال (خود) جانتا تھا (تاہم) اچھی رائے کے ساتھ سب کچھ اس سے پوچھتا رہا۔

آنچناں از لطف پرسشہا نمود کاں غم و کربت ز حالِ او ربود

کچھ ایسی مہربانی سے اس کو بار بار پوچھا کہ وہ غم و اندوہ اس کی حالت سے دور کر دیا۔

واں برادر مردہ راندفین کرد زندہ را با روح خود تضمین کرد

اور اس مردہ بھائی کو (بادشاہ نے) مدفون کیا (اور) زندہ (بھائی) کو اپنی روح کی (آغوش) میں لے لیا۔

بعد چندے صحبتِ او گرم شد شاہ را بروے بسے دل نرم شد

کچھ مدت کے بعد اس کی صحبت گرم ہوئی۔ بادشاہ کا دل اس پر بہت نرم ہوا۔

پوتہ و پوتنک مرورا جملہ داد داخلِ شاہانہ بہرِ او کشاد

بڑا خزانہ اور چھوٹا خزانہ سب اس کو دے دیے بارگاہِ شاہی اس کے لیے کھول دی

اندرم جاں بخشِ شاہِ بحرِ جود غنچہ او در شگفتن اُو نمود

بادشاہ جو کرم کا دریا تھا اس کی جان بخشنے والی باتوں سے اس شہزادہ (کے دل) کے غنچہ نے کھلنا شروع کیا

رازہا اندر دلش تخمیر گشت　　ہمچو آں دو ہیں ہمہ تنویر گشت

راز کی باتیں اس کے دل میں آمیزش پا گئیں وہ دوسرے (شہزادہ) کی طرح سراپائے نور بن گیا -

منزلِ قرب و وجود معرفت　　بیشتر زاں دو ہیں شد در صفت

(لیکن) قرب کی منزل اور معرفت کا حصول بلحاظ صفت کے اس دوسرے سے بڑھ کر تھا -

کسبہا مے کرد و رہ طے مے نمود　　جہدہا میکرد و نورش میفزود

وہ مسلسل کسبِ (فیض) کرتا تھا اور سلوک طے کر رہا تھا - مجاہدات کرتا تھا اور اس کا نور (باطن) بڑھتا جاتا تھا -

لیک او خود عبرتے بگرفتہ بود　　زاں دو داور پندہا بپذرفتہ بود

(اور ایسی ترقی سے سالک کو عجب عارضی ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے) لیکن وہ خود عبرت پکڑ چکا تھا اور ان دو بھائیوں (کے انجام) سے نصیحت حاصل کی تھی

عُقبہائے راہ را دانستہ او　　حزمہا میکرد و ہُد شایستہ خُو

وہ راہِ (سلوک) کی گھاٹیوں کو جان چکا تھا - (اس لیے) ہوشیاری و احتیاط سے کام لیتا تھا (اور یوں بھی) شایستہ خصلت والا تھا (اوچھا اور جلد باز نہ تھا)

دید کاں اول زعُجلت جاں بداد　　واں دُوُم را عُجب در کوری نہاد

اس نے دیکھا کہ اس پہلے (بھائی) نے جلد بازی سے جان دیدی اور اس دوسرے کو خود پسندی نے بے بصیرتی میں ڈال دیا - (آگے مولانا فرماتے ہیں)

مرد را باید کہ اندر راہِ یار　　در تانی کوشد و صبر و قرار

مرد کو چاہیے - کہ محبوب حقیقی (کی طلب) کی راہ میں آہستگی اور صبر و قرار کی کوشش کرے -

زیں سبب فرمود احمد مصطفٰے　　رفق راس الحکمت آمد اے فتٰے

اسی لیے اے جوان حضرت احمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نرمی حکمت کی اصل ہے (ہشام بن عروہ سے روایت وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اُنہوں نے کہا کہ توریت میں لکھا ہے کہ الرفق رأس الحکمۃ یعنے نرمی حکمت کا سر ہے - تمیز الطیب)

ابنِ مسعود از پیمبر نقل کرد نصف ایمان است صبر اے نیکمرد

(اسی طرح) اے نیک مرد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ صبر نصف ایمان ہے (ابو نعیم کے حلیہ میں اور بیہقی کی شعب الایمان میں ابن مسعود رضؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ الصبر نصف الایمان والیقین الایمان کلہ یعنی صبر نصف ایمان ہے اور یقین سارا ایمان ہے جامع صغیر للسیوطی رحمطلب یہ کہ محبوب حقیقی کے مشاہدہ جمال میں آہستگی سے کام لینا چاہیے)

ورنہ حسنِ یار نورِ مطلق ست چشمِ دل اندر جمالش مندق ست

ورنہ یار کا حسن (وہ) نورِ بے پایاں ہے کہ دل کی آنکھ اس کے جمال (کے مشاہدہ میں (تاب برداشت نہ لاکر) ریزہ ریزہ (ہو جاتی) ہے -

تاب ناری دیدنش را یک بیک آئینہ مصقول لیکن سیکنگ

اے صیقل شدہ آئینہ تو اس کو یکبارگی دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتا. لیکن باہستگی

رَو تو اول چشم را پیدا بکن بعد ازاں دیدہ بسویش وا بکن

جا پہلے (اس کے دیدار کی تاب لانیوالی) آنکھ پیدا کر۔ اس کے بعد اس کی طرف آنکھ کھول

بر نتابی ورنہ آں نور و شروق نجم گردد زہرش در خفوق

ورنہ تو اس روشنی اور چمک کی تاب نہ لا سکے گا (اور) اس کے آفتاب (انوار کی شدت درخشانی) سے نیرا (سلامتی کا) ستارہ غروب میں جا پڑے گا

یا بمیری یا شوی دیوانہ خود زیں سببہا اکثرے مجذوب شد

(چنانچہ) یا تو تو مرجائیگا یا (اور نہیں تو) دیوانہ ہی ہو جائیگا۔ اسی سبب سے اکثر لوگ مجذوب ہو گئے ہیں۔

بر نتابد کاہ بارِ کوہ را مرد باید ایں غم و اندوہ را

ایک تنکا پہاڑ کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ اس غم و اندوہ (کو برداشت کرنے) کے لیے مرد چاہیے"

آں نخستیں داد رش تعجیل کرد	وصلِ عریاں را طپیاں تحصیل کرد

اس کے پہلے بھائی نے جلد بازی کی۔ بے حجابانہ وصل کو جلتے (پھکتے) ہوئے اپنے اوپر وارد کر لیا۔

چوں نبود آں وصل لت در خورد او	در طپش افتاد و خست و مُرد او

چونکہ وہ ابھی اس وصل عریاں کے لائق نہیں تھا اس لیے تپش میں مبتلا ہوا اور مجروح ہوا اور مر گیا (مطبوعہ نسخہ میں وصل لت لکھا ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آیا اور یہی ایک نسخہ موجود ہے کئی نسخے ہوں تو بھی لفظی تفاوت نکالنا آسان ہوتا ہے۔ اگر لت خورد بمعنے لکد خورد صحیح مان لیا جائے تو پھر نبود کی بجائے کوئی اور لفظ چاہیے۔ ناچار کام چلانے کے لیے اس کو وصل را قرار دے کر ترجمہ کیا گیا،

تا کہ رفعِ ایں حجابِ تن نشد	وصلِ عُریاں کے بدست آید زلد

جب تک یہ حجاب جسم مرتفع نہ ہو	بے حجابانہ وصل (محض) زبردستی سے کب حاصل ہو سکتا ہے۔

زن نباشد طامثہ یا بالغہ	باشد از احوال نطفہ زائغہ

اگر عورت حائضہ یا کم از کم دیگر علامات بلوغ کے ظاہر ہونے سے بالغہ ہو (چکی ہو اور اسے حمل ٹھیر جائے) تو نطفہ کے (علقہ اور مضغہ اور پھر جنین بننے کے مختلف) حالات سے (اس کی صحت) متغیر ہو جائے گی۔

ایں سخن را اندکے کوتاہ کُن	وز حدیثِ آں سِوُم آگاہ کُن

اس (استعداد و قابلیت کی بحث کو ذرا کم کرو اور اس تیسرے (شہزادے) کے حال سے آگاہ کرو۔

بیانِ حالِ شہزادہ سوم و اکتساب او بر کمالات صوری

تیسرے شہزادہ کے حال کا بیان اور اس کا کمالات ظاہری و باطنی حاصل کرنا

و معنوی و صبر کردن او و از بیان حاجت خود و بمحبوب

اور اپنی مراد کو بیان کرنے سے صبر کرنا اور اپنے محبوب دے وصل)

خود رسیدنی

پر فائز ہونا

وآں سوم شہزادہ باصد خرم وصبر میکشید از یم عرفاں ہمچو ابر

اور وہ تیسرا شہزادہ سو ہوشیاری وصبر کے ساتھ معرفت کے سمندر سے (فیض کا پانی) جذب کرتا تھا۔ جس طرح بادل (سمندر سے پانی جذب کرتا ہے)

ہر شب تاری ز صحبتہائے شاہ در دلش زانوارِ وحدتہا پگاہ

ہر تاریک رات بادشاہ کی صحبتوں (کے فیضان) سے اس کے دل میں انوار وحدت کی بدولت صبح (کی مانند) تھی۔

کسب استعداد و توفیرِ حکم مینمود از فیضِ شاہ او دمبدم

وہ دمبدم بادشاہ کے فیض سے استعداد حاصل کرتا اور معارف کو ترقی دیتا تھا

در دلش ہر دم ز سلطان چوں قمر نورِ نو وارد شدے شام وسحر

اس کے دل میں صبح وشام ہر وقت بادشاہ (کی ذات کے آفتاب) سے نیا نور وارد ہوتا تھا چاند کی طرح (جو آفتاب سے نور حاصل کرتا ہے)

دم نمے زد لیکن از مطلوبِ خود داشت در دل شعلۂ محبوبِ خود

لیکن وہ اپنے مطلوب کے متعلق دم نہیں مارتا تھا اپنے محبوب (کے عشق) کا شعلہ (دل ہی) دل میں (مخفی) رکھتا تھا

باچنیں شاہِ پُر از جود وسخا حرفِ مطلب بر زباں آرم چرا

(اور دل میں کہتا تھا کہ) ایسے بادشاہ صاحب جود وسخا کے سامنے میں حرفِ مطلب زبان پر کیوں لاؤں ؟

لُطف اوبے گفتہ صد نعمت دہد سوئے گفتن چوں دلِ من بر جہد

اس کا لطف (واحسان) بے مانگے سینکڑوں نعمتیں دے رہا ہے۔ تو پھر میرا دل مانگنے پر کیوں آمادہ ہو اگر چوں حرف شرطیہ ہو تو پھر ترجمہ یوں ہوگا۔ جونہی

میرا دل مانگنے پر آمادہ ہوتا ہے۔ سو اس کا لطف (اس سے پہلے ہی) بے مانگے سینکڑوں نعمتیں دے ڈالتا ہے)

شاہِ ما آئینہ صافی دل ست   خطرہ ام را در دلِ شہ منزل ست

ہمارا بادشاہ صاف دل آئینہ ہے (اور جس طرح آئینے کے سامنے کی چیز اس میں منعکس ہو جاتی ہے اسی طرح) میرے دل کی بات بادشاہ کے دل میں جا اترتی ہے۔

گر سزاوارم بدان دُرِّ ثمین   خود شہم بنوازد از لطفِ گزین

اگر میں اس قیمتی موتی (کو حاصل کرنے) کے لائق ہوں۔ تو خود بادشاہ (اپنے خاص لطف سے (اس موتی کی عطا کے ساتھ) میری عزت افزائی کر دیگا۔

لطفِ او ہر صاحب استعداد را   حسب حالش میدہد بے افترا

اس کا لطف ہر صاحب استعداد کو (جو اس لطف کا مورد نہ ہونے کا اہل ہو) اس کے حال کے موافق (جو کچھ دینا ہو) بلا شک دیتا ہے۔

صبر کُن اے دل کہ مفتاح خوشے ست   درمیانِ صبر بس عیش و گشے ست

اے دل صبر کر کیونکہ (صبر کشایش کی) اچھی کنجی ہے۔ صبر میں بہت اچھی عیش و خوبی ہے (پہلا مصرعہ اس حدیث کے مضمون پر مشتمل ہے الصبر مفتاح الفرج عیش و گشے کے درمیان واو نہ ہوتا تو بہتر تھا تاکہ گش بمعنے خوب عیش کی صفت قرار پائے شاید کاتب نے سہو سے واو لکھ دیا ہو)

شاہ روزے گفت کائے جانِ کرم   بحرِ صبر و حلمی و کانِ کرم

ایک دن بادشاہ نے امتحاناً اس (شہزادہ) کو کہا اے بزرگی کی جان! تو صبر و حلم کا دریا ہے اور جوانمری کی کان ہے۔

خاطرم زیں سلطنت بگرفتہ است   دل بتختِ اوجِ وحدت رفتہ است

میرا جی اس (ظاہری) سلطنت سے سیر ہو چکا ہے۔ دل اوجِ وحدت کے تخت پر جا پہنچا۔

جانشینِ من شَوو خود کامراں   تا رہم من از خراشِ ایں و آں

تم میرے جانشین بن جاؤ (اور) خود جو چاہو کرو تاکہ میں ادھر ادھر کی کشمکش

سے نجات پاؤں -

رُو بخلوتخانہ خاصے میکنم　　　از سخن گفتن من اکنوں تن زنم

میں خلوت خانہ خاص کی طرف رُخ کروں گا - اس کے بعد (لوگوں سے) بات چیت کرنا بند کر دونگا -

چُونکہ شہزادہ شنید ایں ماجرا　　　زد ز تعظیم ادب سر را بہ پا

جب شہزادہ نے یہ تقریر سنی تو تعظیم وادب سے (اپنا) سر (بادشاہ کے) قدموں پر رکھ دیا

کہ مبادا آں دم کہ از مسند روی - یا بخلوتخانہ گردی منزوی

(اور بولا) کہ وہ وقت (خدا کرے) نہ آئے کہ حضور مسند کو چھوڑیں یا خلوت خانہ میں گوشہ گزیں ہوں -

سایۂ تو بر سر من مستدام　　　ظلّ گستر باد تا یوم القیام

حضور کا سایہ ہمیشہ قیامت کے روز تک میرے سر پر چھایا رہے -

تاج ایں سر سایۂ اقبالِ تست　　　سُلّم من پایۂ اقبال تُست

(میرے) اس سر کا تاج (تو) حضور کے اقبال کا سایہ ہے - میرا زینہ (ترقی تو) حضور کے اقبال کا پایہ ہے

زیں نمط بسیار مے شد گفتگو　　　لیک شاہ از امتحان در جستجو

(غرض) اسی طرح بہت گفتگو ہوئی - لیکن بادشاہ امتحان (کی غرض) سے (اس) جستجو میں (تھا)

کہ ورا در دل بود از حبِّ جاہ　　　با شکوہِ سلطنت مانندِ شاہ

کہ آیا اس کے دل میں (ایک دنیادار) بادشاہ کی طرح جاہ کا شوق ہے جو شکوہِ سلطنت کے ساتھ ہو -

ہیچ در دل عُجب یا پندار ہست　　　یا در دنش از مے شوق است مست

آیا کچھ (اس کے) دل میں خود پسندی یا غرور ہے یا اس کا دل شوق کی شراب سے

مست ہے۔

جملہ احوالش بطبق وضع یافت ہر قدم بر شاہراہ شرع یافت

(تو اس امتحان میں) اس کے تمام احوال وضع (معتدل) پر پائے (اس کا) ہر قدم شرع کے راستے پر پایا۔

حُبّ جاہ و شاہی و حرص و ہوا در سرش راہے ندارد ما سوا

بادشاہ نے معلوم کر لیا کہ جاہ اور بادشاہی کا شوق اور حرص و ہوا (وغیرہ) ماسوی کی اس کے دماغ میں باریابی نہیں۔

جز خدا و حُبّ خاصانِ خدا در دلِ او نیست راہے ہیچ را

خدا اور خاصانِ خدا کی محبت کے سوا اس کے دل میں کسی کو راستہ نہیں (ملتا)

در ویش میلے بسوے مُلک نے طالبِ بحر ست رُہنِ فلک نے

اس کے دل میں بادشاہی کی طرف کوئی میلان نہیں وہ دریا کا طالب ہے کشتی کا گرویدہ نہیں

بر محکِّ امتحاں بس آزمُود غیر زرّ دہ دہی آنجا نبُود

(بادشاہ نے اس کو) امتحان کی کسوٹی پر خوب کسا (تو معلوم ہوا کہ) وہاں خالص سونے کے سوا اور کچھ نہ تھا

گفت با اصحاب شہ کیں نوجواں مے نیرزد جز بداں دُختِ جواں

(پھر) بادشاہ نے اپنے مصاحبوں سے فرمایا کہ یہ نوجوان اسی جواں لڑکی کے لائق ہے

ماہ را با مہر پیوندی خوش ست جسم را با رُوح پابندی خوش ست

چاند کا تعلق سورج کے ساتھ خوب ہے۔ جسم کی پابندی روح کے ساتھ بہتر ہے

ایں مر ورا او مر ایں را لائق ست ہر یکے اقران خود را فائق ست

یہ اس کے لیے (اور) وہ اسکے لیے لائق ہے (ان دونوں میں سے) ہر ایک اپنے اپنے ہمسروں سے فائق ہے (اس لیے وہ کسی دوسرے ہمسر کے لائق نہیں)

ایں چنیں دُختر مرایں کس را سزا ست آنچناں فص اندریں خاتم بجاست

ایسی (بے مثال) لڑکی خاص اسی (دلا ثانی) آدمی کے لائق ہے۔ ایسا نگینہ اسی انگشتری میں مناسب ہے۔

جملگی تحسین رائیش را بدل — کردہ گفتند اَلْعَجَل نِعْمَ الْمَحَل

سب نے اس کی رائے کو دل سے پسند کر کے کہا جلدی کیجئے یہ اچھی جگہ ہے۔

شاہ گفتا مجلسے آراستند — بزم طوئی لبس سنی افراشتند

بادشاہ نے حکم دیا تو ایک مجلس آراستہ کی گئی۔ جشنِ عروسی بہت شاندار قائم کیا گیا۔

در دو مشتاق ازل یکجان و دل — گشت ایجاب و قبولِ مُستحِل

(ان) دونوں ازل کے مشتاقوں میں جو یکدل و یکجان تھے۔ ایجاب و قبول ہو گیا جو (زوجین کو ایک دوسرے کے لیے) حلال کر دینے والا ہے (شاید دخترِ شاہ بھی اس شہزادہ کے اچھے اوصاف سن کر در پردہ اس کی مشتاق ہو گئی ہو)

ہر یکے زاں دیگرے سرمست شد — جان بجان و دل بدل پیوست شد

(ان میں سے) ہر ایک دوسرے (کے وصل) سے مست ہو گیا۔ جان جان کے ساتھ اور دل دل کے ساتھ گھل مل گیا۔ (آگے مولانا فرماتے ہیں)

از تأنّی کارِ دو اَین ست راست — زیں سبب تعجیل از شیطان بجاست

آہستگی سے دونوں جہانوں کے کام درست (ہو جاتے) ہیں اسی سبب سے جلد بازی کو شیطان سے منسوب کرنا صحیح ہے (حدیث التانی من اللہ والعجلۃ من الشیطان)

صبر را فرمود حق عزم الامور — مے برد بے ریب ارب خود صبور

صبر کو حق تعالےٰ نے اپنے عزم الامور فرمایا ہے۔ بے شبہ صابر اپنی مراد پاتا ہے اشارہ آیت وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذَالِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ اور واللہ جو شخص صبر کرے (دوسرے کی) خطا بخش دے تو بے شک یہ بڑی ہمت کا کام ہے (الشوریٰ ع ۴)

ہر کہ رنجے بُرد گنجے ہم ببرد — وانکہ کاہل گشت در سختی بمرد

جس شخص نے تکلیف برداشت کی اس نے خزانہ بھی حاصل کر لیا اور جو سست رہا وہ سختی میں مر گیا۔

لیک کاہل کاہل دنیا خوش ست — عجلت اندر کار دنیا ناخوش ست

لیکن سست وہی اچھا ہے جو دنیا کا سست ہو۔ دنیا کے کام میں جلدی خوب نہیں

صبر کن تو کیل و دنیا کن بدو خیر و شرت را بہ از تو داند او

صبر کر اور دنیا (کے کام) کو اس کے سپرد کر۔ تیری بھلائی برائی کو وہ تجھ سے بہتر جانتا ہے

کاہل دنیا شو و چابک بدیں ہمچوں آں شہزادہ کاں بد سومیں

دنیا کے کام میں سست رہ اور دین (کے کام) میں چست اس شہزادہ کی طرح جو تیسرا تھا

مناجات بجناب قاضی الحاجات

مناجات (خداوند) مرادوں کے پورا کرنیوالے کی جناب میں۔

رو بحق آرو بکن ختم کتاب دم مزن واللہ اعلم بالصواب

خدا کی طرف متوجہ ہو اور کتاب کو ختم کر (زیادہ) دم نہ مار اور اللہ بہتر جانتا ہے۔

رَبَّنَا فَالْحَمْدُ لَكَ فِي كُلِّ حَالٍ أَنْتَ مَعْنَى السِّرِّ فِي كُلِّ الْمَقَالِ

اے ہمارے پروردگار پس حمد تیرے ہی لیے ہے ہر حال میں ہر گفتگو میں در پردہ تو ہی مراد ہے

أَنْتَ مَقْصُودِي إِلَيْكَ وِجْهَتِي خَالِصًا لِلّٰهِ كَانَتْ نَهْمَتِي

تو میرا مقصود ہے تیری طرف میرا رُخ ہے میرا ارادہ خالص اللہ کے لیے رہا ہے

يَا مُحِيطَ الْكُلِّ يَا كَهْفَ الْوَرَىٰ يَا إِلٰهَ الْعَرْشِ يَا رَبَّ الثَّرَىٰ

كُنْ أَنِيسَ الْقَلْبِ اخْتِمْ لِي بِخَيْرٍ أَنْتَ حَسْبِي أَنْتَ كَافِي لَيْسَ غَيْر

اے سب کا احاطہ کرنیوالے اے مخلوق کی پناہ اے عرش کے الٰہ اے زمین کے پروردگار تو (میرے) دل کا انیس ہو میرا خاتمہ بالخیر کر۔ تو ہی میرے لیے بس ہے تو ہی کافی ہے اور کوئی نہیں۔

خاتمہ مفتاح العلوم

الحمد للہ کہ مفتاح العلوم کا عظیم الشان کام اختتام پذیر ہوا۔ حیات مستعار کی ناپائیداری سے ہر وقت دل میں یہ خرخشہ رہتا تھا کہ جس طرح اس سے پہلے کئی اہل قلم نے اردو میں اس کتاب کی شروح لکھنی شروع کیں اور وہ اپنے کام کو تکمیل

تک پہنچانے سے پیشتر داعی اجل کو لبیک کہنے پر مجبور ہوئے اور اپنی اپنی شرح کو ناتمام چھوڑ گئے۔ مبادا یہی حادثہ اس شرح کو پیش آئے۔ مگر اللہ کا بے حد شکر ہے کہ یہ شرح میری زندگی میں اور میری صحت و سلامتی میں میرے ہاتھوں اتمام کو پہنچ گئی۔ مثنوی شریف کے دقیق معانی اور عمیق مطالب کا چرچا بچپن سے سنتے آئے ہیں۔ اس لیے ہمیشہ سے یہ بات ذہن نشین تھی جو بالکل صحیح ہے کہ اس کتاب کو سمجھنا یا اس کا درس دینا یا اس کی شرح لکھنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ۱۳۴۲ھ میں ایک دوست کا خط موصول ہوا۔ جس میں مجھ سے فرمایش کی گئی تھی کہ میں مثنوی شریف کی شرح لکھنی شروع کروں۔ میں نے اپنے اسی مافی الذہن کی بنا پر عذر کیا کہ یہ کام میرے بس کا نہیں۔ کہاں مثنوی کی شرح اور کہاں میں۔ مثنوی کی شرح لکھنے کے لیے غزارت علم اور کمالات باطن کی ضرورت ہے۔ ادہر میرا علم ناقص۔ لیاقت محدود اور احوال باطن کے دروازہ تک پہنچنا بھی نصیب نہیں مگر اس دوست نے اپنا اصرار جاری رکھا۔ ناچار راقم آثم کو قلم اُٹھانا پڑا اور لکھنا شروع کیا۔ تو اللہ تعالےٰ کے فضل سے اور مولانا روم رح کے فیض روحانی سے اور حضرات سلسلہ کی برکت سے شرح صدد ہوتی گئی حتیٰ کہ یہ کام ۱۳۴۳ھ سے شروع ہو کر آج ۷؍ ذوالحجہ ۱۳۵۷ھ کو چودہ ۱۴ سال کے بعد تکمیل کو پہنچ گیا۔ جس میں بعض دیگر علمی و قلمی مشاغل کی وجہ سے کئی کئی ماہ بلکہ سال سال بھر کا توقف بھی ہوتا رہا اور یہ ایک امر واقعی ہے۔ اظہار تواضع میں مبالغہ یا رسمی کسر نفسی نہیں۔ کہ اس شرح کو علماء سے لے کر عوام تک اور امراء سے لے کر غربا تک کی تمام علم جماعتوں میں جو امید سے بڑھ کر قبولیت حاصل ہوئی ہے۔ وہ مولف کے قلیل علم اور اس کی محدود لیاقت کا ثمرہ نہیں بلکہ محض اللہ تعالےٰ کا فضل و احسان ہے فالحمد اولاً و اخراً والصلوہ علیٰ رسولہ ظاہراً و باطناً

للہ الحمد سر انجام ہوا کارِ عظیم
آج اترا جو مرے سر پہ تھا اک بارِ عظیم